الله

مسلسل اشاعت کا ساتواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین
لاہور

انٹرنیشنل

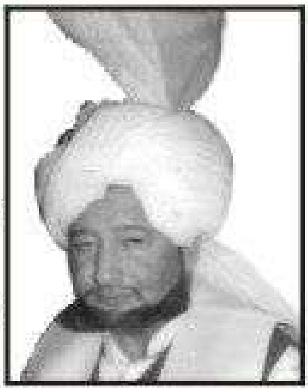

فیضانِ نظر

سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سروری قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر

طارق اسمٰعیل ساگر

"نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری"

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفہ وحدانیت کا عکاس جو اتحادِ امت کا پیمبر
تصوف، ادب، معاشرت، عالمی حالات، قومی افق، معاشیات و اقتصادیات کا نظریہ پاکستان کی روشنی میں واحد ترجمان

اس شمارے میں

1	اقتباس	فرمان حق تعالیٰ، فرمان نبویؐ	سلطان محمد بہادر عزیز	3
2	اقتباس	فرمان سلطان باھوؒ	سلطان محمد بہادر عزیز	4
3	فرمان مرشد		حضرت سخی سلطان محمد علی	5
4	ابیات	(پنجابی)	فرمائین سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ (ابیات باھو)	6
5	ابیات	(ترجمہ اردو)	مسعود قریشی	7
6	ابیات	(ترجمہ ہندی)	پروفیسر سعید احمد	8
7	ابیات	(ترجمہ سندھی)	پروفیسر گل حسین بخاری	9
8	ابیات	(ترجمہ پشتو)	فقیر عبدالحمید کامل	10
9	ابیات	(ترجمہ انگلش)	فقیر سعید احمد	11
10	غزل	(فارسی)	سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ (غزل نمبر 1 دیوان باھو)	12
11	غزل	(ترجمہ اردو)	مسعود قریشی	13
12	غزل	(ترجمہ پنجابی)	حضرت خواجہ محمد شاہ دین	14
13	غزل	(ترجمہ انگلش)	سید احمد سعید ہمدانی	15

اردو

14	دستک	ایڈیٹر	16
15	انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام	صاحبزادہ سلطان احمد علی	17
16	حضرت سلطان باھوؒ حیات وافکار	پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد اعوان	18
17	حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ	سید امیر خان نیازی	25
18	اولاد پاک حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان محمد باھوؒ	ادارہ	27
19	حضرت سلطان العارفینؒ سے فیض یافتہ خانقاہوں کا تذکرہ	ادارہ	30
20	سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ ـــــ ابتدائی حالات و تعلیمات	سید محمد کبیر علی شاہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ چورہ شریف	34
21	حضرت سخی سلطان باھوؒ کے معاصرین مشائخ عظام	اے کے نیازی	37

اپنی بہترین اور موثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجیے رابطہ کیلئے: 0334-4 777 422

برائے خط و کتابت
آفس نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکلوڈ روڈ لکشمی چوک لاہور
Ph: +92-42-7368066, Fax: +92-42-5419660
E-mail: miratularifeen@hotmail.com
www.alfaqr.net

پبلشر سجاد علی چوہدری نے کمال پرنٹرز 55 بی چیمبرلین روڈ سے چھپوا کر 14 اے بلاک ایجوکیشن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

ایڈیٹوریل بورڈ
- سجاد علی چوہدری
- ایم رحمت
- اے کے نیازی ○ سہیل شہزاد

آرٹ ایڈیٹر
- [illegible]

اندرون ملک نمائندے

مہتاب احمد	اسلام آباد
محمد عظیم شہزاد	کراچی
ڈاکٹر [illegible] عباس	فیصل آباد
محمد منظور	ملتان
محمد صدیق	لاہور

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	راجہ وقاص
آسٹریلیا	ملک محمد نعیم اعوان
افغانستان	محمد سرور خان
امریکہ	کاشف کامران فریدی
انگلینڈ	منظور احمد خان
بنگلہ دیش	شبیر اللہ خان
بحرین	محمد لیاقت
جاپان	نعیم اللہ خان نیازی
چائنہ	ڈاکٹر حبیب سلطان [illegible]
متحدہ عرب امارات	کرامت حسین
ساؤتھ افریقہ	ڈاکٹر جاوید نیازی
سعودی عرب	محمد کریم [illegible]
قطر	محمد جمیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	عابد حسین
کویت	ہارون یوسف
یونان	محمد شکیل

خصوصی شمارہ -/140 روپے

سالانہ (ممبرشپ) 250 روپے

سعودی ریال	80
امریکی ڈالر	40
یورپین ممالک پونڈ	30

22	حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے معاصرین اولیاء	ادارہ	42
23	معاصرین علماء	ادارہ	47
24	سلطان العارفینؒ کے ہم عصر حکمران	ادارہ	50
25	مادرزاد ولی اللہ	شیخ امتیاز احمد رحمانی	54
26	وادی سون سکیسر اور حضرت سلطان باھو	جی ایم ثاقب	56
27	حضرت سخی سلطان باھوؒ	خالد اعوان	59
28	عہد مغلیہ ہند میں مسلمانوں کی فکری شیرازہ بندی کے لیے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی مساعی جلیلہ	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	62
29	جنوبی ایشیا میں تصوف کا ارتقاء اور حضرت سلطان باھو	راجہ حبیب الرحمانی (اسلام آباد)	70
30	حضرت سخی سلطان باھو کی شاعری اور ہم	پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد	73
31	تفہیم الکلام حضرت سلطان باھو	سید امیر خان نیازی	77
32	حضرت سلطان باھوؒ کی صوفیانہ شاعری	سید احمد سعید ہمدانی	84
33	تعلیمات حضرت سلطان باھوؒ اور جدید سائنس	ڈاکٹر محمد ایوب خان	89
34	نظریہ وحدت الوجود	مفتی احمد فرید	92
35	انسانیت اور افکار حضرت سلطان باھوؒ	سید امیر خان نیازی	98
36	حضرت سلطان باھوؒ اور قرآن	ایم اے شاکر	105
37	فقر محمدیؐ کے وارث	علامہ عنایت اللہ قادری	108
38	رویت باری تعالیٰ حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات میں	مفتی شفاعت علی	117
39	یک زمانہ صحبت با اولیاء	سلیم محمود سلیم	125
40	ہر کرا ایں جا بے لقائے حق شدید	صاحبزادہ میاں ضیاء العابدین	126
41	اہل بیت رسولؐ حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی نظر میں	محمد طاہر خان جدون	128
42	غوث الاعظمؒ اور حضرت سلطان العارفینؒ	علامہ عنایت اللہ قادری	135
43	حضرت سلطان باھوؒ کے کلام فقر میں انسان کا مقام	پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد قادری	140
44	دور حاضر کے مسائل اور تعلیمات باھوؒ	جی ایم ثاقب	142
45	حضرت سلطان باھوؒ کے کلام کی عکاسی کلام اقبال میں	افضل عباس خان	150
46	حضرت سلطان باھوؒ اور مرید ہندی	نجیب خان نیازی	158
47	ارمغان فارسی حضرت سلطان باھوؒ (اساسی موضوعات)	ایم رحمت	161
48	کوڑے کھوہ	عائشہ مسعود ملک	165
49	مقام محبت	ڈاکٹر اجمل نیازی	167
50	معرفت الٰہی اور حضرت سلطان العارفینؒ کا مقام	بشارت کھوکھر	168
51	حضرت سلطان باھوؒ کی ابدی تعلیم	ڈاکٹر منصور ہاشمی	169
52	عارف کامل حضرت سلطان باھو	حافظ مظفر (ڈائریکٹر پوسٹ آفس اسلام آباد)	170
53	سلطان العارفینؒ	نواز رضا	171
54	سلطان باھوؒ ---- عشق کی لے	پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر	172
55	حضرت سلطان باھوؒ	ابوطلحہ چوہدری	173
56	حضرت سخی سلطان باھوؒ اور وحدت الوجود کا رشتہ	[illegible]	174
		(چیف ایڈیٹر روزنامہ پاکستان، سیکرٹری جنرل اخبار فیڈریشن پاکستان)	

پیغامات

57	پیغام	الحاج سید کبیر علی شاہ گیلانی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف)	175
58	پیغام	جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ (سابق چیف آف آرمی سٹاف)	175
59	پیغام	ملک محمد عاکین (سابق سینئر وزیر پنجاب پی پی پی)	175
60	پیغام	عکسی مفتی (چیئرمین لوک ورثہ پاکستان)	175
61	پیغام	جسٹس (ر) جاوید اقبال	176
62	پیغام	میر تاج محمد جمالی ایم این اے سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان	176
63	پیغام	سید انوار حسین شاہ	176
64	پیغام	رائے ریاض حسین (چیئرمین ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان)	177
65	پیغام	ڈاکٹر سلیم محمود (وفاقی سیکرٹری حکومت پاکستان)	177
66	پیغام	کیپٹن شاہد حسین سید (چیئرمین جنت کمیٹی برائے خارجہ امور و کشمیر)	178
67	پیغام	ارشاد احمد عارف	178
68	پیغام	ظفر جتوئی	179
69	پیغام	سرور منیر راؤ (ڈائریکٹر نیوز پی ٹی وی)	179
70	پیغام	وائس ایڈمرل (ر) جاوید اقبال (سابق منسٹر و مرکزی رہنما پاکستان تحریک انصاف)	180
71	پیغام	شیخ امتیاز احمد رحمانی (ناظم نوائے وقت گروپ بہاولپور)	180

شاعری

72	سخی سلطان باھوؒ	عزیز حاصل پوری	181
73	ہو باھوؒ	صاحبزادہ نصرت سلطان	181
74	حضور باھوؒ	صاحبزادہ نصرت سلطان	182
75	سلطان باھوؒ قادری	صاحبزادہ ظہور سلطان قادری	182
76	ہو ہی	شوکت ہاشمی	183
77	میرے باھو یا ھو	محسن بخش	183
78	بارگاہ سلطان العارفینؒ میں	سلطان ناصر	183
79	مناجات بدرگاہ مظہر یا ھو حضرت سلطان باھوؒ	کلام سلطان سید محمد بہادر علی شاہ	184
80	باھوؒ آل نور	سلطان محمد نواز قادری	185
81	قرب دا دار اوہ دے باھوؒ	فاروق روکڑی	185
82	فہرست مطبوعہ تصانیف حضرت سلطان باھوؒ	مرتب محمد احمد رضا	186

پنجابی

83	سلطان باھو اور تصور عشق	ڈاکٹر نذیر احمد	196

فارسی

84	راہنمودہائے سلطان باھو در راہ قرب الٰہی	(فارسی)	عبدالرضا عباسی	200
85	حضرت سلطان باھو	(فارسی)	سید رشید بخاری	204

عربی

86	سلطان باھو سلطان الاولیاء والعلماء	(عربی)	سید مظہر حسین	205
87	حضرت سلطان باھو کے اسمائے صفات		ادارہ	206

ENGLISH

88	The King of Faqr	Sultan Arshad Nawaz Al-Qadri	222
89	Hazrat Sakhi Sultan Muhammad Bahoo	Ahmad Raza (Isb)	227

اقتباس — سلطان محمد بہادر عزیز

اور ہم نے تمہیں صرف (قرب الٰہی کی) بشارت دینے والا اور (فراق الٰہی کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اس بات پر میں کوئی تم سے اجر نہیں طلب کرتا ہاں مگر جو (قرب) چاہتا ہے وہ اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کرے۔ اور (راستہ اختیار کرنے کے بعد) اس زندہ پر توکل کرو جسے کبھی موت نہیں آئے گی اور اسکی تعریف کرتے ہوئے اسکی تسبیح بیان کرو۔ اور وہی کافی ہے اپنے بندوں کے خلاف اولیٰ کاموں پر خبر رکھنے والا۔ جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔ وہ رحمٰن ہے اسکے بارے کسی صاحب خبر سے پوچھ۔ فرقان ۲۵ آیت ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹۔ اور (صاحب خبر) رحمٰن کے وہ بندے ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جہلا ان سے مخاطب ہوں تو وہ (انہیں بھی) سلامتی (کی بات) کہتے ہیں اور جو اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ فرقان ۲۵ آیت ۶۳، ۶۴

ترجمہ۔ اے ابوذرؓ اکیلے چلا کرو۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اکیلا ہے تم زمین میں اکیلے ہو۔ اے ابوذرؓ بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ اے ابوذرؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کس کی فکر میں ہوں، رنجیدہ ہوں اور کس چیز کا مشتاق ہوں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے غم و فکر سے آگاہ فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آہ آہ آہ مجھے اپنے ان بھائیوں سے ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد آئیں گے وہ انبیا کی سی شان کے مالک ہیں اور بارگاہ الٰہی میں ان کا مرتبہ شہدا کا ہے۔ وہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے والدین، بھائی بہنوں اور اولاد سے جدائی اختیار کریں گے، اپنے مال و اسباب سے دست بردار ہو جائیں گے، اپنے آپ کو تواضع و انکساری سے سنواریں گے۔ ہوائے نفس و حصول دنیا کی طرف راغب نہ ہوں گے۔ وہ محبت الٰہی میں غرق ہو کر مسجدوں میں جمع ہوں گے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان کی ارواح مستجاب اللہ ہوں گی، ان کا علم اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔ ان میں سے جب کوئی بیمار ہوگا تو اس کی بیماری بارگاہ الٰہی میں ہزار سالہ عبادت سے افضل ہوگی۔ اے ابوذرؓ اگر تم چاہو تو ان کی شان میں کچھ اور بیان کروں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! ان میں سے جب کوئی فوت ہوگا تو ایسا ہوگا گویا کہ آسمان والوں میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے کیونکہ ان کی عزت افزائی اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔ اے ابوذرؓ اگر تم چاہو تو میں ان کی شان میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اگر کوئی جوں ان کے کپڑوں میں گھس کر انہیں کاٹے گی تو اس تکلیف کے بدلے اللہ تعالیٰ انہیں ستر حج اور ستر عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چالیس غلام آزاد کرنے کا انہیں ثواب ملے گا اور وہ غلام بھی ایسے [illegible] کہ ان میں سے ہر ایک غلام کی قیمت بارہ ہزار دینار ہو۔ اے ابوذرؓ اگر تم کہو تو میں ان کی شان مزید بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! ان میں سے جب کوئی اہل محبت کا ذکر کرے گا تو اس کی ہر سانس کے بدلے دس لاکھ درجات لکھے جائیں گے۔ اے ابوذرؓ اگر تم کہو تو میں ان کے بارے میں کچھ اور بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! ان میں سے جب کوئی کوہ عرفات میں دو رکعات نماز ادا کرے گا تو اس کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک ہزار سالہ عمر کا ثواب ہوگا۔ اے ابوذرؓ اگر تم چاہو تو میں ان کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جب کوئی ان میں سے اسم اللہ ذات کی تسبیح کرے گا تو قیامت کے دن وہ تسبیح بارگاہ الٰہی میں اس بات سے افضل ہوگی کہ دنیا کے پہاڑ سونا چاندی بن کر اس کے ساتھ چلا کریں۔ اے ابوذرؓ اگر تم کہو تو میں ان کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جس نے عقیدت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات بیت اللہ کی طرف دیکھنے سے بھی زیادہ پسند ہوگی۔ جس نے عقیدت سے ان کو دیکھا تو گویا اس نے اللہ کو دیکھا۔ جس نے انہیں لباس پہنایا تو گویا اس نے اللہ کو لباس پہنایا اور جس نے انہیں کھانا کھلایا تو گویا اس نے اللہ کو کھانا کھلایا۔ اے ابوذرؓ اگر تم کہو تو میں ان کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! وہ گنہگار جو گناہ کرنے پر مصر بھی ہو اور بے حد گنہگار بھی ہو اگر ان کی محفل میں آ کر بیٹھے گا تو اٹھنے سے پہلے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہل دل کبھی کبھی سچے خوابوں کی صورت میں اسرار ملکوت کا مشاہدہ و مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی بیداری کی حالت میں بھی ان پر مشاہدہ کی صورت میں حقائق منکشف ہوتے رہتے ہیں اور یہ حالت اعلیٰ درجات میں سے ہے اور یہ درجات نبوت میں سے ہے۔ بے شک سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ پس تم ان کے معاملے میں ڈرو، اگر تم اس بارے میں غلطی کرو گے تو تمہارے قصور کی حد تجاوز کر جائے گی اور تم ہلاکت میں جا پڑو گے۔ اس عقل سے جہالت بہتر ہے جو ان کے انکار کی طرف راغب کرے کیونکہ اولیا اللہ کے امور سے جس نے انکار کیا اس نے گویا انبیا کا انکار کیا اور وہ دین سے مکمل طور پر نکل گیا۔"

الله

فرمان حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

"ہر طریقہ مفلس و در در کا سوالی ہے مگر قادری غنی و باوصال ہوتا ہے، مَیں قادری فقیر ہوں،

ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہتا ہوں اور طالبوں کو مجلس مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچاتا رہتا ہوں۔"

فقیر نے جو کچھ کہا ہے حسد سے نہیں بلکہ حساب سے کہا ہے۔ حضرت پیر دستگیر محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا قول ہے :- "میرا یہ قدم کل اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔" جب حضرت دستگیر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم براق پر سوار ہو کر جبرائیل علیہ السلام کی پیادہ پیشوائی میں معراج کی غرض سے روانہ ہوئے اور کونین کی شش جہات سے نکل کر عرش سے اوپر لاہوت لامکان میں فنا فی اللہ ہو کر قربِ حق تعالیٰ کے مقام قابَ قوسین پر پہنچے تو وہاں آپ نے ایک نہایت حسین و جمیل نور الہدیٰ صورتِ فقر کو دیکھا تو پوچھا کہ الٰہی! یہ صورتِ فقر کون ہے جو تیری بارگاہ میں معشوق کا درجہ رکھتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہوا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کے لئے مژدہ ہے کہ یہ صورتِ فقر محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی کی ہے جو آپ کی آل اور حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسنی و حسینی اولاد ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" کیونکہ شاہ محی الدین میرے فقر میں سے ہیں اور مجھے شاہ محی الدین پر فخر ہے۔ تو جان لے کہ جب کوئی ان کی زندگی میں حضرت شاہ محی الدین کا نام وضو کے بغیر زبان پر لاتا تو اُس کا سر گردن سے اُڑ جاتا تھا، یہ ایک آزمائش تھی، کیوں کہ آپ سر سے قدم تک انوارِ قربِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ابتداء سے انتہا تک فقر کا بارِ گراں اُٹھائے ہوئے تھے۔ خبردار! دانائی سے کام لے (اور یاد رکھ) کہ حجام کی طرح مریدوں کے بال کاٹنے والے اہلِ تقلید و ظن مرید مرشد بہت زیادہ ہیں لیکن مرشد قادری فقیر کی طرح ہونا چاہیے کہ ایک ہی نظر میں حضوری میں پہنچا دے۔ اے طالبِ حق! صاحبِ نظر عارف بن اور نجاست بھری مردار دنیا کی محبت کو دل سے نکال دے۔ دورانِ معراج حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روحِ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کو حضورِ حق ہی میں دستِ بیعت فرما کر تعلیمِ علم و تلقین و علم وارشادِ معرفت سے نوازا اور اپنا قائم مقام بنا کر افتخار و سربلندی سے شاد فرمایا اور شاہ عبدالقادر کا خطاب عطا فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز مادر زاد ولی اللہ تھے جنہیں خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دستِ بیعت فرمایا۔ آپؒ جب کبھی ظاہری دستِ بیعت کرنے کی غرض سے کسی مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلتے اور مرشدوں کو طلبِ ناقص میں گرفتار پاتے تو اپنی باطنی توجہ سے انہیں طلبِ ناقص سے نکال کر مرشدی کے انتہائی مرتبے پر پہنچا دیتے۔ دوسرے پیر لوگوں کو صرف طالب مرید کرتے تھے لیکن حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز اپنے طالبوں کو مرتبہ مرشدی عطا فرمایا کرتے تھے۔ ظاہر میں تو دوسرے بہت سے پیر تھے لیکن حقیقت میں وہ سب حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کے طالب مرید تھے، حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز نے کسی کو بھی اپنے مرتبے کا نہ پایا۔ جیسا اُس وقت تھا ویسا ہی اب ہے۔ سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ

مرشد محمد پیشوائے رہبر

"میرے مرشد، میرے پیشوا اور میرے رہبر محمدؐ ہیں، مجھے ان سے نگاہِ رحمت نصیب ہوئی ہے۔"

از محمد یاسم رحمت نظر

فرمان مرشد

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ جب بقاور مصطفائیت کے مقام بالانعام کی رمز کو آشکار فرماتے ہیں تو اس طرح

ہر کہ بیند روئے من شد اولیاء
روئے من با روئے رحمت مصطفےٰ

"جو میرے چہرہ کی زیارت کرلے وہ ولی کامل بن جاتا ہے کیونکہ میرا چہرہ عین آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا چہرہ ہے"

سلطان العارفینؒ یاران نکتہ دان کو یہ صدا لگا رہے ہیں کہ اگر کوئی تشنہ لب بحرِ وحدت سے دریا نوش ہونا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس رحمت کا وارث و مظہر بنا کر بھیجا ہے اے طالب آ تا کہ تجھے پہلے ہی دن اس بحرِ وحدت کا غواص باکمال بنادوں تا کہ تیری تشنہ لبی ختم نہ ہو بلکہ اس کی ماہیت بدل جائے اور تو طرفۃ العین میں صدہا ہزار تجلیات کا مشاہدہ کر کے بھی" ھل من مزید، ھل من مزید، ھل من مزید "پکارتا ہے۔ سلطان العارفینؒ اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق اور صفاتِ الٰہیہ سے متصف، مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں۔ اخلاق وصفات سے متخلق و متصف ہونے کا سب سے بڑا مظاہرہ آپ کے کلام و مزار سے بہ مثلِ آفتاب نظر آتا ہے۔ انسان جیسے ہی آپ کے کلام کا مطالعہ شروع کرتا ہے یوں لگتا ہے جیسے عشق کے مقناطیس پوری طاقت سے انسانی لوہے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں کیونکہ عشق کا مقناطیس سنگِ پارس کی شکل ہوتا ہے جس چیز سے مَس ہو جائے اسے سونا بنا دیتا ہے اور جب یہ زنگ آلودہ لوہا اس سنگِ پارس سے مَس ہوگا تو پھر یقیناً یہی صدا بلند ہوگی۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

انسان جیسے ہی آپ کے مزار مقدس پہ حاضر ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے نورِ ذات کی چادر نے اپنی لامتناہی وسعتوں کی لپیٹ میں لے لیا ہو۔ آپ کا کلام آپ کے جوشِ فقر کا مکمل ترجمان ہے آپ جب مظاہرۂ انتہائے فقر فرماتے ہیں تو یوں گویا ہیں۔

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ہو
زبان ہے میری کن برابر لکھاں موڑاں کم قلم دے ہو
افلاطون ارسطو جیہے میرے اگے کس کم دے ہو
حاتم طائی جیہے لکھ کروڑاں در باھوؒ دے منگدے ہو

جب آپ طالبانِ مولیٰ کو درسِ عاجزی دیتے ہیں تو اس انتہا پہ کسرِ نفسی فرماتے ہیں کہ خرد دم بخود رہ جاتی ہے۔

نہ میں سیر نہ پا چھٹاکی نہ پوری سرسائی ہو
نہ میں تولہ نہ میں ماشہ ہن گل رتیاں تے آئی ہو
رتی ہوساں وچ رتیاں تلساں اتے اوہ وی پوری نائی ہو
ناپ تول اودوں پورا ہوسی باھوؒ جدوں ہوسی فضل الٰہی ہو

الف اللہ چنبے دی بوٹی، مَن وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اثبات دا پانی ملیوس، ہر رگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھُلاں (پھلن) تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھو، جیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

دِل دریا سمندروں ڈونگھے، کون دِلاں دیاں جانے ھُو
وِچے بیڑے، وِچے جھیڑے، وِچے ونجھ مہانے ھُو
چوداں طبق دِلے دے اندر، تمبو وانگن تانے ھُو
جو دِل دا محرم ہووے باھُو، سوئی رب پچھانے ھُو

نال کُسنگی سنگ نہ کریئے، کُل نُوں لاج نہ لایئے ھُو
مُول تُمّے تربوز نہ ہوندے، توڑ مکّے لے جایئے ھُو
کاواں دے بچے ہنس نہ تھیندے، موتی چوگ چُگایئے ھُو
کوڑے کھوہ نہ مِٹھے ہوندے، سے مناں کھنڈ پایئے ھُو

فرمانِ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (ابیاتِ باھو)

الف ۔ الف اللہ چنبیلی پودا۔ مُرشد دل میں لگایا ہُو
سیرابی اثبات و نہی سے۔ رس رگ رگ لہرایا ہُو
دل میں جب چنبیلی مہکی۔ رُوح میں طوفان آیا ہُو
زندہ باد وہ مرشد باھُو جس سے یہ رتبہ پایا ہُو

دِل کا دریا بحر سے گہرا کس کو حالِ دل معلوم
دِل میں طوفاں دل میں بیڑے اُن کا نام و نشاں معدوم
دِل میں روشن چودہ طبق ہیں عرش پہ چمکیں جیسے نجوم
دِل کا محرم باھُو ہے عرفانِ خدا سے کب محروم

ن ۔ نون نہ کرنا بد سے یاری۔ یاری ہی بدنام نہ ہو
مکّے جا کر بھی خرِ عیسیٰ اسپ خوش اندام نہ ہو
کھا کر مروارید بھی زاغ بچّہ ہر گز گلفام نہ ہو
چشمۂ آبِ تلخ اے باھُو قند سے شیریں جام نہ ہو

اردو ترجمہ: مسعود قریشی

ਅਲਿਫ਼ ਅੱਲਾਹ ਚੰਬੇ ਦੀ ਬੂਟੀ ਮੰਨ ਵਿਚ ਮੁਰਸ਼ਦ ਲਾਈ ਹੂ
ਨਫ਼ੀ ਅਸਬਾ ਦਾ ਪਾਣੀ ਮਿਲਿਓਸ, ਹਰ ਰਗੇ ਹਰ ਜਾਈ ਹੂ
ਅੰਦਰ ਬੂਟੀ ਮੁਸ਼ਕ ਮਚਾਇਆ, ਜਾਂ ਫੁਲਣ ਤੇ ਆਈ ਹੂ
ਜੀਵੇ ਮੁਰਸ਼ਿਦ ਕਾਮਿਲ ਬਾਹੂ, ਜੈਂ ਇਹ ਬੂਟੀ ਲਾਈ ਹੂ

ਦਿਲ ਦਰਿਆ ਸਮੁੰਦਰੋਂ ਡੂੰਘੇ, ਕੌਣ ਦਿਲਾਂ ਦੀਆਂ ਜਾਣੇ ਹੂ
ਵਿਚੇ ਬੇੜੇ, ਵਿਚੇ ਝੇੜੇ, ਵਿਚੇ ਵੰਝ ਮੁਹਾਣੇ ਹੂ
ਚੌਦਾਂ ਤਬਕ ਦਿਲੇ ਦੇ ਅੰਦਰ, ਤੰਬੂ ਵਾਂਗਣ ਤਾਣੇ ਹੂ
ਜੋ ਦਿਲ ਦਾ ਮਹਿਰਮ ਹੋਵੇ ਬਾਹੂ, ਸੋਈ ਰੱਬ ਪਛਾਣੇ ਹੂ

ਨਾਲ ਕੁਸੰਗੀ ਸੰਗ ਨਾ ਕਰੀਏ, ਕੁਲ ਨੂੰ ਲਾਜ ਨਾ ਲਾਈਏ ਹੂ
ਮੂਲ ਤੁੰਮੇ ਤਰਬੂਜ਼ ਨਾ ਹੋਂਦੇ, ਤੋੜ ਮੱਕੇ ਲੈ ਜਾਈਏ ਹੂ
ਕਾਵਾਂ ਦੇ ਬੱਚੇ ਹੰਸ ਨਾ ਥੀਂਦੇ, ਮੋਤੀ ਚੋਗ ਚੁਗਾਈਏ ਹੂ
ਕੌੜੇ ਖੂਹ ਨਾ ਮਿੱਠੇ ਹੋਂਦੇ, ਸੈ ਮਣਾਂ ਖੰਡ ਪਾਈਏ ਹੂ

(گرمکھی) ترجمہ: پروفیسر سعید احمد

اللہ چنبي دِي ٻُوٽي ميِري من وِچ مرشد لائي ھُو،
نَفي اثبات دا پاڻي مِليس هر رڳي هر جائي ھُو.
اندر ٻُوٽي مشڪ مچايا جان ڦُلان تي آئي ھُو،
جِيوي مرشد ڪامل باھُو، جنهن اي ٻوٽي لائي ھُو.

دل دريا سمندرون ڏُوگهي، ڪَوڻ دلان ديان ڄاڻي ھُو
وِچي ٻيڙي، وِچي جهيڙي، وِچي وَنجھ مُهاڻي ھُو
چِودان طبق دلي دي اندر جتي عشق اندر تنبو وِچ تاڻي ھُو
جو دل دامحرم هووي باھو، سوئي ربّ پڇاڻي ھُو

نال ڪُسَنگِي سَنگ نہ ڪريءِ، ڪُل نُونِ لاج نہ لائِيءِ ھُو،
تُمي تربوز مُولِ نہ هوندي، توڙي توڙ مڪي لي جائِيءِ ھُو.
ڪاوان دي ٻچي هَنس نہ ٿيندي، توڙي موتي چوڳ چوڳائيءِ ھُو،
ڪَوڙي کُوه نہ مٺي هوندي باھو، توڙي سئي مٺان ڪنڊ پائيءِ ھُو.

(سندھی) ترجمہ: ڈاکٹر گل حسن لغاری

الف اسم د اللہ د چښلي بوټي. لګولے م په زړه کښې دے پېشوا هُو

چه د نفي د اثبات اوبه ئے ورکړے. په هر رګ په هر مقام بانډ سوا هُو

هر ځائے خوشبوئي شوه خوره وره. چه ئے اوکړه د ګلو نو ابتدا هُو

کامل پیر دے اے باهو مدام ژوندے وي لګولے چه دے دغه بوټے چا هُو

د

دي ژړم د زړونو دغه قُلف مونه. څوک خبر نه دي د زړونو له پټ چال هُو

چه پکښ دي بېړئ هم او هم جګړے. ملاحان پکښ موجود وي هر خيال هُو

طبقونه څوارلس دي د زړه د ننه. هلته عشق تمبو لګولے لازوال هُو

هغه څوک چه اے باهو د زړه محرم دي. هغه پېژنی خپل رب مولی تعال هُو

ن

نه کوي له بے وفا سره دوستي څوک. مه کوه د فقيرانو بد نامي هُو

مړه غوښے جوړیدے هنداوانه نشي. که ئے خلق ترمکے اوړ سوي هُو

نه بچي د کاغو بطے جوړیدے شي. که خوراک د ملغلرو ورکوي هُو

خوا زه کړي تريخ کوهي ندي هیڅ هم. په منونو کښ نه باهو که ورڅوي هُو

(پښتو) ترجمہ: فقیر عبدالحمید کامل سروری کلاچوی

My guide has planted the jasmine (Love of God) in my heart (soul). It (the plant) is given the water of negativity (refusal) and affirmativeness in each and every its part. When the plant grew bigger it aromatised my soul. May my perfect Guide, who planted this jasmine in my heart, be ever blessed.

affirmativeness: the agreeable quality of one who assents

(Saints') Hearts are deeper than oceans. Their mystery is unknown to the common people. As the oceans hide storms, fleets and sailors, in the same way saints hide the mysteries of the whole universe. The fourteen domains/realms (which means seven skies and seven lands) are stretched out like a tent in their hearts. (Saints have such a wide and cosmic vision of life. They are open hearted and open minded people.) Only he can realize God, o Bahu, who knows the secret of the heart.

The spiritual experiences, which saints carry, are unknown to people. They are understood only through divine revelation.

"The little space within the heart is as great as the vast universe. The heavens and the earth are there, and the sun and the moon and the stars. Fire and lightening and winds are there, and all that now is and all that is not." The Upanishads

Neverever join the company of the ill-reputed person as such an act may defame your family (family of all the saints). Wild gourds can never be melons even if you take them to Mecca for the pilgrimage (and bathe them in the Holy Water Aab-zam zam). The offspring of crows cannot become swans even if you feed them on pearls. Bitter wells cannot become sweet, O Bahu, even if you throw tons of sugar into them.

(English) Prof. Saeed Ahmad

یقیں دانم دریں عالم کہ لاموجود اِلّا ہُو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود اِلّا ہُو

چو تیغِ لا بدست آری بیا تنہا چہ غمخواری
مجواز غیرِ حق یاری کہ لافتّاح اِلّا ہُو

بہ لا لا لا ہمہ لا کُن بگو واللہ و باللہ جو
نظرِ خود سوئے وحدت کُن کہ لا مطلوب اِلّا ہُو

ہُوَ الاوّل ہوالآخر ظہور آمد تجلّیٰ او
بذاتِ خود ہویدا حق کہ فی الکونین اِلّا ہُو

ہُوَ الہُو ہُو ہوالحق ہو ندانم غیرِ اِلّا ہُو
ہوالہُو ہُو ہوالحق ہو نخوانم غیرِ اِلّا ہُو

اِلا اے یارِ شوقانی مگو ثالث مگو ثانی
ہُوَ الواحد ہوالمقصود و لا موجود اِلّا ہو

یکے گویم یکے جویم یکے در دل چو گل رُویم
ہموں یک را بہ یک پویم نہ پویم غیرِ اِلّا ہُو

بگرد عالم چو گردیدم ہوالحق ہُو پسندیدم
یکے خوانم، یکے دیدم، ندیدم غیرِ اِلّا ہُو

منم غمخوارِ خود ہستم، بجز باہُو نہ دردستم
دل و جانم بہ ہُو بستم، نہ بستم غیرِ اِلّا ہو

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ (غزل نمبر 1 دیوان باھو)

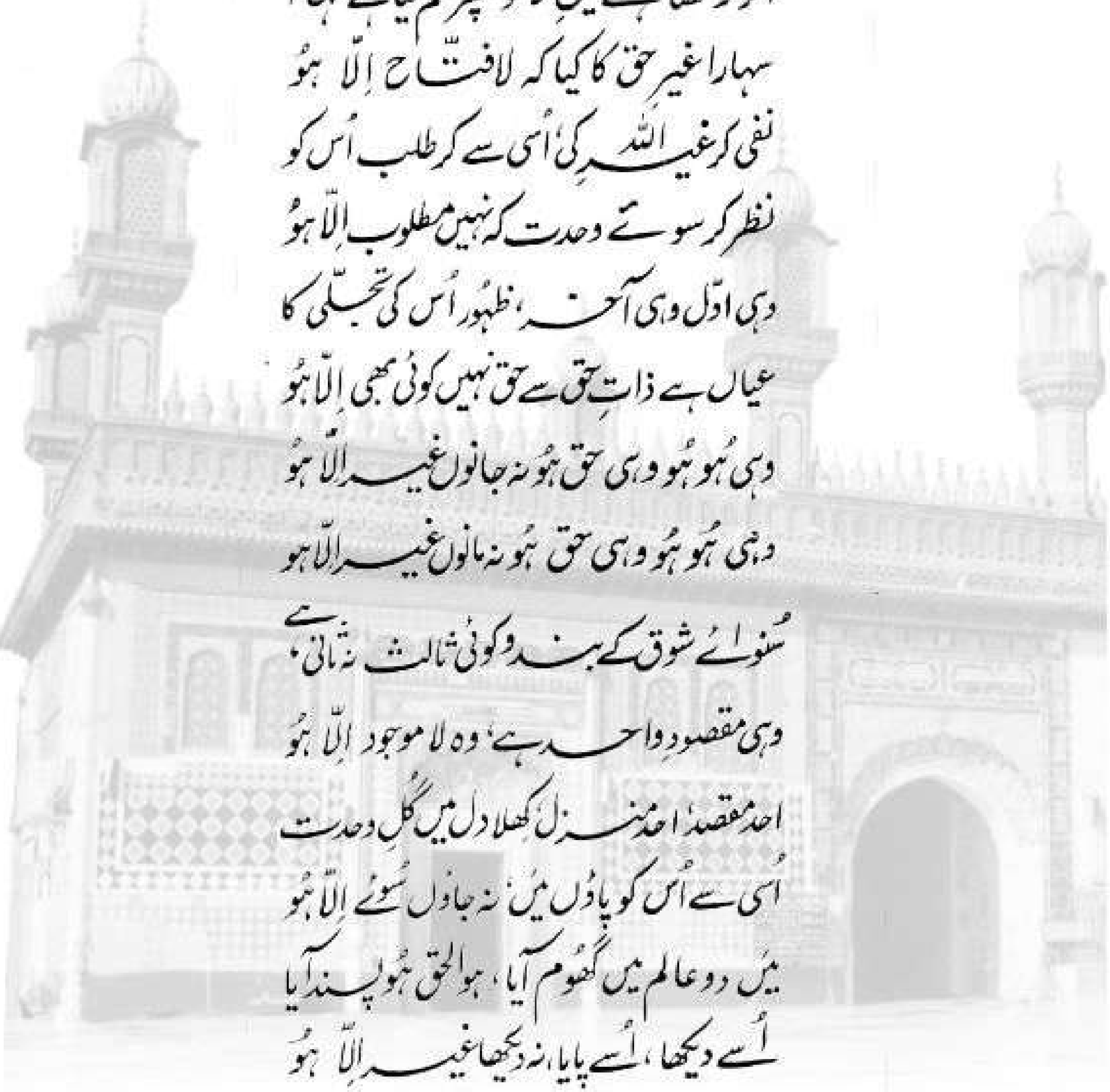

یقیناً کوئی دُنیا میں نہیں معبُود اِلّا ہُو
نہیں کونین میں موجود یا مقصود اِلّا ہُو

اگر رکھتا ہے تیغِ لا تو پھر غم کیا ہے تنہا آ
سہارا غیرِ حق کا کیا کہ لا فتّاح اِلّا ہُو

نفی کر غیرِ اللہ کی، اُسی سے کر طلب اُس کو
نظر کر سوئے وحدت کہ نہیں مطلوب اِلّا ہُو

وہی اوّل وہی آخر، ظہور اُس کی تجلّی کا
عیاں ہے ذاتِ حق سے حق نہیں کوئی بھی اِلّا ہُو

وہی ہُو ہُو وہی حق ہُو نہ جانوں غیر اِلّا ہُو
وہی ہُو ہُو وہی حق ہُو نہ مانوں غیر اِلّا ہُو

سُنو اُے شوق کے بندو کوئی ثالث نہ ثانی ہے
وہی مقصودِ واحد ہے، وہ لا موجود اِلّا ہُو

احد مقصد، احد منزل کھلا دل میں گُلِ وحدت
اُسی سے اُس کو پاؤں میں، نہ جاؤں سُوئے اِلّا ہُو

میں دو عالم میں گھُوم آیا، ہو الحق ہُو پسند آیا
اُسے دیکھا، اُسے پایا، نہ دیکھا غیر اِلّا ہُو

میں ہوں غمخوار خود اپنا فقط باہُو ہے ورد اپنا
دل و جاں گروِ ہُو اپنا، نہیں کچھ غیر اِلّا ہُو

ترجمہ: مسعود قریشی

نال یقین کمال مکمل ایہ گل ثابت ہوئی
دو ہیں جہانیں حاضر ناظر اللہ باجھ نہ کوئی
پھڑ تلوار فناہ دی ہتھ وچہ آ جا بے غم ہو کے
اس بن منگ نہ یاری نہ جا غیر اندے دل بھونکے
فانی تائیں فانی کرکے بولی بولیں ماہی
وحدت دے دریا وچہ وڑ کے ویکھیں ذات الٰہی
اُوہو اوّل اوہو آخر ظاہر اوس تجلے
دوہیں جہانیں نور اپنے تھیں آپے ظاہر اللہ
حی قیوم قدیم اوہو ہے اس بن ہور نہ کوئی
اوہو خالق اوہو رازق و عالم فاضل سوئی
اے دل چپ کر ہو فانی نہ پڑھ ثالث ثانی
اکو اوہ مقصود دلاں دا حاضر ناظر جانی
اوہو اکو دل وچہ بے جاں اِکو سدّ بلاواں
اوہو وچہ دلیل دوڑانواں اوہو ڈھونڈن جاواں
کیتا میں پسند اگی نوں گِرد جہاناں پھر کے
اِکو پڑھیا اِکو ڈِٹھا جد ڈِٹھا مُڑ مُڑ کے
میں آپے غمخوار اوہو ہاں ہُو دے نال یرانہ
دل تے جان باہو سنگ بنھ کے ہو بیٹھا مستانہ

ترجمہ: حضرت خواجہ محمد شاہ دین ؒ سروری قادری

I know for sure that in this universe is no object of worship
    but He.
He alone exists in both worlds,
    He alone is the goal.

If you hold the Sword of "No", come alone; there's no
    worry.
Seek not help but from the *Haqq*
    for none else is the *Fattah* but He.

With "No" negate all, say Allah and seek Allah.
Turn your gaze to Oneness
    for nothing is needed but He.

He is the First; He is the Last;
His theophany is manifested in all.
Haqq has revealed Himself and
    there's nothing else but He.

My friend, dissolve yourself in One,
say not Two or Three.
He is the One, the cherished goal.
    None exists but He.

He is He; He is the Truth, He.
I know none else but He.
He is He; He is the Truth,
    I call none else but He.

I say One; I seek One;
I plant Him like a rose in my heart.
I find Him One and
    find none else but "He".

I roamed through the world,
found Him ___ He, the Truth, He.
I called One, I saw One;
    I saw none else but "He".

I'm the sympathiser of myself.
I have nothing with me but "*Ya Hu*"
I have tied up my heart and spirit with He ___
    none else but "He" ___.

Translation: Prof. Syed Ahmad Saeed Hamadani

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ذات بابرکات کے حوالے سے کچھ لکھنا کار دارد ہے آپ اپنی ذات میں انجمن تھے آپ کی زندگی کے ایک ایک پہلو کے ساتھ ہزار ہزار داستانیں وابستہ ہیں۔ آپ کی تعلیمات کے ایک ایک لفظ پر کئی کتابیں رقم کی جاسکتی ہیں اور کی گئی ہیں لیکن تشنگی ابھی تک برقرار ہے۔ حضرت سلطان العارفین کی اولاد پاک میں سے بالخصوص اللہ تعالیٰ نے حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ کو یہ خصوصی اعزاز بخشا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی یوں تو عملاً تعلیمات سلطان باھوؒ کی تبلیغ میں گزاری لیکن بطور خاص اس کا اہتمام کیا کہ سلطان العارفین کی تعلیمات کو جدید حالات کے تقاضوں کے پیش نظر اس انداز سے عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا جائے کہ حضرت سلطان باھوؒ کی ذات بابرکات کے حوالے سے آج تک تحریری شکل میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اپنی اصل شکل میں اور اس جذبے کے تحت سامنے لایا جائے جو ان تحریروں کے پس پردہ کارفرما تھا۔ آپ نے خصوصاً حضرت سلطان العارفین کے فارسی کلام کو اپنی نگرانی میں مرتب کروا کر اردو ترجمہ بھی اس انداز سے کروایا کہ پڑھتے ہوئے ایسا گمان گزرتا ہے جیسے اس دور اور حضرت سلطان باھوؒ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے ایک ایک لفظ کی تصویر بن رہا ہو۔

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ کی رحلت کے بعد حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب مدظلہ العالیہ نے اس مشن کو اس جذبے اور خلوص سے آگے بڑھایا جو انہیں ورثہ میں ملا تھا جس کا ایک ثبوت موجودہ پرچے دو خصوصی حضرت سلطان باھو نمبر آپ دیکھ رہے ہیں۔ ان دونوں پرچوں میں حضرت سلطان احمد علی صاحب مدظلہ العالیہ کی خصوصی محنت اور نگرانی میں کروائے۔ کام کی جھلک آپ کو بخوبی دکھائی دے گی۔ حضرت سلطان احمد علی صاحب نے دن رات کی محنت شاقہ اور کرم فرمائی سے ان پرچوں کو ایک ایسی دستاویز بنا دیا ہے جو آنے والی نسلوں کو نہ صرف یہ کہ عملی اور روحانی رہنمائی کرتے رہیں گے بلکہ اس ضمن میں کام کرنے والے محققین کیلئے ایک سرمایے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دونوں شماروں میں ملک کے معتبر، اہل قلم خصوصاً روحانی عوام پر دسترس رکھنے والوں نے حضرت سلطان العارفین کی زندگی کے قریباً ہر پہلو کا بھرپور محاکمہ کیا ہے آپ کے زندۂ و پائندہ کلام کی تشریح و ترتیب، آپؒ کی تعلیمات، معاصرین اور خصوصاً خانقاہی نظام کے حوالے سے آپ کے نظریات، آپؒ کی حیات وانعکاس کی تمام تر تفصیلات فراہم کی ہیں یہ دونوں شمارے نسبتاً حضرت سلطان باھوؒ کی اولاد پاک کی طرف سے اُن کے حضور نذرانہ عقیدت ہی نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کیلئے شمع رشد و ہدایت ہیں اور یہ سعادت حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے خانوادے کیلئے ایک سعادت تو ہے ہی، ایک اعزاز بھی ہے۔ امید ہے کہ تشنگان علم و ادب اس چشمہ فیض سے جی بھر کے سیراب ہوں گے اور تعلیمات باھوؒ کی تبلیغ و تلقین بھی نہیں بلکہ جدید دور کے چیلنجوں سے خانقاہی تعلیمات کے مطابق نبرد آزما ہونے کی حکمت عملی بڑے واضح انداز میں سامنے آئے گی۔ یہ دونوں شمارے ایسی دستاویز ہیں جو سلطان العارفینؒ کے چاہنے والوں کیلئے تحفۂ خاص کی حیثیت رکھتے ہیں۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

ایڈیٹر

انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام

صاحبزادہ سلطان احمد علی چیف ایڈیٹر ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ وہ مسیحِ کامل ہیں جو فقر کے پانچویں سلطان اور محبوبِ بارگاہِ حق تعالیٰ ہیں سلطان الفقر وہ مرتبہ ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے قلب وقلم کو انتہائے حوصلہ کی ضرورت ہے اگر بغور دیکھا جائے (تو جس طرح حضور سلطان العارفین نے رسالہ روحی میں نورِ سلطان الفقر کے بارے لکھا "جان لے جب نورِ احدی نے وحدت کے حجلۂ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جلوہ آرائی سے رونق افروز ہوا اس کی شمعِ جمال پر دو عالم پروانہ وار جلنے لگے اور اس نے "م" احمدی کا نقاب پہن کر صورتِ احمدی اختیار کی اور کثرتِ جذبات وارادت سے خود پر سات مرتبہ جنبش فرمائی جس سے سات ارواح فقرا باصفا فنافی اللہ بقاباللہ صورتِ مغزِ بے پوست تصورِ ذات میں محو اور مشاہدۂ بحرِ جمال میں غرق آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل شجرِ مرآۃ الیقین پر پیدا ہوئیں") تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان الفقر کی روح کی تخلیق بلاواسطہ اللہ کے نور سے ہے گویا وہ عین نور ہے۔

عینوں عین تھیو سے باھوؒ سرّ وحدت سبحانی ھو

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل وہ خوش نصیب رسالہ ہے جسے "سرِّ وحدت سبحانی" کی ذات بابرکات پر اشاعتِ خاص کا اعزاز نصیب ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

جب میں نے بحیثیت چیف ایڈیٹر حضرت سخی سلطان باھوؒ کی حیات وتعلیمات پر خصوصی نمبر نکالنے کا ارادہ کیا تو علم، عمل اور ظرف کی شدتِ قلت کے باعث حواس وحوصلہ نے کام چھوڑ دیا پھر ایک دلیل دل میں آ بیٹھی تو بحیثیتِ غلام حضور سلطان العارفینؒ کی بارگاہ سے استعانت مانگی تو پتہ نہیں کہاں کہاں سے مشورے آنے لگ گئے اور زور وشور سے کام شروع ہو گیا۔ میرا ارادہ تو جون 2007ء میں اشاعت کا تھا لیکن بادشاہ کریم کو منظور نہ ہوا وقت گزرا اور اپریل میں موبائل ری مائنڈر کے ذریعے یاد آیا تو اچانک ہاتھ پاؤں کی پڑ گئی برادرِ محترم (اسم بامسمیٰ) جناب محسن سلطان کے حکم پر اشاعتِ خاص کیلئے الگ ڈیسک قائم کیا اور ٹیم پروفیشنل ٹیم اس پر مامور کر دی مرآۃ العارفین کے ایڈیٹر طارق اسماعیل ساگر صاحب نے بھی انتہائی محنت سے ٹیم کو گائیڈ کیا اور اس منزل تک پہنچایا سلطان ارشد نواز القادری صاحب اور ان کے زیرِ ادارت شائع ہونے والا مجلہ سہ ماہی دستگیر دونوں کا الگ الگ مشکور ہوں کہ آپ نے ازراہِ کرم اپنے قیمتی اور مجرب مشوروں سے نوازا ہے۔ بعد شکر کہ کچھ مواد پہلے سے موجود تھا باقی ٹیم نے اپنی محنتِ شاقہ اور بادشاہ کریم کے کرم سے اکٹھا کیا اور میگزین کی ایک باقاعدہ شکل بن گئی۔ حضور سلطان العارفینؒ کی تعلیمات پر اندازہ وسعت کیسے لگایا جا سکتا ہے جن کی کتب 140 ہیں اور ایک ایک حرف میں لاکھوں کروڑوں مفاہیم واسرار پنہاں ہیں ایک چھوٹے سے شمارہ میں اسے قلمبند کرنا ممکن نہیں بہر حال میں اس حوالے سے صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہم بھی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوا رہے ہیں اس میں تھوڑی سی جلد بازی اس لئے ہوگی کہ جون میں جمادی الثانی بھی آ رہا ہے اور حضور سلطان العارفین کا عرس مبارک بھی ہے تو مجھے یہ مناسبت بڑی باعثِ برکت محسوس ہوئی بہر حال مجھے یہ تشنگی ضرور ہوگی کہ اگر میں قبل از وقت یاد کے ناخن لیتا تو شاید حضور سلطان العارفین کی شان کے مطابق نہیں تو کم از کم "قریب تر" تو اس کاوش کو بنا لیتا۔ اس سارے کام میں ایک ہاتھ ایسا رہا جس نے زندگی کے ہر مشکل موڑ کی طرح یہاں بھی اپنے تصرفِ سلطانی سے ناچیز کو تقویتِ عزم عطا فرمائی اور وہ ہاتھ بلاشبہ میرے مرشد اکمل جامع نور الھدیٰ حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب کا ہے جس کے بارے میں صرف یہی کہوں گا کہ

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

اگر آپ کا دستِ شفقت اس ناتواں پر نہ ہوتو میں سمجھتا ہوں کہ

"تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی"

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باھوؒ، حیات و انعکاس

پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد اعوان (قائم مقام وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)

برہان الواصلین، صوفی باصفا، سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی ذات اقدس اکتیس واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک اعوان (علوی) ہیں۔ آپ کے آبا و اجداد بنو امیہ کے سادات اور علویہ سے دشمنی کی وجہ سے امام حسن و امام حسین کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے خراساں آ گئے تھے اور بعد میں افغانستان سے ہوتے ہوئے محمود غزنوی کی ہم راہی میں جنگ سومنات کے معرکے کے بعد علاقہ سون سکیسر میں مقیم ہو گئے اور اس وادی کو اسلام کا مرکز بنایا۔

آپؒ کے والد ماجد حضرت محمدؒ بازیدؒ ایک صالح، حافظ و کاتب قرآن اور جید فقیہہ تھے، شیخ عقیل کی کتاب سلطان باھوؒ (حیات و فن) کے مطابق حضرت محمد بازیدؒ "ایک رئیس اور جاگیردار تھے"(1)۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت راستی بی بی رحمت اللہ علیہا (آ) ولیہ کاملہ تھیں۔ "سون سکیسر کے گاؤں انگہ میں وہ جگہ اب تک معروف اور محفوظ ہے جہاں وہ ایک پہاڑی کے دامن میں چشمے کے کنارے ذکر الٰہی میں محو رہا کرتی تھیں"(2)۔

آپؒ کے والد ماجد باذن اللہ اپنی گھوڑی (شون پری) پر سوار ہو کر ملتان پہنچے ناظم ملتان نے آپؒ کی پرہیزگاری، خدا ترسی، جاہ و جلال کا چرچا سن رکھا تھا لہٰذا اس نے انہیں اپنے عمائدین میں شامل کر لیا اور بعد ازاں ناظم ملتان پر جب راجہ مروٹ نے حملہ کیا تو آپؒ نے اس کا سر قلم کیا اور حضرت بازیدؒ کو بہادری کا یہ کارنامہ کرنے پر ناظم ملتان نے ایک گاؤں بھی نذر کیا۔

اس دوران سون سکیسر کے معتبرین اور لواحقین آپؒ (حضرت محمد بازید قدس سرہ) کو واپس لانے کے لئے ملتان پہنچے "لیکن آپ نے فرمایا میں آیا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں اور اس کی تصدیق بی بی راستی سے کرائی جائے۔ مائی صاحبہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہمارے ہاں اللہ کے اس ولی کی پیدائش ہونے والی ہے جس کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی ہندو، سکھ اور غیر مذہب کے لوگ کلمہ پڑھ لیا کریں گے اور اللہ رب العزت نے حضرت سلطان باھوؒ کی پیدائش کے لئے شورکوٹ (چناب) کو منتخب کیا ہے۔ اب ہم دونوں کے لئے یہی حکم ہے کہ اس علاقے میں رہائش اختیار کر لیں اور یوں سلطان بازید محمدؒ اور بی بی راستیؒ نے شورکوٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ بعد ازاں شورکوٹ کا پورا علاقہ حکومت مغلیہ کی طرف سے آپ کو بطور جاگیر دے دیا گیا"(3)۔

لیکن حضرت سلطان باھوؒ کو اپنے باپ دادا کے علاقہ سون سکیسر سے قلبی لگاؤ رہا جو کہ ایک فطری عمل ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

اُچے بے سور تھلاون جل تلے مُرغابیاں ہُو
دُکھاں دی سر کھاری چائی کرم کریں رب سائیاں ہُو
اپنیاں میں طعنے دیون کیہڑا دوش پرائیاں ہُو
کلر کہاروی چھوڑیا باھُو عشق مہاراں چائیاں ہُو

ترجمہ: اونچے ٹیلے پر مور بول رہے ہیں اور مرغابیوں نے پانیوں پر قبضہ کیا ہوا۔
میں نے سر پہ دکھوں کی ٹوکری اٹھائی ہے میرے مولا کرم کرنا
مجھے اپنے ہی طعنے دے رہے ہیں تو پھر دوسروں پر کیا الزام
اے باھو! عشق نے ہاک اٹھائی ہے زخت سفر باندھ لیا ہے اور میں نے کلر کہار بھی چھوڑ دیا ہے۔

کلر کہار میں آپؒ کی کرامت سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ تحصیل کے مغرب میں پہاڑی پر ایک چھوٹا سا غار ہے جو آپؒ کی چلہ گاہ ہے اور آج بھی زائرین کی آنکھوں کو ٹھنڈک دے رہا ہے۔ چلہ گاہ کے پیچھے اسی پہاڑی پر دو مزار بھی ہیں ایک مزار آپؒ کے خلیفہ کا ہے، دوسرا مزار اس ہرن کا ہے جو وہ مخلوق تھی جو چلہ کے دوران آپؒ کے لئے کھانا لایا کرتی تھی۔

(یہاں سلطان الفقراء حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی سروری دام برکاتہٗ علی مرقدہٗ بے پناہ یاد آتے ہیں جو اپنے اسلاف کی روش پر خوب چلے اور ہمیشہ وادی سون میں موہالی، کو بھی اپنے لئے مسکن بنائے رکھا۔)

حضرت سلطان باھوؒ بروز جمعرات 1039 ہجری بمطابق 1629 عیسوی میں شورکوٹ جو صوبہ پنجاب پاکستان کے ضلع جھنگ کا ہیڈ کوارٹر ہے میں پیدا ہوئے اور آپؒ کی

والدہ ماجدہؒ نے آپؒ کا نام باھوؒ رکھا، مطلب (اللہ والا یا اللہ کے ساتھ) حضرت باھوؒ خود فرماتے ہیں:-

نام باھُوؒ، مادرِ باھُوؒ نہاد

ترجمہ:- باھوؒ کی ماں نے باھوؒ نام رکھا۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

تو نمی دانی کہ باھو باخدا است

ترجمہ:- تو نہیں جانتا کہ باھوؒ "اہل اللہ" ہے

آپؒ مادر زاد ولی اللہ تھے اور بچپن ہی سے آپؒ کا فیض جاری ہو گیا تھا۔ جو غیر مسلم آپ کے چہرہ پر نور پر نظر ڈالتا وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تھا۔ یوں ان کی والدہ ماجدہ کی پیشین گوئی کی توثیق ہوئی۔

"آپؒ نے مروجہ ظاہری علم حاصل نہیں کیے کیونکہ اوائل عمری میں آپؒ واردات غیبی اور فتوحات لاریبی میں مستغرق رہے جس کی وجہ سے آپؒ کو ظاہری علوم کی تحصیل نہ ملی۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر
ز علم باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ:- اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا، تاہم علم باطن حاصل کر کے میں پاک و طاہر ہو گیا ہوں اس لئے جملہ علوم بذریعہ انعکاس میرے دل میں سما گئے ہیں۔" (4)

لفظ کچھ بھی کہیں حقیقت ہے کہ آپؒ اُمی ولی تھے" آپ خود فرماتے ہیں "من ز محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر دوامی بودہ ایم" نور محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم لدنی کی پرورش سے آپؒ کے علم باطنی کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتروں میں نہ سما سکیں" (نمبر ۳ صفحہ ۳۰۹) شیخ عقیل رقمطراز ہیں" جب ایک قاری یہ دیکھتا ہے کہ انہوں نے فارسی اور عربی زبان میں ڈیڑھ سو کے قریب کتابیں تحریر کی ہیں تو وہ قدرے سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ آپؒ کی لکھی ہوئی یہ کتابیں توحید، معرفت، تصوف، سلوک، عرفان، فلسفہ، تخلیق کائنات، فقر، انسان کامل، ذکر و فکر، شریعت، کلمہ طیبہ اور روحانیت جیسے دقیق اور نازک موضوعات و مسائل پر ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ علم ظاہری حاصل کیے بغیر کیسے ہو سکتا ہے۔؟ اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ انہوں نے کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی اور کسی سے رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم نہیں کیا تھا پھر بھی یہ بات اپنی جگہ غور طلب رہ جاتی ہے کہ کیا بغیر زبان سیکھے بغیر تعلیم حاصل کیے، بغیر حصول علم کے کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ (5)" اور ہمارے نزدیک یہی علم و عرفان وانعکاس جو انہیںؒ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دستگیری حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے عنایت ہوا اس نے انہیںؒ وہ نور عطا کیا (جو الہامی رشد و ہدایت کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے) جس نے انہیںؒ سلطان العارفین کے مقام سے سرفراز کیا۔ یہی وہ ثبوت ہیں کہ حضرت سلطان باھوؒ کی زندگی کا ماخذ تابع سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے اور آپؒ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہی اپنا پیر و مرشد بتاتے ہیں:

دست بیعت کرد مارا مصطفیؐ
خواندا ست فرزند مارا مجتبیٰؐ

ترجمہ:- مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا۔

فرمان حق تعالیٰ بھی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ﴾ (پارہ ۲۶، الفتح ۱۰)

ترجمہ: جو آپؐ سے دست بیعت کرتے ہیں بیشک وہ اللہ سے دست بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تمام دلائل اس حقیقت کی توثیق کرتے ہیں کہ " آپؒ نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی ان کے بعد حضرت پیران پیر جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر باطنی کشف کے ذریعے بیعت کی، اسی لیے آپؒ کا لقب سرور قادری ہے" (6)۔

آپؒ شریعت کے زبردست پابند اہل سنت و جماعت ولی اللہ تھے۔ چنانچہ آپؒ کا اپنا ارشاد ہے کہ:-

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:- ہر مرتبہ میں نے شریعت سے حاصل کیا ہے اپنے مرشد اور پیشوا سے میں نے خود شریعت بنائی ہے۔ (یعنی اپنے آپ کو شریعت میں ڈھالا ہے)

نیز فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فقیر خلاف شرع چلے اسی وقت اس کی تمام نعمت سلب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی خواہشات کے پجاری ہوتے ہیں لہٰذا راندہ درگاہ مصطفی والا ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ، اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ الفرقان ۴۳-۴۴

ترجمہ: ”کیا آپ نے اس کی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ یا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں“۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”محقق عارف باللہ وہ ہے جو اپنے ظاہر کو لباسِ شریعت سے آراستہ رکھے اور باطن میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پر نور حضور میں ہو عارف کے لئے ضروری ہے کہ صبح و شام شریعت کو مدنظر رکھے جو کام کرے، دیکھ لے کہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں اگر مطابق ہو تو کرے اگر نہ ہو تو چھوڑ دے شریعت کا اصول قرآن شریف، علم اور علماء کا ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ جو باطن ظاہر کا مخالف ہے وہ باطل ہے۔ باطن کا ہر مقام شریعت اور علم قرآن شریف سے منکشف ہوتا ہے اور ہر ایک ظاہری مقام شریعت کے باطن میں آتا ہے۔ قرآن شریف اور شریعت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔“(7)

وہ اپنے کلام میں بار بار سنت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی پر زور دیتے ہیں اور تلقین فرماتے ہیں:

راہ محمدؐ والا باہو جس وچ رب لبھیوے ہو

ترجمہ:۔ اے باہو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اللہ ملتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ، قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ﴾ آل عمران: ۳۲

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اس پر بھی وہ اگر روگردان رہیں تو اللہ کافروں سے دوستی نہیں رکھتا“۔

حضرت سلطان باہوؒ کے پورے کلام میں ردیف ایک ہی ہے اور وہ ہے ”ہُو“ یعنی اللہ جو ان کے نام کا حصہ ہے۔ وہ خود باہو ”اللہ والا“ ہیں۔ سلطان باہو خود کہتے ہیں:۔

اندر ہُو تے باہر ہُو وت باہو کتھے لبھیوے ہُو

لوں لوں دے وچ ذکر اللہ دا دم دم پیا پڑھیوے ہُو

ظاہر باطن عین عیانی ہُو ہُو پیا سنیوے ہُو

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہُو

ترجمہ:۔ میرے اندر بھی ہُو اور باہر بھی ہُو ہے پھر باہو کہاں ملے گا؟

میرے رونگٹے رونگٹے میں اللہ کا ذکر ہے جسے میں ہر دم پڑھ رہا ہوں

میرا ظاہر اور باطن وحدت میں غرق ہے اور مجھے ہُو ہُو ہی سنائی دیتا ہے

اے باہو! فقیر وہ ہوتا ہے، مرنے کے بعد جس کی قبر زندہ ہوتی ہے۔ وہ خود واصل باللہ ہو جاتا ہے لیکن اس کا فیض جاری رہتا ہے۔

آپؒ نے اپنی کتابوں اور تعلیمات میں طالبان حق کے لیے تین باتوں کی کثرت سے تاکید فرمائی ہے۔ (۱) گمنامی و خمول (۲) ترک دنیا (۳) شریعت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قیام و استقامت۔ ”ترک دنیا کے بارے میں ایک بات واضح رہے کہ دنیا ترک کرنے سے مراد ہر اس چیز و فعل کو ترک کرنا ہے جو انسان کو خدا کی یاد سے غافل رکھے اور جو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نہ کیا ہو۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ترجمہ:۔ دنیا کیا ہے؟ جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردے۔ دنیا۔ مال، اولاد اور عورت کے سوا کچھ نہیں۔

یہاں یہ واضح ہو گیا ہے کہ ان رشتوں کو چھوڑنے کا نہیں کہا گیا بلکہ سنتِ رسول کی پیروی ہی سے مراد ترک دنیا یعنی نفسانی خواہشات کو ترک کر کے حب اللہ اور حب رسولؐ کو اپنانا ہے۔ اور سوائے اسوہ حسنہ کے سب کو چھوڑ دینا ہی ترک دنیا ہے۔ قولہ تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا﴾ (پارہ ۵، النساء ۶۹)

ترجمہ:۔ جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اسے ان لوگوں کا ساتھ نصیب ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، یہ کتنے ہی اچھے دوست ہیں۔“ اللہ رب

العزت ترک دنیا کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ الحدید:۲۷

ترجمہ: اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔

"لہٰذا ترک دنیا سے حضرت سلطان العارفین کی مثال رہبانیت نہیں۔ آپ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق شادیاں بھی کیں، آٹھ صاحبزادے بھی تھے اور کھیتی باڑی بھی کی۔ لیکن تمام تر لواحقین و آسائشوں سے حب اللہ اور حب رسول کو بالاتر رکھا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری، باب الایمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا ہے، جب تک میں اُسے اس کے والد، اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "جان لے کہ حصول دنیا کا خواہش مند بے حیا و منافق و بے ادب و ظالم کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا کیونکہ دنیا ایسے ہی کمینوں کی پرورش کرتی ہے۔ دنیا کی اصل ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کا طالب ہمیشہ وہ آدمی بنتا ہے جو نفس کا مرید اور شیطان کا ساتھی ہو یہی وجہ ہے کہ طالب دنیا آدمی ہمیشہ حرص و حسد کی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔" (8)

منجملہ حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ کی تعلیمات مادہ پرستی کی نفی کرتی ہیں۔ آج کا مادہ پرست انسان ایمان سے بہرہ ور نہیں۔ آپؒ نے انسان کے تین دشمن بتائے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "اے درویش! عاقل مردوہ ہے جو ان تین دشمنوں سے باخبر رہے یعنی نفس سے کہ وہ دشمن جان ہے، شیطان سے کہ وہ دشمن ایمان ہے اور دنیا سے کہ وہ دشمن موجب زیان ہے۔ جو لوگ ان تین دشمنوں سے بے خبر ہیں وہ احمق و نادان و بے عقل و بے دانش و مطلق جاہل ہیں۔" (9)

آج کے دور میں ہر شخص نفسانفسی کے عالم میں معاشی مسائل، فکر بندیوں اور ذہنی انتشار کا شکار نظر آتا ہے۔ ذہنی اور قلبی سکون کسی کو کم ہی میسر ہے۔ ظاہری خوشحال بھی حل من مزید کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ چھوٹے سے لیکر بڑے آدمی تک امیر سے وزیر تک سب ذہنی و قلبی بے سکونی کا شکار ہیں۔ اسکی سب سے بڑی وجہ ہماری رب تعالیٰ اور قناعت سے دوری ہے۔ جب بندہ رب تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ رب العزت اس کو ذہنی و قلبی سکون عطا فرماتا ہے۔ جس کا آج کل فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی معرفت تمام اشیاء سے لذیز تر ہے کوئی لذت بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہے" (10)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ الرعد:۲۸ ترجمہ: خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوہی جاتا ہے

واضح رہے کہ ہر قول و فعل جو حکم اللہ اور سنت رسول کے عین مطابق ہو ذکر الٰہی میں شامل ہوتا ہے۔ الغرض حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنی تعلیمات میں انسان کو اپنے رب کے ساتھ جڑے رہنے کا درس دیا ہے، کہ جب تک ہم اس ذات باری تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے نہیں تھام لیں گے اس وقت تک ہمیں اپنی دنیاوی زندگی میں چین اور قرار نصیب نہیں ہوگا۔ آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ "یاد رکھ کہ دنیا چند روزہ متاع ہے اور آخر کار تجھے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونا ہے یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا متاع شیطان ہے اور اس کا تارک صاحب مرحبۂ عرفان ہے۔ دم بھر کے لیے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا دنیا کی ہزار بادشاہتوں سے افضل و بہتر ہے یاد رکھ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کون سی چیز ہے جو دنیا و آخرت میں قرب حق تعالیٰ سے ہمکنار کرتی ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو دنیا و آخرت میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے دور کر کے ذلت و رسوائی سے دوچار کرتی ہے؟

"آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: معرفت الٰہی اور فقر سے دوستی اختیار کرو کہ اسی سے ہر دو جہان میں سرفرازی و فخر نصیب ہوتا ہے اور دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھو کہ دنیا متاع شیطان ہے (11)"

حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے یہی بتایا ہے کہ انسان کو صرف اور صرف اپنا رابطہ اپنے رب کے ساتھ مضبوط رکھنا چاہیے۔ جب بندے کا اپنے رب کے ساتھ رابطہ استوار ہوگا تو اللہ اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے پھر نہ تو اس کو کوئی غم ہوگا اور نہ ہی پریشانی لاحق ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرٍّ مَسَّهُ﴾

ترجمہ: اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے اور بیٹھے اور کھڑے اور جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں چل دیتا ہے، گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ... وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾ حٰم السجدۃ ترجمہ: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور کوئی برائی پہنچے تو ناامید آس ٹوٹا، اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے۔

دور حاضر میں جس قدر حضرت سلطان العارفین کی تعلیمات کی ضرورت ہے اس سے قبل اس قدر کبھی نہ تھی۔ کیونکہ آج کے اس جدید میکانکی دور میں انسان کی اپنی حیثیت صرف ایک مشین کی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کا زندگی گزارنے کا انداز بالکل مشینی ہے۔ اس کی روح و قلب کو سکون کی تلاش ہے جو اسے کہیں بھی نہیں مل رہا ہے۔ اس کی زندگی صرف بچوں، مال، اولاد اور عورت تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اس پیروی میں مسائل کم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھ رہے ہیں مسائل کی چکی میں پستا ہوا انسان، ذہنی و قلبی سکون نہ ہونے کی وجہ

سے دل کے مسائل ومصائب اور دماغی خلفشار جیسے پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو رہا ہے۔ ان تمام مسائل سے نپٹنے کے لیے آج کے دور میں انسان کے لیے حضرت سلطان العارفین سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات سے استفادہ کرنے کی از حد ضرورت ہے۔

فطری طور پر ہر انسان کو کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب انسان کسی پریشانی یا غم میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بیماری یا کسی صدمے کی کیفیت سے دوچار ہونے کی صورت میں وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ہو جو اس کی دلجوئی کرے۔ یا پھر کوئی ایسا شخص ہو جس کو وہ اپنا غم بتائے اس کو ایک ایسے غم خوار کی تلاش محسوس ہوتی ہے جس سے کہہ کر وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہو۔ آج کے اس دور میں ایسے شخص کا ملنا محال ہے جو اس کے غم کو ہلکا کر سکے۔

کوئی ایسا اہل دل ہو کہ فسانہ محبت
میں اُسے سُنا کے روؤں وہ مجھے سُنا کے روئے

کسی کے پاس دوسرے کی غم خواری کے لئے وقت ہی کہاں ہے۔ قولہ تعالیٰ: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (پارہ ۶، المائدہ ۳۵) ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ پکڑو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ یہاں جہاد سے مراد جہاد بالنفس بھی ہے کہ نفسانی خواہشات سے جہاد کرو اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپناؤ اور وہی بہترین وسیلہ (مرشد) ہیں اور اولیاء کرام اپنے تقویٰ اور مرتبے کے لحاظ سے درجہ بدرجہ وسیلہ معرفت رسولؐ والی العالمین ہیں۔ آقائے پاک ایک حدیث میں فرماتے ہیں "ولا دین لمن لا شیخ لہ" اس شخص کا دین نہیں جس کا مرشد نہیں۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس: ۶۲) ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

یعنی کہ اس کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم۔ جب انسان اللہ کا بندہ بن جاتا ہے تو وہ جملہ خوف و پریشانیوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اس کا دل قرار اور سکون حاصل کرتا ہے جو انسان اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے پیار کرتا ہے اس کی محبت کو دنیا کی دوسری محبتوں سے بالاتر رکھ کر اس کے حکم کو عقیدت واحترام سے بجا لاتا ہے تو پھر اللہ جل شانہ اس کو یاد کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: ﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ﴾ البقرۃ: ۱۵۲ ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کیا عظمت ہو سکتی ہے کہ رب تعالیٰ خود بندے کی خیر خواہی فرمائے (اس کا ذکر کرے)۔ کہ ہم اپنے رب کو جتنا یاد کریں گے (اس کے حکم پر چلیں گے) اسی قدر رنج والم سے دور رہیں گے اور صبر واستقامت کے ساتھ اپنی زندگیاں بسر کریں گے۔

علاوہ ازیں سلطان باھوؒ کی تعلیمات فخر یا تکبر یا بڑائی سے روکتی ہیں۔ فخر اور تکبر صرف اس ذات باری کے لیے ہی مخصوص ہے۔ اللہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ الفرقان: ۶۳ ترجمہ: اللہ کے بندے زمین پر نرم چال چلتے ہیں (کبر وغرور سے اترا کر نہیں چلتے) اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں تم کو سلام۔

اے باھوؒ جہان میں اس سے بہتر اور کوئی عمل نہیں کہ خود پرستی کو چھوڑ کر شرف دیدار الٰہی حاصل کیا جائے۔ جان لے کہ فقیر کو رجعت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ مولیٰ کو چھوڑ کر غیر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اہل علم کو رجعت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ علم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اہل دنیا کو رجعت بخل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جاہل کو رجعت شرک کی وجہ سے پیش آتی ہے اور بادشاہ کو رجعت بے عدل و بے انصاف ہونے سے پیش آتی ہے۔

آج کے دور میں یہ تمام صفات ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔ بڑا اپنے سے چھوٹے پر شفقت نہیں کرتا اور چھوٹا بڑے کا عزت واحترام نہیں کرتا۔ جبکہ نبی کا ارشاد ہے لیسا منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔ ترجمہ: جو ہمارے چھوٹوں کے ساتھ رحم وشفقت اور بڑوں کے ساتھ ادب واحترام سے پیش نہ آئے وہ ہم میں سے نہیں۔ رب العزت کے خزانے میں کس چیز کی کمی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ چیز میری بارگاہ میں پیش کرو جو کہ میرے پاس نہیں ہے رب اس تحفہ سے خوش ہوتا ہے جو اس کے خزانے میں نہیں ہے۔ اور وہ چیز عاجزی اور انکساری ہے۔ جو کہ اللہ کے ہاں نہیں ہے۔ جب بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے تو رب اس سے بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ تکبر اور بڑائی تو صرف اس ذات باری کے لیے مخصوص ہے ﴿اَللّٰہُ الصَّمَدُ﴾ (اللہ بے نیاز ہے) اور اگر انسان تکبر سے حقوق اللہ یا حقوق العباد سے بے نیاز رہے تو رب تعالیٰ کی ناراضگی ظاہر ہے اس پر ضرور ہوگی۔

اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایک نہ ایک دن موت ضرور آنی ہے ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ﴾ (العنکبوت: ۵۷) ترجمہ: ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ انسان موت کے خوف سے کفر کی راہوں پر بھاگتا پھر رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے مسلمان و بیدار ہوتے ہوئے بھی مضطرب ہے ناشاد ہے۔ ابتر اور پریشان حال ہے۔ محض اس لیے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ نے دین کے ظاہر کو اپنا لیا ہے اور باطن کو چھوڑ دیا ہے اور دوسرے گروہ نے ظاہر کو چھوڑ کر باطن آباد کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر وہ نہ ظاہر کا رہا نہ باطن کا۔ علامہ اقبال علیہ رحمت فرماتے ہیں:

یہ کافری نہیں تو کافری سے کم بھی نہیں
کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود

آج "تبلیغی مشن والے تمام گروہ اور جماعتیں دین کی اصل سے بے خبری کے باعث نفس کشی کے بجائے نفس پرستی میں مبتلا ہیں ان کا مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ بدنی، جسمانی اور زبانی اعمال کے ذریعے نفس کو آسائشیں مہیا ہو جائیں۔ اس دنیا میں بھی خوشحال رہیں اور آخرت میں بھی خوشحال رہیں۔ یہاں بھی اچھا کھائیں، اچھا پہنیں، دکھ سے محفوظ رہیں اور سکھ کے جھولے میں جھولتے رہیں اور آخرت میں بھی نفس کے لیے یہی آسائشیں جنت کی نعمتوں کی صورت میں میسر آجائیں۔ گویا یہ لوگ یہاں بھی مخلوق میں مشغول ہیں اور آخرت میں بھی مخلوق کے ساتھ مشغول رہنا چاہتے ہیں کیونکہ جنت میں بھی تو مخلوق ہیں۔ قرب الٰہی کی طرف کوئی ایک جماعت بھی رواں دواں نہیں ہے"۔ اور مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ کر ملت کی کمزوری کا باعث ہیں(12)"

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں:

نہ میں سُنی نہ میں شیعہ دو نہاں توں دل سڑیا ہو
مُکی خشکی والے پینڈے جدوں دریا وحدت وڑیا ہو
بہوں من تارے تر تر ہارے کون کنارے چڑھیا ہو
چڑھ گئے پار کنارے باھُو جنہاں مُرشد پھڑیا ہو

ترجمہ:- نہ میں سُنی ہوں اور نہ ہی شیعہ ہوں۔ میرا دل دونوں سے جلا ہوا ہے
میں جب دریائے وحدت میں داخل ہوتا ہی گیا تو خشکی کے سفر ختم ہو گئے
اس دریا میں بہت سے تیراک تیر کر ہار گئے، اور کوئی کوئی کنارے تک پہنچا ہے
اے باھُو! جن لوگوں نے مرشد اختیار کر لیا ہو پار کنارے پر اتر گئے

یہی اصلاحی جماعت وتنظیم العارفین کے بانی سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی کا فیضان و دراک تھا کہ اصلاحی جماعت وتنظیم العارفین سب انسانیت کی فلاح واصلاح کے لیے قائم کی۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لئے

آج مسلمان دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں اور لادینی قوتوں کی سازشوں کا شکار ہیں اور انہی سے خیر خواہی کی توقع رکھتے ہیں جبکہ قرآن پاک کا فرمان ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (سورۃ ممتحنہ ۱۰) ترجمہ: اے ایمان والو۔ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ تو اس کی کیا وجہ ہے؟ یقیناً مذہب اسلام سے دوری اور صوفیائے کرام کی تعلیمات کو بھلا دینے سے ایسا ہو رہا ہے۔ اگر آج بھی ہم اسوہ حسنہ پر چلیں بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم پھر سے متحد ہو سکتے ہیں اور پوری دنیا کے لیے امن اور سلامتی کی مثال بن سکتے ہیں لاعلمی کے نتیجہ میں ہم اس حال کو پہنچے ہوئے ہیں اور علم دین سے دور ہو رہے ہیں حضرت سلطان العارفینؒ اپنی کتاب محک الفقر میں پہلے ہی فرما چکے ہیں۔

علم روشن راہ ہادی راہبر
آدمی بے علم ہمچوں گاؤ و خر

ترجمہ:- علم راستے کی روشنی ہے، یہ ہادی رہبر ہے۔ بے علم آدمی محض بیل و گدھے جیسا ہے۔(13)

آج ہم امن وسلامتی کے داعی کیوں متشدد رویوں کے حوالوں سے یاد کیے جاتے ہیں لہٰذا آج کا دور اور نئی نسل ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم حضرت سلطان العارفینؒ کی تعلیمات کو اجاگر کریں اور ان پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے بھی شمع راہ بنائیں۔ اور ان کی کتب کو محض صرف کتب خانوں کی ہی زینت نہ بنائیں بلکہ ان بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل کریں اور انہیں عام کیا جائے اسی میں ہم سب کی بھلائی اور اخروی بہتری ہے۔

گو کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ سنت نبوی ہی کی تکمیل میں تریسٹھ (63) برس کی عمر میں یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو اس دنیا سے پردہ کر گئے۔ آپؒ کا مزار مبارک تحصیل شورکوٹ کے قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے غربی کنارے کے گاؤں میں دریا کے رستہ بدلنے کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا رہا اور موجودہ مزار آپؒ کے گاؤں میں ہے۔ تاہم یہ محل جہاں حضرت سلطان العارفین دُنیا سے پوشیدہ محو یاد الٰہی ہیں آج بھی مشعل راہ ہے۔ یہ گاؤں آپؒ ہی کے اسم مبارک پر موضع سلطان باھوؒ کے نام سے مشہور ہے۔ آپؒ کا سالانہ عرس مبارک ہر جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے۔ تاہم ان کی خانقاہ عالیہ آج بھی شمع رشد و ہدایت ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین ہیں:

1. جب تم اپنے معاملات میں حیران ہو جایا کرو تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔
2. ان کے جسم زیر خاک ہوتے ہیں لیکن ان کی ارواح بالائے عرش ہوتی ہیں۔
3. اولیائے اللہ کی قبریں ان کے جسم و جان کی مانند ہوتی ہیں، اولیائے اللہ کو قبروں میں سویا ہوا سمجھو۔

4. بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

5. موت ایک پل ہے جو محبّ کو محبوب سے ملاتا ہے۔(14)

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾۴۰ ترجمہ: اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے کے دفع نہ فرماتا تو ڈھادی جاتیں خانقاہیں، اور مسجدیں اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے، اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔ (ترجمہ و تفسیر محمد احمد رضا خان)

(گویا قبروں کی تزئین و آرائش مسجد و کلیسہ جیسی کی جا سکتی ہے)

یعنی واضح ہوا کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے جو مسجد کے ساتھ کلیسا اور خانقاہوں کو بھی مقام عرفہ پر مسمنکرتا ہے کیونکہ ان سب میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اسی بنا پر ان مقامات کو بلند تر اور خوبصورت بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾النور:۳۶

ترجمہ:۔ ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔

یا ایھا الذین امنو لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم قد یئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحب القبور (الممتحنہ آیت:۱۳) ترجمہ: اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے (ترجمہ و تفسیر محمد احمد رضا خان)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

سبق یہ ملا کہ حضرت سلطان باھوؒ ولی کامل اور ان کی خانقاہ آج بھی اور تا قیامت دل والوں کے لئے انعکاس نور وشیع رشد و ہدایت ہے۔

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول عظیم سے عظیم تر بنائے رکھے اور ہر خاص و عام کو ان کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اولاد پاک اور مریدوں کو ان کی تعلیمات کو اپنانے اور عام کرنے کی توفیق دے تاکہ انسانیت کی بہتری ہو۔(آمین)

کتابیات

1. پاکستانی ادب کے معمار سلطان باھوؒ (حیات و فن) شفیع عقیل 2004ء (ص20)
2. سی حرفی ابیات سلطان باھوؒ "کلام حضرت سلطان باھوؒ" ترجمہ و تشریح: سید احمد سعید ہمدانی، العارفین پبلیکیشنز وحدت کالونی جوہر آباد خوشاب 2001ء۔(ص1)
3. صاحبزادہ پیر سلطان فیاض الحسن قادری سروری، فیضان باھوؒ حضرت سلطان باھو ٹرسٹ لاہور 1998ء۔(ص11)
4. محک الفقر کلاں۔ حضرت سلطان باھوؒ ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص12)
5. پاکستانی ادب کے معمار سلطان باھوؒ (حیات و فن) شفیع عقیل 2004ء (ص39)
6. محک الفقر کلاں۔ حضرت سلطان باھوؒ ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص37)
7. صاحبزادہ پیر سلطان فیاض الحسن قادری سروری، فیضان باھوؒ حضرت سلطان باھو ٹرسٹ، لاہور 1998ء۔(ص25)
8. کلید توحید کلاں۔ حضرت سلطان باھوؒ ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص69)
9. محک الفقر کلاں۔ حضرت سلطان باھوؒ ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص37)
10. اصلاحی جماعت کی ضرورت کیوں۔ ترتیب و تالیف سید امیر خان نیازی۔ العارفین پبلی کیشنز، لاہور۔(ص10)
11. کلید توحید کلاں۔ حضرت سلطان باھو ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص65)
12. اصلاحی جماعت کی ضرورت کیوں۔ ترتیب و تالیف سید امیر خان نیازی۔ العارفین پبلی کیشنز، لاہور۔(ص14)
13. محک الفقر کلاں۔ حضرت سلطان باھوؒ۔ ترجمہ: سید امیر خان نیازی، العارفین پبلی کیشنز، لاہور 2006ء (ص39)
14. ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، اپریل 2008ء۔ ربیع الثانی 1429ھ (ص46)

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

سید امیر خان نیازی

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۳۹ھ میں شورکوٹ میں پیدا ہوئے۔ شورکوٹ پنجاب کے ضلع جھنگ کا تحصیل ہیڈکوارٹر ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت محمد بازید رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح، حافظ قرآن اور فقیہہ شخص تھے اور مغلیہ خاندان کے فرمانروا شاہ جہان کے دور میں قلعہ شور کے قلعہ دار تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا اولیائے کاملین میں سے تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسب کے لحاظ سے اعوان ہیں اور مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو الہامی طور پر بتا دیا گیا تھا کہ عنقریب آپ کے بطن سے ایک ولی کامل پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کو اپنے انوار فیضان اور اسرار و عرفان سے بھر دے گا، ان کا نام "باھُو" رکھنا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے آپ کا نام "باھُو" ہی رکھا۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے اور آپ کے ابتدائی بچپن ہی سے آپ کا فیض جاری ہو گیا تھا۔ جو غیر مسلم آپ کے چہرہ پُر انوار پر نظر ڈالتا وہ فوراً کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ آپ کی اس کرامت سے غیر مسلم اتنے پریشان ہوئے کہ ان کے سرکردہ آدمی وفد کی شکل میں آپ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوئے کہ جب بھی اس بچے کو گھر سے باہر نکلنا ہو تو پہلے اعلان کر دیا جائے تا کہ ہم لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہا کریں اور اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔

آپ کو باطن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دست بیعت فرمایا۔ اپنی کتاب "امیر الکونین" میں آپ فرماتے ہیں کہ عرصہ ۳۰ سال تک میں مرشد کامل کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا۔ آخر ایک مرتبہ اس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ باطن میں ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔ "میرا ہاتھ پکڑ لو۔" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے دست بیعت فرما کر تعلیم و تلقین فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے باھُو! خلق خدا کی باطن میں امداد کیا کرو۔ بعد ازاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باھُو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے، اس کو آپ بھی باطنی تلقین و ارشاد سے نوازیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے باطنی فیض سے آپ کو مالا مال فرمایا۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

شہسوارے کرد چوں برمن نگاہ

ازل تا ابد می پوئم براہ

ترجمہ:۔ "جب شہسوار فقر نے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کر لیا۔" بعدہٗ حضرت غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے ظاہری بیعت دہلی کے شیخ پیر عبدالرحمٰن قادری (حضور غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں) کے دست مبارک پہ کی۔ پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و شان وہم و گمان سے باہر ہے۔ رسالہ "روحی شریف" میں آپ فرماتے ہیں:۔

دست بیعت کرد ما را مصطفیٰؐ

خواندہ است فرزند ما را مجتبیٰؐ

شد اجازت باھُو را از مصطفیٰؐ

خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ:۔ "مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ میں خلق خدا کو تلقین کروں۔" آپ فرماتے ہیں:۔

فرزند خود خواندہ است ما را فاطمہؓ

معرفت فقر است بر من خاتمہ

ترجمہ:۔ "حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لئے فقر کی مجھ پر انتہا ہو گئی۔" آپ نے مروجہ ظاہری علم حاصل نہیں کیا کیونکہ اوائل عمری ہی میں آپ واردات غیبی اور فتوحات لاریبی میں مستغرق رہے جس کی وجہ سے آپ کو ظاہری علوم کی تحصیل کی فرصت نہ ملی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

گرچہ نیست ما را علم ظاہر

ز علم باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ:۔ "اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا، تاہم علم باطن حاصل کر کے میں پاک و طاہر ہو گیا ہوں اس لئے جملہ علوم بذریعہ انعکاس میرے دل میں سما گئے ہیں۔"

ہمیں مکاشفات اور تجلیات انوارِ ذاتی کے سبب علمِ ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہمیں ظاہری ورد وظائف کی فرصت ملی ہے کیونکہ ازل سے ابد تک ہر وقت اور ہر لمحہ توحید کے دریائے ژرف میں مستغرق رہے ہیں۔ اس قدر استغراق کے باوجود سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر آپ اس طرح ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں:۔

ہر مراتب از شریعت یافتم

پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:۔ "میں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہر مرتبہ حاصل کیا ہے اور اپنا پیشوا و راہبر شریعت کو بنایا ہے۔"

آپ نے ایک سو چالیس کے قریب کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ان سب کتب میں طالبانِ حق کے لئے تین باتوں کی کثرت سے تاکید فرمائی ہے۔ (۱) گمنامی و خمول (۲) ترکِ دنیا (۳) شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قیام و استقامت ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام باطنی درجات حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اشغال پر زور دیا ہے۔

(۱) تصورِ اسم اللہ ذات (۲) تصورِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۳) کلمہ طیب کا ذکر (۴) دعوتِ قبور بذریعہ آیاتِ قرآنی

آپ فرماتے ہیں کہ ان اشغال سے طالب پر وہ ایسے انتہائی مقام کھل جاتے ہیں کہ ان سے بلند تر مقام باطن میں اور کوئی نہیں ہے یعنی (۱) مشاہدہ ذاتِ حق (۲) دائمی حضوری مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اپنی مشہور کتاب "نور الہدیٰ" میں آپ فرماتے ہیں:۔ "مجھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل و کرم سے مرشدی کے کامل و مکمل و اکمل و جامع نور الہدیٰ مراتب سے خلق کی راہبری کے لئے تیار فرمایا ہے، اگر طالب مولیٰ صادق ہے اور مشتاقِ دیدارِ حق تعالیٰ ہے تو فقیر باھُو کو ایک ہی توجہ سے اُسے واصل باللہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ رسالہ روحی شریف میں آپ فرماتے ہیں:۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم

ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

طالب بیا! طالب بیا طالب بیا

تا رسانم روزِ اوّل با خدا

ترجمہ:۔ "جو شخص طالب حق تعالیٰ ہے وہ میرے پاس آجائے میں اُسے ایک ہی دم میں ابتداء سے انتہا تک پہنچا دوں گا۔ اے طالب حق آجا، اے طالب حق آجا تا کہ پہلے ہی روز میں تجھے واصل باللہ کردوں۔" امیر الکونین نامی اپنی ایک کتاب میں آپ فرماتے ہیں:۔ "اے عزیز! واضح ہو کہ سچائی سے نجات اور جھوٹ سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے اس لئے فقیر باھُو جو کچھ کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہے، اپنی خواہش سے کچھ نہیں کرتا، جس روز اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا فرمایا اور مجھے ازلی قوت سے تخلیق کیا، اسی روز ہی سے اپنے کرم اور فیض سے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

اُس دن سے لے کر آج تک ہر دم، ہر ساعت، ہر لحظہ اور ہر لمحہ میں دیدارِ الٰہی میں مستغرق ہوں، اگرچہ دنیا میں عوام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں لیکن باطن میں مشرف بدیدار رہتا ہوں، قبر میں بھی محوِ دیدار رہوں گا، قیامت اور بہشت میں بھی مشرف بدیدار رہوں گا۔" جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:۔ "خُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِیْ وَخُلِقَتِ الْعُلَمَآءُ مِنْ صَدْرِیْ وَخُلِقَتِ الْفُقَرَآءُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔" ترجمہ:۔ "سادات میری صلب سے پیدا کئے گئے ہیں، علما میرے سینے سے پیدا کئے گئے ہیں اور فقراء اللہ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔" "میں علمِ دیدارِ الٰہی کا عالم ہوں، مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔ مجھے علمِ دیدار کے سوا اور کوئی علم، ذکر، فکر اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ میں پڑھتا ہوں اور نہ ہی کرتا ہوں کیونکہ تمام علوم علمِ دیدار کی خاطر ہیں جو مجھے حاصل ہے۔ جہاں دیدارِ الٰہی ہے وہاں نہ صبح ہے نہ شام ہے، نہ منزل ہے نہ مقام ہے، بے مثل و بے مثال ذات لاہوت لامکان کے اندر اسم اللہ ذات سے انوار و تجلیات کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اس نور میں دیدار و لقا نظر آتا ہے۔ یہ مراتب اس فقیر کے ہیں جو "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" کا مصداق ہے۔ میں دیدار کا علم جانتا ہوں اور پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ مراتب جناب سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور پنجتن پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رفاقت سے نصیب ہوئے ہیں۔"

آپ کا طریقہ سروری قادری ہے۔ اس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مرشد کامل طالبِ صادق کو ایک ہی نگاہ میں اور ایک ہی توجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے اور ذاتِ حق کے مشاہدے میں ایک ہی توجہ سے ناظر کر دیتا ہے۔ اس پاک و طیب طریقے میں رنج ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر و فکر کی اُلجھنیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ طریقہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا و تسبیح و جبہ و دستار وغیرہ سے بیزار ہے۔ آپ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک تحصیل شورکوٹ کے قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے غربی کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے، یہ گاؤں آپ ہی کے اسم مبارک پر موضع سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے چار شادیاں کیں اور آپ کے آٹھ صاحبزادے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) حضرت سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت سلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت سلطان صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۵) حضرت سلطان اسحاق محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۶) حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت سلطان شریف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت سلطان حیات محمد رحمۃ اللہ علیہ (ان کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا)۔

☆☆☆

اولادِ پاک حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان محمد باھوؒ

ادارہ

حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

آپؒ نے شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرتے ہوئے چار شادیاں کیں۔

ازواجِ مطہرات

۱) آپؒ کی ایک زوجہ محترمہ حضرت مخدوم برہان لنگر مخدوم کے گھرانہ سے تھیں۔ حضرت مخدوم حضرت غوث الملک شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا کے صاحب ارشاد اور عالی مرتبت خلفاء میں سے تھے اور ایک روایت کے مطابق حضرت مخدومؒ حضرت بہاؤالحق زکریا کے فرزند تھے۔ (مناقب سلطانی)

۲) آپؒ کی دوسری زوجہ مطہرہ قبیلہ اعوان سے تھیں۔ (مناقب سلطانی ص ۲۹)

۳) آپؒ کی تیسری زوجہ مطہرہ آپؒ کی قریبی رشتہ دار قبیلہ اعوان سے تھیں۔ (مناقب سلطانی مکتوبہ ۱۳۱۹ھ)

۴) آپؒ کی چوتھی زوجہ پاکدامنہ ایک ہندو ساھوکار کے کنبہ سے تھیں۔ جو آپؒ کے غوث بہاؤالحق کے مزار پر دعوت قبور پڑھنے کے بعد آپ کو عطا ہوئیں۔ جو شرف با اسلام ہو کر نکاح میں آ گئیں۔

اولاد

آپؒ کے آٹھ بیٹے ہوئے جن میں سے تین بیٹوں کی اولاد ہوئی۔ آپؒ کی ایک بیٹی مائی رحمت خاتون بھی تھیں۔

۱) سلطان نور محمد — ۲) سلطان ولی محمد
۳) سلطان لطیف محمد — ۴) سلطان صالح محمد
۵) سلطان اسحٰق محمد — ۶) سلطان فتح محمد
۷) سلطان شریف محمد — ۸) سلطان حیات محمد

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کے وصال کو تین صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس عرصہ میں آپؒ کا خاندان کافی پھیل چکا ہے۔ ایک عام اندازہ کے مطابق آپؒ کے خاندان کے افراد کی تعداد اس وقت دو صد پچاس تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں مرد اور خواتین شامل ہیں۔

۱) آپ کے سب سے بڑے فرزند سلطان نور محمد بن سلطان باھوؒ کی اولاد بستی کاظمی نزد لیہ میں آباد ہے۔ جن کا شغل معاش طبابت اور زراعت ہے۔

۲) حضرت سلطان العارفینؒ کے دوسرے فرزند سلطان ولی محمد کی اولاد میں (۱) سلطان عظمت بن سلطان محمد حسین سے سلسلہ اولاد سلطان حاجی شریف احمد اور محمد یار کی اولاد میں سے غوث بخش اور رب نواز کا خانوادہ رحیم یار خان کے قریب احمد پور شرقیہ میں سکونت پذیر ہیں۔ یہ حضرت سلطان عظمت (بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد) کی معروف خانقاہ کے متولی اور سجادہ نشین ہیں۔ ان کا روز مرہ کی ضروریات درگاہ سے حاصل شدہ عطیات اور قدرے زراعت سے پوری ہوتی ہے۔

(۲) سلطان نور محمد (بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد) سے آپؒ کی اولاد حضرت سلطان باھوؒ کے مقام پر نزد پرانا دربار حضرت سلطان باھوؒ چاہ سمندری پر آباد ہیں۔ ان میں بیشتر طریقت اور زراعت کو اپنائے ہوئے ہیں اور بعض نے گورنمنٹ ملازمت بھی اختیار کر رکھی ہے۔

(۳) سلطان حافظ محمد (بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد) جو کہ سلطان محمد حسین کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپؒ کی اولاد موجودہ دربار سلطان العارفینؒ پر ہی رہائش پذیر ہیں۔ اور سجادہ نشینی کا سلسلہ انہیں میں تسلسل کے ساتھ آ رہا ہے۔ ان کی وسیع زرعی اراضی ہے۔ اور حکومتی عہدوں پر بھی فائز ہیں۔

سلطان عظمت کے دوسرے فرزند محمد یار کی اولاد میں بعض حضرت سلطان باھوؒ کے مقام پر آباد ہیں۔

سلطان باھوؒ

سلطان نور محمد — سلطان ولی محمد — سلطان لطیف محمد

(آپ کی (رحیم یار خاں (سبزل کوٹ بہاولپور

اولاد قاضی بستی اور دربار میں آباد ہے)

شہر لیہ میں آباد ہے) حضور سلطان باھوؒ اور چاہ سمندری

۳) سلطان لطیف محمد بن سلطان باھوؒ کی اولاد تھوڑی تعداد میں سبزل کوٹ نزد بہاولپور آباد رہے۔ اس خانوادہ نے گمنامی اور تنگدستی میں وقت گزارا اور بالآخر ان کا سلسلہ مفقود ہو گیا۔

واضح رہے کہ حضور سلطان العارفین کے تین فرزندان سے اولاد کا سلسلہ چلا تھا۔ اور اس وقت آپؒ کے دو فرزندان سلطان نور محمد اور سلطان ولی محمد (فرزند دوم) سے اولاد کا سلسلہ چل رہا ہے۔

ایک بات اور یاد رہے کہ حضور سلطان العارفینؒ کے فقر کے امین، وارث اور قاسم حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیزؒ کا دربار سلطان العارفینؒ سے مشرق کی طرف تقریباً نصف کلومیٹر پر واقع ہے۔

سلطان محمد عبدالعزیزؒ (بن سلطان فتح محمد بن سلطان غلام رسول بن سلطان غلام میراں بن سلطان ولی محمد بن سلطان نور محمد بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد بن حضرت سخی سلطان باھوؒ) چاہ سمندری سے ہجرت کر کے موجودہ دربار سلطان عبدالعزیز پر سکونت پذیر ہوئے۔ جہاں آپؒ کے فرزندان سلطان محمد صفدر علیؒ، سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علیؒ، سلطان محمد فاروق علیؒ نے اسم اللہ ذات کے فیض کو عام کیا۔ سلطان محمد معظم علی دامت برکاتہ العالی ابھی تک حیات میں ہیں۔ سلطان محمد اصغر علی قدس اللہ سرہ العزیز کے بڑے صاحبزادے جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ دربار عالیہ کے سجادہ نشین، اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے سرپرست اعلیٰ اور فقر محمدی کے امین و وارث اور قاسم ہیں۔ اور اسم اللہ ذات کا خزانہ فی سبیل اللہ ہر طالب مولیٰ کو عطا فرما رہے ہیں۔ اسی دربار پر عظیم الشان سالانہ محفل میلاد مصطفیٰ ۱۲-۱۳ اپریل کو ہوتا ہے۔ اسی دربار پر مشہور زمانہ "جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوار باھوؒ" موجود ہے۔ جہاں حفظ و تدریس کا کام جاری و ساری ہے۔ "محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب" بھی اسی دربار سے منسلک ہے۔

سلطان العارفینؒ کی اولاد پاک کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ

۱) حضرت سلطان نور محمد (اولاد ہوئی)

۲) سلطان ولی محمد (اولاد ہوئی)

۳) سلطان لطیف محمد (اولاد ہوئی)

۴) سلطان صالح محمد (اولاد نہ ہوئی)

۵) سلطان اسحٰق محمد (اولاد نہ ہوئی)

۶) سلطان فتح محمد (اولاد نہ ہوئی)

۷) سلطان شریف محمد (اولاد نہ ہوئی)

۸) سلطان حیات محمد (بچپن وصال پا گئے)

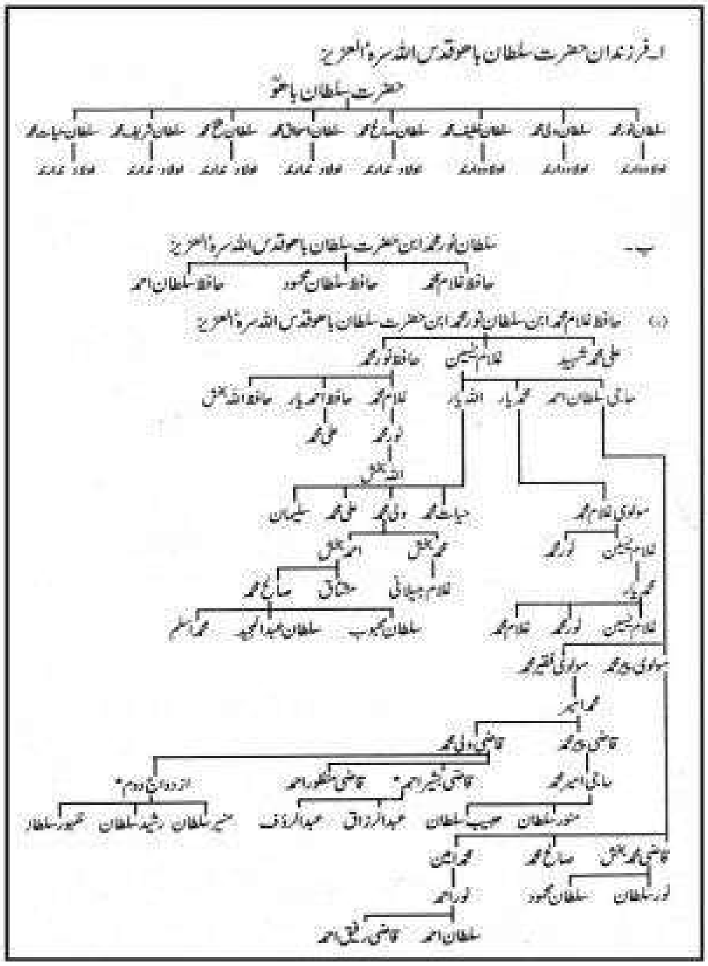
ا۔ فرزندانِ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز
حضرت سلطان باھوؒ
ب۔ سلطان نور محمد ابن حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز
حافظ غلام محمد
حافظ سلطان محمود
حافظ سلطان احمد
(i) حافظ غلام محمد ابن سلطان نور محمد ابن حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز
علی محمد شہید
غلام حسین
حافظ نور محمد

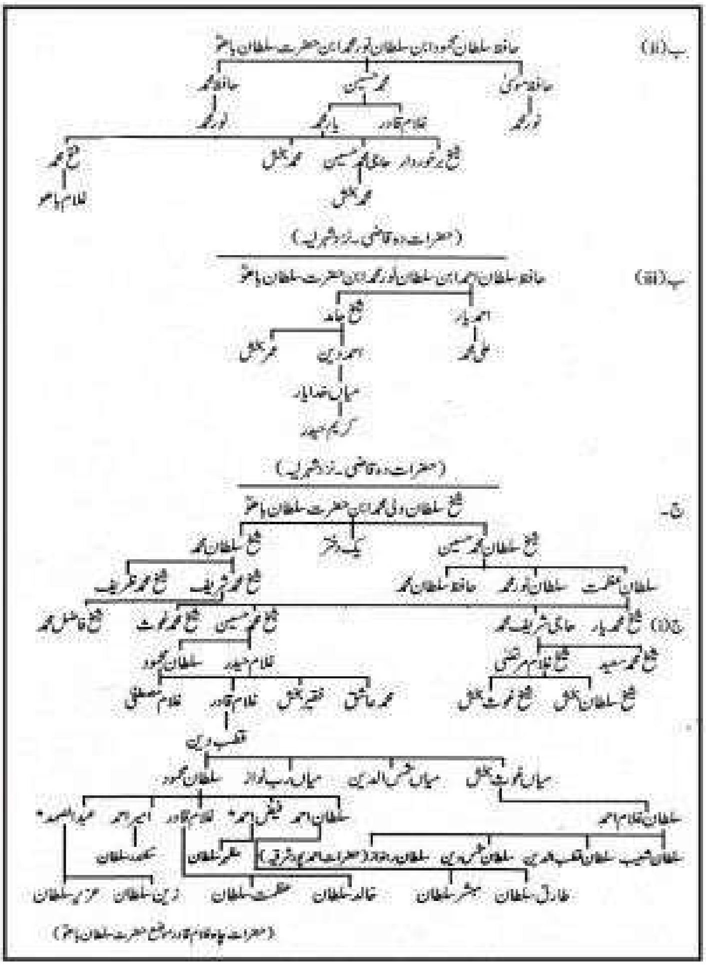
ب (ii) حافظ سلطان محمود ابن سلطان نور محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ
حافظ محمد
محمد حسین
حافظ موسیٰ
(حضرات دہ قاضی ۔ نزد شورکوٹ)
ب (iii) حافظ سلطان احمد ابن سلطان نور محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ
شیخ حامد
احمد یار
(حضرات دہ قاضی ۔ نزد شورکوٹ)
ج۔ شیخ سلطان ولی محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ
شیخ سلطان محمد
یک دختر
شیخ سلطان محمد حسین
(حضرات چاہ غلام قادر والا شیخ حضرت سلطان باھوؒ)

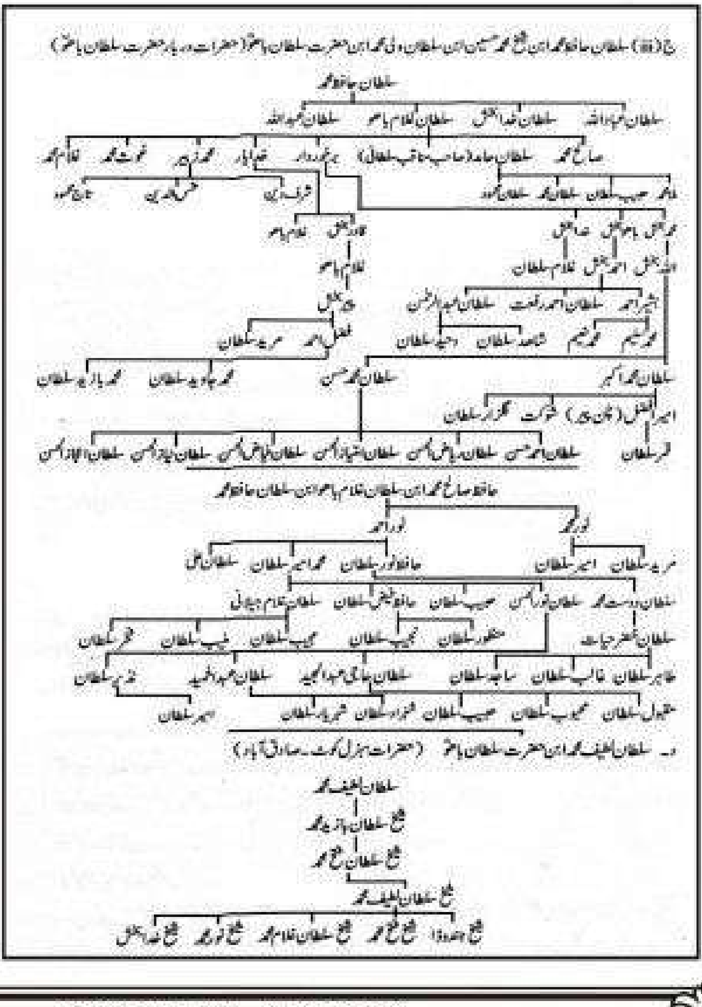
ج (iii)۔ سلطان حافظ محمد ابن شیخ محمد حسین ابن سلطان ولی محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ (حضرات دربار حضرت سلطان باھوؒ)
سلطان حافظ محمد
حافظ صالح محمد ابن سلطان غلام باھو ابن سلطان حافظ محمد
(حضرات منزل کوٹ ۔ صادق آباد)
د۔ سلطان لطیف محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ
سلطان لطیف محمد

ج (ii)۔ سلطان نور محمد ابن شیخ محمد حسین ابن شیخ ولی محمد ابن حضرت سلطان باھوؒ
سلطان نور محمد
سلطان محمد نواز ابن سلطان نور محمد ابن سلطان غلام رسول

حضرت سلطان العارفینؒ سے فیض یافتہ خانقاہوں کا تذکرہ

ادارہ

حضور سلطان العارفینؒ برہان الواصلین کی عالی ہمتی، قوت روحانی، فیوضات اور علمی تعلیمات سے ان کے اپنے زمانہ سے لیکر آج تک متعدد خانقاہوں کے سلسلے قائم ہوئے ہیں جہاں پر رشد و عرفان کے درس جاری ہیں۔ آپؒ کی اولاد کی درگاہوں کے علاوہ اکثر خلفاء کی درگاہیں صرف زیارت گاہ ہیں وہاں سلسلہ بیعت کی اجازت نہیں ہے۔

ان چند خانقاہوں کی ذیل میں نشان دہی کی جاتی ہے۔

1- خانقاہ حافظ سلطان محمد بازیدؒ بی بی راستی:

حضور سلطان العارفین کے والد اور والدہ کے مزارات شورکوٹ شہر میں آپ کے اپنے وقت سے ہی قائم ہیں، ان دنوں اس خانقاہ کے متولی صاحبزادہ مقبول سلطان بن حاجی سلطان عبدالمجید بن سلطان نور حسن ہیں۔

2- خانقاہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ:

آپ کے وصال کے بعد 1102ھ سے موجودہ وقت تک درگاہ کے سجادہ نشینوں نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے حضرت سلطان غلام جیلانیؒ کی وفات (2002ء) کے بعد تاحال سجادگی کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔

3- ملا معالی:

آپ کے خلیفہ تھے یہ خانقاہ کرک (مستی) بلوچستان میں واقع ہے مزار اخوند معالی سے مشہور ہے۔

4- خانقاہ سلطان حمید بھکری:

انہوں نے سلطان العارفین قدس سرہ العزیز سے براہ راست فیض حاصل کیا خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کا مزار اکبر بھک کے شمال میں ریگستانی علاقہ کے میاں عثمان نامی قبرستان میں ہے۔

5- خانقاہ ملا مصری:

ملا معالی کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین کی ملاقات کو گئے تھے اور فیض یاب ہوئے۔ ان کا مزار شہر ڈھاڈر میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

6- سلطان عبدالرحیم خانقاہ اب شریف:

سید موسن شاہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا مزار بکھر پر اب شریف کے مقام پر ہے سلطان عبدالرحیم ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔

7- پیر فیروز پسر سیلاچی:

بلوچستان سے فیروز میر چاکر خاں رند بلوچ کے ہمراہ بلوچستان آئے۔ فیروز کے بیٹے نے سلطان العارفین سے اکتساب فیض کیا اور ست گرہ میں ہی وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

8- خانقاہ مائی فاطمہ مستوئی:

یہ خانقاہ ڈیرہ غازی خان کے علاقہ "وہوا" میں 1100ھ سے مرجع خلائق ہے مائی صاحبہ کے بچپن میں پنگھوڑے کے اندر حضرت سخی سلطان باہو نے توجہ فرما کر اسم اللہ ذات دل میں نقش فرما دیا اور فیض یاب فرمایا۔

9- خانقاہ سید موسن شاہ:

صوبہ سندھ میں روہڑی کے قریب لوموسن شاہ میں یہ خانقاہ 1111ھ سے رشد و ہدایت کا مرکز ہے موسن شاہ کا اصل نام موسیٰ شاہ تھا۔

10- دربار سید احمد و سید محمود:

یہ خانقاہ ضلع خوشاب میں سلسلہ قادریہ کی مشہور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ سے فیض پایا۔ دربار بادشاہاں کے نام سے مشہور ہیں۔

11- مزار خلیفہ نورنگ کھیتران:

ڈیرہ غازی خان کے علاقہ "وہوا" میں مرجع خلائق ہے۔ حضور سلطان العارفینؒ سے فیض پایا۔

12- شاہ مراد:

1123ھ سے علاقہ لنڈا شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں زیارت گاہ عام ہے۔ شاہ مراد خلیفہ نورنگ کھیتران کے مرید تھے۔

13- خانقاہ سید خیر محمد شاہ:

یہ خانقاہ ضلع لیہ میں پیر سید حامد محمود پیر محمد راجن کی خانقاہ کے نزدیک 1264ھ سے معروف زیارت گاہ ہے۔ سلطان غلام باہوؒ کے دور میں حضور سلطان العارفین کے مزار مبارک سے

براہِ راست فیض یاب ہوئے۔

14-خانقاہ سید شاہ حسین شیرازی:

شاہ حسین شیرازی شاہ مراد (لنڈا شریف) کے خلیفہ تھے۔لنڈا سے تین کلومیٹر جنوب کی طرف 1150ھ سے قادریہ سلسلہ کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔

15-خانقاہ سلطان مرتضیٰ:

یہ خانقاہ 1151ھ سے ڈیرہ اسماعیل خان سے 45 کلومیٹر کے فاصلہ پر جنوب کی طرف شہر میرن میں مرجع خلائق ہے۔

16-خانقاہ شیخ یوسف:

ڈیرہ اسماعیل خان سے شمال مغرب میں 4 کلومیٹر کے فاصلہ پر 1151ھ سے رشد و ہدایت کا مرکز ہے۔شاہ مراد کے خلیفہ تھے۔

17-خانقاہ محرم سلطانؒ:

ڈیرہ اسماعیل خان سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر 1152ھ سے یہ خانقاہ بھی ایک زیارت گاہ ہے۔انہوں نے شاہ مرادؒ سے اکتساب فیض کیا تھا۔

18-خانقاہ خلیفہ محمد صدیق:

خلیفہ محمد صدیق سیہو قوم سے تھے۔انہوں نے مائی فاطمہ مستونیؒ سے فیض پایا۔1180ھ سے مرجع خلائق ہے۔آپ کا خانوادہ بھیر کے مجذوبوں کے نام سے مشہور ہے۔بھیر ریلوے اسٹیشن سکھر کی لائن پر ہے۔آج کل مخدوم نثار احمد سجادہ نشین ہیں۔

19-خانقاہ میاں محمد صدیق:

شہداد کوٹ (سندھ) میں مرجع خلائق ہے۔خلیفہ محمد صدیق سے فیض حاصل کیا۔

20-خانقاہ سلطان عظمت:

سلطان عظمت (پیر سلطان محمد حسین سجادہ نشین دوم دربار حق باہوؒ) کی خانقاہ 1205ھ سے احمد پور شرقیہ میں مرجع خلائق ہے۔

21-خانقاہ میاں علاؤ الدینؒ:

یہ خانقاہ جھمرو شریف (خوشاب) میں 1240ھ سے مشہور ہے۔

22-خانقاہ گل محمد سندھی:

صاحب مزار نے سلطان حافظ محمد سجادہ نشین سے کسب فیض کیا تھا۔پچوانہ کے علاقہ میں شاہ نظام کے قبرستان میں 1240ھ سے آپ کی خانقاہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

23-خانقاہ میاں رحمت:

شاہ پور کے علاقہ انجھروال میں 1319ھ سے مرجع خلائق ہے۔میاں رحمت نے سلطان صالح محمدؒ سجادہ نشین سے اکتساب فیض کیا تھا۔

24-خانقاہ میاں محمد کاملؒ:

بلوچستان کے ضلع کچھی میں لہڑی کے علاقہ میں کنبار شریف کے مشہور مقام پر یہ خانقاہ 1239ھ سے مرکز فیوضات ہے۔خلیفہ محمد صدیق سے فیض حاصل کیا۔

25-خانقاہ فقیر محمودؒ:

صاحب مزار نے مخدوم محمد صدیق سے فیض حاصل کیا۔لاڑھی (بلوچستان) پر یہ خانقاہ 1250ھ سے قائم ہے۔

26-خانقاہ سید عبداللہ شاہ:

حضور سید عبداللہ شاہ صاحبؒ روضۂ رسولؐ پر مدینہ منورہ میں خزانہ فقر کی طلب میں معتکف رہے۔فقر کی طلب پر حضوری نبی اکرمؐ نے خواب میں آپ کو حضور سلطان العارفینؒ کے دربار پاک پر حاضری کا حکم فرمایا۔سفر کے دوران آپ جب ضلع لیہ کے علاقہ میں کروڑ پہنچے تو آپ نے فقر کی خوشبو کو محسوس کیا۔آپ نے محسوس کیا کہ مرشد اکمل تک پہنچنے کا سفر شاید مکمل ہو گیا ہے۔آپ مشہور بزرگ لعل عیسنؒ کے دربار پر پہنچے۔حضرت لعل عیسنؒ سے مراقبہ میں ملتے ہیں۔اور یہی عرض کرتے ہیں "حضور مہربانی فرمادیں اور میری امانت مجھے دے دیں" اس پر آپ حضرت لعل عیسنؒ اپنی زبان مبارک دکھا کر فرماتے ہیں کہ ہماری زبانوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں ہم خزانہ فقر یا تقسیم ولایت نہیں کر سکتے۔ہاں البتہ دو مزارات سے قیامت تک فیض جاری رہے گا۔غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ اور حضرت سخی سلطان باہوؒ کے مزار سے یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تجھے سلطان باہو کے مزار تک پہنچاؤں۔پھر آپ اپنی منزل مزار اقدس سخی سلطان باہوؒ پر پہنچتے ہیں تو آپؒ انتظار میں ملتے ہیں اور فرماتے ہیں" آ بیٹے سید عبداللہ شاہؒ ہم تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔حضرت سخی سلطان باہوؒ نے اسم اللہ ذات کی صورت میں خزانہ فقر عطا فرمایا۔یہ خانقاہ احمد پور شرقیہ میں 1263ھ سے مرجع خلائق ہے۔

27-خانقاہ مولوی تاج محمودؒ:

آپ کی خانقاہ شکار پور کے نواح میں 1290ھ سے مرجع خلائق ہے۔آپ مہر قوم سے تھے اور سید موسیٰ شاہ کے مرید ہوئے جو حضرت سلطان باہوؒ سے فیض یاب ہوئے۔

28-خانقاہ بابا میاں اللہ جوایا:

شاہ پور سرگودھا کے علاقہ عاقل شاہ میں 1298ھ سے یہ خانقاہ مرجع خلائق ہے۔آپ نے حضرت سلطان باہوؒ سے بیعت کی تھی۔راجی قبیلہ سے تعلق تھا۔

29-خانقاہ سلطان فتح محمد:

یہ خانقاہ گرہ جمہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان میں ہے۔یہ زیارت گاہ 1299ھ سے مرجع خلائق ہے آپ شیخ سلطان یار محمد کے صاحبزادے ہیں۔اولاد نرینہ تھی

30-خانقاہ سلطان سردار بخش شہید:

صاحب خانقاہ سلطان شاہ نواز کے فرزند تھے ضلع بھکر میں 1289ھ سے مرجع خلائق ہے بعض حاسدین کے ہاتھوں زہر دے کر شہید کیے گئے۔

31- خانقاہ سید محسن شاہ نقویؒ:

صاحب مزار نے سلطان نور محمد سجادہ نشین سے کسب فیض کیا تھا سرائے عالمگیر گجرات میں تقریباً 1310ھ سے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

32- خانقاہ محمد فقیر:

یہ خانقاہ کوٹ نواز (کوٹلی) میں 1327ھ سے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ صاحب مزار نے سلطان غلام نبی بن سلطان غلام میراں سے اکتساب فیض کیا تھا۔

33- خانقاہ گل شاہ ہمدانیؒ:

حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ کے دربار شریف کے عقب میں 1328ھ سے یہ زیارت گاہ مرجع خلائق ہے براہ راست حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے اکتساب فیض کیا۔ سلسلہ سجادگی آپ کے برادر حقیقی محمد حسین شاہ کی اولاد میں آ رہا ہے۔

34- خانقاہ فقیر محمد دین رُہانیؒ:

ضلع کامل پور کے شہر رُہان میں سال 1322ھ سے یہ ایک معروف زیارت گاہ ہے ۔ براہ راست حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا۔

35- فقیر حضرت جی رُہانیؒ:

آپ کے والد کا نام فقیر محمد رُہانی ہے۔ آپ نے براہ راست دربار حضرت سلطان باھوؒ سے کسب معرفت کیا۔ 1352ھ سے اپنے والد کے مزار کے ساتھ آپ کا مزار ایک ہی محل میں موجود ہے۔

36- خانقاہ فقیر محمد دین گجراتیؒ:

فقیر صاحب حضرت جعفر طیارؓ بن ابوطالب کی اولاد سے تھے اور ان کا مزار 1333ھ سے گجرات میں مرجع خلائق ہے۔ غوث الاعظمؓ کے روضہ مبارک کی زیارت کی اور سال 1300ھ کو بصرہ کے حاکم کو کتاب "عین الفقر" عطا کی۔

37- خانقاہ خلیفہ عبدالعزیز یوسف زئیؒ:

کوئٹہ میں کیچی بیگ کے قبرستان میں سال 1334ھ سے آپ کی بابرکت مزار موجود ہے آپ سلطان صالح محمد سجادہ نشین کے مرید تھے۔

38- خانقاہ پیر زمان شاہؒ:

حضرت سخی سلطان العارفین قدس سرہٗ کے دربار شریف کے عقبی قبرستان میں ان کا مزار 1335ھ سے مرجع خلائق ہے۔ آپ سلطان محمد نواز عارف بن سلطان نور محمد کے معاصر اور استاد بھی تھے۔

39- خانقاہ محمد شاہؒ:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے دربار شریف کے عقبی قبرستان میں 1342ھ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ براہ راست حضرت سلطان باھوؒ سے فیض یاب ہوئے۔

40- خانقاہ سلطان نور محمد بن سلطان غلام رسولؒ:

یہ خانقاہ پرانا دربار حضرت سخی سلطان باھوؒ کے قریب واقع چاہ سمندری میں مرجع خلائق ہے صاحب خانقاہ کے فرزند سلطان محمد نواز عارف کا انتقال 1357ھ کو ہوا اور وہ بھی اسی خانقاہ میں سپرد خاک ہوئے۔

41- خانقاہ سید تیمور شاہ بخاریؒ:

یہ خانقاہ بلوچستان کے شہر گنداوہ میں 1350ھ سے مرجع خلائق ہے سلطان امیر سلطان سجادہ نشین سے بیعت ہوئے تھے۔

42- خانقاہ پیر عبدالغفور شاہؒ:

آپ کی خانقاہ موضع مڈھ شریف (ڈھیال) ضلع جھنگ میں دربار حضور سلطان العارفینؒ کے دربارِ انوار سے مشرق کی جانب تقریباً 12 کلومیٹر پر واقع ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ صاحب سے دست بیعت ہوئے۔ براہ راست فقر کا خزانہ حضور سلطان العارفینؒ کے دربارِ انوار سے حاصل کیا۔ آپ کی خانقاہ زیارت گاہ خاص و عام ہے آپ کے محبوب مرید سلطان سید محمد بہادر علی شاہ تھے۔

43- خانقاہ پیر بہادر شاہ الکاظمی المشہدیؒ:

شورکوٹ کے علاقہ اڈہ قاسم آباد کے مشرق کی جانب محمود پور کا ٹھیہ میں سال 1353ھ سے یہ خانقاہ مرجع خلائق ہے۔ آپ پیر عبدالغفور شاہؒ کے مرید تھے۔ آپ امام بری سرکار کی اولاد سے تھے۔ 1801ھ میں سید فتح محمد شاہ مشہدی کے ہاں حسو والی ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ مشہور ہے کہ آپ کے والد گرامی آپ کو تعلیم دلوانے کیلئے ملتان کے ایک مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس لیکر جا رہے تھے سوچا کہ راستے میں حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مزار پر حاضری دیتا جاؤں۔ جب وہاں پہنچے تو شاید انتظار ہو رہا تھا کہ مزار پر حاضر ہوتے ہی عارفوں کے بادشاہ نے کم عمر "بہادر علی شاہ" کو خزانہ فقر کیلئے منتخب فرما لیا۔ ظاہری بیعت کیلئے حضور سلطان العارفینؒ نے آپ کو اپنے خلیفہ حضرت عبدالغفور شاہ صاحبؒ کے پاس بھیجا۔

بیعت کرنے کے بعد دوبارہ دربار پر حاضر ہوئے تو حضور سلطان العارفینؒ نے آپ سے فرمایا کہ پیر صاحب جو فقر ہم نے آپ کو عطا کیا ہے یہ وہ فقر ہے جو آقا علیہ السلام کے سینہ مبارک سے چلا اور مجھ تک پہنچا۔ میں نے آپ کو یہ فقر امانتاً عطا کیا ہے۔ یہ امانت آپ نے میرے بیٹے سلطان محمد عبدالعزیز کو عطا فرمانی ہے۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ پیدائشی طور پر ختنہ شدہ ہوں گے اور ان کی ناف گری ہوئی ہوگی۔ لہٰذا آپ انتظار فرمانے لگے۔ 1932ء میں آپ نے فقر کی امانت سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ کو دربار سلطان باھوؒ پر منتقل فرمائی۔ 1934ء کو آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کے محبوب خلیفہ سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ ہیں سید محمد قاسم علی شاہ بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ یاد رہے کہ فقر کا خزانہ آپ کے توسل

سے حضور سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ کے دربار پاک سے اس دن سے جاری ہے۔

44-خانقاہ کالووالی شریف:

گوجرہ (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے قریب یہ مشہور آستانہ طریقت ہے اس خانقاہ کے بانی سید محمد فقیر شاہؒ ہیں جو حضرت محمد امیر سلطان کے مرید تھے۔

45-خانقاہ سلطان دوست محمدؒ:

یہ خانقاہ موضع حضرت سخی سلطان باہوؒ میں 1368ھ سے معروف زیارت گاہ ہے۔

46-خانقاہ فقیر نور محمد کلاچویؒ:

یہ خانقاہ سال 1380ھ سے کلاچی کے شہر میں ہے۔ صاحب مزار نے سلطان صالح محمد اور سلطان نور احمد سجادہ نشینوں سے یکے بعد دیگرے بیعت کی۔

47-خانقاہ حضرت فیض سلطانؒ:

صاحب مزار حضرت سلطان نور محمد کے فرزند تھے۔ یہ خانقاہ بلوچستان کے شہر اوستہ محمد میں 1366ھ آپ کے فرزند سلطان ولی محمد کی عین بلوغت میں وفات پر وجود میں آئی۔ حضرت فیض سلطان کا انتقال 1393ھ کو ہوا۔

48-خانقاہ سلطان محمد حسنؒ:

حضرت سلطان اللہ بخش کے فرزند تھے۔ موضع حضرت سخی سلطان باہوؒ میں ان کی قیام گاہ کے قریب مزار کی زیارت گاہ ہے۔ 1978ء سے یہ خانقاہ مرجع خلائق ہے۔ سلطان فیاض الحسن سجادہ نشین ہیں۔

49-خانقاہ حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ:

فقر کی حامل عظیم ہستی بشارت سلطان باہوؒ سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کے والد محترم ہیں۔ مادرزاد ولی ہیں آپ نے ظاہری طور پر بیعت سلطان سید محمد بہادر علی شاہ صاحبؒ سے کی۔ فقر کا خزانہ آپ کو دربار سلطان باہوؒ پر خرقۂ خلافت کے ساتھ پیر سید محمد بہادر علی شاہ صاحبؒ نے عطا فرمایا۔ ساری عمر تصور اسم اللہ ذات میں گزاری۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ جن میں (1) حضرت سخی سلطان محمد صفدر علی (2) سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ (3) حضرت سخی سلطان محمد فاروق علیؒ وصال فرما گئے ہیں اور (4) حضرت سخی سلطان محمد معظم علی ابھی حیات ہیں۔

یاد رہے کہ روئے زمین پر یہ واحد آستانہ ہے، ایک منفرد خانقاہ ہے جہاں ہمہ وقت کئی افراد تصور اسم اللہ ذات کی مشق میں مشغول رہتے ہیں۔ 1401ھ سے قائم شدہ یہ خانقاہ معرفت الٰہی عطا کرنے میں اپنی مثل آپ ہے۔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کا صدر دفتر یہیں پر قائم ہے۔ جانشین سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں۔

50-خانقاہ کھوہار شریف:

حضرت عبداللہ کا مزار یہاں پر ہے۔ آپ کو خرقۂ خلافت شہباز عارفاں سلطان محمد عبدالعزیزؒ نے عطا فرمایا۔ یہاں پر ایک بہت بڑی درس گاہ بھی قائم ہے۔ یاد رہے کہ کھوہار شریف سے اس خانقاہ سے منسلک خواتین کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

51-خانقاہ موسیٰ والی:

یہ خانقاہ 1399ھ سے ہچلاں کے قریب ضلع میانوالی میں موسیٰ والی کے مقام پر زیارت گاہ ہے۔ میاں سلطان اعظم نے سلطان نور احمد سجادہ نشین سے اکتساب فیض کیا۔ سجادہ نشین حضرت نور سلطان اور حضرت امیر سلطان یہاں سلطان اعظم کے شاگرد ہیں۔ میاں سلطان اعظم کے پوتے میاں ضیاء الدین صاحب کو سلطان الفقر ششم نے خرقۂ خلافت سے نوازا ہے۔

52-خانقاہ گھر کہار:

آصو باھو کے نام سے مشہور ہے۔ اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اسی مقام پر میاں محمد حیات نے ایک مسجد اور حجرہ قائم کیا ہے۔

53-خانقاہ انگہ شریف:

انگہ شریف میں موجود پرانا قبرستان میں سلطان فتح محمدؒ کے مزار سے مشہور اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضور سلطان العارفین کے جدِ امجد تھے ہر سال اگست میں دو روزہ عرس و محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد حضور سلطان محمد علی صاحب سرپرست اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین فرماتے ہیں۔ جس میں دنیا بھر کے کثیر لوگ شمولیت فرماتے ہیں۔

54-خانقاہ سید مقبول شاہ

آپؒ مادرزاد ولی تھے گاؤں وحد حزم (وادی سون سکیسر) کے لوگ آپ کو جنگل سے لے کر آئے تھے اس وقت آپ بچے تھے اور جنگل میں آپ کو ہرنیاں دودھ پلایا کرتی تھیں اور جب آپ جوان ہوئے تو سلطان نور احمدؒ کے دست بیعت ہوئے۔ سلطان نور احمدؒ نے آپ کو بولنے سے منع فرمایا آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ جو کچھ بھی بولیں گے وہ کلمات اللہ تعالیٰ پورے فرما دے گا اس لئے آپ نے خاموش رہنا ہے اس لئے آپ زندگی بھر خاموش رہے اور جو کچھ زبان سے کہا وہ اسی وقت پورا ہوا۔

کتابیات

مرآت سلطانی ۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب۔

☆☆☆☆☆☆

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ...... ابتدائی حالات و تعلیمات

الحاج پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی زیب سجادہ دربار عالیہ چورہ شریف

حضرت سلطان باہوؒ ۱۰۳۹ھ میں پنجاب کے ایک قصبہ شورکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ آپ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام بازید محمد تھا شہنشاہ شاہ جہاں کی طرف سے کوہستان کے علاقے میں منصب دار کے عہدے پر فائز تھے۔ وہ حافظ قرآن اور بے انتہا متقی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے ایک نامور عالم باعمل بھی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا جن کی بزرگی اور پرہیزگاری کا ایک زمانہ معترف تھا۔ آپ مادرزاد ولی تھے اور بے حد حسین و جمیل تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ اپنے نام نامی پر فخر فرمایا کرتے تھے اور خوش ہوا کرتے تھے کہ آپ کے نام میں لفظ ''ھو'' آتا ہے۔ آپ اپنے اس نام پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ''میری والدہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام ''باہو'' رکھا ہے''۔

آپ سے بچپن ہی میں مختلف کرامات کا ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ شیر خوارگی کے زمانے میں رمضان المبارک کے مہینے میں آپ دن کے وقت دودھ نہیں پیا کرتے تھے گویا آپ روزے کی حالت میں ہوتے تھے۔ سن رشد کو پہنچے تو ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کو دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد آپ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ پر ہر وقت استغراق کی کیفیت طاری رہنے لگی اور آپ مشاہدات حق میں مست رہنے لگے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر والدہ ماجدہ نے آپ کو تاکید فرمائی کہ کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ آپ نے اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد کسی اور سے بیعت نہیں کرنی چاہئے۔ جواب میں آپ کی والدہ نے فرمایا کہ یہ دنیا ایک عالم اسباب ہے اور اس دنیا میں کسی شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ یہ سن کر آپ نے والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو پھر میرے لئے بطور مرشد آپ ہی کافی ہیں۔ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ عورتوں کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کو بیعت کریں تو آپ نے عرض کیا کہ پھر مرشد کو کہاں تلاش کیا جائے اور کس طرف کا سفر اختیار کیا جائے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے مشرق کی جانب اشارہ کیا۔ آپ اپنا گھر بار چھوڑ کر مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ نے حضرت شاہ حبیب اللہ کے کمالات کے بارے میں سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا کہ حق کی راہ پر چلنے کی خواہش مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ کامل ذہنی و قلبی یکسوئی سے بہرہ مند ہو۔ اگر اس کی توجہ دو اطراف پر مبذول ہوگی تو پھر مقصد کا حصول ایک کار دشوار ثابت ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ طالب حق پہلے دنیاوی مال و متاع سے فارغ ہولے اور پھر اس راہ پر سفر کا آغاز کرے۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کی اس گفتگو سے آپ نے گہرا اثر لیا اور گھر آ کر سارے مال و متاع سے فراغت حاصل کر کے دوبارہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تب حضرت شاہ حبیب اللہ بخوبی جان گئے کہ آپ طالب صادق ہیں اور سچی طلب ہی آپ کو ان کے آستانے پر دوبارہ کھینچ لائی ہے۔

ایک دن شاہ حبیب اللہ نے آپ سے فرمایا کہ ''جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ ہم تم کو منزل کا نشان بتائے دیتے ہیں۔ وہاں جاؤ گے تو مقصد پالو گے۔ تم میرے مرشد حضرت شیخ عبدالرحمان قادریؒ کی خدمت بابرکت میں حاضری دو اور ان کا دامن تھام لو۔ یہ تمہارے لئے کافی ہے''۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کی ہدایت کے مطابق آپ دہلی کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت سید عبدالرحمان قادریؒ کو بذریعہ کشف آپ کی آمد کی اطلاع ہوگئی۔ انہوں نے ایک شخص آپ کو لینے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور ذرا سی دیر میں مدارج سلوک طے کر دیئے' آپ کو بیعت سے

مشرف کیا اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یوں آپ کو وہ نعمت حاصل ہو گئی جس کی آپ کو ایک عرصہ سے تلاش اور جستجو تھی۔ دہلی سے آپ واپس شورکوٹ تشریف لے آئے اور رشد و ہدایت اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ تصوف کی دنیا میں آپ کا سلسلۂ طریقت ''سروری قادری'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ بے مثال علمی ذوق کے حامل تھے اور آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے کچھ مشہور و معروف مندرجہ ذیل ہیں۔

1 عین الفقر	2 گنج الاسرار	3 کلید التوحید	4 نور الہدیٰ	5 محبت الاسرار	6 شمس العارفین
7 اورنگ شاہی	8 اسرار قادری	9 توفیق ہدایت	10 مجالسۃ النبی	11 تیغ برہنہ	12 رسالہ روحی شریف
13 قرب دیدار	14 کلید جنت	15 محک الفقر کبیر	16 محک الفقر صغیر	17 مفتاح العاشقین	18 کشف الاسرار
19 امیر الکونین	20 جامع الاسرار	21 عین العیان	22 قطب الاقطاب	23 محکم الفقراء	24 حجۃ الاسرار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر و شاعری کا بڑا نادر ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ''دیوان باھوؒ'' اور ''ابیات باھوؒ'' آپ کی شہرۂ آفاق شعری تخلیقات ہیں جنھیں آج بھی پوری اسلامی دنیا میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

آپ نے بے شمار موضوعات اور بالخصوص فقر و تصوف پہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کو ربّ قدیر نے اپنے محبوب سراج منیر کے صدقے 'قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر سے لے کر اشعار و نثر پر دسترس عطا فرمائی۔ اردو فارسی عربی اور سرائیکی زبان میں بھی آپ کے اشعار متلاشیانِ حق کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے شریعت و طریقت کو جدا نہیں فرمایا بلکہ شریعت کو اقوال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقت کو احوال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیا۔ جس وقت آپ مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت ہندوانہ خدوخال اسے متاثر کئے ہوئے تھے۔ غیر اسلامی نظریات نے خانقاہوں کے عزت و وقار کو انتہائی مجروح کیا ہوا تھا۔ جاہل صوفیوں نے خانقاہ کو نان ونفقہ کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ پورے کا پورا ہندوستان اس کی لپیٹ میں تھا اور ان جاہلوں کے سامنے خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کا درس جہاد عظیم کے مترادف تھا۔ آپ نے ان جاہل صوفیا کی قلم و عمل سے نفی کرنے کا آغاز فرمایا اور مخلوقِ خدا کے روبرو اپنے خیالات و افکار کو علی الاعلان پیش کیا۔

علموں باجھ فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ھو

یہ آوازۂ حق بن کر گلیوں' بازاروں' بستیوں' شہروں اور دارلعلوموں سے خانقاہوں تک پہنچا۔ جاہل صوفیا آپ کے مخالف ہو گئے مگر اللہ کریم اپنے مقبول کا محافظ ہوتا ہے اور اُسے مجاہدانہ کردار و گفتار میں برکت عطا فرماتا ہے۔ آپ نے علم شریعت کی طرف راغب کرنے کی تحریک کو خانقاہوں تک پہنچایا اور اپنی بارگاہِ فقر میں آنے والے متلاشیانِ حق کو وہ جامِ توحید پلایا کہ پینے والے پی کر نعرہ مستانہ لگانے لگے۔

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

آپ نے اپنی بارگاہ جہاں پناہ میں آنے والے کو الوہیت اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس کرایا اور آج اسی مردِ قلندر کا یہ فرمان مشائخ عظام اور علمائے کرام کے لئے مشعلِ راہ ہے اور بیدار العلوم اس نعرہ کا یا ہو گا فیضان۔

علموں باجھ فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ھو

آج خانقاہوں کو ایک ذریعۂ معاش اور نذرانوں کے مراکز سمجھ لیا گیا ہے اور اُن خانقاہوں پر حاضری دینے والے مضطرب و بے قرار لوگوں کے دکھوں کا مداوا نہیں ہو پا رہا۔ ایک زمانہ تھا کہ خانقاہیں علم و معرفت کی آماج گاہیں ہوا کرتی تھیں اور وہاں آنے والے لوگ باعمل مسلمان بن جایا کرتے تھے لیکن پھر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خانقاہ اور درسگاہ کو الگ الگ کر دیا گیا جس کے نتیجے میں خانقاہیں علم سے خالی اور درس گاہیں عمل سے خالی ہو گئیں۔ اس صورت حال کا علاج حضرت مولانا جلال الدین

رومیؒ کے اس شعر میں پنہاں ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

آپ کا شمار راسخ العقیدہ صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ذات پات پرمبنی گھٹن زدہ ہندو معاشرے میں آپ کی تعلیمات روحانی پاکیزگی کے متلاشیوں اور طالبانِ حق کے لئے مژدہ جانفزا کی مانند تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے دستِ حق پرست پر لاتعداد لوگوں نے دینِ اسلام قبول کیا۔ آپ خود بھی شریعت کا بڑی سختی کے ساتھ اتباع کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت کے بغیر اپنی شیخ زادگی کے بھروسے پر راہبری اور پیشوائی کرے گا۔وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا"۔حقیقت تو یہ ہے کہ کفر و شرک پرمبنی ہندو معاشرے میں آپ کی تعلیمات لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔ذیل میں آپ کی تعلیمات اور تصنیفات سے اخذ کردہ چند اقوال ذوق قارئین کیلئے درج کئے جاتے ہیں۔

☆اگر اس کا ایک فعل بھی شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو وہ صوفی نہیں بلکہ شیطان ہے۔اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہئے۔

☆سخاوت کرنے سے خلق اللہ کا حق ادا ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مال کو خدا کے مقابلہ میں اپنے مال سے کہاں تک محبت ہے۔

☆فقر و معرفتِ الٰہی دریائے رحمت کی موجیں ہیں اور سخاوت اور کرم ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہیں۔

☆جو پیر و مرشد قوت باطنی نہ رکھے، ہر وقت مرید کی خبر گیری نہ کرے، اسے گناہ و معصیت سے روک نہ سکے، مرید کی جان کنی کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا اور عرض نہ کرے، اس نازک وقت سے صحیح وسالم پار نہ گزارے تو اسے پیر و مرشد نہ کہنا چاہئے۔

☆پیری و مرشدی کوئی معمولی کام نہیں۔وہ ایک راز و نیاز و رمز و اسرار ہے' حرص و حسد کا انجام آخر خواری و ذلت ہے۔

☆اہلِ دنیا' دنیا اور سیم و زر کے غلام ہیں اور دنیا اور سیم و زر فقیر عارف باللہ کے غلام ہیں۔

حضرت سلطان باھوؒ کی عظیم الشان تحریک کو آج پھر سے از سر نو شروع کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ملتِ اسلامیہ موجودہ گرداب سے بحفاظت باہر نکل سکے۔تمام خانقاہوں کے ذمہ داران پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے جانشینوں کو ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ مند کریں اور معاشرے میں دینِ اسلام کی تعلیمات کے فروغ کے لئے دن رات کوششیں کریں۔ آپ نے یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو وصال فرمایا۔آپ کا مزار شورکوٹ میں مرجع خلائق ہے۔آپ کی وفات کے ۷۰ سال بعد جب دریائے چناب میں شدید طغیانی آئی تو آپ کا وجود مبارک دوسری جگہ منتقل کرنے کی غرض سے تربت سے نکالا گیا تو موقع پر موجود خلق خدا یہ دیکھ کر حیران ہوگئی کہ آپ کا پورا وجود صحیح وسالم تھا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے فیض سے بہرہ مند فرمائے۔آمین

سلطان العارفینؒ کی ذات ستودہ کی عظیم المرتبت قافلہ تصوف کے سلطانِ عاشقاں، مصطفویؐ کی جان، صاحبان تقویٰ کی پہچان، خانوادہ علی مرتضےٰؓ کی آن، اولیا اللہ مردانِ خدا کی شان، پاکیزہ اوصاف کے پیکر، بندہ رحمٰن جنکی زندگی کا سانس بھی غفلت کے تصور سے پاک ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر پل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دھیان میں ڈھلا ہوا ہے۔انکی ذات اقدس پر لکھنا مشکل کام بالخصوص فقیر جیسے کم علم و کم عمل کیلئے لیکن مجھے ارشاد میرے عزیز اور عظیم شہزادہ سلطان احمد علی جنکی ذات اقدس سے فقیر کی نگاہ بصیرت کے حوالہ سے قدرت کریمہ نے کچھ اپنے محبوب کی محبوب اور دین متین، عظمت اسلام، تحفظ پاکستان اور بالخصوص خانقاہ عالیہ قدسیہ سلطان باھوؒ کے لئے کچھ کام لینا ہے۔اس نوجوان شہزادہ کی ذات بے شمار صلاحیتوں کی مظہر ہے عجز و انکساری گفتگو میں شستگی کے ساتھ ساتھ باریک نظری، معاملہ شناسی، حسنِ اخلاق، ادب، محبت، پیار اور ایثار کی صفات سے نواز رکھا ہے جو کہ قومی قیادت کیلئے انتہائی ضروری ہیں۔ان کے حکم پہ چند سطور حوالہ قلم کی ہیں تا کہ شہزادہ سلطان العارفین ناراض نہ ہوں خاص دعا ہے اللہ کریم بہ تصدق نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر دراز فرمائے۔

☆☆☆

حضرت سخی سلطان باھوؒ کے معاصرین مشائخ عظام

اے کے نیازی

مشائخ معاصرین میں وہ مشائخ شخصیات شامل ہیں جو حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ کے دور مقدس میں گذرے ہیں ان مشائخ میں خلفائے حضرت سخی سلطان باھوؒ کے علاوہ دو قسم کے معاصرین شامل ہیں ایک وہ شخصیات جن کی بیعت اور ملاقات حضرت سخی سلطان باھوؒ سے ثابت ہے ان کے ناموں کو "☆" سے شروع کیا گیا ہے دوسری وہ شخصیات ہیں جو آپؒ کے دور میں تو تھیں لیکن ان کی ملاقات آپؒ سے ثابت نہیں ہے انکے ناموں کو "O" سے شروع کیا گیا ہے۔ ان مشائخ کا مختصر تعارف کچھ اس طرح ہے۔

(1) خلفائے معاصر

1- ☆سید احمد شاہ و سید محمود شاہ۔

دونوں بھائی حضرت سلطان باھوؒ کے مرید اور فیض یافتہ تھے اور دونوں اورنگ زیب عالمگیر کے لشکر میں تھے دونوں بھائیوں کی اکٹھی زیارت گاہ کو "دربار بادشاہاں" کہا جاتا ہے جو کہ خوشاب میں ہے۔

2- ☆شیخ جنید قریشی

آپ سردار پور (ملتان) کے رہائشی تھے آپ کی ملاقات راوی کے کنارے حضرت سلطان باھوؒ سے ہوئی اور آپ مرید ہوئے۔

3- ☆سلطان حمید بکھری

آپ نے حضرت سلطان باھوؒ سے براہ راست فیض اور خلافت حاصل کی آپ کو ایک مجذوب تھپڑ مارنے لگا تھا تو حضرت سلطان باھو صاحبؒ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

4- ☆خلیفہ نورنگ کھتران

آپ نے حضرت سلطان باھو صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خلافت پائی آپ کا وصال (1108) ھ میں ہوا۔ آپ کے ایک فرزند کا مزار ڈی آئی خان میں ہے جن کا نام سلطان اللہ داد خان ہے آپ کے نامور فرزند سخو سلطان گذرے ہیں۔

5- ☆خلیفہ ملا معالی

آپ علاقہ ڈھاڈر سے تھے جو قندھار سے ملحق تھا آپ نے بھی خلافت حضور سلطان باھو صاحبؒ سے حاصل کی آپ کا مزار شہر سبّی کے قریب کرک میں ہے آپ کے خانوادہ کے افراد آج کل اخوند کہلاتے ہیں۔

6- ☆ملا مصری

آپ ملا معالی کے ہمراہ آپ کی بارگاہ میں آئے اور فیض یاب ہوئے آپ کا مزار بھی ڈھاڈر (بلوچستان) میں ہے۔

7- ☆عالم شاہ

آپ بھی حضور سلطان العارفینؒ کی بارگاہ میں ملا معالی کے ہمراہ آئے تھے ان کا مزار قندھار میں ہے۔

8- ☆سید موسن شاہ گیلانی

آپ سندھ کے علاقہ کوگی میں سکونت پذیر تھے آپ ایک کمہار کے ہمراہ حضور بادشاہ کریمؒ کی بارگاہ میں آئے تھے آپؒ نے موسن شاہ کو ظاہری تعلیم کے لئے واپس بھیج دیا تھا اور بعد میں آپ کے بڑے صاحبزادے سلطان نور محمد کے بیعت ہوئے۔

9- ☆شیخ کالو

آپ شیخ جنید کے فرزند تھے اور ملتان (سردار پور) میں رہائش پذیر تھے آپ حضرت سلطان باھو صاحبؒ کے مرید باصفا تھے اور سردار پور میں مدفون ہوئے۔

10- ☆فاطمہ مستوئی

آپ بچپن میں پنگوڑے میں پڑی رو رہی تھیں کہ حضور سلطان باھوؒ نے جھولا جھلا کر قلب میں اسم اللہ نقش فرما کر ولیہ بنا دیا آپ کا مزار ڈیرہ غازی خان "دھوا" میں ہے۔

11- ☆پسر فیروز سیلاچی

بلوچستان سے فیروز، میر چاکر خان رند بلوچ کے ہمراہ پنجاب آئے اور حضور سلطان باھو صاحبؒ سے فیض حاصل کیا آپ کا مزار "ست گرہ" میں ہے۔

2. مشائخ معاصر

12- ☆پیر عبدالرحمن دہلوی گیلانیؒ

حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ کی ملاقات آپ سے ۱۰۷۸ھ میں ہوئی۔ آپ پیر حبیب اللہ شاہ قادری کے مرشد تھے۔ آپ سلطنتِ دہلی میں منصب دار تھے بلکہ شاہی خزانہ خاص کے امانت دار یا کلید دار تھے جس کے باعث محفوظ اور مناسب عمارت کے ساتھ کئی مسلح پہرہ داروں کا انتظام آپ کو حاصل تھا اور چہرے پر انوار و تجلیات کی شدت کی وجہ سے ہر وقت نقاب اوڑھ کر رکھتے تھے۔ حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ نے ظاہری بیعت آپ کے دست مبارک پر کی۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

13- ☆شاہ حبیب اللہ قادریؒ

آپ کا مسکن دریائے راوی کے کنارے بغداد نامی گاؤں میں تھا۔ حضرت سخی سلطان باھو صاحبؒ تلاش مرشد کے زمانے میں آپ کے پاس گئے اور آپ نے حضرت سلطان باھو صاحبؒ کے امتحانات لئے۔ جس کے بعد انہوں نے حضور سلطان العارفینؒ کی بساط طلب کو دیکھتے ہوئے فیض رسانی سے معذرت کر لی کہ وہ اس مقام کے مرشد نہیں ہیں کہ اتنے عظیم طالب مولیٰ کو سیراب کر سکیں جس کے بعد آپ نے حضرت سلطان باھو صاحبؒ کو پیر عبد الرحمٰن دہلوی کی طرف اشارہ فرمایا۔

14- ☆اورنگزیب عالمگیر

اورنگزیب عالمگیر کی پیدائش ۱۰۲۸ھ جبکہ وصال ۱۱۱۸ھ کو ہوا نور احمد فریدی کے مطابق آپ کی تاجداری ۱۰۷۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی پہلی ملاقات حضرت سلطان باھو صاحبؒ سے ۱۰۵۹ھ میں ہوئی اس وقت اورنگزیب عالمگیر کی عمر ۳۸ سال اور حضور سلطان العارفینؒ کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ (یہ ملاقات وزیر اعظم سعد اللہ خان آف جھنگ (صوبہ ملتان) کے گھر میں ہوئی تھی چونکہ حضرت سلطان باھو صاحبؒ کے چرچے بچپن میں ہی دور دراز علاقوں تک پھیل گئے تھے اور آپؒ کے والد قلعہ شور کے سرکاری قلعہ دار بھی تھے اس لئے اورنگزیب عالمگیر اپنے قلعہ دار کے مادرزاد ولی اللہ بیٹے سے ملاقات کیلئے آئے تھے (بحوالہ ذخیرۃ الخوانین)) حضور سلطان العارفینؒ سے اورنگزیب کی دوسری ملاقات ۱۰۶۲ھ جبکہ تیسری ملاقات ۱۰۷۸ھ بمقام جامع مسجد دہلی میں ہوئی۔ وہیں پر حضور سلطان العارفینؒ نے اورنگزیب عالمگیر کو" اورنگ شاہی" رسالہ عنایت فرمایا۔ حضرت سلطان باھو صاحبؒ نے اورنگزیب عالمگیر کو ان الفاظ میں یاد فرمایا۔ "عین الفقر" میں "اورنگ شاہی"، "قرب دیدار" اپنی کتب میں عبید اللہ اور اورنگزیب غازی بادشاہ، "عین العارفین" میں اورنگزیب عادل طریقہ نبوی میں خاص کامل، زاہد، عابد، خداترس، محرم اسرار وحدت کبریا تک کے اوصاف والقاب سے یاد فرمایا۔

15- ☆نواب شیخ موسیٰ گیلانیؒ

آپ سید حامد گنج بخش کے فرزند تھے جو سید جمال الدین موسیٰ پاک کے فرزند تھے۔ چودھویں پشت میں سلسلہ نسب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۰۷۴ھ میں ہوا۔

16- ☆نواب موسیٰ پاک دینؒ

آپ ملتان کے گورنر تھے۔ آپ کو عالمگیر نے داراشکوہ کے بھاگ جانے کی وجہ سے معزول کر دیا تھا۔ آپ کا وصال ۱۰۷۴ھ میں ہوا۔

17- ☆سید عبد القادر ثالثؒ

آپ سید نواب شیخ موسیٰ گیلانی کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰۲۶ھ جبکہ وصال ۱۰۸۲ھ میں ہوا۔

18- ☆حضرت سید امیر حجرویؒ

آپ حضرت سیف الرحمٰن ابن سید محمد مقیم محکم الدین حُجروی کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت بہاول شیر حُجروی سے جا ملتا ہے۔ سید امیر جیلانی حجرہ شاہ مقیم میں ہی پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۱۰۲ھ میں ہوئی۔ حضرت سلطان باھو صاحبؒ نے "گنج الاسرار" میں آپ کی توصیف فرمائی۔

19- ☆سید جلال الدین بخاریؒ

یہ بزرگ جلال الدین سرخ پوش کے علاوہ تھے۔ جو آپ کے ہمعصر تھے۔ آپ کی اولاد میں سے سید گل شاہ نامی بزرگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے حضرت سلطان باھو صاحبؒ کے مزار پاک کی پہلی بار منتقلی کے موقع پر قلعہ قہرگان سے صندوق سے جسد مبارک اپنے ہاتھوں سے برآمد کرنے کا شرف حاصل کیا۔

O-20 شیخ محمد طاہر لاہوری قادری (۹۸۳ھ۔۱۰۴۰ھ)

آپ نے اسکندر بن شاہ کمال کیتھلی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ آپ کا مزار لاہور میں میانی کے قبرستان میں ہے۔

O-21 شیخ حاجی لگن شور پانی (ف ۱۰۴۳ھ)

آپ حضرت پیر کبار کی اولاد میں سے تھے آپ کا مزار قصور میں ہے۔

O-22 شیخ حاجی عبد الکریم چشتی لاہوریؒ (ف 1045ھ)

آپ کے والد عمادی الملک عبد اللہ انصاری سرکار شاہی میں امیر کبیر تھے آپ شیخ نظام الدین بلخی کے مرید تھے آپ کا مزار لاہور میں متصل باغ زیب النساء بیگم المشہور موضع کوٹ خجلی میں ہے۔

O-23 سید شاہ بلاول لاہوری (۹۷۶ھ۔۱۰۴۶ھ)

آپ کے والد کا نام عثمان اور دادا کا نام سید عیسیٰ قادری تھا آپ شیخ فتح محمد کے شاگرد تھے آپ کا مزار لاہور میں دہلی دروازے کے قریب ہے۔

O-24 شیخ ابو سعید چشتی صابری گنگوہیؒ (ف 1049ھ)

یہ بزرگ فرزند دل بند شیخ نور الدین بن عبد القدوس گنگوہی تھے اور شیخ نظام الدین بلخی کے خلیفہ تھے آپ کا مزار گنگوہ میں ہے۔

O-25 شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ)

آپ سید موسیٰؒ کے مرید تھے جو کہ حضور غوث پاکؒ کی اولاد سے تھے اس کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید ہوئے آپ کا پورا نام شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد ترک دہلوی اور کنیت ابوالمجد تھی۔

O-26 حضرت میاں میر (۹۳۸ھ۔۱۰۵۴ھ)

آپ کا اسمِ گرامی میر محمد تھا۔ شاہ میر، میاں جیو اور بالا پیر کے القاب سے مشہور تھے۔ ۲۸ ویں پشت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تھے۔ آپ کے والد کا نام قاضی سائیں دتا تھا۔

O-27 شیخ حامد لاہوری (ف ۱۰۵۴ھ)

آپ سید آدم بنوری کے خلفائے خاص میں سے تھے آپ کم سوتے، کم کھاتے اور کم بولتے تھے۔

O-28 سید محمد مقیم محکم الدینؒ (ف ۱۰۵۵ھ)

آپ شاہ ابوالمعالی کے فرزند اور سید جمال اللہ حیات المیر کے خلیفہ و مرید تھے۔ آپ کا مزار حجرہ میں ہے۔

O-29 شیخ مادھو لاہوری (۹۸۳ھ۔۱۰۵۶)

آپ شیخ حسین لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے آپ کے والد برہمن تھے آپ غیر معمولی حسین و جمیل تھے اور شیخ حسین سے بیعت ہوئے۔

O-30 شیخ محمد صادق گنگوہی حنفی چشتی صابریؒ (ف ۱۰۵۸ھ)

آپ فتح اللہ گنگوہی کے صاحبزادے تھے آپ شیخ ابو سعیدؒ کے خلفاء میں سے تھے آپ وجد سماع محبت و عشق میں یگانۂ زمانہ تھے۔

O-31 شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابریؒ (ف ۱۰۵۹ھ)

شیخ جان اللہ لاہوری کے یہ بزرگ خلیفہ علومِ ظاہری و باطنی میں طاق یگانۂ آفاق تھے۔ آپ کا مزار گوہر بار لاہور میں ہے۔

O-32 حضرت خواجہ بہاری (ف ۱۰۶۰ھ)

آپ فقہ اور حدیث کے علوم میں پوری دسترس رکھتے تھے آپ حاجی پور کے شہر سے تشریف لائے اور کودہ پور میں سکونت پذیر ہوگئے آپ حضرت میاں میر لاہوری سے بیعت رکھتے تھے۔

O-33 سید شاہ جمال قادری (ف ۱۰۶۱ھ)

آپ شیخ لکرا کے مرید تھے آپ کا سلسلہ طریقت حضرت شیخ شہاب الدین سے جاملتا ہے۔ آپ کا مزار اچھرہ (لاہور) میں ہے۔

O-34 حضرت شیخ رحمکار (کاکا صاحب) (۸۹۳ھ۔۱۰۶۳ھ)

آپ کا نام کستیر گل تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۷ پشت میں حضرت امام حسین سے جاملتا ہے۔ آپ کا مزار نوشہرہ کے نواح میں ہے۔

O-35 شاہ سلیمان قادریؒ (ف ۱۰۶۵ھ)

آپ شاہ معروف قادریؒ کے خلیفہ تھے آپ کے والد منگو موچی موضع بھیلووال میں رہتے تھے۔ آپ سماع سنتے اور وجد میں بے ہوش ہو جاتے تھے۔

O-36 سید جان محمد حضوریؒ (ف ۱۰۶۵ھ)

آپ شاہ نور کے صاحبزادے تھے آپکا مزار گڑھی شاہو (لاہور) میں ہے۔ آپ جلد سازی کے کاموں پر گزارا کرتے تھے۔

O-37 شیخ حامد قاری سہروردیؒ (ف ۱۰۶۶ھ)

عہد محمد شاہ بادشاہ میں یہ بزرگ لاہور میں بڑے فقیر تھے آپ کے مرشد مولوی تیمور تھے آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-38 محمد دارا شکوہ قادریؒ: (۱۰۲۴ھ۔۱۰۶۸ھ)

آپ شاہجہان کے بڑے فرزند تھے۔ آپ صوفی منش شخص تھے آپ ملا شاہ قادری کے مرید تھے۔

O-39 شاہ چراغ لاہوری (ف ۱۰۶۸ھ)

آپ کے والد کا نام سید عبدالوہاب تھا۔ آپ چراغ شاہ کے لقب سے مشہور تھے شاہجہان نے آپ کے روضہ مبارک کی تعمیر کرائی۔

O-40 حضرت سرمد کاشانی (ف ۱۰۷۱ھ)

ابوالکلام کے مطابق سرمد یہود النسل تھے اور ان کا اسلامی نام سعید تھا اور انہیں اورنگزیب نے ۱۰۷۱ھ کو حلاج کی طرح تختہ دار پر لٹکا دیا تھا۔

O-41 شاہ ابوتراب معروف بہ شاہ گدا حسینی قادریؒ (ف ۱۰۷۱ھ)

آپ شیراز کے رہنے والے تھے۔ آپ شیخ وجیہ الدین شطاریہ کے مرید تھے آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-42 شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوریؒ (ف ۱۰۷۱ھ)

آپ شیخ عبدالخالق کے جانشین تھے نہایت عابد، زاہد اور متقی شخص تھے آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-43 ملا شاہ قادری بدخشی (ف ۱۰۷۲ھ):

آپ حضرت میاں میر کے خلیفہ تھے اور دارا شکوہ اور جہان آرا بیگم کے مرشد تھے۔

O-44 حضرت شاہ ابوالمعالی: (۹۶۰ھ۔۱۰۷۴ھ)

آپ کا لقب خیر الدین تھا ۲۹ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسبی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ کے مرشد شیخ داؤد کرمانیؒ تھے جن کا وصال ۱۰۱۰ھ میں ہوا۔ اس کے بعد آپ نے لاہور میں سکونت اختیار فرمائی۔

O-45 شاہ دولہ گجراتی (ف ۱۰۷۵ھ)

آپ کا سلسلہ نسب سلطان بہلول لودھی سے جا ملتا ہے اور سلسلہ طریقت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سے ملتا ہے۔

O-46 شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوریؒ (ف ۱۰۷۵ھ)

آپ عطاء اللہ نازلی کے فرزند تھے اور شیخ شمس الدین ابوالفتح کے مرید وخلیفہ تھے آپ گور میں رہتے تھے۔

O-47 شیخ محمد معصومؒ (ف ۱۰۷۹ھ)

آپ شیخ احمد مجدد الف ثانی کے فرزند تھے علوم کی تکمیل اپنے والد محترم سے کی اور انہی کے مرید تھے۔

O-48 شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری (ف ۱۰۸۲ھ)

آپ شیخ محمد عارف کے خلیفہ تھے اور مشائخ چشت میں بزرگ حیثیت کے حامل تھے۔ آپ فرید الدہر اور وحید العصر کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-49 شاہ عبدالرزاق مکیؒ (ف ۱۰۸۲ھ)

آپ شاہ موج دریا کے مرید وخلیفہ تھے آپ کا مزار انارکلی لاہور میں ہے جس کے ساتھ عالیشان مسجد بھی ہے۔

O-50 شیخ محمد اسماعیل مشہور بہ میاں وڈا صاحب (۹۹۰ھ۔۱۰۸۵ھ):

آپ کے والد کا نام فتح اللہ تھا آپ کی قوم کھوکھر تھی آپ کی ولادت ۹۹۰ھ میں ہوئی آپ کا مزار لاہور میں ہے آپ شیخ عبد الکریم سہروردی کے شاگرد تھے۔

O-51 شاہ محبوب عالم ابن سید عبدالوہابؒ (۱۰۱۱ھ۔۱۰۹۱ھ)

آپ کا مدفن شورکوٹ میں ہے۔ آپ پیران پیر کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔

O-52 شیخ محمد داؤد گنگوہیؒ (ف ۱۰۹۵ھ)

آپ شیخ محمد صادق کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ آپ ہمت عالی اور حالت قوی رکھتے تھے۔

O-53 بابا داؤد مشکوتیؒ (ف ۱۰۹۷ھ)

آپ کشمیر سے تھے۔ مشکوۃ المصابیح متن اور سند کے ساتھ یاد تھی اس لئے مشکوتی مشہور تھے۔

O-54 پیر محمد شیرازی چشتیؒ (ف ۱۱۰۰ھ)

شاہ پور آپ کا اصل وطن تھا جبکہ خوشاب کے سید تھے اور خاندان چشتیہ سے بیعت تھے آپ کا مقبرہ مزنگ لاہور میں ہے۔

O-55 حضرت نوشہ گنج بخشؒ (ف ۱۱۰۳ھ)

آپ شاہ سلیمان قادری کے خلیفہ تھے اور حاجی علاؤالدین کے صاحبزادہ تھے جنہوں نے سات مرتبہ حج کیا تھا۔

O-56 شیخ محمد فاضل قادری بٹالویؒ (ف ۱۱۱۵ھ)

آپ شیخ محمد افضل کلانوری کے خلیفہ تھے آپ کا مزار قصبہ بٹالہ میں ہے۔

O-57 شاہ ابوالمعالی چشتی صابریؒ (ف ۱۱۱۶ھ)

آپ شیخ محمد داؤد کے خلیفہ تھے ان کے علاوہ شیخ محمد صادق گنگوہی کی صحبت میں بھی رہے آپ سید محمد اشرف کے صاحبزادے تھے۔

O-58 حضرت امام بری سرکارؒ (۱۰۶۲ھ۔۱۱۱۷ھ)

آپ سید شاہ محمود کے بیٹے تھے آپ موضع کرسال (چکوال) میں پیدا ہوئے آپکا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظمؓ سے ملتا ہے آپ کا سلسلہ قادریہ تھا اور آپ حضرت حیات المیر کے مرید تھے آپ کا مزار نور پور شاہاں اسلام آباد میں ہے۔

O-59 شاہ رضا قادری لاہوریؒ (ف ۱۱۱۸ھ)

آپ شیخ محمد فاضل لاہوری کے خلیفہ تھے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-60 عبدالرحمٰن المعروف رحمان باباؒ (۱۰۴۲ھ۔۱۱۱۸ھ)

آپ مہمند قبیلہ کے غوری خیل گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کی ولادت کوہاٹ میں ہوئی۔ آپ کا پشتو میں دیوان نہایت مشہور ہے۔

O-61 شیخ عبدالرشید جالندھری چشتیؒ (ف ۱۱۲۱ھ)

آپ شہر جالندھر سے تھے اور سید اشرف کے صاحبزادے تھے اور شاہ ابوالمعالی کے مرید تھے۔

O-62 حضرت شاہ درگاہی لاہوری (ف ۱۱۲۲ھ):

آپ سلسلہ قادریہ میں شیخ عبدالرزاق شاہ چراغ لاہوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کا مزار سید اسماعیل محدث کے مزار سے متصل ہے۔

O-63 شیخ سوندھا چشتی صابریؒ (ف ۱۱۲۹ھ)

آپ شیخ داؤد چشتی گنگوہی کے خلیفہ تھے اور شیخ مومن صدیقی کے فرزند تھے آپ کا شجرہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے۔

O-64 صوفی شاہ عنایتؒ (۱۰۲۵ھ۔۱۱۳۰ھ)

آپ کا نام عنایت اللہ ابن مخدوم فضل اللہ تھا آپ کے آباؤ اجداد بغداد شریف سے آئے اور اچ شریف میں سکونت پذیر ہوئے آپ کا مزار جھوک میں ہے۔

O-65 سیّد محمد سعید الخاطب بمیران شاہ بھیکھ چشتی صابریؒ (ف ۱۱۳۱ھ)

آپ حضرت شاہ ابوالمعالی کے بڑے خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے آپ کا مزار قصبہ گھرام میں ہے۔

O-66 سید شاہ عبداللہ مجذوب نوشاہیؒ (ف ۱۱۳۱ھ)

آپ نواب میر مرتضیٰ خان کے بیٹے منصبدار ہفت ہزاری دربار عالمگیری میں تھے۔ آپ شیخ حاجی محمد نوشاہ کے مرید تھے۔

O-67 نانو مجذوب نوشاہیؒ (ف ۱۱۳۵ھ)

آپ حاجی محمد نوشاہ گنج بخش کے مرید تھے آپ کو قطاع الطریقوں (ڈاکوں) نے شہید کیا۔

O-68 مخدوم شاہ عالم صدر جہانؒ (ف ۱۱۳۶ھ)

یہ بزرگ بزرگان دین متین سے صاحب عشق و محبت و زہد و ریاضت کشف و کرامات دہلی کے علاقے میں گزرے ہیں ان کا مزار قصبہ وزیر آباد میں ہے۔

O-69 حافظ طاہر مجذوب نوشاہیؒ (ف ۱۱۳۶ھ)

آپ حضرت نوشاہ کے مرید تھے جنہوں نے آپ کو مجدداً مسلمان کر کے فیض بخشا تھا۔

O-70 سید احمد شیخ الہند گیلانیؒ (۱۱۳۶ھ)

آپ قادریہ سلسلہ سے تھے۔ آپ وزیر آباد کے گاؤں کھلہ میں رہتے تھے۔

O-71 پیر زہدی لاہوریؒ (ف ۱۱۴۰ھ)

آپ کا نام وجیہ الدین تھا آپ سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ سعدی بلخاری لاہوری کے مرید تھے۔ آپ کا مزار مزنگ میں ہے۔

O-72 محمد عنایت اللہ قادریؒ (۱۰۵۶ھ۔۱۱۴۱ھ)

آپ شاہ رضا قادری شطاری کے مرید تھے اور بلھے شاہ قصوری آپ سے بیعت تھے۔

O-73 حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (۱۰۶۰ھ۔۱۱۴۲ھ)

آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا آپ نے قرآن القرآن، عشرہ کاملہ، سواء السبیل، کشکول وغیرہ کے نام سے کتب تصنیف فرمائیں۔

O-74 شیخ فتح شاہ شطاری (ف ۱۱۵۰ھ)

آپ شاہ لطیف برہان پوری کے عظیم المرتبت خلفاء میں سے تھے آپ کا سلسلہ محمد غوث گوالیری سے جا ملتا ہے آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-75 شاہ محمد غوث لاہوری (ف ۱۱۵۲ھ)

آپ سید حسین پشاوری کے صاحبزادے اور مرید تھے آپ کا سلسلہ قادریہ تھا آپ لاہور میں مدفون ہیں۔

O-76 حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحبؒ (۱۰۹۰ھ۔۱۱۵۳ھ)

آپ خانوزئی کے گاؤں کوئٹہ پشین میں پیدا ہوئے آپ کے والد سکندر شاہ سنیا کاکڑ قبیلہ میں سے تھے۔ آپ کا مزار ڈکی میں ہے۔

O-77 حضرت خواجہ ایوب قریشیؒ (ف ۱۱۵۵ھ):

آپ نے شرح ایوبی تحریر فرمائی۔ آپ مفتی حافظ محمد تقی کے مرید تھے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-78 حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۰۹۹ھ۔۱۱۶۵ھ)

آپ سید حبیب شاہ کے صاحبزادے تھے آپ کا نسبی تعلق خاندان امام موسیٰ کاظمؓ سے ہے۔ آپ اپنے والد صاحب کے دست بیعت تھے آپ کا مزار مبارک بھٹ شاہ (سندھ) میں ہے۔

O-79 شیخ حاجی سعید محمد لاہوری (ف ۱۱۶۶ھ)

آپکا سلسلہ قادریہ تھا آپ سید محمود بن سید علی حسینی گردی کے خلیفہ تھے اور مدینہ منورہ میں ان سے بیعت کی آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

O-80 شیخ میر محمد یعقوب لاہوریؒ (ف ۱۱۷۹ھ)

آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے آپ سید فضل علی لاہوری کے مرید تھے آپ کا مزار متصل موضع مزنگ ہے۔

O-81 حضرت سید بلھے شاہ قصوریؒ (۱۰۹۱ھ تا ۱۱۸۱ھ)

آپ بہاولپور کے مشہور گاؤں اُچ گیلانیاں میں پیدا ہوئے آپ شاہ عنایت قادری کے مرید تھے اور آپکا سلسلہ نسب ۱۳ ویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام حضرت سید سخی شاہ محمد تھا۔ آپ کا مزار قصور میں ہے۔

کتابیات

۱) مراۃ سلطانی از ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب
۲) سیر عارفاں از حسن دہلوی
۳) ذخیرۃ الخوانین از شیخ فرید بھکری
۴) حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور لاہوری
۵) علمائے پاکستان و ہند از غلام حبیب سبحانی ایڈوکیٹ
۶) آب حیات از محمد حسین آزاد

☆☆☆☆☆

حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے معاصرین ادباء

ادارہ

حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے جہاں اپنی باطنی ہمت اور قوت خداداد سے ایک جہاں کو سیراب کیا اور دین اسلام میں ایک روح پھونک کر صحیح معنوں میں محی الدین مصطفےٰ ثانی مجتبیٰ آخرزمانی کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ وہاں آپ کی تصنیفات ادب کے میدان میں ایک بیش بہا علمی وادبی سرمایہ ہے۔ آپ کی زندگی اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ تھی۔ آپ نے بھرپور معاشرتی زندگی گزاری اور ماحول کا اثر لینے کی بجائے ماحول پر اثرانداز ہوئے۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اہل زمانہ ہمیشہ صاحب زمانہ کے مزاج کے مطابق اثر لیتے ہیں۔ یہ آپ کے مزاج گرامی کا اثر ہے کہ آپ کے دور مبارک میں (۱۰۳۹ھ تا ۱۱۰۲ھ) نامور روحانی لوگ پیدا ہوئے اور اورنگزیب عالمگیرؒ جیسے سلطان اسلام نے برصغیر پاک وہند میں خلفاء راشدین کے دور کی یاد تازہ کر دی۔ آپؒ جامع صفات الٰہی تھے۔ اس لئے معاشرہ کے ہر طبقے نے آپؒ کے فیوض وبرکات سے استفادہ کیا۔ آپؒ کے دور میں بڑی نامور ادبی شخصیات گزری ہیں اور اس دور میں علم وادب کے آسمان پر درخشندہ ستارے طلوع ہوئے۔ جن میں سے ہم چند ایک کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

○ مرزا عبدالقادر بیدل (۱۰۵۴ھ تا ۱۱۳۳ھ)

صوبہ بہار (بھارت) کے شہر پٹنہ میں پیدا ہوئے قوم کے مغل تھے مرزا کے والد قادری المشرب صوفی تھے۔ آپ کو کئی صوفیاء کی صحبت میسر آئی۔ آپ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ علامہ اقبالؒ ان کے مداح تھے ان کا کلام افغانستان میں بہت مقبول ہے۔ نثری تالیفات کے علاوہ شاعری میں آپ کا کلام بہت زیادہ ہے حضرت سلطان باھُوؒ کے کلام میں جو وجد، جوش، بے نیازی پائی جاتی ہے وہی رنگ ہمیں مرزا عبدالقادر بیدل کے کلام میں بھی ملتا ہے۔

دنیا اگر دہند نخیزم زجائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش
عالم ہمہ یک جلوۂ ذات احد است
ایں جا ہیولیٰ نہ صورت نہ جسد است
کثرت آثار چشم واکردن است
ایں صفر چوں محو شد ، ہماں یک عدد است

○ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (۱۰۵۰ھ تا ۱۱۴۲ھ)

دہلی کے ایک مشہور صدیقی خاندان میں پیدا ہوئے ان کے دادا مغل شہنشاہ شاہ جہاں کے دور کے مشہور ماہرین فن تعمیر میں سے تھے۔ جامع مسجد دہلی کی پیشانی پر آپ کے والد ماجد استاد نوراللہ کے ہاتھوں کے کتبے آج بھی موجود ہیں آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں۔ قرآن القرآن، عشرہ کاملہ، کشکول کلیمی، مرقع، تسنیم، الہامات کلیمی، شرح القانون وغیرہ۔ آپ کی تصنیفات میں اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی گئی ہے آپ نے دہلی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

○ میر زاہد ہروی (ف ۱۱۰۱ھ)

قاضی میر زاہد کا شمار گیارھویں صدی ہجری کے نامور صاحب قلم شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ مغل بادشاہ شاہ جہاں کے ایک معزز منصب دار تھے۔ اس کے بعد اورنگزیب عالمگیرؒ کے ساتھ رہے۔ آبائی وطن ہرات ہے۔ صوفی المشرب تھے۔ میر زاہد نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ شرح مواقف، حاشیہ رسالہ قطبیہ اور حاشیہ شرح تہذیب جلالی۔ آپ کی معرکۃ الآرا کتب، منطق، فلسفہ اور علم الکلام میں کامل مہارت کا زندہ ثبوت ہیں۔ ۱۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

○ ملا محمود جونپوری (۹۹۳ھ تا ۱۰۶۲ھ)

ولید پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ نسب حضرت سیدنا عمر فاروقؓ سے جا کر ملتا ہے۔ ادیب بے بدل تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں شمس بازغہ مشہور تصنیف ہے۔ خود شاعر بھی تھے اور شعر وسخن سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ جونپور میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

○ قدسی مشہدی (ف ۱۰۵۶ھ)

پورا نام محمد جان تھا مشہد میں پیدا ہوئے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی غزل میں درد وسوز پاکیزگی خیال اور اخلاق کا نمونہ ہے۔ ان کی مقبول عام نعت کا شعر ہے۔

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

می لذتِ دردِ تو بہ درمان نہ فروشم
کفرِ سرِ زلف تو نہ ایمان نہ فروشم
در دل ز خیال گل رو تو خلیدہ
خاری کہ بصد گلشن رضوان نہ فروشم

آپ نے ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔

○ صائب تبریزی اصفہانی (۱۰۱۰ھ تا ۱۰۸۰ھ)

پورا نام مرزا محمد علی ہے۔ شاہ جہاں کے دور میں ہندوستان آئے لیکن پھر واپس چلے گئے۔ شاہ عباس صفوی دوم نے ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ کلام میں حقیقت شناسی کو دیکھ کر حضرت سلطان العارفینؒ سے ملاقات کا امکان بھی ہوتا ہے۔ نمونہ کلام

زیست خود ساخت دولت ہرچہ را رد فقر
مشعل شاہ از کہن دلق گدایان روشن است
نیست ہر آئینہ را تاب رخ گل رنگ او
ہم مگر آئینہ سازند از دل چو سنگ او

○ سید مرتضٰی شاہ (ف ۱۰۷۳ھ)

مرشد آباد میں پیدا ہوئے صوفی المشرب تھے آپ کی دو کتابیں "یوگ قلندر اور پدوالی" مشہور ہیں آپ کے اشعار بھی بہت مقبول ہیں۔ نمونہ کلام

فارغ از شود و بے غم از ضررم
دو جہان را بہ نیم جو الخرم
از فریب جہان خبر دارم
تا نہ گوئی کہ مرد بے خبرم

○ شاہ مراد (ف ۱۱۱۲ھ)

قادری سلسلہ سے منسلک تھے آپ کے کلام کا مجموعہ گلزار شاہ مراد کے نام سے چھپ چکا ہے۔ فارسی اور پنجابی میں شاعری کی چکوال کے رہنے والے تھے۔ آپ کا مدفن تکیہ شاہ مراد ہے۔

○ مرزا محمد نعمت خان شیرازی (۱۰۵۰ھ تا ۱۱۲۱ھ)

فنون شعر و انشا پردازی میں اپنے وقت میں قابل رشک شخصیت ہوئے ہیں۔ شیراز میں پیدا ہوئے تھے آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں نعمت عظمٰی وقائع نعمت خان عالی، دیوان عالی مشہور ہیں۔

اگر طالب معبودی بر خیزد بگو اللہ
چوں بندہ مقصودی بر خیزدہ بگو اللہ
در خلق خدا می باش چوں گل بصفائی باش
در یاد خدا می باش بر خیزد بگو اللہ

○ خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ تا ۱۱۰۰ھ)

آپ افغانوں کے خٹک قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے صاحب سیف اور صاحب قلم تھے سرحد کے خٹک یوسفزئی آفریدی جدون مہمند اور بنگش افغانوں کی جمعیت قائم کر کے مغلوں سے برسرِ پیکار رہے۔ فارسی اور پشتو میں آپ کی شاعری بہت بڑا سرمایہ ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ سے آپ کی ملاقات کا امکان بھی ہے۔ کیونکہ آپ اولیاء کرام سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں غیرت، حمیت، جذبِ ملی کا عنصر نمایاں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ کا مدفن اکوڑہ خٹک میں ہے۔

○ میر محمد احسن ایجاد سرہندی (ف ۱۱۳۲ھ)

اپنے دور کی معروف ادبی شخصیتوں میں سے تھے۔ ان کے امراء سے قریبی تعلق تھے۔ آپ نے ایک ضخیم دیوان مرتب کیا تھا جو تمام اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ شاعری میں ناصر علی اور بیدل کے شاگرد تھے۔ اکبر آباد میں وفات پائی۔ نمونہ کلام

سخن ما ہمہ اعجاز رسول اللہ است
نسخہ ہر کہ ز ما برد کتابی گردد
شعر ز بسکہ دریں تازہ غزل ریختہ است
دارد آن رتبہ کہ دیوان سحابی گردد
فکر ایجاد ناز کست امروز
غزل او شنیدنی دارد

آپ کے دیوان کا قلمی نسخہ نیشنل میوزیم دہلی میں محفوظ ہے۔

○ محمد افضل سرخوش (۱۰۵۰ھ تا ۱۱۲۶ھ)

کشمیر میں پیدا ہوئے نسباً مغل تھے۔ اپنے دور کے مشہور تذکرہ نگار اور شاعر تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ دہلی کے ایک صوفی مرزا نظام الدین طالع کے مرید تھے۔ تصوف میں گہری دلچسپی تھی۔ بیدل سے ان کے شاعرانہ مقابلے اور ادبی معرکے ہوتے رہے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر سے فی البدیہہ شعر کہنے شروع کر دیے تھے۔ کلمات الشعراء آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ کی حضرت سلطان العارفینؒ سے لاہور میں قیام کے دوران ملاقات کے امکان بہت زیادہ ہیں کیونکہ اس پر شہادت یہ ہے کہ جب آپ دہلی میں غلہ جات کے ناظم تھے اور چوک سعد اللہ خان میں مقیم تھے تو آپ کے دروازہ پر حضرت سلطان العارفینؒ کا مشہور جملہ "گر بیائی در باز است وا گر نیائی حق بے نیاز است" لکھا ہوا تھا۔ دہلی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ نمونہ کلام

سرخوش کار الہ فضل و کرم است
از معصیت و سیہ کاری چہ غم است
رخشیدن برق بین و جوش باران
رحمت چہ فزون غضب چہ بسیار کم است

○ راسخ سرہندی (۱۰۶۰ھ تا ۱۱۰۷ھ)

پورا نام میر محمد زمان تھا۔ نسباً میر ہیں۔ والد کا نام میر مراد تھا۔ شاعری میں اپنے چچا مفاخر حسین ثاقب سے اصلاح لی۔ شہزادہ اعظم شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی ایک اچھے سپاہی اور اچھے شاعر تھے۔ آخری زندگی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور سرہند میں وفات پائی۔ آپ کی مثنوی مشہور ہے۔

○ ناصر علی سرہندی (۱۰۴۸ھ تا ۱۱۰۸ھ)

سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپ نواب سیف خان حاکم کشمیر کے ہاں ملازم ہوئے اور اس کی وفات تک اس کے ساتھ رہے۔ نواب سیف خان کی وفات کا آپ کو دلی صدمہ ہوا اور پر سوز مرثیہ لکھا اورنگزیب عالمگیرؒ کے عہد میں آپ بیدل کے بعد فارسی کے عظیم شاعر تھے۔ ناصر سرہندی کو مے نوشی کی عادت پڑ گئی تھی لیکن آخرکار شیخ معصوم سرہندی کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ بڑے غیور مزاج آدمی تھے۔ ایران جانے کی تمنا میں ملتان تک آئے ہو سکتا ہے اس وقت ان کی ملاقات حضرت سلطان العارفینؒ سے بھی ہوئی ہو کیونکہ واپسی پر آپ دنیا سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے اور یہ اثر ان کے کلام پر بھی ہے۔ نمونہ کلام

آنم کہ ز فقرِ احمدی آگاہ ام
در انجمن قبول صاحب جاہ ام
معشوق قلندرم جہاں ملک من است
یعنی کہ خلیفہ رسول اللہ ام

پھر دنیا سے بے رغبت ہو گئے۔ آپ کو حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی سے بہت عقیدت تھی۔ اسکے بعد درویشانہ زندگی گزاری دہلی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ تصانیف میں دیوان، مثنوی دفتر اول، مختصر مثنویاں متعدد، نثری تحریریں، عین الحیوٰۃ مشہور ہیں۔ نمونہ کلام

سخن را آفریدم جان دمیدم
بہ اقرار خدائے برگزیدم
الست سرزد از من او بلیٰ گفت
منش یا عبد، او یا رب نا گفت
ز قانون دلم می آید آواز
دروں پردہ است آشنایہ ناز
اگر این پردہ گردد از میان دور
شود چوں معنی بے لفظ مستور

○ منیر لاہوری (۱۰۱۹ھ تا ۱۰۵۴ھ)

لاہور میں پیدا ہوئے نواب سیف خان کے ہاں ملازم ہوئے کئی کتابوں کے مصنف ہیں نظم اور نثر میں بہت کچھ لکھا۔ 36 سال کی عمر میں آگرہ میں انتقال ہوا لاہور میں دفن ہوئے۔ نمونہ کلام

نہ کردہ روی در خط لیت او
کتاب از شرم در خط رفتہ زیں رُو

○ چندر بھان برہمن لاہوری (پ ۱۰۲۳ھ)

ہندو تھے آگرہ میں پیدا ہوئے برہمن تخلص تھا۔ اس کے کلام میں تصوف کے مضامین ملتے ہیں ظاہر میں تو وہ زنار پہنتا تھا لیکن باطن میں وہ توحید پرست تھا۔ تقدیر حشر و نشر حساب قیامت کا قائل تھا حسن عمل کے سوا اپنی نجات کا کوئی وسیلہ نہیں سمجھتا۔ نظم اور نثر دونوں میں لکھا۔ نمونہ کلام

مرد آزما است بادۂ توحید برہمن
نامرد آزمودہ مست بیک جام عیشو

○ لطف اللہ مہندس

استاد احمد معمار لاہوری کے بیٹے تھے۔ استاد احمد نے تاج محل اور قلعہ دہلی جیسی عظیم عمارتیں تعمیر کیں۔ مہندس مصنف اور شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ ان کی درج ذیل کتابیں مشہور ہیں۔ صور صوفی، رسالہ خواص اعداد، شرح خلاصہ الحساب، منتخب الحساب، تذکرہ آسمان سخن، سحر حلال، رسالہ اوقات نماز، دیوان مہندس۔

○ عطاء اللہ رشیدی

استاد احمد معمار کا بڑا بیٹا تھا۔ مہندس کا بھائی تھا۔ ہیئت، نجوم، ریاضی عمارت گری میں ماہر تھا۔ ابھی تک اسکی تین تالیفات ملی ہیں۔ ترجمہ بیج گنت، خلاصہ راز، خزینۃ الاعداد

○ میر علی اکبر کاشی

کاشان ان کا اصلی وطن ہے۔ عراق، فارس اور ہندوستان کی سیاحت کی۔ آخر میں گوشہ نشینی اختیار کر کے لاہور میں مقیم ہو گئے۔ مجذوبانہ زندگی بسر کی آپ کے کلام پر بہت زیادہ اعتراضات اُٹھے کہ یہ الحاد کی دعوت دیتا ہے۔ ان کا دیوان آٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے خورشید وذرہ کے نام سے ایک مثنوی بھی لکھی۔ نمونہ کلام

بحر کرمم منتِ خود کہ برم
محوِ عدمم نام وجود کہ برم
گویند سجود پیشِ حق باید کرد
من چوں ہمہ حق شدم سجود کہ برم

○ نواب سعد اللہ خان (۱۰۱۸ھ تا ۱۰۶۶ھ)

حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ کے ہم وطن تھے ضلع جھنگ میں چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام امیر بخش تھا۔ مغل بادشاہ شاہجہان کے وزیر اعظم تھے۔ ۱۰۵۹ھ میں اورنگزیب کے ہمراہ قندھار کا سفر کیا۔ نواب سعد اللہ خان کے دور میں خوش حالی میں اضافہ ہوا۔ دینی تعلیم کا رواج عام ہوا کئی قلعے اور مساجد تعمیر ہوئیں لیکن عوام پر محاصل کا بوجھ نہ پڑا۔ وہ صاحب فہم منتظم مستعد جرنیل اور اہل علم شخصیت تھے۔ انہوں نے کئی عمارتیں یادگار چھوڑیں۔ دہلی کی شاہجہانی مسجد انہی کی نگرانی میں تعمیر ہوئی۔ آگرہ کے قریب سعد آباد کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ لاہور کا رنگ محل بھی انہوں نے بنوایا تھا۔ 47 سال کی عمر میں وفات پائی شاہجہان کو بہت صدمہ ہوا ان کے مکتوبات اسلوب انشاء کا نمونہ ہیں ان مکاتیب سے بعض سیاسی اور عسکری امور سمجھنے میں مدد ملتی ہے جن کا ذکر عام تاریخوں میں نہیں ملتا۔ آپ کے مکتوبات پختہ نثر کی عکاسی کرتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین سے آپ کی ملاقات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں شخصیات ہم وطن ہیں اور یہ کسی مرد کامل کی نگاہ کا اثر نظر آتا ہے کہ سعد اللہ خان ایک دیانت دار صاحب فہم وفراست جرنیل اور وزیر اعظم کی حیثیت سے شاہ جہاں کے ساتھ رہے مگر افسوس کہ یہ حقائق پردہ گمنامی میں ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کی حضور سلطان العارفینؒ سے پہلی ملاقات نواب سعد اللہ خان کے توسط سے سفر قندھار کے دوران ہوئی۔

○ حکیم درویش محمد ایمن آبادی

پیشے کے لحاظ سے حکیم تھے مغلوں کی کسی حرم کا کامیاب علاج کیا تو ان کو ایک گاؤں انعام میں ملا۔ ضلع گوجرانوالہ میں درویش کے نام سے ایک گاؤں آج بھی موجود ہے۔ آپ طب اورنگ شاہی کتاب کے مصنف ہیں جس میں سات باب ہیں یہ کتاب اورنگزیب عالمگیر سے منسوب ہے اسی طرح حضرت سلطان العارفینؒ کی ایک تصنیف اورنگ شاہی کے نام سے بھی موجود ہے اب یہ حسن اتفاق ہے یا حضرت سلطان العارفینؒ سے کوئی نسبت کہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام آپؒ کی کتاب کے نام پر رکھا۔

○ غنی کشمیری (ف ۱۰۷۹ھ)

عہد سلطان العارفینؒ کے نامور کشمیری شاعر ہیں پورا نام محمد طاہر تھا۔ آشائی قبیلے سے تعلق ہے شروع میں طاہر تخلص تھا بعد میں غنی تخلص ہو گیا آپ کے اشعار سے متاثر ہو کر ایرانی شاعر مرزا صاحب کشمیر آیا تھا اور آپ سے ملاقات کی تھی ۱۰۷۹ھ میں وفات پائی۔

○ محسن فانی

نام محسن تھا اور فانی تخلص کرتے تھے مغلوں کے دربار سے منسلک تھے دارا شکوہ سے خط وکتابت ہوتی رہی ہے فانی کی تصانیف درج ذیل ہیں دیوان، مصدر الآثار (مثنوی)، ناز و نیاز (مثنوی) ہفت اختر (مثنوی) ماہ و مہر (مثنوی)

○ محمد اسلم سالم (ف ۱۱۱۹ھ)

کشمیر کے نامور رئیس ابدال بٹ کے بیٹے تھے پہلے ہندو تھے بعد میں مسلمان ہو گئے صوفی المشرب تھے۔ اورنگزیب عالمگیر کے دربار سے وابستہ تھے آپ کا ایک دیوان اور مثنوی قتل جنگ شہزادہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

○ عصمت (ف ۱۰۶۷ھ)

یہ خاتون شاعرہ تھی اس کا تعلق قبیلہ ترخان سے تھا وہ شاعری میں کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی یہ پہلی سندھی خاتون ہے جس نے فارسی میں اشعار کہے ہیں۔ ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔ نمونہ کلام

نیست در عالم از درد عشق
گر نیا نبرد بدنیا مرد عشق
بہ بحر شعر نبود ہمچو داہی
کسی در عہد ما کشتی تباہی

○ محمد طاہر نسیانی (۹۹۰ تا ۱۰۶۱ھ)

محمد طاہر نام تھا نسیانی تخلص کرتے تھے ان کے والد سید حسن مرزا باقی خان ترخان کے ملازم تھے۔ ان کا کارنامہ تاریخ سندھ ہے جو تاریخ طاہری کے نام سے مشہور ہے۔ وہ شعر بھی کہہ لیتے تھے اکسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی مکلی میں دفن ہوئے۔

○ شیخ فرید بھکری

بھکر میں پیدا ہوئے فارسی میں اچھے شعر کہہ لیتے تھے ذخیرۃ الخوانین کے مولف ہیں جس میں امراء و خوانین کا تذکرہ ہے۔

○ اشرف خان خٹک (۱۰۴۴ تا ۱۱۰۶ھ)

خوشحال خان خٹک کے بیٹے تھے پشتو اور فارسی میں شعر کہہ لیتے تھے خٹک اور بنگش قبائل کے درمیان لڑائی میں باپ بیٹے میں ناراضگی ہو گئی تھی۔ قید خانے میں وفات پائی۔ برٹش میوزیم میں انکا دیوان موجود ہے۔

○ زیب النساء

اورنگزیب عالمگیر کی بیٹی تھی ادب اور شاعری سے گہرا شغف تھا خود بھی فارسی کی اچھی شاعرہ تھی ان کے متفرق اشعار ملتے ہیں۔

○ بابا تلسی داس برہمن

پنڈت بھی تھے شاعر بھی اور ہندوؤں کے مذہبی پیشوا بھی انہوں نے رامائن کو بھاشا میں ترجمہ کیا۔ کتاب مطبوع عام ہوئی ان کے دوہروں میں عربی اور فارسی کے الفاظ موجود ہیں۔

○ فضلی

حضرت سلطان العارفینؒ کے عہد میں ہی اس آدمی نے اردو کی پہلی نثری کتاب دہ مجلس لکھی یہ کتاب ۱۰۴۵ھ میں لکھی گئی یہ اردو نثر کی پہلی کتاب ہے۔

○ ولی دکنی

احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین کے مشہور خاندان سے تھے ولی احمد نام تھا یہ شخص اردو نظم کا باوا آدم ہے اور اردو کا پہلا شاعر ہے اسطرح اردو شاعری کی ابتداء بھی حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دور میں ہوئی۔ آج برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ ولی صاحب دیوان شاعر ہے۔ نمونہ کلام

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں تیرے نین غزالاں سوں کہوں گا
دی حق نے تجھے بادشاہی حسن نگر کی
یہ کشور ایراں میں سلیماں سوں کہوں گا

○ محمد احسن

احسن تخلص تھا ان کا کلام دستیاب نہیں ہے صرف دو شعر اور ایک غزل صاحب آب حیات نے نقل کی ہے اردو شاعری کے موجد حضرات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ نمونہ کلام

صبا کہیو اگر جاوے ہے تو اس شوخ دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گیا پرسوں ہو برسوں

○ نیوٹن (۱۶۴۲ تا ۱۷۲۷ء)

حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے دور میں ہی مشہور زمانہ نیوٹن پیدا ہوا جس نے قوانین حرکت پیش کر کے فزکس کے میدان میں شہرت پائی۔

○ گلیلیو

حضور سلطان العارفین کے معاصرین میں مشہور زمانہ سائنسدان جس نے دوربین ایجاد کی۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ صاحب کے عہد مبارک (۱۰۳۹ھ تا ۱۱۰۲ھ) میں علم و ادب نے بہت ترقی کی اور مسلمانان ہند کو ایک نئی زبان ریختہ ملی جو آگے چل کر اردوئے معلیٰ کہلائی۔ یہاں پر ہم نے ان شخصیات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے، صاحب زمانہ یا امام الوقت کے اثرات زندگی کے ہر شعبہ پر مرتب ہوتے ہیں اگر محقق حضرات اپنی تحقیق کا رخ اس طرف موڑیں کہ انقلاب زمانہ یا حوادث زمانہ کے پیچھے کون سے باطنی محرکات ہوتے ہیں تو آنے والی نسلوں تک حقائق پہنچ سکتے ہیں۔

گو چہرہ تاریخ پر تھے نقابوں پہ نقاب
مگر حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو گی

کتابیات

۱) آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔
۲) کلمات شعراء۔ محمد افضل خان سرخوش۔
۳) تاریخ ہندستان۔ حسین دہلوی۔
۴) بر ہند میں فارسی ادب کی تاریخ۔
۵) پاک و ہند فارسی ادب۔
۶) کلیات بیدل۔ بیدل
۷) ماہنامہ کامل ڈاکٹر سلطان الطاف علی

☆☆☆☆☆

معاصرین علماءِ

ادارہ

O ملا شکر اللہ شیرازی (ف: ۱۰۴۸ھ)

ملا شکر اللہ شیرازی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے عہد بچپن (مغلیہ عہد) کی معروف علمی شخصیات میں سے تھے علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور فصاحت وبلاغت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وفضل کے ساتھ ساتھ دولت وامارت بھی عطا فرمائی تھی۔ ملا شکر اللہ ایران کے مشہور شہر شیراز میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم وتربیت حاصل کی پھر اپنی قسمت آزمانے کے لئے وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ جہانگیر کے عہد میں سمندری راستے سے سورت کی بندرگاہ پہنچے اور وہاں سے برہان پور آ کر سکونت اختیار کی۔ برصغیر کے دو بڑے بادشاہوں یعنی نورالدین محمد جہانگیر اور شہاب الدین محمد شاہجہان کے دور حکومت میں اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہے تھے۔ "مآثر الامراء" میں انکے احوال "افضل خان علامی ملا شکر اللہ شیرازی" کے زیر عنوان بیان ہوئے ہیں۔ ان کی وفات ۱۲ رمضان ۱۰۴۸ھ بمطابق ۷ جنوری ۱۶۳۹ء کو ہوئی۔ اس وقت حضور سلطان العارفینؒ کی عمر مبارک ۹ سال تھی۔ ان کا مزار آگرہ میں ہے اور "چینی روضہ" کے نام سے مشہور ہے۔

O ملا محمد تصوی

ملا محمد تصوی کا شمار بھی سلطان العارفینؒ کے عہد بچپن (مغلیہ عہد) کے اکابر امراء اور ممتاز علماء میں سے تھا۔ انہوں نے مروجہ علوم وفنون کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی چنانچہ حدیث، فقہ، تفسیر، علم الکلام، منطق اور علوم عربیہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان نے "مآثر الامراء" کی جلد سوم میں ملا محمد تصوی کے بارے میں لکھا ہے کہ "ذکی فضیلت کے باوجود وہ ثقہ، دیندار، متقی اور پرہیزگار تھے' علوم سے فارغ التحصیل ہوئے تو تدریس شروع کردی اور کامیاب معلم ثابت ہوئے طالبان علم کثیر تعداد میں ان سے مستفید ہوئے۔ نواب یمین الدولہ آصف خان بھی انکے شاگردوں میں سے تھے۔ آصف خان چونکہ شاہجہان بادشاہ کے سسر تھے انہوں نے اپنے استاد ملا محمد تصوی کو ہندوستان کی صدارت پر متمکن کرا دیا۔ اس کے اقتدار کی وجہ سے قضاۃ، افتاء اور احتساب کے شرعی مناصب انکے بھائیوں کو مل گئے اور وہ ملا محمد کے اقتدار واعتبار کے باعث حکام کے مرتبہ ومقام کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ خود حکمرانی کرتے تھے اور جو کچھ چاہتے تھے اس پر بلا روک ٹوک عمل کرتے تھے ملا محمد کے بھائی تصدارغوں اور ترخانوں جو وہاں کے حاکم تھے کی ساری جائیداد، باغات اور تمام مکانات ومحلات کو مختلف حیلوں بہانوں اور حربوں کے ذریعے بادشاہی سرکار سے بیع یا ہبہ کی صورت میں لے کر خود مالک ومتصرف ہو گئے۔ (بحوالہ "علماء پاکستان وہند" مصنف غلام حبیب بھاٹی)

شاہجہان بادشاہ کی تخت نشینی کے چند سال بعد تقریباً ۱۰۴۵ھ میں مہابت خان کے اقتدار کا زمانہ شروع ہوا یہ آصف خان سے حسد رکھتا تھا اس نے ملا محمد پر فساد پھیلانے میں محرک کا الزام لگا کر قید کروا دیا اور کچھ عرصہ بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

O آصف جاہی (ف: ۱۰۵۰ھ):

یمین الدولہ آصف خان مشہور بہ آصف جاہی کا شمار بھی سلطان العارفینؒ کے عہد بچپن کے اکابر امرائے سلطنت مغلیہ اور ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔ آصف خان مروجہ علوم وفنون کے ماہر بہادر وشجاع سپاہی، لائق وفائق منظم کامیاب سپہ سالار اور مدبر سیاستدان تھے۔ محلاتی سازشوں کو ناکام بنا کر شہزادہ شہریار کی جگہ شاہجہان کو تخت نشین کرنا آصف خان کا عظیم کارنامہ ہے۔

انکی کنیت ابوالحسن عرف آصف جاہی ہے۔ ایرانی نژاد اور مسلکاً شیعہ تھے اپنے والد مرزا غیاث بیگ کے ساتھ انتہائی ناساز گار حالات میں ایران سے ہجرت کر کے برصغیر میں آئے ملکہ نور جہان انکی چھوٹی بہن تھی جس کا نام مہر النساء تھا جب یہ جہانگیر کے نکاح میں آئیں تو آصف خان کو خانسامانی کا عہدہ ملا جو انکی کامیابی اور ترقی کا اولین زینہ تھا۔

شہنشاہ جہانگیر کی تخت نشینی کے ساتویں سال ۱۰۲۰ھ میں آصف خان کی بیٹی ارجمند بانو بیگم جو ممتاز محل کے نام سے موسوم تھی، شہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہان کے نکاح میں آئی تو آصف خان کی ترقی کی راہیں کشادہ ہو گئیں۔

آصف خان صاحب علم وفضل تھے ہر علم میں واقفیت رکھتے تھے اور معقولات میں تو انہیں بہت دسترس حاصل تھی۔ یہ بھی ۱۰۵۰ھ میں فوت ہو گئے اس وقت سلطان العارفینؒ کی عمر مبارک ۱۱ سال تھی۔

O قاضی محمد اسلم ہروی (ف، ۱۰۶۱ھ):

قاضی محمد اسلم ہروی لاہوری کا شمار سلطان العارفینؒ کے عہد جوانی کی معروف وممتاز دینی وعلمی شخصیات میں کیا جا سکتا ہے انہوں نے یکے بعد دیگرے دو مغل بادشاہوں یعنی نورالدین جہانگیر اور شاہجہان کے عہد حکومت میں بحیثیت قاضی لشکر اور قاضی کابل کے قابل قدر خدمات انجام دیں۔

قاضی محمد اسلم کا تعلق ہرات کے ایک بااثر علمی خاندان سے تھا وہ مولانا خواجہ کوہی کی اولاد میں سے تھے۔ خواجہ کوہی کے نواسے مولانا میر کلاں اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم

دین تھے اور میر کلاں محدث کے نام سے مشہور تھے قاضی محمد اسلم ہرات میں پیدا ہوئے وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر نقل مکانی کر کے کابل میں سکونت اختیار کر لی۔ کابل سے تحصیل علم کی غرض سے لاہور وارد ہوئے اور ممتاز علماء و مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی انکے اساتذہ میں شیخ بہلول لاہوری اور مولانا محمد فاضل بدخشی لاہوری جیسے علماء شامل ہیں قاضی محمد اسلم حنفی المذہب تھے اور اپنے مذہب و مسلک پر سختی سے کاربند تھے انکا وصال ۱۰۶۱ھ میں ہوا اور لاہور میں مدفون ہوئے۔

○ ملا محمود جونپوری (۹۹۳ھ۔۱۰۶۲ھ):

یہ حضور سلطان العارفینؒ کے عہد جوانی کے علماء و ادباء اور فقہاء میں شامل ہیں انکی ولادت ۹۹۳ھ میں ولید پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی اور ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ کو وفات پائی اور محلہ بلوچ ٹولہ جونپور میں سپرد خاک کیئے گئے۔

○ ملا عبدالحمید (ف ۱۶۵۵ء)

یہ بھی حضور سلطان العارفینؒ کے دور مبارک میں ایک مشہور مورخ تھے ان کے اساتذہ میں علامہ ابوالفضل قابل ذکر ہیں۔

○ عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۶۵۶ء)

آپ ایک عالم فاضل فقیہ اور محدث تھے علم معقولات میں یگانہ روزگار تھے شیخ مجدد الف ثانیؒ نے ان کو آفتاب پنجاب کا لقب دیا۔ مولانا کئی سال تک درس و تدریس کرتے رہے۔ دینی اور دنیوی مقاصد کیلئے بہت ساری کتب تصنیف کیں۔

○ دانش مند خان (ف ۱۰۸۱ھ):

دانش مند خان کا شمار حضور سلطان العارفینؒ کے عہد جوانی کے مشہور علماء و فضلاء میں کیا جا سکتا ہے مولانا دانش مند علوم متداولہ بالخصوص حدیث فقہ اور تفسیر کے علاوہ فلکیات اور ہندسہ اور منطق و کلام کے ماہر اور بلند پایہ مناظر انتہائی نیک نیت اور درویش منش انسان تھے۔ دانش مند خان کا نام ملا شفیعائی یزدی تھا وہ ایران کے رہنے والے تھے اور روزگار کی تلاش میں بر صغیر آئے تھے۔ شاہجہان جو علماء کا قدردان تھا نے انہیں اپنے پاس بلوا کر شاہی دربار سے منسلک کر لیا۔ دانش مند خان نے ۱۰ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ بمطابق ۱۸ جولائی ۱۶۷۰ء کو وفات پائی۔

○ محمد اسماعیل وڈا میاں (ف ۱۶۷۷ء)

مشہور عالم دین موضع چب بر لب دریائے چناب پیدا ہوئے شیخ عبدالکریم سے علوم اسلامی حاصل کئے پچاس سال کی عمر میں موضع لنگر مخدوم سے لاہور آ گئے۔ چالیس دن مزار حضرت داتا گنج بخش پر اعتکاف کیا۔ پھر ایک محلہ تیل پورہ قائم کر کے وہیں مقیم ہو گئے۔ آج بھی آپ کے مزار کے ساتھ ایک زمانہ قدیم سے مسجد موجود ہے اور تقریباً چار سو سال سے سلسلہ درس و قرآن جاری ہے۔

○ قاضی عبدالوھاب

قاضی عبدالوہاب بھی علم و فقہ اور اصول میں بہت مہارت رکھتے تھے شاہجہان کے عہد میں ایک مدت تک پٹن کے مفتی رہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے تخت نشین ہونے پر لشکر کے عہدہ قضاۃ پر مامور ہوئے۔ قاضی عبدالوہاب نے اورنگ زیب عالمگیر کی ہدایات کے مطابق احکام شرع کو نافذ کیا اور نہایت اعتبار اور اقتدار کے ساتھ اپنے عہدے پر فائز ہوئے۔ اورنگ زیب عالمگیر کو اسور وغیرہ کا ایسا خیال تھا کہ اتنی وسیع مملکت کے نظم و نسق میں شرعی سزا اور سیاست پر عمل کیا جاتا تھا ورنہ اس سے پہلے شہروں اور قصبوں کے قاضی، علماء، حکام اور عہدے دار اکثر و بیشتر بدعنوان اور رشوت خور تھے لیکن پھر قاضی عبدالوہاب نے بھی پرپرزے نکالنے شروع کر دیئے اس نے بھی روپے لینے اور کھینچنے میں مہارت پیدا کر لی اور بہت مال و دولت جمع کر لیا۔

○ امانت خان میرک (ف ۱۰۹۵ھ)

امانت خان میرک حضور سلطان العارفینؒ کے عہد بزرگی میں ایک معروف و ممتاز عالم دین اور صاحب تصنیف بزرگ تھے بے شمار ذہنی و فکری صلاحیتوں کے مالک تھے ان کا تعلق خراسان کے ایک معروف مذہبی و علمی خاندان سے تھا۔

امانت خان کا پورا نام میرک معین الدین احمد امانت خان خوافی ہے۔ ان کے اعلیٰ اخلاق و آداب خدمت خلق اور رفاہ عامہ کے کاموں کی وجہ سے "میرک جیو" کے نام سے مشہور ہوئے انکے والد میرک حسین نے جہانگیر کے عہد میں بہت عزت و امتیاز حاصل کیا۔ امانت خان نے ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء میں اورنگ آباد میں وفات پائی اور شاہ نور حمامی کی درگاہ کے متصل دفن ہوئے۔

○ میر زاہد ہروی (ف ۱۱۰۱ء):

میر زاہد ہروی بھی حضور سلطان العارفینؒ کے عہد بزرگی کے نامور عالم فقیہ اور صاحب قلم شخصیت تھے۔ وہ شاہجہان بادشاہ کے معزز منصب دار، حقائق نویس اور قاضی ہونے کے علاوہ متعدد دینی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

میر زاہد ہروی ہندوستان کے رہنے والے تھے اور یہیں ایک بااثر علمی خاندان میں پیدا ہوئے انکے والد قاضی محمد اسلم مولانا خواجہ کوہی کی اولاد میں سے تھے میر زاہد ہروی کی معرکۃ الآرا کتب "زواہد ثلاثہ" منطق، فلسفہ اور علم کلام میں انکی کامل مہارت کا زندہ ثبوت ہیں۔ انکی وفات ۱۱۰۱ھ میں ہوئی۔

○ قاضی شیخ الاسلام (ف ۱۱۰۹ھ):

قاضی شیخ الاسلام سلطان العارفینؒ کے عہد بزرگی میں ممتاز قضاۃ میں سے تھے تمام اسلامی علوم بالخصوص حدیث و فقہ کے ماہر تھے۔ انتہائی متقی اور متوکل بزرگ تھے رزق حلال پر زور دیتے تھے حنفی المذہب صوفی المشرب تھے۔

قاضی شیخ الاسلام پٹن گجرات کے ایک باثر علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ اقضی القضاۃ قاضی عبدالوہاب کے بیٹے اور شیخ محمد طاہر بوہرہ کے پوتے ہیں۔قاضی شیخ الاسلام کے بارے میں نواب شاہنواز خان نے لکھا ہے۔"او بخلاف پدر دیانت واقعی داشت و ورع و صلاح اُو منسوب بہ ریا نبود" (بحوالہ علماء پاکستان و ہند، غلام حبیب سبحانی) یعنی قاضی شیخ الاسلام اپنے والد کے برعکس واقعی دیانتدار تھے وہ بحیثیت قاضی لشکر اپنے فرائض جرأت سے ادا کرتے رہے لیکن ستائیسویں سال جلوس عالمگیری میں انہوں نے عہدہ قضاۃ سے مستعفی ہوکر درویشی اختیار کرلی شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اسے دوبارہ عہدہ قضاۃ کی دعوت دی لیکن انہوں نے بہانے سے ٹال دیا اور خدا تعالیٰ سے آخر عمر تک التجا کرتے رہے کہ دوبارہ انہیں کوئی شاہی عہدہ نصیب نہ ہو اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کی اور وہ کسی شاہی عہدہ پر سرفراز ہوئے بغیر ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۸ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

○ فیض اللہ آفندی (ف ۱۷۰۳ء)

ترکی کے شیخ الاسلام تھے محمد مفتی ارزروم کے فرزند تھے انہوں نے اسلامی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کا قصد کیا۔جہاں انہوں نے نامور شیخ الاسلام وانی آفندی کی بیٹی سے شادی کرلی ان کے سسر کی دربار تک رسائی تھی چنانچہ انہوں سلطان محمد رابع کے دربار میں ملازمت دلوادی ۱۶۸۸ء میں انہیں شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز کیا گیا اسی سال معزول کرکے ارزروم میں جلاوطن کردیا گیا۔

○ محب اللہ بہاری (ف ۱۷۰۷ء)

سرزمین بہار میں قصبہ کڑا میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم بہار میں حاصل کی اساتذہ نے علامہ قطب الدین حسینی شمس آبادی اور شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری سرفہرست ہیں۔عالمگیر نے لکھنؤ کا قاضی بنادیا۔شاہ عالم کے بیٹے رفیع القدیر کے معلم بھی رہے۔جب شاہ عالم بادشاہ بنا تو اس نے اسے ممالک ہند کی صدارت اور فاضل خان کا لقب دے دیا۔

○ ملاجیون جونپوری (۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ):

مخدوم ملاجیون کا شمار بھی حضور سلطان العارفینؒ کے عہد بزرگی کے معروف و ممتاز علماء میں کیا جاسکتا ہے ان کا نام احمد بن ابی سعید بن عبیداللہ ہے انکا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے اس نسب سے صدیقی کہلاتے ہیں ان کا عرف "جیون" ہے اور اسی عرفیت سے مشہور ہوئے ہیں۔مخدوم ملا احمد صدیقی حنفی جونپوری ۱۰۴۷ھ میں شہر امیٹھی میں پیدا ہوئے جو مضافات لکھنؤ میں واقع ہے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا پھر اطراف و اکناف کے علماء و فضلاء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور ۲۲ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہوگئے۔انکے اساتذہ میں ملا لطف اللہ جہان آبادی اور شیخ محمد صادق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ملاجیون شہزادہ عالمگیر کے استاد بھی ہیں۔ملاجیون نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی جاری رکھا انہوں نے کئی کتب بھی لکھیں۔علامہ مخدوم احمد ملاجیون نے ۱۱۳۰ھ میں دہلی میں وفات پائی اور اپنے اسلاف امیٹھی کے ساتھ مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

محل پاک حضرت سخی سلطان باھوؒ کا اندرونی منظر

سلطان الفقرؒ کے ہم عصر حکمران

ادارہ

یہاں ہم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے ہم عصر حکمرانوں اور امراء کا تذکرہ کریں گے اور چیدہ چیدہ اہم واقعات کو بھی ذکر کریں گے جو آپؒ کے دورِ مبارک میں پوری دنیا میں رونما ہوئے جن کی آگاہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کی چشمِ فراست اللہ کے نور سے پوری دنیا کا مشاہدہ کر رہی تھی اور نوعِ انسانی جس تاریکی کی طرف بڑھ رہی تھی آپ نے چشمِ باطن سے دیکھ کر اس کی فلاح و بہبود کیلئے بتائیدِ الٰہی اور بحکمِ مصطفیٰ ﷺ کتب تصانیف فرمائیں اور آج واقعتاً انسان جس ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھنس چکا ہے اس سے نکلنے کا واحد راستہ آپؒ کی کتب میں موجود ہے جو صرف فکرِ سلیم رکھنے والے صاحبِ مطالعہ پر ہی عیاں ہوتا ہے۔ چونکہ آپؒ کا دورِ مبارک گیارہویں صدی ہجری بمطابق سترھویں صدی عیسوی ہے اس لیے صرف اسی دور کے حکمرانوں اور واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

نوٹ:۔ "ح" کا مطلب عہدِ حکومت کا آغاز ہوگا اور جن سے حضور سلطان العارفینؒ کی ملاقات ثابت ہے ان کو "☆" سے اور جن سے ملاقات ثابت نہیں ان کو "O" سے ظاہر کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان و افغانستان

O شاہ جہاں شہاب الدین (ح ۱۰۳۷ھ بمطابق ۱۶۲۸ء)
O مراد بخش (گجرات میں) (ح ۱۰۶۸ھ بمطابق ۱۶۵۸ء)
O شجاع (بنگال میں) (ح ۱۰۶۸ھ تا ۱۰۷۰ھ)
☆ اورنگزیب عالمگیرؒ (ح ۱۰۶۹ھ بمطابق ۱۶۵۹ء)

اہم واقعات

۱۶۳۲ء میں شاہ جہان نے احمد نگر کو ختم کیا۔ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کو شکست دی۔ ۱۶۳۶ء میں بیجا پور کو شکست دی۔ ۱۶۳۲ء تا ۱۶۵۳ء بیگم ممتاز محل کیلئے مقبرہ تاج محل کی تعمیر۔ ۱۶۳۹ء میں مدارس شہر کی تعمیر کیلئے انگریزوں کو جگہ دی۔ بلخ و بدخشاں کیلئے پہلی مہم شہزادہ مراد کی سرکردگی میں۔ دوسری مہم ۱۶۴۷ء میں شہزادہ اورنگزیب کی سرکردگی میں۔ قندھار کے خلاف دو ناکام مہمیں (۱۶۴۹ء و ۱۶۵۳ء)۔ ہگلی میں پرتگیزی نوآبادی پر یورش۔ دس ہزار سے زیادہ ملکی باشندوں کو چھڑایا۔ شاہ جہاں کی علالت ۱۶۵۸ء میں۔ چاروں بیٹوں میں تخت نشینی کیلئے رزم و پیکار۔ شاہ جہاں کی قلعہ آگرہ میں قید بندی (وفات ۱۶۶۶ء)۔ اور اورنگزیب عالمگیرؒ کامیاب ہوا اور شہنشاہ بن گیا۔

سلطنت کریمیا کے فرمانروا

حضور سلطان العارفینؒ کے دورِ مبارک میں سلطنتِ کریمیا کے مندرجہ ذیل فرمانروا تھے۔

O جانی بیگ ثانی (دوبارہ) (ح ۱۰۳۶ھ بمطابق ۱۶۳۵ء)
O عنایت گرائے (ح ۱۰۴۵ھ بمطابق ۱۶۳۸ء)
O محمد گرائے رابع (ح ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶۴۲ء)
O اسلام گرائے ثالث (ح ۱۰۵۳ھ بمطابق ۱۶۴۴ء)
O محمد رابع (دوبارہ) (ح ۱۰۶۳ھ بمطابق ۱۶۵۴ء)
O عادل گرائے (ح ۱۰۷۵ھ بمطابق ۱۶۶۵ء)
O سلیم گرائے اول (ح ۱۰۸۱ھ بمطابق ۱۶۷۰ء)
O مراد گرائے (ح ۱۰۸۸ھ بمطابق ۱۶۷۷ء)
O حاجی گرائے ثانی (ح ۱۰۹۳ھ بمطابق ۱۶۸۳ء)
O سلیم اول (دوبارہ) (ح ۱۰۹۵ھ بمطابق ۱۶۸۴ء)

نوٹ:۔ اس سلطنت کی بہت اہمیت رہی ہے۔ یہ لوگ کبھی عثمانیوں سے مل جاتے اور کبھی روس سے مل جاتے۔

سلطنت ایران

حضور سلطان العارفینؒ کے عہد میں ایران پر صفوی شاہان کی حکومت تھی۔ خاندانِ صفویہ کا بانی شاہ اسماعیل (ح ۱۵۰۰ء تا ۱۵۲۴ء) تھا جو اپنا سلسلہ نسب صفی الدین اردبیلی

(۱۲۵۲ء تا ۱۳۳۴ء) سے ملاتا تھا جو حضرت علیؓ کی نسل پاک سے تھا۔ حضور سلطان العارفینؒ کے دورِ مبارک میں ایران کے صفوی شاہان درج ذیل ہیں۔

- صفی اول (ح ۱۰۳۸ھ بمطابق ۱۶۲۹ء)
- عباس ثانی (ح ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶۴۲ء)
- سلیمان اول (ح ۱۰۷۷ھ بمطابق ۱۶۶۷ء)

اہم واقعات

۱۶۲۹ء میں عباس کا پوتا صفی تخت نشین ہوا تو حکمرانی میں حرم کی مداخلت شروع ہوئی۔ تیزی سے انحطاط آیا جس طرح پچاس سال بیشتر ترکی سلطنت میں انحطاط آیا تھا اپنے معاصر سلطان مراد رابع کی طرح شاہ صفی نے بھی وسیع کشت و خون ہی میں امتیاز حاصل کیا۔ ۱۶۳۰ء میں مراد رابع نے ہمدان پر قبضہ جمایا اور لوٹا۔ ترکوں نے شاہ صفی کو صلح پر مجبور کر دیا بغداد اپنے قبضہ میں رکھا اور اریوان ایرانیوں کے حوالے کر دیا۔ صفی کی وفات پر اسکا بیٹا شاہ عباس ثانی دس سال کی عمر میں ۱۶۴۲ء میں تخت نشین ہوا اسنے کوئی خاص صلاحیت ظاہر نہ کی۔ ۱۶۶۴ء میں پہلا روسی مشن اصفہان پہنچا۔ قفقاز کے محاذ پر کاسکوں کے حملے ہوئے۔ اسی سال فرانسیسیوں نے ایران سے تجارت کی اجازت حاصل کی۔ ۱۶۶۷ء میں عباس ثانی کا بیٹا سلیمان تخت پر بیٹھا وہ بھی لیاقت سے عاری تھا اور سلطنت کو زوال سے بچانے کیلئے اس نے کچھ نہ کیا۔

سلاطینِ عثمانی

اتابکوں اور سلجوقیوں کے فوجی سرداروں نے سلجوقیوں کے مشرقی ممالک پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں مختلف سلسلوں کی بنیاد ڈالی چونکہ یہ سلسلے طاقت ور نہیں تھے اس لئے تاتاری سیلاب کے سامنے تنکوں کی طرح بہہ گئے اور چنگیز ان کے جانشین بن گئے البتہ سلجوقی سلطنت کے ایک حصہ روم پر تاتاری پوری طرح قابض نہ ہو سکے یہاں سلجوقیوں کے خاتمے کے فوراً بعد سلاطینِ عثمانی کی حکومت قائم ہوگئی۔ عہد سلطان العارفین کے سلاطینِ عثمانی درج ذیل ہیں۔

- مراد رابع (ح ۱۰۳۲ھ بمطابق ۱۶۲۳ء)
- ابراہیم اول (ح ۱۰۳۹ھ بمطابق ۱۶۴۰ء)
- محمد رابع (ح ۱۰۵۸ھ بمطابق ۱۶۴۸ء)
- سلیمان ثانی (ح ۱۰۹۹ھ بمطابق ۱۶۸۷ء)
- محمد کوپریلی وزیر اعظم (۱۶۵۶ء)
- احمد کوپریلی وزیر اعظم (۱۶۶۱ء)
- قرہ مصطفےٰ وزیر اعظم (۱۶۷۸ء)
- مصطفےٰ کوپریلی وزیر اعظم (۱۶۸۹ء)

اہم واقعات

مراد رابع چودہ سال کا تھا جب تخت پر بیٹھا۔ سلطنت میں بغاوتیں ہو رہی تھیں اور وہ خود سرکش ینی چریوں کے رحم و کرم پر تھا انتہائی وحشیانہ سختیوں کے بعد مراد نے اپنا اقتدار بحال کیا۔ ۱۶۳۰ء میں ایرانیوں سے ہمدان لے لیا۔ ۱۶۳۵ء میں اریوان اور تبریز کو تسخیر کر لیا۔ ۱۶۳۸ء میں بغداد پر قبضہ کر لیا۔ یہ عہد سلاطینِ عثمانی کے عروج و زوال کا ہے اگرچہ ۱۶۴۵ء میں جزیرہ کریٹ کے علاوہ چند اور جزائر بھی وینزیوں (اٹلی والوں) سے چھین لئے۔ لیکن یورپ میں چند ایسی شکستیں ہوئیں جنکی وجہ سے سارا ہنگارستان انکے ہاتھ سے نکل گیا مثلاً جین سبسکی (Jean Sobiesk) کے ہاتھوں ۱۰۷۴ھ بمطابق ۱۶۶۳ء میں سینٹ گوتھرڈ (St.Gothard) (اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر ایک مقام) کی شکست، ۱۰۸۳ھ بمطابق ۱۶۷۳ء میں چوکزیم (Choczim) اور ۱۰۸۶ھ بمطابق ۱۶۷۵ء میں لیمبرگ (Lemberg) پولینڈ کا ایک شہر) کی شکست پھر ۱۰۹۳ھ بمطابق ۱۶۸۲ء میں آسٹریا کا دارالخلافہ ویانا کا محاصرہ اور ۱۰۹۵ھ بمطابق ۱۶۸۶ء میں "ہنگری" کے ایک شہر "موہاکس" کے مقام سے ترکوں کا فرار۔ ساتھ ہی آسٹریا نے وینزیوں کے ساتھ مل کر ولایات بوسینہ (یوگوسلاویہ کا ایک ضلع) اور یونان پر حملہ کر دیا۔

ماوراء النہر کے امراء

عہد سلطان العارفینؒ میں سمرقند، بخارا، فرغانہ، بدخشان اور بلخ پر جو امراء جانی یا اشتر خانی حکومت کرتے رہے وہ درج ذیل ہیں۔

- امام قلی (ح ۱۰۱۴ھ بمطابق ۱۶۰۵ء)
- نادر محمد (ح ۱۰۵۰ھ بمطابق ۱۶۴۰ء)
- عبدالعزیز (ح ۱۰۵۷ھ بمطابق ۱۶۴۷ء)
- سبحان قلی (ح ۱۰۹۱ھ بمطابق ۱۶۸۰ء)

خانانِ خوارزم (خیوہ)

عہد سلطان العارفینؒ کے جو خانان خوارزم پر حکمرانی کرتے رہے وہ درج ذیل ہیں۔

O اسفندیار (ح ۱۰۳۳ھ بمطابق ۱۶۲۳ء)
O ابوالغازی اول (ح ۱۰۵۳ھ بمطابق ۱۶۴۳ء)
O انوشہ (ح ۱۰۷۳ھ بمطابق ۱۶۶۳ء)
O محمد ارنگ تقریباً (ح ۱۰۸۵ھ بمطابق ۱۶۷۴ء)
O اسحاق آقا شاہ نیاز (ح ۱۰۹۹ھ)

شرفائے مراکش (افریقہ)

انکی باقاعدہ سلطنت ۹۵۱ھ بمطابق ۱۵۴۴ء سے شروع ہوتی ہے شرفائے مراکش کے دو طبقے تھے حسنی اور افلالی۔ اگرچہ مراکش کی حدود ہمیشہ ایک ہی رہی ہیں لیکن انکی مملکت میں دو شریف شروع سے حکمران رہے ہیں جنکی آپس میں سخت رقابت تھی۔ ایک کا پایہ تخت فاس (Fez) تھا دوسرے کا مراکش۔ ہر دو اپنے آپ کو خلیفہ اور امیر المومنین کہتے تھے۔ عہد سلطان العارفین کے شرفاء اور انکا عہد حکومت درج ذیل ہے۔

شرفاء حسنی

O ولید (ح ۱۰۴۰ھ بمطابق ۱۶۳۰ء)
O محمد ثالث (ح ۱۰۴۵ھ بمطابق ۱۶۳۵ء)
O احمد ثانی (ح ۱۰۶۴ تا ۱۰۶۹ھ بمطابق ۱۶۵۴ء تا ۱۶۵۸ء)

شرفاء افلالی

O رشید بن الشریف بن علی (ح ۱۰۷۵ھ بمطابق ۱۶۶۴ء)
O اسماعیل السمین (ح ۱۰۸۳ھ بمطابق ۱۶۷۲ء)

اہم واقعات

۱۵۸۰ء میں ہسپانیہ نے سبتہ (Ceuta) پر قبضہ کرلیا جو ۱۶۸۸ء تک پرتگال کا مقبوضہ سمجھا جاتا رہا۔ ۱۶۱۲ء میں رقیب پاشاؤں نے مراکش سے خودمختاری حاصل کرلی اور ۱۶۸۰ء تک ٹمبکٹو میں حکومت کرتے رہے۔

۱۶۵۰ء میں علی بے "تیونس" کا موروثی حکمران بن گیا۔ ۱۶۶۲ء میں پرتگال نے طنجہ انگلستان کے حوالے کردیا لیکن ۱۶۸۴ء میں انگریزوں نے یہ مقام سلطان مراکش کو واپس کردیا۔ اسی سال فرانس نے الجزائر کے قزاق سرداروں کے خلاف فوج کشی کی۔ متعدد ساحلی قصبات پر بمباری کی۔ سردار بہت سے مسیحی غلام واپس کردینے پر مجبور ہوگئے۔

عربستان سعید (یمن)

امامانِ صنعا

آغاز میں انکا پایہ تخت صعدہ تھا کبھی کبھی صنعا پر قبضہ کرلیا کرتے تھے لیکن جب تک عثمانی ترک سرزمین یمن میں رہے ان اماموں نے پایہ تخت تبدیل نہ کیا جونہی ۱۰۴۳ھ بمطابق ۱۶۳۳ء میں ترک یمن سے نکلے تو صنعا ان کا پایہ تخت بن گیا۔ عہد سلطان العارفینؒ کے جو امامانِ صنعا تھے وہ درج ذیل ہیں۔

O محمد المؤید (ح ۱۰۲۹ھ بمطابق ۱۶۲۰ء)
O اسماعیل المتوکل (ح ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۴۴ء)
O محمد المجید (ح ۱۰۸۷ھ بمطابق ۱۶۷۶ء)
O احمد المہدی ؟

سلطنتِ برطانیہ

حضور سلطان العارفینؒ کے عہد میں برطانیہ میں درج ذیل حکمران تھے۔

O چارلس اول (ح ۱۶۲۵ تا ۱۶۴۹ء)
O دولت مشترکہ کونسل آف سٹیٹ (ح ۱۶۴۹ تا ۱۶۵۳ء)
O آلیور کرامویل (ح ۱۶۵۳ تا ۱۶۵۸ء)
O رچرڈ کرامویل (ح ۱۶۵۸ تا ۱۶۵۹ء)

O چارلس دوم (ح ۱۶۶۰ء تا ۱۶۸۵ء)
O جیمز دوم (ح ۱۶۸۵ء تا ۱۶۸۸ء)
O میری دوم (ح ۱۶۸۹ء تا ۱۶۹۴ء)

اہم واقعات

تیس سالہ جنگ ۱۶۱۸ء تا ۱۶۴۸ء ختم ہوئی۔ جو فرانس سویڈن جرمنی کی پروٹسٹنٹ ریاستوں اور ہولی رومن ایمپائر سپین کے درمیان ہوئی۔ فرانس، سویڈن اور جرمن ریاستیں کامیاب ہوئیں۔ انگلستان میں خانہ جنگی ۱۶۴۲ء تا ۱۶۵۱ء جو پارلیمنٹ اور چارلس اول کے درمیان رہی اور پارلیمنٹ کامیاب ہوئی۔

چین کے شاہی خاندان

سلطنتِ چین پر حضور سلطان العارفینؒ کے دورِ مبارک میں پہلے منگ (Ming) خاندان کی حکومت تھی جس کی ابتدا ۱۳۶۸ء میں ہوئی اور آپؒ کے دورِ مبارک میں ۱۶۴۴ء میں ختم ہوئی پھر مانچو (Manchu) خاندان کی حکومت قائم ہوئی جو ۱۶۴۴ء سے ۱۹۱۱ء تک رہی۔ عہد سلطان العارفینؒ کے چینی حکمران درج ذیل ہیں۔

منگ (Ming) خاندان
O چونگ زین (Chong Zhen)؟
مانچو (چنگ) خاندان
O شی زو (She Zu) (ح ۱۶۴۴ء)
O کانگ سی (ح ۱۶۶۲ء)

اہم واقعات

آپؒ کے عہد مبارک میں چین میں ہونے والے اہم واقعات درج ذیل ہیں جو ایک حد تک پاکستان کے موجودہ حالات سے بھی مشابہت رکھتے ہیں۔ بیجنگ کے شاہی دربار پر ہجڑوں کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے اپنے تمام سیاسی مخالفین کو اقتدار سے علیحدہ کر دیا۔ اندرونی تضادات بھڑکنے لگے اور سیاسی صورتحال بدتر ہونا شروع ہو گئی۔ سول انتظامیہ بدعنوانی اور رشوت ستانی میں دھنس گئی۔ نئے ٹیکسوں کی بھرمار سے حکومت نے اتنا بوجھ ڈال دیا کہ ۱۶۲۸ء میں نئی بغاوت اندر سے شروع ہو گئی جبکہ بیرونی طور پر مانچو حکمرانوں کا خطرہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ یہ بغاوت جو تاریخی طور پر "بھوک کی بغاوت" کے نام سے مشہور ہے کسانوں سے شروع ہو کر فوجی چھاؤنیوں میں پھیل گئی اور کسان فوج نے ایک پیش قدمی اور مارچ شروع کر دیا ایک طویل مارچ کے بعد یہ فوج ۱۶۴۴ء میں بیجنگ میں داخل ہوئی آخری منگ بادشاہ چونگ زین جب شہر میں محصور ہو گیا تو اس نے شاہی محل کے پیچھے جنگشان (Jingshan) کی کوئلے کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنے آپ کو پھانسی کے ذریعے ختم کر لیا۔ اسکے ساتھ ہی منگ خاندان کی حکومت ختم ہو گئی اور مانچو خاندان کا اقتدار شروع ہوا۔

مانچو خاندان (جو بعد میں چنگ Qing خاندان بنا) کا تائے زونگ (Tai Zong) ۱۶۲۶ء میں مسند اقتدار پر بیٹھا۔ اس نے منگولیا کے علاوہ شمال مغرب کے بہت سے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ پھر تائے زونگ کی فوجوں نے بیجنگ کا رخ کیا۔ یہ فوجیں دیوارِ چین عبور کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس عرصہ میں تائے زونگ انتقال کر گیا اور اس کے بیٹے فولن (Fulin) نے اقتدار سنبھالا۔ مانچو فوجوں نے بیجنگ پر قبضہ کر لیا اور فولن نے اپنے آپ کو شہنشاہِ چین بنا لیا۔ تاریخ میں وہ بادشاہ بننے کے بعد شاہ شی زو (Shi Zu) آف چنگ (Qing) کے نام سے مشہور ہوا ۱۶۴۴ء سے ۱۶۶۱ء تک اقتدار پر براجمان رہا۔ منگ دربار کے بہت سے اہلکار اور افسران چنگ بادشاہت کے ساتھ مل گئے اور "ہان" قوم کے اپنے بہت سے ساتھیوں سے غداری کے مرتکب ہوئے۔ گو کچھ منگ امراء اور افسران مانچو حکومت کے خلاف مزاحمت کرتے رہتے تھے مگر مانچو حکمرانوں کا چین پر مکمل قبضہ ۱۶۸۳ء میں جا کر ہوا۔ لیکن "ہان" عوام کے خوف سے وہ اپنے استحصال کو پورے جبر کے ساتھ لاگو نہیں کر سکے تھے۔

کتابیات

۱) انسائیکلوپیڈیا سلاطین عالم۔ ولیم ایل لینگر۔ ترجمہ غلام رسول۔
۲) چین انقلاب کی تلاش ۔ لال خان۔
۳) چین ایک نظر میں۔ انعام اللہ خان ناصر۔
۴) جنرل نالج انسائیکلوپیڈیا۔ زاہد حسین انجم۔
۵) سلاطین اسلام۔ لین پول۔ ترجمہ غلام جیلانی

☆☆☆☆☆

''مادرزادولی اللہ'' ''سلطان العصر''

شیخ امتیاز احمد رحمانی

ابتدائے آفرینش سے ہی ربِ لم یزل اور ذات باری تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی فوز وفلاح اور کامیابی کی خاطر انسان کو انسان اور معراج حق کی پہچان کے لئے مختلف ادوار میں پیغمبران کرام علیہم السلام کا تقرر فرمایا۔ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ جنھوں نے معرفت الٰہی کے ادراک کیلئے شب وروز ایک کیا۔ اور قوم کو گمراہیوں کے اندھیرے سے نکال کر ان کے قلوب واذہان اور باطنی تربیت سے منور کر کے دینی ودنیاوی کامیابی سے سرفراز کیا۔ رشد وہدایت کا سلسلہ انبیاء کرام میں نبی آخر الزمان اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل پذیر ہوا۔ نبوت کے باب بند ہونے کے بعد یہ اعزاز صحابہ کرام، تابعین عظام تبع تابعین، غوث، قطب ابدال اور اولیاء کرام کو جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں نے کمریوں لوگوں کو حق وصداقت کی راہ پر ڈال کر حاصل کیا۔ برصغیر پاک وہند میں مذہب اسلام کی زیادہ تر اشاعت وتبلیغ اور ترویج اولیاء کرام ہی کی وجہ سے ہوئی۔ ایک ایسے روشن اور دمکتے ستارے، مادرزادولی اللہ کا نام باہوؒ ہے۔ بتایا جاتا ہے۔ کہ تصوف کے شعبہ میں سات سلاطین ہوتے ہیں۔ جن میں پانچویں سلطان حضرت سلطان باہوؒ ہیں۔ ان سے قبل چار سلاطین حضرت فاطمۃ الزہرا بنت حضرت محمدؐ، خواجہ حسن بصریؒ، حضرت سلطان عبدالرزاقؒ، حضرت سلطان عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اور چھٹے سلطان بانئ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین صاحبزادہ سلطان محمد اصغر علیؒ ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کا سلسلہ نسب حضرت امیر ابن علی تک اکتیسویں پشت تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام داماد نبیؐ خلیفہ چہارم ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کے والد محترم حضرت بازید محمد ایک صالح، شریعت کے پابند، حافظ قرآن، فقیہہ مسئلہ دان، علاقہ دار شاہی ملک کوہستان اعوان کار کے صاحب اقتدار اور سلطنت دہلی کے منصب دار تھے۔ جنھوں نے بعد میں گوشہ نشینی کی وجہ سے اولیاء کی سرزمین ملتان کے ناظم کے ہاں قیام کیا۔ اور تفصیلات کے مطابق راجہ مروٹ کو قتل کر کے اس کا سر ملتان کے صوبے دار کو پیش کیا۔ وادشجاعت وبہادری ودیگر امور کی وجہ سے بعد ازاں سلطنت دہلی اور شہنشاہ ''شاہ جہاں'' کی طرف سے پچاس ہزار بگھہ زمین چند آباد کنویں۔ ایک گاؤں قہرگان عنایت ہوا۔ قلعہ قہرگان ہی میں حضرت سلطان باہوؒ کے وصال پر ان کا جنازہ ہوا اور یہی مقام آپ کا اوّل مدفن ہے۔

قلعہ قہرگان تاریخی لحاظ سے شورکوٹ کا اہم ترین گاؤں تھا۔ حضرت سلطان باہوؒ کی والدہ ماجدہ بی بی راستی ایک پارسا، زہد وتقویٰ کی مالک خاتون تھیں۔ حضرت سلطان باہوؒ ایک اعلیٰ پائے کے مُبلغ ومُصنف تھے۔ آپ کی تصنیفات میں حقیقی زندگی کے قرب اور فنائی الذات کی تمثیلات کی کثرت ہے آپ کی تصانیف کا خاص امتیاز یہ بھی ہے کہ ان میں نہ صرف کشف قبور کا ذکر ہے بلکہ دعوت قبور کی تذکیر بھی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کا فرمان ہے کہ ہم نے باطنی فیض عام کا دسترخوان طالب علموں، مریدین اور سالکین کیلئے قیامت تک بچھا دیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ''

کیمیائے گنج مفلس را نمود

ہر کہ عقل است کرد زود

یعنی ہم نے کیمیا اور اکسیر کے خزانے مفلسوں اور محتاجوں کیلئے کھول دیے ہیں۔ جس کو عقل ہے جلد حاصل کرے گا۔

آپؒ اپنی ایک تصنیف ''عین الفقر'' میں مرشد کامل کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مرشد کامل ایسا ہونا چاہئے جو طالب کو ایک ہی نظر میں انتہا تک پہنچا دے اور تمام حجابات کو دور کر کے اسے مشاہدات میں غرق کر دے'' آپؒ کی تصانیف کی تعداد ایک سو چالیس بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں چند ایک یہ ہیں، ''عین الفقر''، ''عقلِ بیدار''، ''کلید الرحمٰن''، ''محبت الاسرار''، ''دیوانِ باھوؒ''، ''تیغ برہنہ''، ''رسالہ روحی''، ''جامع الاسرار''، ''امیر الکونین''، ''محکم الفقراء''، ''نور الھدیٰ''، ''قطب الاقطاب''، ''شمس العارفین''،

العاشقین''، قربِ دیدار''، کلید التوحید''، مفتاح العارفین''، کے علاوہ دو شاعری کے مجموعے بھی ہیں۔ آپ کا مشہور شاعری مجموعہ ''الف اللہ چنبے دی بوٹی'' ہے۔ رسالہ روحی شریف میں مخلوق خدا کے سلسلہ میں ابیات میں ارشاد فرماتے ہیں

''شد اجازت باھو را ز مصطفٰےؐ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا''

یعنی فقیر باھوؒ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس بات کا حکم ہوا کہ خلقت کو محض فی سبیل اللہ تلقین کرے۔

ذیل میں سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے چند ارشادات، ملفوظات پیش ہیں تا کہ طالبین اور مریدین ان اسباق سے فیض حاصل کریں۔

☆اے عقل مند عزیز! ذرا گورستان میں اہل قبور کی طرف نگاہ کر، ان کے احوال سے واقف ہو۔ تجھے بھی چند روز بعد یہیں آنا ہے ہوگا۔''

☆نفس کی شناخت توفیق الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اور رب کی شناخت نور معرفت اور دل کی صفائی اور روشنی سے

☆راہ سلوک کی ابتدا فنائے نفس ہے اور انتہا فنا فی اللہ

☆عقل مند وہی ہے جو عداوت سے بچے

☆دنیاوی راحت بجلی کی چمک کی طرح ہے۔

مخلوق خدا کی باطنی طہارت و تربیت کرنے والی یہ ہستی 1039ھ میں شورکوٹ میں جلوہ گر ہوئی۔ آپ کی والدہ نے بچپن سے آپ کے باطنی کمالات کا اندازہ کر لیا تھا اور آپ کا نام ''باھو'' رکھا گیا آپ کی چار ازواج میں آٹھ بیٹے سلطان ولی محمد، سلطان نور محمد، سلطان لطیف محمد، سلطان صالح محمد، سلطان اسحاق محمد، سلطان شریف محمد، سلطان فتح محمد اور سلطان حیات محمد ہیں۔ حضرت سلطان باھوؒ کے ہم عصر بزرگان دین میں چند ایک سید عبدالرزاق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ میاں میر بالا قادری شیخ محمد اسماعیل سہروردی خواجہ محمد معصوم، خواجہ گیسو دراز، حضرت شاہ دولا چشتی ہیں۔ آپ کا مزار اقدس گڑھ مہاراجہ سے دو کلومیٹر جنوب مغرب کی جانب واقع ہے۔ آپ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ کو جمعہ کی رات تین پہر گزرنے کے بعد ہوا آپ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ سلطان الفقر واصر کے موجودہ مزار میں آپ کے اولاد کی مزارات بھی ہیں جن کی تعداد انیس بیان کی جاتی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی راستی کی مزار مبارک شورکوٹ ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ کے سجادگان کے اسمائے مبارک یہ ہیں ولی محمد سلطان، محمد حسین سلطان، حافظ محمد سلطان، غلام باھو سلطان، صالح محمد سلطان، نور احمد سلطان، محمد امیر سلطان، محمد حبیب سلطان، غلام جیلانی سلطان روایات کے مطابق آپ کا پہلا مزار شریف موضع قلعہ قہرگان میں مدت قیام ۷۷ سال دوسرے مزار نزد بستی سمندری بر لب دریائے چناب میں ۱۵۷ سال جبکہ تیسرا مزار واقع گڑھ مہاراجہ میں ۸۲ سال ہے۔ یہاں پر ہر سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

عرس پر حاضری کا مقصد بیان کرتے ہوئے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کا قول ہے کہ عرس پر مرد اگر غافل دل لے کر آیا اور ویسے ہی غافل لوٹ گیا تو اس کی مثال بدنصیب کی طرح ہے جو آب حیات کے چشمے پر پہنچ کر واپس چلا جائے۔ عرس مبارک پر آنے کا مقصد یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ آنسو بہا کر اپنا سر سجدہ میں رکھ کر گناہوں سے تائب ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات التواب الرحیم وہ غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما دینے والا ہے۔

☆☆☆

وادیٔ سون سکیسر اور حضرت سخی سلطان باھوؒ

جی ایم ثاقب

وادیٔ سون سکیسر

سکیسر نام کے صحت افزا مقام سے کون واقف نہیں۔ اسکی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مہر عبدالحق اپنی کتاب تھل میں لکھتے ہیں۔ ''اصل میں یہ لفظ ساکا سر ہے۔ جس کے معانی ہیں ساکا قوم کا تالاب۔ ماتھیس اقوام کو ساتھا، زط، جت، جٹ کے علاوہ ساکا بھی کہا گیا ہے۔ مہاتما بدھ کو ساکیہ منی یعنی جٹ قوم کا بزرگ کہا گیا ہے۔ زمانہ ماضی میں یہ علاقہ بدھ تہذیب کا مرکز تھا۔

ملک محمد سرور اعوان کے بقول سون سکیسر ''سوہن'' ''سکی'' اور ''سر'' کے تین سنسکرت الفاظ کا مرکب ہے۔ سوہن کا مطلب خوبصورت ہے جو اس حسین وادی کے لئے صحیح طور پر پہلے مستعمل ہوا مگر وقت گزرنے کے ساتھ پھر اس کو ''سوہن'' کی بجائے ''سون'' پکارا گیا۔ ''سکی'' سے مراد ہے سکی منی گوتم اور ''سر'' کا لفظ سنسکرت میں تالاب کا مترادف ہے۔ ''ساکیا منی'' گوتم بدھ کا نام ہے۔ اس کا مطلب ہے ساکیاؤں کا عارف۔

احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں۔

سکیسر کے مشرق میں پھیلی ہوئی وادی کو ''سون'' کہتے ہیں۔ یہاں کے دیہات میں یہ کہاوت مشہور تھی کہ ساون ہر سال سکیسر کی چوٹی پر جنم لیتا ہے اور پھر وہاں سے اتر کر سون کے سبزہ زاروں پر برستا ہے۔ عالمی محققین کے مطابق ''وادی سون سکیسر'' پانی سے باہر آنے والی دنیا کی پہلی خشکی ہے یعنی دنیا کی قدیم ترین وادی ہے۔ روئے زمین پر پھیلے ہوئے سمندر کے اس پہلے اور واحد کنارے کا ثبوت کوہستان نمک ہے۔

ڈارون کے نظریہ حیات پر یقین رکھنے والوں کی تحقیق ہے کہ یہی وہ علاقہ ہے جہاں انسان نے پہلی بار اپنے دو قدموں پر کھڑے ہونا سیکھا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ مہابھارت کی جنگ بھی یہیں لڑی گئی تھی۔ یہ وادی بدھ تہذیب کا مرکز بھی رہی ہے اور سکندر اعظم نے اپنی پہلی چھاؤنی بھی یہاں ہی ڈالی تھی۔ حقائق جو ہوں اور جیسے بھی ہوں یہاں کی چٹانیں اپنی عمر کم از کم پچپن کروڑ سال بتاتی ہیں اور ان پر اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ ماہرین ارضیات نے اس وادی کو ارضی علوم کا عجائب گھر قرار دیا ہے۔ (کتاب وادی سون سکیسر منو بھائی)

وادی سون سکیسر مجموعی طور پر ایک ہی علاقہ ہے مگر در حقیقت وہ مختلف جغرافیائی خصوصیات سے عبارت ہے۔ یہ قریباً پانچ ہزار فٹ بلند سکیسر پہاڑ، چار میل کے اوسط فاصلے پر مغرب سے مشرق کی طرف دو رویہ کوہ نمک کے سلسلے، درمیان میں 45 میل طویل وادی ہے۔

وادی سون سکیسر نے بڑے بڑے تعمیر دانوں کو پیدا کیا۔ ان میں ایسے ایسے جلیل القدر اصحاب تھے جنھوں نے برصغیر کی تہذیبی قدروں کو چار چاند لگا دیے۔ جنھوں نے قدرت کے سربستہ رازوں سے پردے اٹھائے اور چھپی ہوئی حقیقتوں کا سراغ بتایا۔ ان جلیل القدر بزرگوں میں ایک نام سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا ہے۔ یہ سلطان باھوؒ کے آباؤ اجداد کا علاقہ ہے۔ انگہ شریف (سکیسر میں ایک قصبہ) کے قبرستان میں آپ کے جدّ امجد سلطان فتح محمد کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والد محترم شیخ بازید محمد ایک متقی، متشرع اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ شاہجہان کے دور میں شاہی منصب دار تھے۔ ملتان کے گورنر کی راجہ مروٹ کے ساتھ ان بن کے دوران آپ نے تن تنہا اپنی گھوڑی سون پری پر سوار ہو کر بھرے دربار میں راجہ مروٹ کا سر قلم کر کے گورنر ملتان کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ کا شجرہ نسب یہ ہے۔

حضرت سلطان باھو بن حضرت بازید محمد بن حضرت شیخ محمد بن حضرت محمد تیم بن حضرت اللہ دتہ بن حضرت محمد سنان بن حضرت موطا بن حضرت محمد پیدا بن شیخ محمد سگھرا بن حضرت محمد انون بن شیخ محمد سلا بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیون بن حضرت محمد ہرگن بن شیخ انور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن حضرت شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت شیخ فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت فرنک شاہ حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عتیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت عمر شاہ بن حضرت امیر زبیر بن حضرت اسد اللہ الغالب امام المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ۔

اس میں شک نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسل سے ہیں۔ جب سادات نے حادثوں اور تفرقات کے سبب وطن چھوڑ اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بود و باش اختیار کی تو قبیلہ اعوان نے چونکہ سادات عظام کے قریبی تھے اس لئے عرب و عجم میں حادثوں، مصیبتوں، تنگی اور غریب الوطنی میں ان کی مدد اور جانفشانی کی اور ان کے رفیق اور معاون بنے۔ اس وجہ سے ان کا نسب اعوان ہوا یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے علویت اور ہاشمی کا لقب اعوان سے تبدیل ہو گیا۔

ملک شیر محمد اعوان کتاب ''تذکرۃ الاعوان'' میں لکھتے ہیں کہ 1001ء کو سرزمین ہند پر کفر و شرک کے بادل چھائے ہوئے تھے غزنی میں سلطان محمود اس فکر میں تھے کہ کس طرح

ہندوستان سے کفر و شرک کا قلع قمع کر دیا جائے۔ انہوں نے ہند میں توحید کا پرچم بلند کرنے کی غرض سے جہاد کرنے کا فیصلہ کر لیا جہاد کا اعلان سنتے ہی مجاہدین اور سرفروشان اسلام ایک گروہ کی صورت میں اسلام کے پرچم کے سایہ میں جمع ہونے لگے۔ ہرات کے حاکم میر قطب شاہ علوی اپنے قبیلہ کے ہمراہ سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی۔ سلطان محمود نے فرطِ مسرت اور خوش خیالی میں بے ساختہ کہہ دیا کہ آج سے تم لوگ ہمارے اعوان ہو اور حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنی تصنیف میں اپنا تعارف بطور اعوان کرایا ہے۔

مفتی غلام سرور کا خیال ہے کہ قطب شاہ اعوان عرب سے غزنی آئے اور ہرات کے حکمران رہے اور پھر محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے۔ اس اعوان قوم میں سے ایک گوہر شاہ یا گوارا سکیسر کے قریب سکونت پذیر رہے ہیں۔

اعوان عربی النسل ہونے کی وجہ سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان میں اب تک اپنے اجداد کی عادات و خصائل موجود ہیں۔ اعوان سخی، بہادر، وفادار، حیادار، اسلام و ملک و ملت کے وفادار، صاحب رشد و ہدایت، حافظ قرآن، شب زندہ دار، بہترین قسم کے منتظم اور اپنی ذمہ داریوں کو بطریق احسن نبھانے والے ہوتے ہیں، جفاکش ہونے کی وجہ سے مزدوری کو کوئی عار نہیں سمجھتے۔ فوج میں بھرتی ہو کر اپنے ملک و قوم کی پاسبانی کرتے ہیں۔ جنگ عظیم دوم میں وکٹوریہ کراس حاصل کرنے والے ہندوستانی فوجی اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع چکوال کے موضع دریال میں آج تک انگریزوں کی عطا کردہ "توپ" نصب ہے۔ جو اعوان قبیلہ کی عسکری کارکردگی کا نمایاں ثبوت ہے۔

1- جیارام جغرافیہ شاہ پور میں لکھتے ہیں۔ "اعوان بہادر اور لڑاکا ہوتے ہیں۔"

2- انگریز مورخ مسٹر تھامسن لکھتا ہے۔

"اعوان خوش اخلاق، خندہ پیشانی، انتقام لینے والے، جوشیلے، قوی الجثہ، چوڑے شانے، میانہ قد اور کاشت کار لوگ ہیں۔"

3- کرنل ڈیوس لکھتا ہے۔

"اعوان بہادر، پرجوش اور آرام طلب قبیلہ ہے لیکن یہ بے صبر اور زود رنج ہونے کے سبب فوراً دنگہ فساد، خانہ جنگی اور بلوہ بلکہ قتل و غارت کرنے پر تل جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہر وقت مشکل سے دوچار رہتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ قبیلہ نہایت ملنسار اور خوش اخلاق ہے۔"

مسٹر سٹیڈ مین کہتا ہے۔

"اعوان تمام قبیلوں میں نمایاں تر مقام رکھتے ہیں۔ اپنے رسم و رواج پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں دوسرے قبیلوں میں نہیں کرتے۔ اگر کوئی اعوان مرد دوسرے قبیلے کی عورت سے شادی کرلے تو اس کی اولاد کو صحیح النسب "اعوان" نہیں جانتے۔ اعوان ضلع راولپنڈی کی طرح ضلع جہلم میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

مسٹر تھامسن لکھتا ہے۔ "اعوان واضح طور پر زمیندار اور کاشتکار قبیلہ ہے۔"

مسٹر راجسن کے خیال میں۔

"اعوان فس کھ، خوش اخلاق، بدلہ لینے والے اور باہم برادریوں کے جھگڑوں میں اپنا بدلہ چکا کر ہی صلح کرتے ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھنے کے باوجود متوکل علی اللہ تھے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس کا آپ کا شیوۂ حیات تھا۔ الفقر فخری پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔

سون سکیسر اور آپؒ کی والدہ بی بی راستیؒ

"انگہ سے تین کلومیٹر دور "بدھانگہ" کی بستی ہے۔ بدھانگہ کے دائیں اور بائیں دونوں جانب سے پگڈنڈیاں اس پہاڑ کے پچھلی طرف جاتی ہیں۔ عقب میں جاکر "ڈلہ شریف" کی زیارت گاہ درختوں کے جھنڈ میں دور سے ہی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں ایک چودہ فٹ کی گولائی پر مشتمل پچھلی جانب چٹانوں سے جڑا ہوا پتھر "ڈلہ شریف" بدھانگہ کے مکینوں کے مطابق بہت متبرک ہے۔ اس جگہ پر آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستیؒ عبادت کیا کرتی تھیں یہیں پر آپؒ کی والدہ ماجدہ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مخلوق اور ان کے درمیان پردے کی آڑ پیدا فرمادے۔ دعا قبول ہوئی۔ ساتھ ہی رکھے ہوئے پتھر نے پھولنا شروع کیا اور اس قدر بڑا ہو گیا کہ اس کی اوٹ میں پردے کی جگہ پیدا ہو گئی۔ اور یہ پتھر آج بھی بڑھ رہا ہے۔

وادی سون سکیسر میں آپ کے جدامجد سلطان فتح محمد کا مزار مبارک:

حضرت سلطان فتح محمد سلطان العارفین کے جدِ امجد تھے۔ آپ کوٹلی انگالی یا پرانے انگہ کے رہنے والے تھے۔ مزار شریف انگہ کے مشہور قبرستان "بیروٹی" میں ہے۔

اگست کے مہینہ میں ہر سال اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان عرس مبارک اور محفل میلاد مصطفےٰ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں دنیا بھر سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

واقعہ سوہا ہو:

حضرت سخی سلطان باھُوؒ ایک بار سفر فرماتے ہوئے کوہستان میں سون سکیسر کے مقام پر پہنچے اور خلیفہ سے فرمایا کہ ہم پر رمضان المبارک کا ادب و تعظیم واجب ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے پہاڑ کے غار میں قیام فرمالیا اور دریائے وحدت میں مستغرق ہو گئے حتی کہ عید کی آواز بلند ہوئی۔ تو آپ حالت سکر سے حالت صحو میں آگئے۔ زار و قطار گریہ فرمانے لگے

کہ اُن سے رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت سحر و افطار، پنجگانہ نماز اور تراویح ضائع ہو گئے۔ چنانچہ خلیفہ کو نماز و روزہ کا اعادہ کرنے کے لئے حکم فرمایا اور خود وہاں سے شمال کی طرف "کوہ کھون" میں تالاب شور یعنی ٹکر کہار کے مقام پر پہنچے آپ نے اس مقام کو مقدس اور تنہا پایا تو وہاں پر مشاہدات تجلیات میں محو ہو کر بیٹھ گئے (مناقب سلطانی) حتیٰ کہ چند ماہ وہاں پر گزر گئے بالآخر خلیفہ نے العطش کی آواز منہ سے نکالی تو اسی اثنا میں ایک زہرن حاضر ہو گیا۔ جس کی سینگوں پر دستر خوان میں خوراک بندھی ہوئی تھی اور ساتھ ہی برتن میں پانی بھی لٹکا ہوا تھا۔ اس خوراک سے آپ نے اور خلیفہ نے افطار کیا۔ اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور سلطان العارفین کے منظور نظر خلیفہ نورنگ کھتران کہتے ہیں۔

عجب دیدم تماشہ پیر باھو
برات عاشقاں بر شاخ آھو

وہ زہرن جو در اصل ایک موکل تھا اس نے وہیں پر جان دے دی۔ آپ کی خدمت میں رہنے والے اس خلیفہ کی وفات بھی وہیں پر ہو گئی۔"

پس اسی پہاڑی پر وہاں کے لوگوں نے اس ہرن کو کرشمہ قدرت قرار دیتے ہوئے دفن کر دیا۔ وہاں وہ دو مزار اس ہرن (موکل) اور خلیفہ صاحب کے ہیں۔ جو کہ آھو باھو کے نام سے مشہور ہیں۔ آھو ہرن کو کہتے ہیں اور باھو اس خلیفہ کی نسبت سے کہتے ہیں۔ یہ مقام اب بھی اللہ سے لو لگانے والے عشاق کی زیارت گاہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق کوہ کھون میں وہ تالاب جس کا ذکر ہوا ہے کہ تالاب شور یا کڑوا تالاب تھا۔ اسی مقام پر حضرت سلطان باھوؒ تشریف فرما ہوئے۔ دراصل وہاں حضرت شیخ فرید الدین پہلے آئے تھے اور وہاں کسی وجہ سے رنجیدہ ہو کر بددعا دی۔ جس سے وہاں کا میٹھا چشمہ کڑوا ہو گیا تھا۔ جب لوگوں نے منت سماجت کی کہ وہ چشمہ شیریں کر دیا جائے تو فرمایا ایک اور ولی اللہ کا دور ہو گا جو سلطان باھوؒ نامی ہوں گے اُن کے مبارک قدموں کے فیض سے ہی یہ چشمہ پھر سے شیریں ہو گا۔ لوگوں نے جب آھو باھو کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو سب نے جمع ہو کر اصرار کیا کہ چشمہ کو پھر سے شیریں کر دیا جائے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس چشمہ کو فریدؒ نے کڑوا نہیں کیا تھا بلکہ امر الٰہی سے ہوا ہے اس لئے دوبارہ شیریں نہیں ہو سکتا۔ البتہ ساتھ ہی اس پہاڑ میں قریب فاصلہ پر ایک شیریں چشمہ پھوٹ پڑا جو اب تک جاری ہے۔ (مرآۃ سلطانی)

نیز اسی روایت کے ساتھ واقعہ "آھو باھو" میں مذکور ہوا کہ اس واقعہ کے وقت نورنگ کھتران کے علاوہ ایک اور درویش بھی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں موجود تھے۔ جس وقت وہ موکل زہرن کی صورت میں آپ کی ایک توجہ نظر سے فوت ہو گیا تو اس درویش نے فریاد کی کہ وہ ایک عرصہ تک خدمت میں رہا ہے مگر اس پر کوئی توجہ نہ کی۔ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اس درویش پر بھی نظر فیضان ڈالی تو وہ بھی جانبر نہ ہو سکا چنانچہ دوسرا مزار اسی درویش کا آھو کے مزار کے ساتھ بنا دیا گیا۔ اسی بنا پر وہ دونوں مزار "آھو باھو" کے نام سے معروف ہوئے۔ سلطان غلام سرور بن سلطان نور محمد کے مطابق دوسرے درویش کا نام داؤ تھا۔

محقق انور بیگ اعوان نے اپنی کتاب "دھنی ادب و ثقافت" میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان باھو ٹکر کہار میں ایک پہاڑ کے جس کونے میں محو استغراق رہے وہ گوتم بدھ کے زمانے سے چلہ گاہ یا عبادت خانہ قدیمی کے طور پر شمار ہو رہا تھا۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ کا وادی سون سکیسر سے گہرا لگاؤ تھا۔ کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کا آبائی علاقہ تھا۔ اور آپ کے پنجابی کلام میں استعمال شدہ الفاظ کا لہجہ "لہندی" وہاں کے لوگوں کی زبان کے لہجے سے ملتا جلتا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے بھی حضرت سلطان باھوؒ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اچھالی شریف میں بنگلہ حق باھوؒ میں سکونت اختیار فرمائی اور عام طور پر موسم گرما میں وہیں تشریف فرما ہوتے اور مریدین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اس طرح سے عوام الناس روحانی فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ وادی سون سکیسر کے دلفریب مناظر سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور حضرت سلطان العارفینؒ کے آبائی وطن سے بھی دلی لگاؤ پیدا کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی سلطان باھوؒ

خالد اعوان

سلطان العارفین برہان الواصلین قطب الکاملین حضرت سخی سلطان باھوؒ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰؓ بن ابی طالبؓ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت سلطان باھوؒ کا عرف اعوان ہے اور قبیلہ اعوان ہاشمی علوی ہے۔ قبیلہ اعوان حضرت قطب شاہ علیہ الرحمۃ کی نسل سے ہے جن کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے اٹھاراں صاحبزادے تھے۔ اعوان حضرت امیر زبیر کی پشت سے ہیں حضرت سخی سلطان باھوؒ کا شجرہ نسب تیس واسطوں سے حضرت امیر زبیر اور اکتیس واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰؓ سے جاملتا ہے۔ آپؒ کے والد حضرت بازید محمدؒ ایک صالح، حافظ قرآن اور فقیہ شخص ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مرد سپاہی پیشہ تھے اور شاہ جہان کے لشکر میں ملازم تھے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستیؒ اولیائے کاملین میں سے تھیں۔ وادی سون سکیسر کے گاؤں انگہ شریف کے قریب آپؒ ایک پہاڑی کے دامن میں چشمے کے کنارے ذکر میں محو رہا کرتی تھیں۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستیؒ کو الہامی طور پر بتا گیا کہ عنقریب آپؒ کے بطن سے ایک ولی کامل پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کو اپنے انوار فیض اور اسرار و عرفان سے بھردے گا ان کا نام "باھوؒ" رکھنا۔ آپؒ کا نام "باھوؒ" ہی رکھا گیا۔ حضرت بازید محمدؒ مائی صاحبہ کو شورکوٹ سکونت اختیار کئے ابھی چند دن گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان ہی کی تمناؤں کے عین مطابق آسمان روحانیت کا درخشندہ ستارہ عارفوں کا بادشاہ گمراہوں کو راہ راست پر چلانے والا مردہ دلوں کو اپنی توجہ خاص سے زندہ کردینے والا فنا فی اللہ بقاباللہ سلطان باھوؒ فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ آپؒ ۱۰۳۹ھ میں شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ مادرزاد ولی تھے بچپن ہی میں آپؒ کے روحانی کمالات کے ظہور سے آئندہ زندگی کی تصویر نمایاں تھی۔ آپؒ والدہ ماجدہ کا دودھ رمضان المبارک میں سحری سے لے کر شام تک نہیں پیتے تھے۔ یعنی اپنے والدین کی طرح صائم رہتے تھے۔ جب دایہ آپ کو سیر و تفریح کے لئے گھر سے باہر لیجاتی تو آپؒ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر اکثر ہندو لوگ کلمہ طیب پڑھ لیتے تھے۔ آپؒ کی اس کرامت سے غیر مسلم اتنے پریشان ہوئے کہ ان کے سرکردہ آدمی وفد کی شکل میں آپؒ کے والد کی خدمت میں حاضر ہوکر ملتمس ہوئے کہ جب بھی اس بچے کو گھر سے باہر نکالنا ہو تو پہلے اعلان کردیا جائے تاکہ ہم لوگ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ روایت ہے کہ عالم طفولیت میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہوئے تو آپؒ کی اجازت سے لوگ ایک برہمن طبیب کو بلانے کیلئے اس کے گھر گئے۔ برہمن نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہوجاؤں گا بہتر یہ ہے کہ آپ ان کا کرتہ یہاں لے آئیں۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا جب اس برہمن طبیب نے کرتہ اٹھا کر دیکھا۔ تو بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ طیب جاری ہوگیا۔ اور وہ مسلمان ہوگیا چونکہ آپؒ مادرزاد ولی اللہ اور فیض ازلی سے بہرہ مند تھے۔ اس لئے بچپن میں آپؒ پر واردات وجذبات الٰہی طاری ہونے شروع ہوگئے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ان تجلیات الٰہیہ کی کثرت کے سبب مجھے ظاہری علم حاصل کرنے کا کوئی وقت نہیں ملتا تھا۔ لیکن علم باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتروں میں نہ سما سکیں آپ کو باطن میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست بیعت فرمایا۔ آپؒ اپنی کتاب امیر الکونین میں فرماتے ہیں کہ عرصہ تیس سال تک میں مرشد کامل کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا۔ آخر ایک مرتبہ اس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم باطن میں ہاتھ پکڑ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ "میرا ہاتھ پکڑلو" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دست بیعت فرما کر تعلیم وتلقین فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے باھوؒ خلق خدا کی باطن میں امداد کیا کر بعد ازاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد کرکے فرمایا کہ یہ فقیر باھو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے اس کو آپ باطنی تلقین وارشاد فرمائیں چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے بھی اپنے باطنی فیض سے آپ کو مالا مال فرمایا اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

شہسوار کرد چوں برمن نگاہ

از ازل تا ابد مے پرنم براہ

ترجمہ:۔ جب شہسوار فقر نے مجھ پر نگاہ کرم ڈالی تو ازل سے ابد تک کا راستہ میں نے طے کرلیا۔ اس کے بعد حضرت غوث پاکؓ کے حکم پر آپؒ نے ظاہری بیعت دہلی میں حضرت شیخ پیر

عبدالرحمٰن قادریؒ کے دستِ مبارک پر کی۔ آپؒ نے ایک سو چالیس کتب فارسی میں تصنیف فرمائیں حضرت سخی سلطان باھوؒ نے چار شادیاں کیں اور آپؒ کے آٹھ صاحبزادے ہوئے۔ آپؒ نے اپنی تمام اولاد کو علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ کیا۔ آپؒ نے کھیتی باڑی کے ارادہ سے دو دفعہ دو دو بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی۔ لیکن فصل پکنے سے پہلے ہی جذبات حق تعالیٰ اور کثرت انوار الٰہیہ کے سبب آپؒ سب کچھ وہیں چھوڑ کر ادھر ادھر سیر کو نکل جاتے۔ یہاں تک کہ بیل بھی کسی کے سپرد نہ کرتے جو چاہتا لے جاتا۔ اور خود مع عیال و اطفال اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے۔ جن دنوں آپؒ شورکوٹ کے قرب وجوار میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے ایک خاندانی سفید پوش نے مفلسی سے تنگ آ کر کسی کی خدمت میں اپنی حالت بیان کی حضرت اب میری مفلسی حد سے گذر گئی ہے صرف ظاہری سفید پوشی ہی نظر آ رہی ہے اور گھر کی یہ حالت ہے کہ فقر و فاقہ میں بسر ہوتی ہے۔ قرض خواہوں کا دروازے پر جمگھٹا رہتا ہے اور عیال و اطفال کی شادی و دیگر کار خیر مفلسی کے سبب ملتوی ہو رہے ہیں باہر سفید پوشی ہے اور اندر کچھ بھی نہیں میں آپؒ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوا ہوں کیونکہ مردان خدا کی دعا سے اللہ تعالیٰ مشکلیں آسان کر دیتا ہے خدارا مجھے اس بھنور سے نکالیے اس مرد خدا نے اس سفید پوش کو خوش خبری دی کہ ایسا مرد کامل اور مشکل کشائے کامل حضرت سلطان باھوؒ دریائے چناب کے کنارے قصبہ شورکوٹ میں ہے۔ تمہاری یہ مشکل ان کی دعا سے حل ہو گی وہ سفید پوش اپنے رفیقوں اور نوکروں چاکروں سمیت منزل بمنزل قصبہ شورکوٹ میں آیا۔ اور پوچھتا پوچھتا حضرت سلطان باھوؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کو ہل چلاتے دیکھا یہ حالت دیکھ کر اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اور واپس لوٹا اور اپنے سفر کی محنت کا غم کرنے لگا کہ میں افلاس کا مارا پریشان اور حیران امداد کی امید پر یہاں آیا تھا سو جو شخص خود مفلسی میں گرفتار ہے اور ہل چلا رہا ہے وہ میری مدد کیا کریگا ابھی وہ سفید پوش لوٹا ہی تھا کہ حضرت سلطان العارفینؒ نے اسے آواز دی کہ اے فلاں سید افلاں ملک سے اس قدر فاصلہ طے کر کے آئے ہو اور سفر کی سختیاں سہی ہیں تو ہم سے ملاقات کئے بغیر واپس جا رہے ہو؟ یہ سنتے ہی اس سفید پوش کے دل کی کلی کھل گئی اور دل میں کہنے لگا کہ خیر کام کا بننا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر ہے کہ مجھے مرد خدا تو کامل ملا ہے اسی وقت گھوڑے سے اترا اور حاضر ہو کر دست بستہ اپنا حال زار عرض کیا۔ آپؒ نے اسے فرمایا کہ تھوڑی دیر میرا ہل چلاؤ میں حاجت روائی کر لوں اس سید مرد نے ہل چلانا شروع کیا اور آپؒ حاجت روائی کرنے کے بعد وہاں آ کھڑے ہوئے اور جس ڈھیلے سے طہارت کی تھی اُسے اسی کھیت جس میں ہل چلا رہا تھے دے مارا جس کے مارتے ہی اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا بن گئے آپؒ نے اس سفید پوش سید کو فرمایا کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اٹھا لو اس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو خالص سونے سے لاد لیا اور گھر واپس لوٹ آیا اور یہ ہندی شعر اسی سفید پوش سید کا ہے۔

نظر جنہا دی کیمیا ہووے سونا کردے وٹ
ذاتاں دتیاں رب دیاں کیا سید کیا جٹ

کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سلطان العارفینؒ ملتان سے متعلق دریائے راوی کے مشرقی کنارہ میں سیر کرتے ہوئے جا نکلے وہاں شیخ جنید قریشیؒ سے آپؒ کی ملاقات ہو گئی۔ شیخ جنید قریشیؒ نے آپؒ کی ضیافت میں درخت جنڈ کا پھل (جسے سنگری کہا جاتا ہے اور جو شکل و صورت میں لمبا اور باریک ہوتا ہے) پکانے کا حکم دیا جب درویشوں اور خادموں نے پکا کر دیگ سے باہر نکالا تو وہ پھل اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت شیخ جنید قریشیؒ کے تصرف سے سوئیوں میں تبدیل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفینؒ نے حکم دیا کہ چوہے کی بل سے مٹی لاؤ اور ان سوئیوں پر ڈال دو درویشوں اور خادموں کا آپؒ کے حکم سے مٹی لا کر سویوں پر ڈالنا ہی تھا کہ وہ فوراً شکر میں تبدیل ہو گئیں پھر سلطان العارفینؒ نے درویشوں کو حکم دیا کہ اب کہیں ادھر اُدھر سے بارش کا پاک پانی جو زمین پر کھڑا رہتا ہے تلاش کر کے درویشوں نے حاضر کیا۔ آپؒ نے ان سویوں پر اُس پانی کو ڈالنے کا حکم دیا۔ وہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً گھی بن گیا۔ جسے سویوں پر ڈال کر ساری مجلس کو کھانا کھلایا گیا۔ شیخ جنید قریشیؒ کے فرزند شیخ کالو شاہؒ حضرت سلطان العارفینؒ کے معتقد اور مرید تھے ایک مرتبہ جب اپنے شیخ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا تو شورکوٹ شریف میں آئے جب اپنے شیخ سلطان العارفینؒ کے مکان پر آئے تو ھو کے ذکر کی آواز سنی شیخ کالو شاہؒ زیارت کے لیے اندر داخل ہوئے۔ چاروں طرف نگاہ کی مگر حجرہ کے اندر کچھ نہ پایا۔ سوچ میں پڑ گئے اتنے میں حجرہ کے باہر ھو کی آواز آنے لگی شیخ کالو شاہؒ آپ کو دیکھنے کیلئے حجرہ سے باہر آئے مگر باہر نکل کر بھی کچھ نہ پایا پریشانی کے عالم میں تھے کہ پھر اندر سے ھو کی آواز بدستور سنائی دینے لگی پھر شیخ زیارت کیلئے اندر گئے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر کچھ نہ پایا حیران کھڑے تھے کہ پھر باہر سے ھو کی آواز سنائی دینے لگی باہر نکلے تو پھر کچھ نہ تھا مگر اندر سے بدستور ھو کی آواز آ رہی تھی شیخ کالو شاہؒ کئی مرتبہ اندر اور باہر جانے آنے کے بعد مایوس اور خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے آنکھیں زیارت کی تشنگی سے جل رہی تھیں۔ از بس شوق کے سبب آہ بھر کر ہندی الفاظ میں یہ شعر کہا۔

اندر ھو باہر ھو باھو کتھ لبھیدا
ھو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا

ترجمہ:۔ اندر بھی ھو ہے اور باہر بھی ھو ہے معلوم نہیں کہ شیخ باھو کہاں ملے گا ھو کا محبت اور شوق بھرا داغ ہر دم جلاتا رہتا ہے۔

جب جدائی اور مفارقت اور نا امیدی کے یہ کلمات شیخ کالو شاہؒ سے ظاہر ہوئے تو حضرت سلطان العارفینؒ بھی ترحم کا باعث ہوئے اور یہ شعر ارشاد فرمایا

جتھے ھو کرے روشنائی اتھوں چھوڑ اندھیرا ویندا ھو
میں قربان اس تھیں باھوؒ جیہڑا ھو نوں سہی کریندا ھو

ترجمہ:۔ جس مقام پر ھو روشنی کرتا ہے وہاں سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور اے باھو جو شخص ھو کو پہچان لیتا ہے دونوں جہان اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

اسی اثناء میں حضرت سلطان العارفینؒ نے طالب صادق شیخ کالو شاہؒ کو دولت دیدار سے مالا مال فرمایا۔ اور درمیان میں جو حجاب تھا وہ از راہِ ترحم اٹھا دیا۔ اور اپنی ذات بابرکات سے مشرف فرمایا (مناقب سلطانی) حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

ھو دا جامہ ملکن کراہاں اسم کماون ذاتی ھو
کفر اسلام مقام نہ منزل نہ اوتھے موت حیاتی ھو

شہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے پا اندر وِنے جھاتی ھو

اوہ اساں وچ اسیں اُنہاں وچ باھُوؒ دور رہی قرباتی ھو

ترجمہ:۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کا فرمان ہے کہ جتنے مقام ہیں مثلاً ازل، ابد، عرش، کرسی، لوح، قلم تحت الثریٰ اور بہشت، اگر ان میں کوئی کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو وہ کافر ہے یا ازروئے حرص وھوا ہے۔ دیدار اور لقاء محض فیض، فضل اور عطا ہے جو اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے (امیر الکونین) اس بیت میں آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

عارفین جب "اسم اللہ ذات" یعنی ھو کا ذکر کرتے ہوئے تفکر کرتے ہیں تو انہیں ذات باری تعالیٰ اپنے اندر دکھائی دیتی ہے اور وہ "ھو کا جامہ" پہن لیتے ہیں یعنی درجہ بدرجہ روحانی منازل میں ترقی کرتے ہوئے فنا فی اللہ کے درجے پر پہنچ جاتے ہیں یہ وہ مقام ہے جو زمان و مکان کی قید سے بھی آزاد ہے۔ اس مقام کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں۔

باھو در ھو گم شدہ فی اللہ فنا

نام باھو متصل شد با خدا

(امیر الکونینؒ)

ترجمہ:۔ باھوؒ ھو میں گم ہو کر فنا فی اللہ ہو گیا باھوؒ کا نام اللہ کے ساتھ متصل ہو گیا۔

باھوؒ با ھو فنا، باھوؒ بقا شد

کہ اول آخر رازِ ھو لقا شد

ترجمہ:۔ باھوؒ ھو کے ساتھ فنا ہو گیا، ھو کے ساتھ بقا پا گیا کیونکہ اول آخر "ھو" کا راز اسے مل گیا۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور جو کچھ سنا ان ظاہری کانوں سے سنا اور بمعہ جسم مجلس پاک میں حاضر ہوا۔

"اللہ بس ماسویٰ اللہ ھوس" اس روز کے بعد آپؒ پر ذات الٰہی کے انوار و جذبات اس طرح متجلی ہونے لگے۔ کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدا رسیدہ واصل باللہ کر دیتے تھے۔ سبحان اللہ مالک کائنات جل مجدہ اپنے بندوں میں جسے چاہے بلا محنت و مشقت اپنا قرب و وصال بخش دے یہ اس کی عنایت اور خاص فضل ہے اور وہ صاحب فضلِ عظیم ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جب اسم اللہ ذات طالب اللہ کے وجود میں تاثیر کرتا ہے تو اس پر رنگ معرفت چڑھتا ہے اور وہ مرتبہ کمال پر پہنچ جاتا ہے اس کے وجود سے دوری مٹ جاتی ہے اور وہ اپنی مراد کو پا لیتا ہے اب وہ چشم عیاں سے بھی دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اسے اپنے وجود کے ہر ایک بال پر اسم اللہ ذات کا نقش نظر آتا ہے بلکہ وجود کے انگ انگ پر اسم اللہ ذات کا نقش نظر آتا ہے اور اسکے گوشت پوست، بالوں، ہڈیوں، رگوں اور مغز و دل کی زبان پر اسم اللہ ذات کا ورد جاری ہو جاتا ہے اور اسے در و دیوار و بازار اور درختوں پر واضح طور پر اسم اللہ ذات لکھا نظر آتا ہے جو کچھ سنتا ہے یا بولتا ہے اسے اسم اللہ ذات ہی کی آواز سنائی دیتی ہے (شمس العارفین)

صوفیاء کرام میں آپؒ سلطان العارفین کے لقب سے معروف ہیں اس کے ساتھ آپؒ سلطان الفقر کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں فقر عین "ذات پاک" ہے فقر دراصل دیدار الٰہی کا علم ہے فقر سر الٰہی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کا دیدار چاہتا ہے وہ فقر اختیار کرے۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے

وہ فقر کہ جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

(علامہ اقبال)

آپؒ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ المقدس جمعہ کی رات تین پہر گزرے اس جہان فانی سے کوچ کر کے دار جاودانی میں جوار حق میں پہنچے۔

آپ کا مزار مبارک تحصیل احمد پور سیال کے قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے غربی کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے یہ گاؤں آپؒ ہی کے اسم مبارک موضع سلطان باھوؒ کے نام سے مشہور ہے آپ کا سالانہ عرس ہر جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتا ہے جس میں دنیا بھر کے لوگ شرکت کرتے ہیں یہ دربار پاک ہر قسم کی بدعت والی رسوم سے بھی پاک اور محفوظ ہے سینکڑوں صاحب حال فقیر اللہ تعالیٰ کے مشاہدات اور دیدار کے معتکف رہتے ہیں مزار پاک کے اندر داخل ہوتے ہی اور مزار پاک پر نظر پڑتے ہی بے اختیار طالبانِ مولا پر اسم اللہ ذات کھل جاتا ہے اور ذکر بھی بے اختیار جاری ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو اس محل پاک کی زیارت نصیب فرمائے اور خاص کر طالبانِ مولیٰ کیلئے تو آپ کا در ہر وقت کھلا ہے۔

☆☆☆☆☆

عہد مغلیہ ہند میں مسلمانوں کی فکری شیرازہ بندی کے لئے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی مساعی جلیلہ

ڈاکٹر سلطان الطاف علی

حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو قدس سرہٗ العزیز (۱۰۳۹ھ-۱۱۰۲ھ) (۱۶۲۹ء-۱۶۹۱ء) نے برصغیر پاک و ہند کے دورِ مغلیہ میں رشد و ہدایت سے عوام و خواص کو بہرہ ور فرما کر معاشرے میں اسلام کی اصل روح پیدا کر دی۔ اُن کی زندگی میں برصغیر فکری و سیاسی لحاظ سے شدید انتشار کا شکار تھا۔ حضرت قدس سرہٗ نے تصوف و عرفان کی تعلیمات کو ایسا رنگ بخشا جس سے معاشرہ میں پائے جانے والے ناپسندیدہ افکار کی اصلاح ہوتی گئی اور مسلمانوں کے لئے ایک پختہ منہاج سامنے لایا گیا جس کے اثرات بڑے دور رس ثابت ہوئے۔

مغلیہ دور میں جو افکار معاشرہ میں انتشار پھیلا رہے تھے اور اُن پر تنقید و مباحث بھی ہو رہے تھے اُن کی اصلاح اور درست سمت تعین کرنے کے لئے حضرت قدس سرہٗ نے بجا طور پر ایک علمی سطح پر کام کر کے زبردست خدمات سرانجام دیں۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نظریات:

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی (۱۱۶۴ء-۱۲۴۰ء) نے نظریہ وحدت الوجود پیش کر کے دنیائے تصوف و فکر و فلسفہ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ شیخ کی تصانیف اگرچہ بڑی تعداد میں ہیں مگر اس عنوان پر فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم نے تصوف اسلامی میں ایک بلند علمی و فکری مینار قائم کر دیا۔ وہ قرآن حکیم کی رُو سے وحدت الوجود کو پیش کر کے اسے الہامی و علمی مقام دیتے ہیں۔ اس نظریہ کو ہمہ اوست (وجودی) کہتے ہیں۔ اس کے مطابق صرف حق تعالیٰ ہی حقیقی معنوں میں موجود ہے۔ ممکنات کا وجود وہمی ہے۔ اُن سے پہلے شنکر اچاریہ بھی اسی نظریہ کے قائل رہے۔ ۱ (تاریخ تصوف۔ ص ۴۰)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی کے مطابق وحدت الوجود اتحاد ذات کا ہی ایک تجربہ ہے تاکہ صوفی وحدت کا ادراک کر کے اسے علم کا مقدمہ یا بنیاد بنا کر راہ اختیار کرے حتیٰ کہ اس سے وہ باطنی تجربہ اور عینیت کو پالیتا ہے۔ ۲ (تاریخ تصوف اسلامی۔ ص ۴۳)

صوفیاء میں یہ نظریہ وحدت وعینیت کے جذب کے ساتھ عام ہوتا گیا۔ فصوص اتنی جامع اور موثر تصنیف ہے کہ ایک اچھا قاری مطالعہ کر لیتا ہے تو اسے بھی ہر طرف ہر چیز میں خدا نظر آتا ہے چہ جائیکہ کوئی عارف ہو۔ جہانگیر بادشاہ کے دور میں حضرت مجدد الف ثانی (۱۵۶۳ء-۱۶۲۴ء) نے نظریہ وحدت الشہود پیش کر دیا اسلئے کہ وحدت الوجود کی تفہیم عوام و صوفیائے کم علم میں ناقص و خام نظر آنے لگی۔ وحدت الشہود کے مطابق وجود کائنات اور ظہور آثار و صفات مختلف واجب مطلق کی ذات و صفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل عین صاحب ظل نہیں ہے بلکہ ایک مثال ہے۔ ۳ (رود کوثر۔ ص ۳۱۱)

یہ نظریہ بھی صوفیائے مابعد میں اور بالخصوص صوفیائے نقشبند میں کافی مقبول رہا۔ عہد شاہجہانی و عالمگیر میں تصوف و عرفان سے منسلک ہونے والوں میں تذبذب و تشکیک کا مادہ پیدا ہو گیا اور دونوں نظریات پر مباحث ہونے لگے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے وجودی نظریہ کو گرفت میں لیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وجودی اور شہودی نظریات سالک یا طالب کے درجات و مقامات سے متعلق ہیں۔ جو فقیر مقام فنافی اللہ پر پہنچا وہ وجودی فلسفہ یا نظریہ کے تحت اُن مقامات کی سیر کرنے لگا جہاں احدیت ہے اور باقی سب کو فنا حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو سالک یا فقیر مرتبہ وحدانیت پر پہنچتا ہے اُسے خالق و مخلوق، طالب و مطلوب، عاشق و معشوق کا امتیاز نظر آتا ہے اور حضرت سخی سلطان باھو قدس سرہٗ نے دونوں نظریات میں یگانگت ظاہر فرما کر وجود و شہود کے فرق کو ختم کر دیا۔ فرمایا:

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الاّ ھُو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود الاّ ھُو

۴ (دیوان باھو۔ غزل ۱)

مجھے یقین حاصل ہے کہ اس کائنات میں سوائے اس (ذات پاک) کے کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور کائنات میں کوئی بھی وجود (حقیقی) نہیں (اور) اس ذات پاک کے سوا نہ کوئی مقصود (بالذات) ہے۔ فقیر جب مرتبہ وجودی میں ہوتا ہے تو اس کا احوال و کیف حضرت قدس سرہٗ سے ملاحظہ ہو:

الف احد جد دتی دکھالی از خود ہویا فانی ھُو
قرب وصال مقام نہ منزل ناں اوتھے جسم نہ جانی ھُو

نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے کون مکانی ھُو
عینوں عین تھیوسے باھُو سِرّ وحدت سبحانی ھُو

۵ (ابیات باھُو۔ بیت ۳)

(مقام احدیت میں) جب ذات احد نے تجلیات وارد فرمائیں (تو میں تجلی ذات میں مستغرق ہوکر) اپنے آپ سے فانی ہوگیا۔ (فنافی الذات ہونے کے بعد) وہاں نہ تو قرب ووصال رہا اور نہ مقام ومنزل نہ ہی وہاں جسم رہا اور نہ روح۔ (محویت اور قربِ حق کے عالم میں عارف پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہاں) نہ تو عشق ومحبت (باقی رہتی) ہے اور نہ ہی کون و مکان (کا وجود رہتا) ہے۔ (اس حال میں) اے باھُو ہم وحدت سبحانی کا عین راز بن گئے۔

اسی طرح فقیر جب مرتبہ شہودی میں مستغرق ہوتا ہے تو اسکی کیفیت ملاحظہ ہو:

وحدت دے دریا اُچھلے تھل جل جنگل رجے ھُو
عشق دی ذات منیندے ناہیں ساڈاں جھل چھپے ھُو
رنگ بھبوت ملیندے ڈٹھے سَے جوان کھپیندے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُو جیہڑے ہوندیاں ہمت ہٹے ھُو

۶ (ابیات باھُو۔ بیت ۱۹۰)

(اے درویش) دریائے وحدت (ذات تو جوش میں آکر اس طرح اپنے کناروں سے باہر) چھلک پڑا ہے (کہ کوئی شے ان کے فیض سے خالی نہیں) اور پانی ریگستان جنگل (وغیرہ) (سب کے سب رحمت ذات سے) سیراب ہوگئے ہیں۔ (بعض ازلی بدنصیب اس قدر فیضان عام کے باوجود دریائے وحدت) عشق (اللہ) ذات کے منکر ہیں اور (اپنی ازلی بدبختی کے تیزوں کے زخم) زندگی اور آخرت کے تھپیڑوں میں سہہ رہے ہیں۔ (حالانکہ اس کے برعکس) سینکڑوں (خوش نصیب) نوجوان (جنہیں ذوق عشق ذات حاصل ہوگیا ہے) انہیں (آسائش تن کو ترک کرکے) گرد وخاکستر کا رنگ ملتے ہوئے بھی دیکھا۔ اے باھُو میں (ان عاشقان صادق کے) قربان جاؤں جو کہ (اعلیٰ) ہمت ہونے کے باوجود عاجز ہیں۔

آپ کے نثری کلام (فارسی) میں بھی یہی انداز نظر آتا ہے مثلاً رسالہ روحی کو لے لیجئے جہاں ھاھویت وحدانیت کے مقام کی بات ہوئی ہے فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ ! از اجسام عناصر خاکی بہزار مظہر، ظہورِ آثار جمال و جلال قدر تہای کاملہ، آئینہ با صفا ساختہ تماشای روی زیبا می فرماید۔ خود باخود قمار عشق می بازد۔ خود نظر، خود ناظر، خود منظور، خود عشق، خود عاشق، خود معشوق۔" ۷ (رسالہ روحی۔ ص ۶)

سبحان اللہ، مادۂ خاک کے روپ میں، اپنی قدرت کاملہ کے جمال وجلال کی نشانیوں کے اظہار کے لئے ہزاروں جلوؤں کو آئینہ باصفا بنا کر اپنے حسن کا نظارہ فرما رہا ہے۔ وہ خود نظر، خود ناظر اور خود ہی منظور ہے۔ وہ خود عشق، خود عاشق اور خود ہی معشوق ہے۔

مقام وحدانیت اور عالم خلق کے ادراک کے ساتھ جب فلسفہ شہودی کارفرما ہوتا ہے تو فرمایا:

"تا آنکہ از لطف ازلی، سرفراز ع عین عنایت حق الحق۔۔۔۔۔چہ زندہ چہ مردہ۔" ۸ (رسالہ روحی۔ ص ۱۲)

جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے سربلندی حاصل ہوئی اور حضور خاتم النبیین اکرم نبویؐ کی طرف سے تمام لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرنے کا حکم ملا۔ (جس میں) کیا مسلم کیا کافر، کیا بانصیب کیا بے نصیب، کیا زندہ کیا مردہ (سب شامل ہیں)۔

اگر تمام رسائل سے اس مقصد کے لئے امثال جمع کریں تو مضمون کی ضخامت بہت زیادہ ہو جائیگی۔ بہرحال حضرت قدس سرہٗ نے اپنے آثار وکلام سے وجود وشہود میں یگانگت ظاہری اور مدارج سلوک کے ضمن میں بیان کرکے اس بحث اور مسئلہ کو یکسر تمام کر دیا۔ حضرت قدس سرہٗ کے بعد اس نظری مسئلہ کو آپ قدس سرہٗ کی پیروی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء) نے دینی وروحانی یگانگت کے قیام کے لئے ایسا ہی قدم اُٹھایا۔ انہوں نے مکتوب مدنی میں ابن العربی کی "وحدت وجود" اور امام ربانی کی "وحدت شہود" کو ایک دوسرے کے مطابق ثابت کرکے نزاع کو دور کر دیا۔ ۹ (رود کوثر۔ ص ۵۸۱)

ایک اور صورتحال کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ خود بھی آگے چل کر فلسفہ وحدت الوجود کے قائل ہوگئے۔ ۱۰ (کلمات الصادقین۔ ص ۹۲)

ان تمام کاوشوں سے وجودی نظریہ کو عوام کے نہ سمجھ سکنے کا اضمحلال اور شہودی نظریہ کے متعارف کرانے پر جو تذبذب کی صورت پیدا ہوئی اس کا رفتہ رفتہ خاتمہ ہوگیا ہے۔

شاہجہان کے شہزادوں میں فکری تضادات

مغلیہ بادشاہ شاہجہان کے دور کو ہم مغلیہ خاندان کا سنہرا دور قرار دیتے ہیں مگر اس دور کا المیہ یہ تھا کہ شاہجہان کے چاروں شہزادگان دارا، اورنگزیب، شجاع اور مراد میں فکری ونظریاتی اختلافات تھے جو اورنگزیب عالمگیر کے دور میں اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔ دارا شکوہ صوفی مشرب اور قادری مسلک تھا مگر وہ آزاد خیال صوفیوں، سنیاسیوں اور سادھوؤں کے گروہ کا حصہ بن گیا۔ اکبر اعظم کے دور سے جو دین اسلام میں افتراء وانتشار کا بیج بو دیا گیا وہ جہانگیر اور شاہجہان کے وقت میں تصوف وروحانی تعلیمات میں ایسے اختراعات سامنے لایا جس سے اسلام کی اصل تعلیم اور مقصد متاثر ہونا شروع ہوگیا تھا۔ دارا شکوہ نے ہندومت کے ساتھ اسلام کے اشتراک کے نکات یکجا کرکے اسے ایک دین یا مذہب مشترک کے طور پر لانے کی کوشش کر رہا تھا بھگوت گیتا اور ویدوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا اور یہ بات بالکل ہی بھول گیا کہ وہ ہندومت میں جو وحدانیت کا رنگ وفکر پاتا ہے تو پھر انہیں یہ تبلیغ وحدانیت کیوں نہ دی جائے کہ ان کے اوتار تو وحدانیت کی تلاش وفکر میں رہے اسلئے اب ہندوؤں کو دین اسلام کی سچائی کو سمجھ لینا چاہئے جو پورے عالم انسانیت کے لئے دین بن کر نازل ہوا۔ وہ اسلام کی وحدانیت جو شرک وتشبیہ سے پاک ہے اور اسلام کی

رسالت جو عالمگیریت کا پیغام ہے اُس کو یکا نگت، اتحاد اور ہدایت خداوندی کا دین پوری انسانیت کے لئے ابلاغ کرتا بلکہ دارا شکوہ قادری مسلمانوں کے لئے انتشار کا باعث ہوا۔ اور نگزیب عالمگیر پکا دیندار، متشرع، پرہیزگار، بہادر، عادل، منتظم و حق گو تھا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے ہندوستان کے باشندوں کو اور بالخصوص مسلمان معاشرہ کو اُن کی رہنمائی اور سیادت میں پسند کرتے ہوئے اُن کے اوصاف حمیدہ کو سامنے رکھا۔ شجاع و مراد دونوں شراب و شکار کے رسیا، ہوس نا کیوں میں مبتلا اور اہلسنت کے عقائد سے اختلاف رکھنے والے تھے۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے بڑا صبر آزما تھا کہ وہ آخر شاہجہان کے کس شہزادہ پر اعتماد کریں اور سیادت و بادشاہی کے لئے درست تصور کریں۔ اُن کے اس تذبذب کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے بالآخر اپنی عارفانہ اور دینی رہنمائی کے ساتھ دلیل و حجت ظاہر کر کے سیدھا راستہ دکھا دیا۔ جب حضرت قدس سرہٗ نے اورنگزیب عالمگیر کے اوصاف کو اپنے عارفانہ رسائل میں پورے احترام کے ساتھ لانا شروع کر دیا تو اُن کے الفاظ ایک عالم ربانی اولی الامر کے ثابت ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔

"حضرت محی الدین، راسخ دین، عادل بادشاہ از ہر طریقت واقف، آگاہ معیان۔" ۱۱ (اورنگ شاہی۔ ص ۸)

حضرت محی الدین (اورنگزیب عالمگیر) راسخ دین، عادل بادشاہ، ہر طریقت سے عین الیقین واقف اور آگاہ، ناظر، خلق اللہ کو فیض بخشنے والا، تلقین وحدت کا یہ رسالہ اورنگزیب عالمگیر کو دہلی کی جامع مسجد میں عنایت فرمایا اور یہ سال ۱۰۷۸ھ کا تھا۔ ۱۲ (مرآت سلطانی۔ ص ۱۱۳۷)

ایسے ہی خطابات والقاب کے ساتھ اپنے رسائل دیدار بخش، عین العارفین، کلید التوحید خورد قفل القلاۃ، کشف الاسرار، نور الہدیٰ خورد اور عین الفقر میں یاد فرمایا ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کی آخری تصنیف موجود رسائل میں عین العارفین ہے جو ۱۱۰۰ھ کے اواخر میں تصنیف فرمائی اُس میں فرماتے ہیں:

شُد بایں تصنیف سرّ از الٰہ
درزمان محی الدینش بادشاہ
اورنگ زیب عادل نام او
از طریقۂ خاص نبویؐ بُردہ گو
زاہد و عابد بترسد از خدا
محرم اسرار وحدت کبریا
در شریعت ہم طریقت راہبر
از حقیقت معرفت صاحب نظر
ظلّ اللہ زحال برہم خاص و عام
تا قیامت باد اُو قائم مقام

۱۳ (عین العارفین۔ ص ۲۲)

"یہ الٰہی اسرار کی تصنیف محی الدین بادشاہ کے وقت میں مکمل ہوئی۔ اورنگزیب اس کا نام ہے، جس نے خاص طریقۂ نبویؐ میں میدان حاصل کر لیا ہے۔ وہ خدا ترس اور زاہد و عابد ہے وہ وحدت ربانی کا محرم اسرار ہے۔ شریعت اور طریقت میں رہنما ہے وہ حقیقت و معرفت میں صاحب نظر ہے۔ وہ ہر خاص و عام کے حال پر اللہ جل شانہٗ کا سایہ ہے۔ خدا کرے قیامت تک اس کا مقام قائم رہے۔"

اس دور کے بیشتر مورخین نے بھی کھل کر اورنگزیب عالمگیر کی بے داغ اور صحت مندانہ شخصیت کا اعتراف کیا ہے مگر عوام الناس و طبقہ دانش اگر یقین کے ساتھ تسلیم کرتا ہے تو کسی عالم ربانی کے قلم و گفتار سے کرتا ہے اور یہ حق خدمت حضرت قدس سرہٗ نے پورا کر دیا۔ آپ قدس سرہٗ نے تو اورنگزیب عالمگیر کو بادشاہ اسلام کا خطاب عطا کر کے ہر قسم کے تفکر و تذبذب سے نکال کر عالمگیر کا انتخاب فرما دیا۔

مُلا مصریؒ افغان کا حیرت انگیز اور نامناسب اقدام:

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہٗ العزیز کے موجودہ بلوچستان سے متعلق تین افراد ایسے مریدین باصفا گزرے ہیں جنھوں نے شورکوٹ جا کر زانوئے تلمذ تہہ کر کے آپ قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور سلوک طریقت میں فیضیاب ہو کر واپس لوٹے۔ اول مُلا معانی جن کا مزار کرک، سی میں، دوم مُلا مصریؒ جن کا مزار ڈھاڈر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ سوم حاجی شاہ جن کا مزار قندھار کے نواح میں ہے۔ ۱۴ (مناقب سلطانی۔ ص ۵۶، مرآت سلطانی۔ ص ۱۵۹)

آثار بتاتے ہیں کہ پنی افغانوں کے دور میں مُلا معانی اور مُلا مصریؒ کے مزارات پر عظیم الشان مقابر بنے تھے مگر ان کی حکمرانی کے بعد مقابر کی نگہداشت، حفاظت اور مرمت نہ کی گئی۔ مُلا مصریؒ بھی بڑے صاحب کرامات بزرگ سمجھے گئے۔ نواب مرزا خان المعروف نواب بخت سند خان پنی بارو زئی کی بلوچ براھوی قبائل سے جنگ ہوئی تو جنگ کے دوران پنی بارو زئی افغانوں نے مُلا مصریؒ کے قول کو یاد کیا اور قدرے مٹھی بھر خاک کو اٹھا کر مخالفین کی طرف اُڑا دیا (تو وہ سب آندھی اور طوفان کے گرد و غبار میں اٹ گئے اور پنی (Panni) فتحیاب ہوئے۔ ۱۵ (نسبت نامہ بارو زئی، منظور فاری، افغانہ، ص ۱۸۳-۱۸۲)

عنایہ امر یاد کرنا بہتر ہوگا کہ پنی افغان قبیلہ کی کالونی شمال میں بارکان، ڈکی، تھل چٹیالی، زوارستان (وادی ہرنائی و شہرگ)، مشرق میں دریائے سندھ تک بھکر، سکھرد

لاڑکانہ کے حدود شامل تھے۔ جنوب میں ابرو و پنہور کے علاقے عزار خان پنی افغان (جس کے والد بارو خان اور دادا جنید خان پنی تھے) کے تصرف میں آ چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ سیوی اور ناڑی گنداوہ کے علاقے شامل تھے۔ سندھ سے کلہوڑے اور قلات سے براہوی قبائل کا پنی افغانوں سے تصادم رہتا تھا۔ ان میں اٹھارہ جنگیں ہوئی۔ پنی افغانوں کو صرف ایک جنگ میں شکست ہوئی۔ ملا مصریؒ اسی قبیلہ سے تھے۔ ۱۶ (افغانز آف دی فرنٹیئر پاسز، ص ۱۸۲)

سیوی، ڈھاڈر اور شکار پور نواب مرزا خان (بخت سند خان) پنی کے خاص مراکز تھے۔ جن سے پوری کنفیڈریسی پر نظر رکھی جاتی تھی۔ ۱۷ (افغانز فرنٹیئر پاسز۔ ۱۸۳:۱)

جرنل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لاہور ۱۹۶۵ میں فتح سنگ پھوامہ کے ساتھ ملا مصریؒ کو بھی شہزادہ دارا شکوہ قادری کی گرفتاری میں معاونت کرنے کے بارے میں انکشاف کیا گیا ہے جبکہ دارا شکوہ بھکر و سکھر کے علاقہ میں تھے۔ اس سے ملا مصریؒ کی علاقہ میں سیاسی و سماجی پوزیشن کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ کوئٹہ، قلات ریجن میں پہلے افغان سیٹلمنٹ بھی شمار ہوتے ہیں۔ ۱۸ (افغانز فرنٹیئر پاسز۔ ۱۸۳:۱)

مؤرخ تاریخ بلوچ و بلوچستان، میر نصیر خان احمد زئی کے مطابق شہزادہ دارا شکوہ قادری سندھ کی حدود میں داخل ہوا تو پہلے مگسی قبیلہ کے تعلقہ میں آیا جہاں مگسی سردار مرزا خان بلوچ نے نہ صرف بھرپور استقبال کیا بلکہ شہزادہ کو ترغیب دی کہ وہ ایران چلے جائیں اور ایران تک پہنچانے کا ذمہ لیا مگر دارا شکوہ نے ملک جنید پنی افغان پٹہ دار سیوی ڈھاڈر کے علاقہ کو جانے کا فیصلہ کر لیا اور روانہ ہو گیا۔ دارا شکوہ کو سردار جنید خان بارو زئی پر پورا بھروسہ تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اس پر احسانات کرتا رہا تھا۔ انہیں دنوں دارا شکوہ کی زوجہ نادرہ بیگم کا انتقال ہوا تو تدفین کے لئے وہ اپنے مرشد میاں میر قادریؒ کی خانقاہ کے قبرستان کے لئے مرحومہ کا جسد خاکی لاہور بھجوانے کا اہتمام کیا اور خود سردار جنید خان بارو زئی کے پاس ٹھہر گیا۔ مگر سردار جنید خان نے بیوفائی کی اور شہزادہ کو گرفتار کرا کر مغل بادشاہ کی طرف دہلی بھجوا دیا۔ ۱۹ (تاریخ بلوچ و بلوچستان، ۵:۷۔ ۶)

بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ پٹہ دار ہونے کے باعث وہ مغل بادشاہ عالمگیر کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ اسلئے دارا شکوہ قادری جیسے مہمان کے ساتھ بیوفائی کا سلوک کیا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ملا مصری افغان کا یہ اقدام انتہائی ناروا و نامناسب نظر آتا ہے اور ان کے اس ارتکاب کو تاریخ ہمیشہ برا کہے گی کیونکہ پناہ لینے والے مہمان اور بھلائی کرنے والے کے ساتھ یہ سلوک کسی طرح بھی جائز نظر نہیں آتا۔ حضرت قدس سرہٗ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا ہوگا تو انہیں بے حد ناگوار گزرا ہوگا اور ملا مصریؒ کی سرزنش بھی کی ہوگی۔ افسوس ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی زندگی کے حالات اب تک اخفا میں اور ہماری تحقیق ابھی تک تشنہ ہے۔ تاہم دارا شکوہ کی گرفتاری اور اس کے بعد دہلی میں اس کا قتل یا وفات پا جانے سے اورنگزیب عالمگیر مکمل طور پر حکمرانی اطمینان سے کرنے لگا اس کے راہ میں دارا شکوہ کی مداخلت نہ رہی تھی۔

تحفظ دین اسلام کے لئے خوارج و روافض کی مذمت:

دور مغلیہ ہند میں مسلمانوں کا معاشرہ دین میں کئی قسم کے رخنے دیکھ رہا تھا۔ مذہبی فرقہ واریت بھی جڑ پکڑ رہی تھی کہ اس عالم انتشار فکر و نظر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے تحفظ، احیاء و فروغ دین اسلام کے لئے برملا تحریری و تبلیغی کام و رشد و ہدایت کا سلسلہ سرگرم کر دیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا عارفانہ نثری و شعری کلام ان حملیات سے معمور ہے۔ چند اقتباسات وارشادات عالی بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

اولین بات جو صوفیائے خام کے عمل و کردار سے تصوف اسلامی کو غلط مفہوم دے رہی تھی وہ عارف و عالم و اولیاء اللہ کے دوش بدوش بے عمل قلندروں، ملنگوں، سنیاسیوں، جوگیوں اور سادھوؤں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرنے کی تھی۔ اس انداز فکر کے حضرت قدس سرہٗ نے شدید تکذیب کی اور احتجاج فرمایا:

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوای خود شریعت ساختم

مرد آنست کہ ظاہر خود را در لباس پوشد۔ ۲۰ (اورنگ شاہی، ص ۱۲)

میں نے ہر مقام شریعت سے حاصل کیا ہے۔ میں نے اپنا رہنما بھی شریعت کو رکھا ہے۔ مرد وہ ہے جو اپنے ظاہر کو شریعت کے لباس سے ملبوس کرے۔

فرقہ وارانہ خیالات کی مذمت اور باہمی احترام واتحاد کے ضمن میں فرمایا:

خارجی و رافضی دشمن نبیؐ
دشمن نبویؐ بعد اہل از شقی
سیّدان را عزت و شرف از خدا
دشمن سیّد بعد اہل از ہوا

۲۱ (نور الہدیٰ کلاں، ص ۸۸)

خوارج جو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مخالف ہو کر الگ ہو گئے اور روافض جو شیخین رضوان اللہ اجمعین کو برا بھلا کہتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ہیں اور جو کوئی نبی اکرمؐ کے دشمن ہوں وہ سنگدل بدکار و بدبخت ہیں۔ سادات اہل بیت کو عزت و مرتبت خدا تعالیٰ سے حاصل ہے ان سے دشمنی کرنے والا اہل ہوس ہی ہے۔

دوم مسئلہ یہ کہ معاشرہ میں حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادراک ختم ہو رہا تھا۔ اسلام میں اتباع رب واحد و رسالت کو جداگانہ علمی و دینی شعبے قرار دے کر عالم و زاہد و عابد سخت غفلت کا شکار ہو رہے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ نے حقیقت محمدی کی اہمیت و ادراک کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

محمدؐ چو بینی بیابی خدا
خدا را مکن از محمدؐ جدا

کہ لولاک عزت شرف نعت اوست کہ نور محمد شدہ ذات اوست۔ ۲۲ (توفیق الہدایت، ص ۱۳)

تو نے جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار حاصل کر لیا تو خدا تعالیٰ کو پالیا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کو حضرت محمد مصطفیٰؐ سے جدا نہ سمجھ، کیونکہ کائنات کو شرف وعزت آنحضورؐ کی آمد سے ہوئی ہے اور اسی ذاتِ ربانی سے نورِ محمدؐ پیدا ہوا ہے۔

تیسرا مسئلہ تصوف کے تمام خانوادوں کا سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانیؓ سے تمام نعمت وفضیلت کے حصول کا اعتراف کرتا ہے۔ اسی اقرار سے تمام صوفیاء کا مقصد، مدعیٰ اور سرچشمہ ایک ہی بن جاتا ہے۔ اس سے انحراف لاعلمی وجہالت کی دلیل ہے۔ جو معاشرہ میں صوفیائے طریقت کے انتشار کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

"ہر طریقہ و خانوادہ کہ دولت و نعمت رسید از حضرت شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز رسید۔ ہر کہ از قادری منکر شود، فی الدنیا و الآخرۃ مردود بود:

ہر طریقہ خانوادہ شد غلام
با مریدی جان فدایش ہر دوام
نقش بندی راچہ قدرت دم زند
از طریقہ قادری طالب شود
اہل چشتی خواجگان ہم خاک پا
سہروردی از غلامان با صفا
ہر کہ از بندہ خدا اُمت نبیؐ
خاک بوسی می کند با قادری

قول حضرت شاہ محی الدین قدس سرہٗ العزیز: قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ" ۲۳ (عقلِ بیدار، ص ۲۰۲)

"ہر طریقہ اور خانوادہ کو جو دولت نعمت حاصل ہوئی ہے وہ حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہٗ العزیز کے تصدق سے ہوئی۔ جو کوئی بھی (سلسلہ) قادری سے منکر ہوتا ہے دونوں جہان میں نامراد ہوا۔ (صوفیاء کا) ہر طریقہ اور خانوادہ (سیدّ عبدالقادر جیلانیؒ کا) غلام ہوا۔ کسی بھی طریقہ وخانوادہ تصوف سے منسلک مرید ہو کر ہمیشہ کے لئے فدا کار ہو جاتا ہے۔ اہلِ نقشبند (جیسے اولی العزم صوفیاء) بھی وہاں دم مارنے کی جسارت نہیں کرتے بلکہ وہ بھی قادری طریقہ سے حصول فیضان کے طالب رہتے ہیں۔ خواجگانِ اہلِ چشت جیسے برگزیدہ صوفیاء بھی اس (غوث اعظمؓ) کے خاک پا ہیں اور عظیم صوفیاء سہروردی بھی سیدّ عبدالقادر جیلانیؓ کی خاکبوسی کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محی الدین قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا "میرا قدم تمام اولیاء اللہ" کی گردن پر ہے۔"

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ کے قدم سے مراد ان کا مرتبہ اور فضیلت ہے جو تمام اولیائے کرام پر فائق ہے۔ تصوف اسلام کے جتنے بھی طریقے اور خانوادے ہیں حتیٰ کہ سہروردی، چشتی اور نقشبند جیسے اعلیٰ مراتب والے جنہوں نے برصغیر میں اشاعتِ اسلام کی وہ سب تصوف اسلام میں مرکزیت و یکانگت کے حصول میں ایک ہی غوث اعظم کے فیضان سے سرشار ہیں۔ اگرچہ وہ صوفیاء اپنے مراتب میں قطب وغوث کے درجات پر فائز ہیں۔ کم علمی اور تنگدلی کے باعث نو وارد یا صوفیائے خام اپنے اپنے جداگانہ سلسلہ کو دوسرے سلسلوں سے اعلیٰ و ممیز ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اگر اپنے اپنے سلسلہ کے بانیوں کے ارشادات کو پڑھیں اور توجہ دیں تو انہیں حقیقت واضح ہو کر مل جاتی ہے۔ سلسلہ قادری کے نو وارد یا صوفیائے خام بھی محض سلسلہ قادری سے منسلک ہو جانے پر خیال کرتے ہیں کہ وہ صاحبِ حضوری ہو گئے اور تمام سلسلوں سے نعوذ باللہ آگے نکل گئے غوث الاعظم سیدّ عبدالقادر جیلانیؓ نے مکتبہ تصوف میں مقام ومراتب کی بات کی ہے اور ان کی وساطت سے سلسلہ قادری کی عظمت بیان کی ہے مگر اس سے یہ مقصد ہرگز اخذ نہیں ہوتا کہ ہر کوئی جو سلسلہ قادری میں داخل ہوتے ہی بلا عمل وریاضت وتوجہ مرشد کامل پرواز کرنے لگ جائے۔

بدین علم و دانش بباید گریست

سلسلہ قادری میں سالک جب اہلِ روح والی برزخ کا مقام حاصل کرتا ہے تو پھر ہی قادری کے مقام کا حامل ہوتا ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ "اہل روح را ملاقات با سلطان الفقر تمام است۔" ۲۴ (عقلِ بیدار، ص ۲۹۶)

اہل روح کو سلطان الفقر کی ملاقات (بے حجاب) حاصل ہوتی ہے۔ گویا حضرت قدس سرہٗ نے صوفیاء کے تمام سلسلوں میں سیدّ عبدالقادر جیلانیؒ کے توسط سے ہم آہنگی اور ہم فکر رہنے کا راستہ واضح کیا ہے۔ چوتھا مسئلہ عقائد مذہبی میں افتراق وانتشار آ جانے کا تھا۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے حضرت قدس سرہٗ نے دین اسلام کی اصل روح، آئین محبت کو پیش کرتے ہوئے ملتِ محمدیہ کے لئے اصحابِ کبار، پنج تن پاک ومحی الدین سیدّ عبدالقادر جیلانیؒ وصوفیائے کبار کے تعلق سے روح کو سرشار رکھنے کا درس دیا ہے۔ فرمایا:

"اہل محبت از آئینہ محبت ببین و آئینہ محبت مشرف حضور است۔ اہل حضور را حضور با جمعیت مراد ـــتا ـــنقش خوش ببین ای عارف بالیقین۔" ۲۵ (عقلِ بیدار، ص ۲۳۶)

اہلِ محبت کو محبت کے آئینہ میں دیکھو اور آئینہ محبت حضورِ رسالت مآبؐ کی حضوری وتعلیم سے شرفیاب ہے۔ اہل حضور کو حضور رسالت مآبؐ سے ہی جمعیت ومراد حاصل ہے۔ جس کسی کو دیدار کی حضوری سے مراد مل جاتی ہے اُسے مذہب وملت کے رسم ورسوم کی کیا ضرورت! اُسے تو فنائے نفس، صفائے قلب اور بقائے روح حاصل ہوتی ہے۔ میں روافض وخوارج کے مذہب وملت سے بیزار ہوں (میرا تو دینِ اسلام سے تعلق ہے جہاں ایسے تعصبات کو دخل ہی نہیں ہے) میں تو سُنّی ہوں، چہار یار کا دوست دار ہوں۔ جو کوئی بھی دیدار مصطفیٰؐ سے

مشرف ہونا چاہے تو اصحاب کبار اور پنجتن پاک کی محبت سے دل کو شگفتہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور سلوک طریقت کی پیروی شاہ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کی کرے۔ اس خوبصورت نقش کو اے عارف بالیقین، تو ملاحظہ کر لے:

ابوبکر صدیق بدل صدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عمر خطاب عدل بر نفس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عثمان باحیا ایمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
علی کرم اللہ وجہہ علم وسخاوت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امام حسن حسن نیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امام حسین احسن الخلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فاطمہ حق خاتمہ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
شاہ محی الدین ارشاد توحید قدس اللہ سرہ العزیز ۳۶ (عقل بیدار، ص ۲۳۶)

میرے خیال میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے عقائد دینی و مذہبی کا جو خوبصورت نقش پیش کر دیا ہے اس سے زیادہ واضح، خوشنما اور وسیع راستہ ملت اسلامیہ کے لئے اور نہیں ہو سکتا اور یہی اتحاد و یگانگت کے لئے سنگ میل ہے۔

پانچواں مسئلہ مذہب، عقیدت ومحبت کا ایک نقطۂ تمرکز، مذہبی اور نظریاتی عقیدت ومحبت کے ایک نقش کو مرتب کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ مذہب، نظریہ، عقیدت ومحبت کے لئے بھی تو ایک تمرکز چاہئے جو دین اسلام کا سرچشمہ مطابق تعلیمات قرآن وسنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ وہ تمرکز ذات احدیت کا اقرار ہے، جس سے ربط وقرب کے لئے اسی ذات کا مبارک اسم "اللہ" جل شانہٗ ہی ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنے عارفانہ رسائل میں تصور و ذکر اسم اللہ کی طرف تمام مسلمانوں کو متوجہ کر دیا ہے۔ اس سے تعلق رکھنے سے ہی ہستی خود ہم پر رحمت وعنایات کی بارش نازل فرماتا ہے۔ سورۃ احزاب (۷۲:۳۳) میں اسی اسم اللہ کی گراں بار امانت کا حکم ربانی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا:

اسم اللہ بس گران است بار بر
اسم را بر داشت فقرش زودتر

۳۷ (قرب دیدار، ص ۴۴)

اسم اللہ بہت ہی بار وزن ہے اس اسم کو ان کے فقر نے جلدی برداشت کر لیا۔ پھر فرمایا

با تو گویم بشنوای اہل ہوس
ہر مطالب اسم اللہ با تو بس

اے اہل ہوس میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ تو ہر مقصد کیلئے اسم اللہ کو کافی سمجھ۔ ۳۸ (قرب دیدار، ص ۱۲۰) مزید فرمایا:

آنچہ خوانی از اسم اللہ بخوان
اسم اللہ با تو ماند جاودان

تو جو کچھ بھی پڑھے اسم اللہ سے پڑھ کیونکہ اسم اللہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا۔ ۳۹ (فضل اللقاء، ص ۵۴)

مگر یاد رہے اسم اللہ کے ذکر و فکر سے اگر سالک میں خوف خدا تعالیٰ پیدا ہو جائے اور وہ سفر وحضر میں، ہر معاملہ و تعلق میں ہر لحظہ و ہر آن اس ذات پاک کو دل میں یاد رکھتا ہے اور اطاعت خدا و اطاعت رسول اکرم کی پیروی میں درست رہتا ہے تو سمجھے کہ اسے وہ تمرکز حاصل ہے ورنہ بتکدہ کی عبادت کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

"عجب دارم از آن قوم کہ بزبان عام وخاص ورد است نام اللہ ـــ تا ـــ از اخلاص نام اللہ تعالیٰ نمی گیرند" ۴۰ (کلید جنت، ص ۱۳۸)

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ خاص وعام کی زبان پر اللہ کا نام جاری ہے یا حافظ قرآن ہیں، تلاوت قرآن کرتے ہیں ورد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں یا مسائل علم فقہ بیان کرتے ہیں مگر ان کی زبان پر جھوٹ، ان کے دل میں نفاق اور ان کے وجود سے حرص، حسد اور تکبر نہیں جاتا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص کے ساتھ نہیں لیتے۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کی یہ تمام کاوشیں ہند میں مسلمانوں کو بالخصوص ایک راہ مستقیم پر محبت و یگانگت سے گامزن کرنے کے لئے تھیں اور ساتھ ہی عالم انسانیت کے لئے ایک مکمل آفاقی اسلامی تبلیغ بھی ہے جو ان کے رسائل سے آج بھی مترشح ہے۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز سے قبل مغلیہ دور میں جو متعدد صوفیاء اشاعت اسلام و مسلمانوں کے سماجی احوال کی درستی میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں ان میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قادریؒ (۸۹۵ھ۔۹۸۱ھ)۔(۱۴۸۹ء۔۱۵۷۳ء) پیش پیش ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے والد حضرت شیخ عبدالاحد نے آپ سے فیضان حاصل کیا اور ان کی اولاد و خلفاء نے برصغیر کے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کو راسخ کیا۔ ۳۱ (اقبال، ص ۲۱، ۱۱۱)

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قادریؒ (۹۶۳ھ۔۱۰۲۳ھ)۔(۱۵۵۶ء۔۱۶۱۴ء) جن سے سلسلہ نقشبندیہ میں فیضان پانے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی۔ ۳۲ (حضرت شاہ سکندر کیتھلی، ص ۱۷۰ تا ۳۶۹)

حضرت باقی باللہ نقشبندیؒ (۹۷۱ھ۔۱۰۱۲ھ)۔(۱۵۶۳ء۔۱۶۰۱ء) جن سے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ۱۰۰۸ھ کو بیعت کی۔ ۳۳ (رود کوثر، ص ۱۹۰، ۲۱۰، ۲۳۷)

حضرت مجدد الف ثانیؒ (۹۷۱ھ۔۱۰۳۴ھ) (۱۵۶۳ء۔۱۶۲۴ء) جن کی خدمات پر پہلے ہی خاطر خواہ لکھا جا چکا ہے۔ آپ قدس سرہٗ کے ہم عصر شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ) (۱۵۵۱ء۔۱۶۴۲ء) کی خدمات بھی معاشرہ کے لئے قابل ذکر ہیں۔ وہ ایک صوفی تھے مگر علمائے ظاہر کے ساتھ اُن کی اصل جگہ تھی۔ اُن کے عرفان پر اُن کی فقاہت غالب رہی۔ راسخ العقیدگی میں مجدد الف ثانیؒ سے بھی آگے نکل گئے۔ انہوں نے اکبری دور کی بے قاعدگیوں پر تنقید کیا۔ کثیر کتب کے مصنف تھے مگر اخبار الاخیار اور مدارج النبوت جیسی اہم کتب تذکرہ مشاہیر و اولیاء و سیرت النبیؐ پر لکھ کر معاشرہ کی صحیح سمت رہنمائی کر دی۔ ۳۴(رود کوثر، ص ۳۴۴۔۳۸۸)

شیخ دہلوی نے ہمایوں سے شاہجہان تک کا دور دیکھا اور ہر دور میں بادشاہوں و معاشرہ کی اصلاح پر ظاہری و باطنی توجہ دی۔ ۳۵(حیات و علمی خدمات شیخ الحق۔ ص ۴۹) یاد رہے کہ شیخ دہلوی کے روحانی رہنما حضرت شاہ ابو المعالی قادری اپنی زندگی میں ان کی ظاہر و باطن میں سرپرستی کرتے رہے۔ ۳۶(حیات و علمی خدمات شیخ عبد الحق۔ ص ۶۶۔۶۸)

اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ۔۱۱۷۶ھ) (۱۷۰۳ء۔۱۷۶۲ء) کی خدمات مسلمان معاشرے کی اصلاح اور دینی عقائد میں اعتدال اور معاملہ فہمی، اتحاد و یکجہتی کے لئے کافی مؤثر رہی ہیں۔

بہر حال ان بزرگوں نے بادشاہ عالمگیر کے دور تک معاشرہ کو اعتدال و طمانیت کی راہ پر گامزن کرنے میں مدد کی اور حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ نے جو خدمات سر انجام دیں اُن سے یہ فائدہ ہوا کہ مسلمان معاشرہ و سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) کی تحریک آزادی کے لئے یکسو ہو کر کام کرنے لگا۔ دو قومی نظریہ اصل صورت میں سامنے آ گیا اور مسلمانوں نے علیگڑھ کی علمی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۳۷(آزادی کی تحریکیں، ص ۲۹۱۔۳۰۰) (موج کوثر، ص ۷۷۔۱۲۵)

امام احمد رضا خان بریلوی (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) مسلک اہلسنت والجماعت کے بنیادی عقائد کو جمع کر کے سامنے لائے جو مسلمانان عالم کا سواد اعظم ہے۔ عشق و اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کو برصغیر و عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے پیش کر کے ایک عظیم مجدد کا کردار ادا کیا۔ جبکہ شاعر مشرق حکیم الامت ترجمان اسرار دین حضرت علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کامیاب اقدامات کرتے ہوئے روح پرور اور منفرد شعر و کلام تصنیف کئے۔ انہوں نے اسرار خودی اور رموز بیخودی دو نظمیں کتابی صورت میں لکھ کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ بال جبریل اور ضرب کلیم سے مسلمانوں کو بیداری عطا کر دی اور انہیں محو پرواز کر دیا۔ رمضان جاز لکھ کر انہوں نے اصحاب کرام اور اہل بیت کے عشق رسول کی یاد تازہ کر دی۔ علامہ نے یہ سب کام مشرق و مغرب کے مفکرین کا مطالعہ کر لینے کے بعد صاف طور پر کہہ دیا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اور لکھ رہا ہوں صوفیائے اسلام اور اکابرین دین کی تعلیمات کی روشنی سے کر رہا ہوں۔

شنیدم آنچہ از پاکان اُمّت
ترا با شوخئ گفتار گفتم

برصغیر کا میدان ان کاوشوں سے کافی صاف ہو چکا تھا یعنی نظریاتی طور پر اصلاح کے لئے کافی کام ہو چکا تھا البتہ سیاسی اور اجتماعی کام باقی تھا جس کے لئے حضرت محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) نے قائد اعظم اور سیاسی رہنما بن کر ایک کامیاب ہدف آزاد پاکستان کی شکل میں حاصل کر لیا جس میں ریاست مدینہ منورہ کا نظم و نسق لانا مقصود تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اگرچہ ایک جغرافیائی حدود کے اندر مسلمانوں کے ایک ملک کا نام ہے مگر حقیقتاً صوفیاء کی آفاقی تعلیم کے مصداق پاکستان ایک نظریہ ہے، جس کی لپیٹ میں پوری دنیا کی امن و سلامتی مضمر ہے۔ آخر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روح مبارک مسلمانان عالم کو اور بالخصوص ہر پاکستانی کو اتحاد و یکجہتی کے حصول کے لئے نسخہ کیمیا پیش فرماتی ہے۔

ہور دوا نہ دل دی کاری کلماں دل دی کاری ھُو
کلماں دور زنگار کریندا کلمیں میل اتاری ھُو
کلماں ہیرے، لعل، جواہر، کلماں ہٹ پساری ھُو
اتھے اوتھے دوہیں جہانیں باھُو کلماں دولت ساری ھُو

۳۸(ابیات باھو، بیت ۲۰۰)

(اے درویش) شفائے دل کے لئے اور کوئی دوا مجرب نہیں ہے، (صرف) کلمہ (طیب) ہی (شفائے) دل کے لئے مجرب و کافی (دوا) ہے۔ کلمہ (طیب) دل سے شرک، کفر، حرص، ہوا، بغض، حسد وغیرہ کا زنگار دور کرتا ہے اور کلمہ (طیب ہی دل سے آلائش دنیا کی) میل اُتارتا ہے۔ (ذکر) کلمہ (طیب ہی روز جزا) ہیرے اور لعل و جواہرات ہوں گے اور کلمہ (طیب ہی عارف دل میں) دکان (معرفت) ہے (جس میں عطار کی دکان کی طرح سب ادویہ موجود ہیں) اے باھو، یہاں اور وہاں (دونوں جہانوں میں) کلمہ (طیب ہی) ساری دولت ہے۔

ہمیشہ لطف خدا باد یار پاکستان
بکین مباد فلک باد یار پاکستان
سزد کراچی و لاہور قبۃ الاسلام
کہ ہست یاری اسلام یار پاکستان

(ملک الشعراء بہار)

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ کا مہر و کرم ہمیشہ پاکستان کے لئے ہو اور آسمان کی گردش پاکستان کے لئے کینہ (پروری) نہ کرے۔ لاہور اور کراچی کو اسلام کا گنبد ہو جانا چاہیے کیونکہ اسلام کی دوستی پاکستان کا خاصہ ہے۔ آمین۔

حوالہ جات

۱۔تاریخ تصوف، یوسف سلیم چشتی، لاہور ۱۹۷۶ء

۲۔تاریخ تصوف اسلامی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوودی، جہلم ۱۳۷۵

۳۔رود کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۰ء

۴۔دیوان باھوؒ، ڈاکٹر سلطان الطاف علی (ترجمہ و تحقیق) لاہور ۱۹۹۱ء

۵۔ابیات باھوؒ، ڈاکٹر سلطان الطاف علی (ترجمہ و تحقیق تشریح، لاہور، ایڈیشن ۲۰۰۲ء

۶۔ابیات باھوؒ، ڈاکٹر سلطان الطاف علی (ترجمہ و تحقیق تشریح، لاہور، ایڈیشن ۲۰۰۲ء

۷۔رسالہ روحی، حضرت سلطان باھوؒ، تحقیق و ترجمہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی، لاہور ۱۹۹۳ء

۸۔رسالہ روحی، حضرت سلطان باھوؒ، تحقیق و ترجمہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی، لاہور ۱۹۹۳ء

۹۔رود کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۰ء

۱۰۔مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ شاہ احمد سعید مجددی، دہلی ۱۳۸۲ھ

کلمات الصادقین، محمد صادق، گجرات ۱۰۲۳ھ

۱۱۔اورنگ شاہی، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۵ء

۱۲۔مرآت سلطانی (باھو نامہ کامل)، ڈاکٹر سلطان الطاف علی، کوئٹہ ۲۰۰۶ء

۱۳۔عین العارفین، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۸ء

۱۴۔مناقب سلطانی، سلطان حامد قادری، لاہور ۱۳۳۵ھ

مرآت سلطانی (باھو نامہ کامل)، ڈاکٹر سلطان الطاف علی، کوئٹہ ۲۰۰۶ء

۱۵۔نسب نامہ بارزئی، منظوم (فارسی)، ملا فاضل ۱۸۲۵ء (نسخہ قلمی)

A.Aziz Luni Vol: 1, Qeetta, 1992 16-Afgans of the frontier passes,

Afgans of the frontier passes, A.Aziz Luni Vol: 1, Qeetta, 1992

17- Afgans of the frontier passes, A.Aziz Luni Vol: 1, Qeetta, 1992

18-Afgans of the frontier passes, A.Aziz Luni Vol: 1, Qeetta, 1992

۱۹۔تاریخ بلوچ و بلوچستان، میر نصیر خان احمد زئی، جلد پنجم، کوئٹہ ۱۹۹۳ء

۲۰۔اورنگ شاہی، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۳ء

۲۱۔نور الہدیٰ کلاں، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۲۰۰۰ء

۲۲۔توفیق الہدایت، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۷ء

۲۳۔عقل بیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۹ء

۲۴۔عقل بیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۹ء

۲۵۔عقل بیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۹ء

۲۶۔عقل بیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۹ء

۲۷۔قرب دیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۶ء

۲۸۔قرب دیدار، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۶ء

۲۹۔فضل اللقاء، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۵ء

۳۰۔کلید جنت، حضرت سلطان باھوؒ، مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم، لاہور ۱۹۹۶ء

۳۱۔اکمال، سید خورشید حسین بخاری، ملتان ۲۰۰۱ء

۳۲۔تذکرہ حضرت شاہ سکندر، تحقیق، پروفیسر خورشید حسین بخاری، ملتان ۲۰۰۲ء

۳۳۔رود کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۰ء

۳۴۔رود کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۰ء

۳۵۔حیات و علمی خدمات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ڈاکٹر سلیم اشرف خان۔ دہلی ۲۰۰۱ء

۳۶۔حیات و علمی خدمات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ڈاکٹر سلیم اشرف خان۔ دہلی ۲۰۰۱ء

۳۷۔آزادی کی تحریکیں، عبید اللہ قدسی، لاہور ۱۹۸۸ء موج کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۰ء

۳۸۔ابیات باھو مع ترجمہ و شرح، ڈاکٹر سلطان الطاف علی، لاہور، دربار سلطان باھو، کوئٹہ ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆☆

جنوبی ایشیا میں تصوف کا ارتقاء اور حضرت سلطان باہوؒ

رانا عبدالباقی (اسلام آباد)

تاریخ شاہد ہے کہ طلوعِ اسلام کے بعد پیغمبر اسلام کے الہامی پیغام کو برِصغیر ہندوستان میں پھیلانے کیلئے صوفیا اکرام، علماء و مشائخ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ قرونِ اولیٰ کے زمانے میں مسلمان لشکر اور تاجر جہاں جہاں پہنچے ہیں وہاں وہاں بزرگانِ دین بھی پہنچے۔ اسلامی الہامی فکر و نظر کو پھیلنے کا پیغام اور دعوتِ اسلام کی ابتدا تو حضور ﷺ کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی تھی جب پیغمبر اسلام نے اپنے پیغامبروں کے ذریعے مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ اس پیغام کی جھلک درسِ انسانیت کے حوالے سے حضور ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی محسوس کی جا سکتی ہے "جب پیغمبر اسلام نے یہ کہتے ہوئے کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، برتر وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے فرمایا کہ اے لوگوں، جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ میری باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں"۔ یہ درست ہے کہ برصغیر ہندوستان میں اسلامی طرزِ فکر سے آگہی تو عرب دنیا سے مسلمان تاجروں کی آمد اور تبلیغی مشن کی شکل میں حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں ہی شروع ہو گئی تھی لیکن صحیح اسلامی اثرات آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ کی شکل میں سامنے آئے۔ اس سے قبل ساتویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا اور ایران کی جانب سے آنے والے اسلامی اثرات کے تحت افغانستان مکمل طور پر اسلامی حریت اور غیرت کے حوالے سے قبولِ اسلام سے ہمکنار ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب دنیا میں حجاج بن یوسف کے زوال کے بعد شروع ہونے والی سیاسی کشمکش کے باعث محمد بن قاسم کی ہندوستان سے واپسی اور سندھ و ملتان میں ادھورا رہ جانے والے اسلامی مشن کے باعث ہندوستان میں نئے اسلامی اثرات کچھ توقف کے بعد افغانستان کی جانب سے ہی آئے۔

حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان میں ذات پات اور مظاہر فطرت کی پرستش کرنے والے ہندو معاشرے میں اونچ نیچ اور جاتیوں کے حوالے سے برہمنوں کی بالا دستی قائم ہو جانے کے باعث معاشرے کے نچلے طبقوں میں ہندوستان کی ہندو آبادی کا ایک بڑا حصہ بنیادی انسانی اور مذہبی حقوق سے محروم رہا۔ چنانچہ جب مسلمان فاتحین کے ہمراہ انسانی مساوات کے علم بردار ایک فعال اسلامی معاشرے کی ہندوستان میں آمد ہوئی تو ہندو سماج نے ہندوستان پر تواتر سے حملہ آور ہونے والی فاتح اقوام کو اپنے اندر جذب کرنے کے عزم کیساتھ صدیوں سے جاری ہندو برہمن روایات کے مطابق مسلمان فاتحین کو بھی خوش آمدید کہا لیکن سماجی محاذ پر اسلامی نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ماضی کی ہندو روایات کے مطابق اسلامی تہذیب کو ہندو سماج میں جذب کرنے کی کوشش کی۔ اکبر کا دینِ الٰہی اور بھگتی تحریکیں بھی اسی ہندو مت کی نشاندہی کرتی ہیں بہر حال چونکہ مسلمان فاتحین ہندوستان میں ایک موثر ہندو سماج کی موجودگی میں اشاعتِ اسلام کے حوالے سے معدودے چند مسلمان حکمرانوں کے سوا، سرکاری سطح پر کوئی مربوط مذہبی پالیسی اختیار کرنے میں ناکام رہے لہٰذا ذات پات کے ہتھیاروں سے مسلح اور ہزاروں دیوتاؤں کی پرستش کی پیچیدہ ہندو میتھالوجی میں لپٹی ہوئی ہندو تہذیب کے دروازوں پر دستک دینے اور اسلامی درسِ انسانیت کو عوامی سطح تک پہنچانے میں علماء، مشائخ اور صوفیا اکرام نے ہی بنیادی کردار ادا کیا۔ سید ارتضیٰ علی کرمانی اپنی کتاب سلطان العارفین میں لکھتے ہیں "ہندوستان میں دینِ اسلام کی ترقی مسلم صوفیائے کرام ہی کی بدولت ممکن ہوئی کیونکہ یہ خطہ پوری دنیا میں مافوق الفطرت جادوگروں کی وجہ سے مشہور تھا۔ چنانچہ جب ان کا یہ سحر مسلم صوفیائے کرام نے توڑ دیا تو پھر اس خطہ ارضی میں اسلام کے فروغ کی راہ ہموار ہو گئی"۔ بلاشبہ جنوبی ایشیا میں تصوف میں ملفوف صوفیا اکرام کی کوششوں کے باعث عوامی سطح پر تبلیغِ اسلام کا مشن کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

صوفیا اکرام کی دلوں کو موہ لینے والی تعلیمات کے باعث نہ صرف لاکھوں ہندو دائرہ اسلام میں شامل ہوئے بلکہ عوامی سطح پر ہندو میتھالوجی اور اسلامی فکر کے درمیان بین المذاہب ڈائیلاگ شروع ہونے کے باعث ہندو ازم میں بھی بتدریج اصلاحی تحریکوں کی ابتدا ہوئی جن میں ہندو سکھ بھگتی تحریکیں بھی منظرِ عام پر آئیں۔ گو کہ حقیقتاً ان تحریکوں کا مقصد ہندو معاشرے پر مسلم تہذیب کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو روکنا اور صوفیا اکرام کی اسلامی تصوف کی تحریک میں رخنہ ڈالنا تھا لیکن وقتاً فوقتاً منظرِ عام پر آنے والی اسلامی اصلاحی تحریکوں کے باعث یہ مقاصد پورے نہیں ہو سکے۔ یہ درست ہے کہ جہاں صوفیا اکرام نے اسلامی جذب و کمال کے حوالے سے ہندو آبادیوں کو ان کے مقامی رسم و رواج اور ہندو فکر و نظر کے حوالے سے متاثر کرتے ہوئے اسلام کی جانب مائل کیا وہاں طریقت کے تجربات کے حوالے سے صوفیا اکرام بھی نہ صرف مختلف سلسلوں میں تقسیم ہوئے بلکہ ہندو میتھالوجی کے بہت سے ہندوانہ اثرات بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر کچھ صوفیا اکرام کے فکری تصوف میں فلسفہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلافی فکری حوالے سے داخل ہوئے لیکن بہر حال اسلامی اصلاحی پہلو اپنی جگہ کسی نہ کسی حوالے سے متحرک رہا اور بعد میں آنے والے صوفیا اکرام نے بھگتی تحریکوں کو اسلامی فکر و نظر کیلئے خطرہ جانتے ہوئے اسلامی اصلاحی پہلو کو ہمیشہ مدِنظر رکھا۔ البتہ یہ امر باعثِ اطمینان رہا کہ مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ جو راسخ العقیدہ اسلامی نظریات کے حامل تھے اور دیگر راسخ العقیدہ صوفیا اکرام جن میں حضرت سلطان باہو ممتاز نظر آتے ہیں نے روشن خیالی، اعتدال پسندی اور ہندو فکری حوالے سے صوفیانہ تصوف اور مسلم معاشرے میں در آنے والی اس تفریق کو دور کرنے کیلئے مقدور بھر کوششیں کیں۔ حضرت سلطان باہو کا نثری کام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ گو کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے دور میں شاہ ولی اللہ نے مسلمانانِ ہند کے مابین فکری دوریوں کو ختم کرنے کیلئے ان دونوں فلسفیانہ فکری خیالات کو قریب تر لانے میں اہم کردار ادا کیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں کی نسبت پنجاب اور سندھ میں غلبہ اسلام کو ممکن بنانے میں ان صوفیا اکرام کی کوششوں کا کافی دخل رہا۔ جب بھی ہندوستان کے مسلم اکثریتی صوبوں میں اشاعتِ اسلام کی کامیاب وجوہات کو تاریخی تناظر میں تلاش کیا جائیگا تو مندرجہ بالا تفریقی رجحانات کے باوجود صوفیا اکرام کی

دینی خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

برصغیر جنوبی ایشیا میں تصوف کا ارتقاء آٹھویں صدی عیسوی میں درویش صفت شخصیت ابو حفص کی سندھ میں آمد کیساتھ شروع ہوا اور پھر یہ سلسلہ بڑھتے ہوئے اسلامی اثر و رسوخ کیساتھ سندھ اور پنجاب میں اپنے قدم مضبوطی سے جمانے کیساتھ ہندوستان کے طول و ارض میں پھیلتا چلا گیا۔ تصوف کے حوالے سے ان اہم شخصیتوں میں ابو حفص کے علاوہ منصور حلاج، بابا ریحان، نور الدین ستاگر، علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش، شیخ اسماعیل بخاری، فرید الدین عطار، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، سید جلال الدین بخاری، جلال الدین تبریزی، بابا فرید گنج شکر، سید محمد گیسو دراز، سید شاہ میر خلف عبد القادر جیلانی، قطب الدین بختیار کاکی، بہاء الدین زکریا ملتانی، درویش شاہ مدار، سخی سرور، شہباز قلندر، عبد اللطیف بھٹائی، شیخ جلال الدین ایرانی، سید علی ہمدانی، میر شمس الدین، شیخ سلیم چشتی، شیخ رکن الدین، حضرت نظام الدین اولیا، مجدد الف ثانی، مخدوم جہانیاں، حضرت میاں میر، خواجہ باقی باللہ، شیخ عبد الحق محدث، شاہ ولی اللہ، شاہ حسین، میاں محمد بخش، بابا بلھے شاہ اور حضرت سلطان باہو کے علاوہ دیگر صوفیا اکرام شامل ہیں جنہوں نے مسلمان بادشاہوں کی ذاتی پسند و ناپسند کے حوالے سے ہندوستان میں نہ صرف عتاب شاہی کو برداشت کیا بلکہ ہندو متھالوجی اور مضبوط برہمن ہندو معاشرے میں اپنے نثری اور شعری فکری افکار کے ذریعے اشاعت اسلام میں غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ فی الحقیقت، ہندوستان میں ذات پات اور ہندو متھالوجی میں لپٹی ہوئی معاشرتی الجھنوں کو دور کرنے اور فکر اسلام کو آگے بڑھانے کیلئے علماء مشائخ اور صوفیا اکرام نے شریعت، طریقت اور حقیقت کے حوالے سے مقامی آبادیوں کو اسلامی فکر و نظر سے متاثر کرنے کیلئے اسلامی شریعت کے مکمل اتباع کیساتھ ساتھ طریقت اور تصوف کے دیگر راستوں سے حقیقت تک پہنچنے کے مختلف مذہبی فلسفیانہ خیالات سے عوام الناس کو روشناس کرایا اور بالآخر مختلف فکری حوالوں سے ان فلسفیانہ خیالات نے دو اہم فکری حقیقتوں کی شکل اختیار کر لی جنہیں فلسفہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نام سے تصوف کی دنیا میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی اور اسی حوالے سے پنجاب میں سلطان باہو کا نام بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔

ہندوستان میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص امام غزالی کی طرح سید علی ہجویری نے مقامی قومیتوں کو متاثر کرنے کی نیت سے اسلامی تصوف کے حوالے سے مذہبی اعتدال پسندی کو فروغ دیا اور تمام انسانوں کو پہلے مرحلے میں اپنی باطنی صفائی کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے اسلامی تصوف کے فلسفیانہ تخلیقی فکر و نظر سے تصوف کے جس پودے کی آبیاری کی اس نے مقامی ہندو آبادیوں میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ گو کہ سید علی ہجویری کی تعلیمات فلسفہ وحدت الوجود کے قریب ترتھیں لیکن کہیں کہیں ان تعلیمات کا تاثر وحدت الشہود کی شکل میں بھی نظر آتا تھا۔ ہندوانہ فکری رسوم کے برعکس انہوں نے ہمیشہ اس امر کی وضاحت کی کہ فنا اور بقا کے حوالے سے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کا وجود فنا ہو کر خدا کے وجود میں حلول کر جائے کیونکہ کسی بھی انسان کیلئے خدا اور اسکی صفات کیساتھ شراکت ناممکنات میں شامل ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا دائرہ اسلام سے باہر ہے۔ اس امر کی تائید میں پروفیسر قاضی جاوید اپنی کتاب "ہندی مسلم تہذیب" میں لکھتے ہیں "سید علی ہجویری نے امام غزالی کی طرح تصوف کو اسلام کی حقیقی تشریح کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا صوفیانہ اور الہیاتی فکری نظام بڑی حد تک راسخ الاعتقادی کے زیر اثر ہے لیکن اس میں روشن خیالی کے بیج بھی موجود تھے"۔

یہ درست ہے کہ اسلامی تصوف کے افکار کو راسخ الاعتقادی سے بیان کرنے میں جہاں ابتدائی طور پر سید علی ہجویری نے کمال خوبی سے اپنے تحریری کام "کشف المحجوب" کو علم تصوف کے حوالے سے شاہکار بنا دیا تھا وہاں نثری اور شعری حوالے سے مغلوں کے آخری دور میں پنجاب کے ایک اور اہم صوفی بزرگ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا نام بھی سامنے آتا ہے جنہوں نے اسلامی تصوف پر مبنی تعلیمات کو راسخ الاعتقادی سے بیان کرتے ہوئے بے شمار کتابیں اس وقت کی درباری زبان فارسی میں تصنیف کیں جو تصوف سے بھرپور فارسی کے خوبصورت اشعار سے بھی بخوبی مزین تھیں۔ افسوس کہ ان کتابوں میں اب چند ایک ہی محفوظ ہیں۔ سید علی ہجویری کی طرح حضرت سلطان باہو بھی تصوف کے ان دونوں ہی فکری فلسفوں سے نزدیک تر نظر آتے ہیں۔ گو کہ سلطان باہو کی نثری تصانیف میں اسلامی افکار کی حقیقی روح محسوس ہوتی ہے لیکن انکی شاعری میں جس قلندرانہ جذب و کیفیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، وہ ان دونوں فکری فلسفوں کا امتزاج بن کر انہیں دنیائے تصوف میں اور زیادہ ممتاز بنا دیتی ہے۔ ھُو کے حوالے سے لکھی گئی ان کی شاعری تصوف کی دنیا میں حیران کن خیالات کی حامل ہے کیونکہ ان کے اشعار آج بھی عوام الناس کے دلوں میں بستے ہیں.....

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا ، جے کوئی اس نوں جانے ھُو
منہ کالا دل اچھا ہووے ، تاں دل یار پچھانے ھُو
ایہہ دل یار دے پچھے ہووے ، متاں یار وی کدی پچھانے ھُو
سے عالم چھوڑ مسیتاں نٹھے باھُو، جد لگے نیں دل ٹکانے ھُو

شریعت دے دروازے اچے ، راہ فقر دا موری ھُو
عالم فاضل لنگھن نہ دیندے ، جو لنگھدا سو چوری ھُو
پٹ پٹ اٹاں وٹے مارن ، دردمنداں دے کھوری ھُو
راز ماہی دا عاشق جانن باھُو ، کی جانن لوک اتھوری ھُو

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیائے تصوف کی قلندرانہ شاعری کے حوالے سے بابا فرید گنج شکر، شاہ حسین، عبد اللطیف بھٹائی، بابا بلھے شاہ اور میاں محمد بخش کے نام ممتاز حیثیت کے حامل ہیں لیکن پنجاب میں جو قدر و منزلت حضرت سلطان باہو کی وجدانہ شاعری کو حاصل ہوئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تصوف کے میدان میں سلطان باہو کا تعلق قادری سروری مکتب فکر سے ہے۔ نثر میں وہ مذہبی فکر و نظر کو شرعی قوانین کے دائرے میں رکھتے ہوئے بات کرتے ہیں اور معنی خیز فارسی اشعار سے بھی اپنی نثر کے شہ پاروں کو مزین کرتے ہیں جہاں ان کا لہجہ ایک مستند عالم کا انداز اختیار کر لیتا ہے جبکہ شاعری میں ان کی پنجابی انگارشات عوامی فکر و نظر کو متاثر کرتے ہوئے ایک وجدانی کیفیت رکھنے والے درویش کی جرات رندانہ کی مظہر بن جاتی ہیں، جیسے وہ ان اشعار میں کہتے ہیں.....

اندر کلمہ کل کل کردا ، عشق سکھایا کلمہ ہو
چوداں طبق کلمے دے اندر ، قرآن کتاباں علماں ہو
کانے کپ کے قلم بناون ، لکھ نہ سکن قلماں ہو
باہو ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا ، ذرا نہ رہیاں الماں ہو

تسبیح پھری تے دل نہیں پھریا ، کی لینا تسبیح پھڑ کے ہو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا ، کی لینا علم نوں پڑھ کے ہو
چلے کٹے کجھ نہ کھٹیا ، کی لینا چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بناں دودھ نہیں جمدے باہو ، بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو

بلاشبہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں بھی ولی کی حیثیت سے ہی پہچانے جاتے تھے۔ ان کی جرأت پرواز انہیں علماء وقت کی جاہ پرستی اور دنیاوی خواہشات کی طلب پر کف افسوس ملنے پر مجبور کرتی تھی۔ وہ خود کہتے تھے کہ "علم کتابوں میں اور عالم قبروں میں ہیں۔ یہ ظاہری علماء قرب شاہی کے مشتاق رہتے ہیں اور حاکم وقت کے ہر ظلم، ناانصافی اور سیاسی تشدد کو مذہبی جواز فراہم کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔ یہ عالم نفس امارہ کی قید میں ہیں وہ دنیاوی مرتبوں کیلئے نماز استخارہ تو پڑھتے ہیں لیکن اللہ کی معرفت اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مجلس کا رخ نہیں کرتے"۔ درحقیقت سلطان باہو کی شاعری میں تصوف کا رنگ ہر سو جھلکتا ہے اور وہ انسان دوستی کا سبق دیتے اور راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ عبادت کی قسموں کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ عبادت دو قسم کی ہے ظاہری اور باطنی جبکہ راستے میں ہوشیار رہنما سراسر سعادت ہے اور غافل رہنما سراسر گناہ ہے۔ پس معلوم ہوا کی طالب اللہ اپنی راہ کو قرآن شریف اور شریعت نبوی ﷺ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس راہ سے شریعت منع کرے وہ کفر کی راہ ہے۔ جو قرآن اور شریعت کے موافق و مطابق ہو وہ حق ہے۔ ان کی حق پرستی، ذکر، مراقبہ اور عبادات کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرنا ان کی زندگی کا مقصد عظیم نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان باہو کے کلام میں جگہ جگہ تصوف کی آنچ اور جام عشقی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔۔۔

صورت نفس امارہ دی کوئی ، کتا گتر کالا ہو
کوکے نوکے ، لہو پیوے ، منگے چرب نوالا ہو
کھبے پاسوں اندر بیٹھا ، دل دے نال سنبھالا ہو
ایہہ بدبخت ہے بڑا ظالم باہو ، اللہ کرے ٹالا ہو
جیں دل عشق خرید نہ کیتا ، سو دل درد نہ پھٹی ہو
اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے ، جو دل غفلت اٹی ہو
جیں دل عشق حضور نہ منگیا ، سو درگاہوں سٹی ہو
ملیا دوست نہ اونہاں باہو ، جنہاں چوڑ نہ کیتی ترٹی ہو

حضرت سلطان باہو برصغیر ہندوستان میں تصوف کے حوالے سے ایک معتبر حیثیت کے حامل تھے۔ حضور ﷺ سے ان کی عقیدت جذب و کیفیت کی انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔ قرب خداوندی کیلئے وہ ہر لحظہ بے چین رہتے تھے۔ معرفت کا عشق ان کے دل جگر میں بستا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کا قرب یونہی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے تمام دنیاوی خواہشات سے کنارہ کشی کرنی پڑتی ہے۔ جذبہ عشق کے حوالے سے ان کا کہنا تھا "جذبہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک جو مجاہدات کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوتا ہے جس میں کوئی ظاہری سبب یا وسیلہ نہیں پایا جاتا۔ جو جذبہ حب الٰہی ظاہری کے سبب پیدا ہوتا ہے وہ مرشد کامل کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ریاضت اور مجاہدہ کے بعد ہوتا ہے اور جو جذبہ محض فیض و فضل ایزدی سے حاصل ہوتا ہے اس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں، وہ قادر مطلق ہے جس وقت چاہے بندے کا دل اپنی جانب راغب کرلے اور غیر کی محبت اس کے دل سے مٹا دے"۔ میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ ہی اس بحث کو سمیٹتا ہوں کہ شاید رب قبول کرے.....

الف اللہ چنبے دی بوٹی ، میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیوس ، ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا ، جاں پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو ، جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

☆☆☆☆☆

حضرت سخیؒ سلطان باھوؒ کی شاعری اور ہم

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد
چیئرمین شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی

پنجاب کے عظیم روحانی بزرگوں اور معتبر حوالہ بننے والے صوفی شعراء میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا نامِ نامی اسمِ گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس خطے کے لوگوں کیلئے آپ کی شخصیت اگر عقیدت وارادت کا مرکز ہے تو آپ کی روح پرور شاعری ہر خاص وعام کیلئے روحانی تسکین، دلی اطمینان اور شعور وآگہی کا وہ پیغام ہے جس سے پچھلے چار سو سال سے بنی نوع انسان اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفیض ہوتے چلے آرہے ہیں۔

ایک مرشد کامل، رہبر شریعت، بیدار مغز صوفی کے طور پر آپ کی شخصیت پنجاب کے عوام کے لئے ہمیشہ احترام کا باعث رہی ہے جبکہ آپ کی پُر تاثیر شاعری سالکان راہ طریقت کے لئے وظیفے کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کا کلامِ ملوک جتنا آسان اور رواں ہے اتنا ہی گہرا اور حیات وممات کے فلسفے سے لبریز ہے۔ گویا اس پر انکشافات کے دروازے کھلتا ہے جو اس کی گہرائی میں ڈوبنا چاہتا ہے اور جو اس کے اسلوب کی پہچان رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلوب ہی کسی شخصیت کی اصل پہچان ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے جب یہ کہا تھا کہ

"انسان جب تک خاموش رہے اس کے عیب وہنر چھپے رہتے ہیں"

تو اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ ہر شخصیت کی پہچان اس کی گفتگو، طریقہ کلام، اظہار کلام یا اسلوب ہوتا ہے۔ انگریز رائٹر نیومین نے بھی یہی بات بہ الفاظ دیگر یوں کہی تھی "Style is the man himself" جس طرح سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی شخصیت دیگر صوفیاء میں منفرد ویگانہ ہے اسی طرح آپ کا شعری اسلوب بھی اس قدر منفرد اور مجموعہ کمالات ہے کہ اس جیسا کلام کہنا تو دُور کی بات ہے، آج تک کسی کو ایسا اسلوب اپنانے کا حوصلہ بھی نہیں ہوا۔ کسی صاحب طرز شاعر یا صوفی کا یہی کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے روشنی کی ایک ایسی لکیر چھوڑ جاتا ہے کہ بعد میں آنے والے اسے دیکھ کر اپنا فکری وذہنی قبلہ درست کرتے چلے آتے ہیں۔ سلطان باھوؒ کی شاعری میں کچھ ایسی ہی تسکین ہے۔ حضرت سلطان العارفین صوفی بھی ہے اور شاعر بھی چنانچہ ان کی شخصیت کو ان کی شاعری سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

آپ شورکوٹ ضلع جھنگ کے ایک گاؤں "اعوان" میں 1039ھ میں پیدا ہوئے اور 63 برس کی عمر میں 1104ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت بازید بڑے متقی، عالم اور قرآن پاک کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ مغل فوج میں اچھے منصب پر فائز تھے۔ ان کی شجاعت وبہادری کی بنا پر شاہ جہاں نے انہیں شورکوٹ کے نزدیک موضع قہرگان میں 50 ہزار بیگھ زمین دے رکھی تھی۔ آپ کی بنیادی تربیت میں آپ کی والدہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انہی کی اجازت سے آپ سلوک کی منازل طے کرنے کیلئے قریبی گاؤں بغداد میں مقیم ایک مرد باصفا حبیب اللہ قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعد ازاں انہی کی رہنمائی سے عارف کامل حضرت عبدالرحمٰن قادریؒ کے پاس دہلی پہنچے۔ یوں سلوک کی تکمیل کے بعد مرشد کی اجازت سے اپنے علاقے کے عوام کی دینی ودنیاوی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اس دوران آپ نے تصوف اور دینی مسائل پر 140 کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ بقول حافظ محمود شیرانی آپ کی ان کتب کا درجہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر آپ کی شہرت کا اصل سبب حقیقت ومعرفت سے لبریز وہ چھوٹی سی پنجابی "سہ حرفی" ہے جو حقیقت ازلی کے متلاشیوں کے لئے توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے عربی اور فارسی کے باکمال ہونے اور 140 کتب تصنیف کرنے کے بعد بھی پنجابی کو ذریعہ اظہار بنایا تو کیوں؟ اس کا سیدھا اور سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ آپ کے پیش نظر عوام تھے اور عوام کے ساتھ ان کی زبان میں جو آسانی، خوبصورتی اور موثر طریقے سے بات ہو سکتی ہے وہ تکلف سے بھی کسی دوسری زبان میں ممکن نہیں۔ گویا حضرت سخی سلطان باھوؒ کا پیغام یہ ہے کہ جب بھی تم اچھی بات کرنا چاہو اپنے گھر سے ابتداء کرو اور بات گھر والوں کی زبان میں شروع کرو تا کہ تمہاری پوری بات سمجھی جا سکے۔ اگر ہم نے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی یہ بات سمجھی اور اپنائی ہوتی تو میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں آج ہمارے ہاں لٹریسی ریٹ موجودہ شرح سے یقیناً دُگنا ہوتا۔ مگر اب بھی وقت ہے کہ ہم قومی پالیسیاں بناتے وقت اپنے اسلاف کی فکر کو سامنے رکھیں۔ دانشمندوں کی کہاوت ہے:

"ڈُلھے بیراں دا کجھ نہیں وگڑا دے چُن کے جھولی پالیئے"

حضرت سخی سلطان باھوؒ کے زمانے میں فارسی سرکاری اور پنجابی عوامی زبان تھی۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مخاطب دربار سرکار نہیں بلکہ عوام الناس تھے۔ انہی کی فکری تربیت اور رہنمائی آپ کا مشن تھا۔ معروف محقق حافظ محمود شیرانی نے بڑی تحقیق کے بعد حضرت سخی سلطان باھوؒ کے عہد کی اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ:

اورنگ زیب کے زمانے میں پنجابی زبان میں بچوں کے لئے نصابی کتب کے لکھنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے "کہرل رائے" نے 1693ء میں "ایزد باری" اور "رامید" نے 1694ء میں "اللہ باری" تالیف کی۔ عبدالرحمٰن بن قاسم قصوری نے فارسی نامہ لکھا۔ وارث شاہ نے اپنی کتاب "ہیر رانجھا" میں رازق باری اور واحد باری کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اسی زمانے میں کئی اور مصنفین نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔ خدا بخش نے نصاب ضروری مرتب کیا اور کشن داس نے صفت باری لکھی۔

اس ذریعہ تعلیم سے دیگر علاقوں کی نسبت نصاب تعلیم بہتر تھا اور ذریعہ تعلیم مادری پنجابی تھا۔

یہ نصاب مدرسوں کے لئے تھا جبکہ بڑوں کو بھی بعض اوقات تربیت کی اتنی ہی ضرورت ہوتی جتنی بچوں کو چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے سلطان العارفینؒ نے اپنی شاعری میں مختلف موضوعات شامل کیے۔ چنانچہ آپ کی شاعری لفظوں کا گورکھ دھندا نہیں بلکہ ایک پاکباز صوفی کی روحانی واردات اور سماجی سطح پر پیش آنے والے تجربات کا وہ نچوڑ ہے جسے زندگی کا حاصل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی بنیاد عشق کا وہ کامل جذبہ ہے جسے وارث شاہ نے پیر فقیر کی میراث قرار دیا۔ سلطان صاحبؒ کے ہاں اس سچے جذبے کے اظہار کے لئے ایک مکمل لفظ "ھُو" استعمال ہوا ہے جس سے مراد ذات خداوندی ہے۔ اس حقیقت کا اظہار ان کے فارسی دیوان میں شامل اس شعر سے بھی ہوتا ہے:

یقیں دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھُو
ولا موجود فی الکونین ولا مقصود الا ھُو

حضرت سلطان باھُوؒ کی شاعری میں "ھُو" کی کیا اہمیت ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرحت شاہجہان پوری نے خوب کہا کہ:

"ھُو ردیف ہی نہیں یہ ہمارے فکر کی ایک منزل، ہمارے درد کی ایک پناہ گاہ اور زندگی کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں ایک سایہ دار نخلستان بھی ہے۔ پُر سکون، اداس اور خاموش اور ایسی فضا میں دل کی جوت جلتی ہے، عشق کی لہر اٹھتی ہے، دنیا کی حقیقت کھلتی ہے اور آنکھیں معرفت کے نور سے چمک اٹھتی ہیں۔ گویا ھُو کی ردیف فکر و احساس کے لئے ایک تازیانہ ہے اور یہ تازیانہ فکر دنیا سے فکر عقبیٰ کی طرف جاتا ہے۔"

بقول ڈاکٹر سلطان الطاف علی:

"لفظ ھُو سے تمام کائنات، دنیا و عقبیٰ کا احساس روپوش ہو جاتا ہے اور ہر سو ذات اللہ کا احاطہ کر لینے کا احساس طاری ہو جاتا ہے۔"

کامل عشق کے اس جذبے ہی کا ثمر ہے کہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں: "میں نے حضور رسالت مآبﷺ کی ذات اقدس سے براہ راست فیض حاصل کیا ہے۔"

آپ نے عشق کی اسی پاکیزگی پر اپنی فکر کا محل تعمیر کیا ہے چنانچہ اس کا اظہار شعری پیرائے میں یوں کرتے ہیں:

ب۔ بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہنا بھارا ھُو
نال شفاعت سرور عالم چھٹسی عالم سارا ھُو
حدوں بے حد درود نبی نوں جیندا ایڈ پسارا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُو جنہاں ملیا نبی سوہارا ھُو

یا پھر فکر و نظر کو جلا بخشنے والا یہ مصرعہ دیکھئے:

سچا راہ محمدؐ والا جس وچ رب لبھیوے ھُو

عشق کی اس منزل تک پہنچنے کے لئے راستہ کیونکر تلاش کیا جا سکتا ہے اس کے لئے حضرت سخی سلطان باھُوؒ کامل مرشد کی تلاش پر زور دیتے ہیں۔

مرشد باجھوں فقر کماوے وچ کفر دے بڑے ھُو

مرشد کامل اپنی نگاہ والتفات سے سالک کے من میں یاد الٰہی کی بوٹی اس طرح لگا دیتا ہے کہ:

"رانجھا میں وچ میں رانجھے وچ غیر خیال نہ کوئی"

والی بات بن جاتی ہے۔ جب یہ بوٹی جوان ہو کر سرمدی خوشبو سے وادی انس و جان پر اپنا راج قائم کر لیتی ہے تو حضرت سخی سلطان باھُوؒ مرشد کے احسانات کا شکریہ ان لفظوں میں ادا کرتے نظر آتے ہیں:

الف۔ اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ھُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ھُو
جیوے مرشد کامل باھُو جیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

حضرت سخی سلطان باھُوؒ جہاں مرشد کی ضرورت واہمیت بتاتے ہیں وہاں سچے مرشد کی پہچان بھی بتاتے چلے جاتے ہیں تاکہ معصوم عوام الناس نہ کردہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جعلساز اور مجمع باز نام نہاد پیروں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

م۔ مرشد کامل اوہ سہیڑیے جیہڑا دو جگ خوشی وکھاوے ھُو
پہلے غم ٹکڑے دا میٹے وت رب دا راہ وکھاوے ھُو
اس کلر والی کندھی نوں چا چاندی خاص بناوے ھُو
جس مرشد ایتھے کجھ نہ کیتا باھُو اوہ کوڑے لارے لاوے ھُو

سلطان صاحبؒ کے فرمودات بتاتے ہیں کہ مسلمان صوفیاء رہبانیت کا راستہ اختیار نہیں کرتے بلکہ دین اور دنیا کے معاملات میں توازن برقرار رکھتے ہیں۔ رزق حلال انہیں اسی دنیا میں رہ کر کمانا ہے۔ البتہ فطرت کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دنیاوی مال و اسباب اکٹھا کرنے اور حرام طریقے سے انبار لگانے کی نوبت

آ جائے تو ایسی دنیا کو سہ طلاق دینا بہتر ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ نے سیدھے اور سادہ الفاظ میں اپنے پڑھنے والوں کو اس باریک نکتے کا شعور عطا کیا ہے کہ خدا کی تلاش میں جنگلوں، صحراؤں اور بیابانوں میں دھکے کھانے کی بجائے من کی دنیا میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ اسی بات کو اقبال نے یوں کہا تھا:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

اندر ھُو تے باہر ھُو وت باھو کتھے لبھیدا ھُو
ھُو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا ھُو

یا

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ھُو
نہ کر منت خواج خضر دی ترے اندر آب حیاتی ھُو

یوں تو ہر صوفی نے دنیا سے منہ موڑنے کی بات کی ہے مگر حضرت سلطان باھوؒ نے جس شدت سے دنیا کو سہ طلاق دینے پر زور دیا ہے اس کی بنیادی وجہ ان کے اپنے (شاہجہان تا عالمگیری) عہد کی وہ سیاسی، سماجی اکھاڑ پچھاڑ ہے جس نے انسانی زندگی کو بے قیمت بنا کر رکھ دیا تھا۔ شاہجہان نے زمانے میں ایک طرف احمد نگر، بیجاپور بلتستان اور قندھار کی لڑائیاں تھیں تو دوسری جانب مغل شہزادوں کی باہمی رقابتوں اور معرکہ آرائیوں نے حالات کو پُر سکون نہ رہنے دیا۔ شاہجہان کے بعد دارا شکوہ، شجاع، اورنگ زیب اور مراد محض اقتدار اور دنیاوی جاہ و جلال، مال و دولت اور محل ماڑیوں کے لئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوئے۔ دھرمات اور سموگڑھ کی لڑائیوں میں کیا کچھ نہ ہوا۔ دارا شکوہ اجمیر کی لڑائی میں شکست اٹھانے کے بعد جان بچانے کے لئے ملتان کے راستے سندھ کی طرف نکلا مگر گرفتار ہوا اور دہلی میں اسے موت کا پیالہ پینا پڑا۔ شجاع اپنے بھائی اورنگ زیب کے حکم پر قتل ہوا۔ یہاں تک کہ شاہجہان خود اپنے بیٹے اورنگ زیب کے ہاتھوں قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے ہوئے اللہ کو پیارا ہوا۔ سلطان صاحب نے یہ سارا کچھ جاگتی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا کی بے ثباتی کا علم رکھنے کے باوجود یہ تمام افراد اس دنیا کے پیچھے بھاگتے رہے جس کے بارے میں حضور رحمت عالم کا فرمان ہے کہ "الدنیا جیفة وطالبها کلاب" کہ یہ دنیا مردار ہے اور اسے چاہنے والے کتے ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے محض مال و اسباب کی خاطر انسان کے ہاتھوں انسان کی ناقدری دیکھی تو پکار اُٹھے:

اوہی لعنت دنیا تائیں ساری دنیا داراں ھُو

یا

دنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حیرانی ھُو
ہڈی اُتے ہوڑ تنہاں دی لڑدیاں عمر وہانی ھُو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوہڑن پانی ھُو
باجھوں ذکر ربے دے باھو کوڑی رام کہانی ھُو

آج ہم اپنے حالات پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو عملی طور پر ہم بھی شاید سترھویں صدی عیسوی کی نفسا نفسی، خود غرضی، لوٹ کھسوٹ اور مار دھاڑ سے آگے نہیں نکلے بلکہ اس دلدل میں اور زیادہ پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے خوشیوں کے چمن خزاں رسیدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ پریشانی ہمارا مقدر نہیں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے حضرت سخی سلطان باھوؒ کے یہ فرمودات ہمارے سامنے ہیں۔

خود نفسی، چھڈ نفسی جھیڑے، لاہ سروں سبھ بھارے ھُو

یا پھر یہ کہ:

کر عنت کجھ حاصل ہووے جیڑی عمراں چار دہاڑے ھُو
سخی سوداگر کرلے سودا جاں جاں ہٹ نہ تاڑے ھُو

مگر یہ سارا کچھ توکل کیے بغیر ممکن نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

د۔ دلیلاں چھوڑ وجوداں ہو ہوشیار فقیرا ھُو
بنھ توکل پنچھی اڈدے پلے خرچ نہ زیرا ھُو
روزی روز اڈ کھان ہمیشہ نہیں کردے نال ذخیرا ھُو
مولا خرچ پہچاوے باھو جو پتھر وچ کیڑا ھُو

جنہیں توکل کی دولت نصیب نہیں ان کے لئے حضرت سخی سلطان باھوؒ کا یہ فرمان ہی کافی ہے:

تسبیح پھری تے دل نہ پھریا کیہ لینا تسبیح پھڑ کے ھُو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کیہ لینا علم نوں پڑھ کے ھُو
چلے کٹے تے کجھ نہ کھٹیا کیہ لیناں چلیاں وڑ کے ھُو
جاگ بناں دودھ جمدے ناہیں بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ھُو

حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شاعری کی تہہ میں موجود فلسفے کی روشنی میں آج کے سیاسی سماجی حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ۔
"ہمیں اپنے دودھ کو ٹھیک وقت پر جاگ لگانا پڑے گی ورنہ وہ دن دُور نہیں جب افسردگی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہنا پڑے گا:

تاڑی مار اڈا نہ باھوؒ اسیں آپے اڈن ہارے ھُو

حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شاعری نہ صرف اس دور کے لوگوں کے لئے رہنمائی کا سبب تھی بلکہ آج بھی ہمیں اس سے پوری طرح روشنی ملتی ہے۔ آج ہم اپنے اردگرد پھیلے ہوئے سیاسی سماجی حالات کا مطالعہ کریں تو صاف پتا چلتا ہے کہ ہم نے حضرت سخی سلطان باھوؒ جیسے صوفیا کی تعلیمات سے روگردانی کر کے کتنی ذلت ورسوائی کو اپنا نصیب بنالیا ہے۔ یہ حقیقت کون نہیں جانتا کہ جب امریکا، روس کے مقابلے میں افغانستان کی سرزمین پر ہمیں سینہ سپر دیکھتا ہے تو ہمیں مجاہدین کے نام سے پکارتا ہے اور روس کے ٹکڑے ہونے کے بعد ہمیں دہشت گرد گردانا جاتا ہے۔ آزادی سے لیکر آج تک نصف صدی کے قریب ہمارا سیاسی سفر اس بات کا گواہ ہے کہ امریکہ یا اس کے حواریوں نے ہمارے ساتھ کبھی وفا نہیں کی بلکہ ہمیں حیلے بہانے سے موقع تلاش کر کے مروایا گیا۔ قرآن مجید کا واضح فرمان ہے کہ یہود ونصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شاعری کی بنیاد بھی قرآن و حدیث پر ہے۔ آج کے عالمی سیاسی تناظر میں حضرت سلطان باھوؒ کی شاعری ہمیں کیا درس دیتی ہے ملاحظہ فرمایئے یہ بند:

نال کسنگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ھُو
تے تربوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ کے لے جایئے ھُو
کاواں دے بچے ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ھُو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باھو توڑے سے مناں گڑ پایئے ھُو

اب فیصلہ ہمیں خود کرنا ہے کہ کسنگی کے ساتھ مزید کتنی دیر تک سنگت رکھنی ہے اور کتنی دیر تک تمے کو تربوز سمجھنا ہے۔ کوے کے بچوں کو ہنس بنانے کی چاہ میں کب تک اپنے وسائل کے بچے موتی کھلاتے رہنا ہے۔ ازل سے کڑوے کنوؤں میں اپنی نیازمندی کا سینکڑوں من گڑ ڈال کر اپنے ہموطنوں کے لئے 25 روپے کلو کی چینی کو 50 روپے کلو کا زہر بنائے جانا ہے؟؟ اگر اب بھی حضرت سخی سلطان باھوؒ کی بیدار مغزی سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو ان کے عاشق اور عقیدت مند ہونے کا دعویدار کل انہیں کیا منہ دکھائیں گے۔ یہی وہ طرزِ فکر یہ ہے جو آج کے سیاسی اور سماجی سیریو میں ہمیں سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

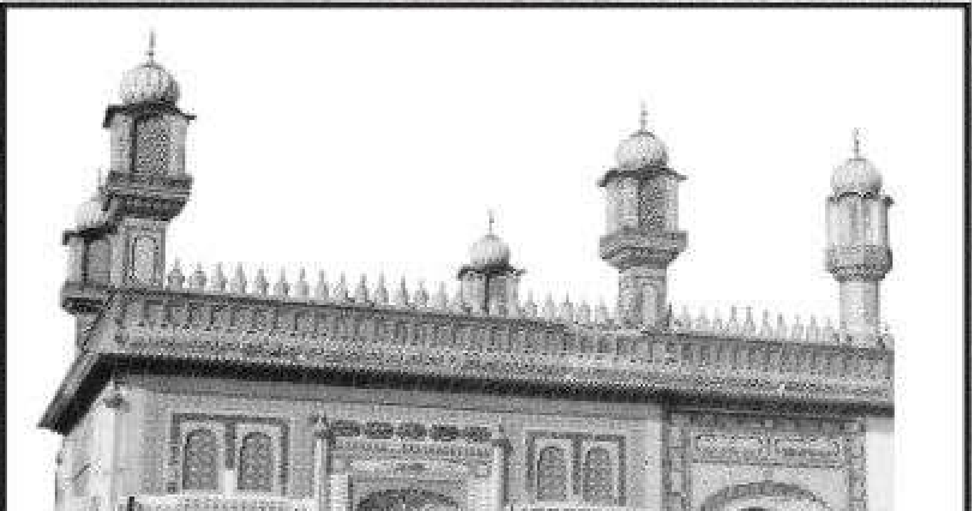

الله

تفہیمُ الکلامِ حضرت سُلطان باھُو

سید امیر خان نیازی

اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی کُتب کا مطالعہ انسان کے اندر مومنانہ بصیرت و فراست پیدا کرتا ہے جس سے صاحب مطالعہ کے ایمان میں گہرائی پیدا ہوتی ہے اور اُسے حکمت و معرفت تک دسترس حاصل ہوتی ہے سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ کی کسی کتاب یا رسالے کا مطالعہ قاری کے اندر ان مقاصد کے حصول کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں !۔

(1) طالبانِ دنیا۔ کہ جن کا مقصود دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے اور وہ اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

(2)۔ طالبانِ عقبیٰ۔ کہ جن کا مقصود آخرت کی زندگی کو خوشحال بنانا ہے اس لیے وہ زہد و ریاضت اختیار کر کے اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

(3)۔ طالبانِ مولیٰ۔ کہ جن کا مقصود اللہ تعالیٰ کے انوار جمال کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا شرف ہے اور وہ اس کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان تینوں گروہوں کے مراتب کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ "ترجمہ:۔ "طالب دنیا مخنث (ہیجڑہ) ہے، طالب عقبیٰ مؤنث (عورت) ہے اور طالب مولیٰ مذکر (مرد) ہے۔"

بنیادی طور پر سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ نے اپنی ہر کتاب طالبانِ مولیٰ کی تعلیم و تربیت کے لیے لکھی ہے اس لیے اُن کی کُتب کے مطالعہ کے دوران کئی مقامات ایسے بھی آتے ہیں کہ جس سے آپ کو اُلجھن پیش آسکتی ہے اور کئی مقامات پر آپ کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور کئی مقامات پر آپ انکار کی راہ اختیار کر کے ہدایت و سلامتی سے محروم ہو سکتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ایک رسالے کی صُورت میں کچھ ایسی معلومات درج کر دی جائیں جن سے حضرت سلطان باھُوؒ کے کلام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ عارفوں کے امام ہیں اس لیے آپؒ شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر کوئی بات کرتے ہی نہیں چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں کہ:۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خُود شریعت ساختم

ترجمہ:۔ "میں نے ہر مرتبہ شریعت کی پیروی سے پایا اور زندگی بھر میں نے شریعت کو اپنا پیشوا بنائے رکھا۔"

(2) "جو راہ شریعت سے ہٹ کر ہے وہ کفر و زندقہ کی راہ ہے۔"

ہیچ تالیف نہ در تصنیف ما
ہر سخن تصنیف ما را از خدا
علم از قرآن گرفتم و حدیث
ہر کہ منکر مے شود اہل از خبیث

ترجمہ:۔ "میری تصنیف میں کسی قسم کی تالیف نہیں ہے بلکہ میری تصنیف کا ہر فقرہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا الہامی کلام ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے قرآن و حدیث سے لکھا ہے اس لیے میری تحریر کا منکر دراصل قرآن و حدیث کا منکر ہے اس لیے وہ پکا خبیث ہے۔" لہٰذا آپ کی تصانیف کی تمام تعلیم قرآن و حدیث کے علم پر مبنی ہے لیکن اگر آپ کو اس کی سمجھ نہ آئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں آیات قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف وہ مفہوم و معانی موجود ہیں جو علمائے ظاہر نے بیان فرمائے ہیں اور آپ قرآن و احادیث کے اُن معانی اور مفاہیم سے بالکل بے خبر ہیں جو عارف و ولی اللہ فقیر حضرات بیان فرماتے ہیں مثلاً:۔ (1) قرآن مجید کی آیات:۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار. "کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں کیا ہے:۔ "اے ہمارے ربّ ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ" لیکن علمائے باطن یعنی عارفوں نے تشریحی ترجمہ یوں کیا ہے:۔

"الٰہی ہمیں دُنیا میں بھی اپنا قرب و دیدار عطا فرما آخرت میں بھی اپنے قرب و دیدار سے مشرف فرما اور ہجر و فراق کی آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

(۲) وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. "کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے:۔ "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے" جبکہ علمائے باطن نے اس کی ترجمانی اس طرح کی ہے:۔ "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنے قرب و وصال سے بہرہ ور ہونے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔"

(۳) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٓئک ھم المفلحون کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے:۔ "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں نیکی کا حکم دے اور انہیں برائی سے روکے اور ایسے ہی لوگ فلاح یافتہ ہوں گے" جبکہ عارفوں

نے اسے یوں بیان کیا: "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قُرب و دیدار کی طرف بلائے انہیں معرفتِ حق تعالیٰ کی تعلیم دے اور گمراہی کی ظلمت سے نکال لائے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔"

(۴) "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں کیا ہے: "الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

جبکہ اولیائے کرام نے اس سے یہ مراد لی ہے: "الٰہی! ہم تیرے قُرب و دیدار کے طالب ہیں اس لیے ہمیں وہ بینائی عطا فرما کہ جس سے ہم تجھے دیکھ سکیں۔" یا یوں کہ: "الٰہی! ہم تیرا قُرب و دیدار چاہتے ہیں اس لیے ہمارے دل سے حجابات دور کرنے میں ہماری مدد فرما دے۔"

(۵) "الٓمّٓ ذالک الکتب لا ریب فیه هدی للمتقین. اللذین یومنون بالغیب." کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے: "الٓمّٓ قرآن مجید وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے۔ اس میں ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں کے لیے جو بن دیکھے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔" جبکہ عارف باللہ حضرات یوں بیان فرماتے ہیں: "الٓمّٓ (حقیقتِ انسانیہ) وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا ٹیڑھ نہیں ہے یہ کتاب ہدایت مہیا کرتی ہے اُن پرہیزگاروں کو جو عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔"

(۶) "اللہ ولی اللذین امنو یخرجھم من الظلمت الی النور"

کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے: "اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے روشنی کی طرف" جبکہ عارف باللہ حضرات تفسیر کی سطح پر اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں: "اسم اللہ ذات مومنوں کا ایسا دوست ہے جو انہیں بشریت کے ظلمت کدہ سے نکال کر انوارِ الٰہی میں لے آتا ہے۔"

(۷) "انه لقرآن کریم ۝ فی کتب مکنون ۝ لا یمسه الا المطهرون ۝" کا

ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے: "بے شک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں، اسے بغیر وضو کے مت چھوئیں۔" جبکہ عارف باللہ حضرات نے اس کا مفہوم یوں بیان فرمایا ہے:-

"بے شک اس عزت والے قرآن کا ایک نوری وجود بھی ہے جو ایک مخفی و پوشیدہ کتاب کے اندر محفوظ ہے اُسے صرف پاک و طیب حضرات ہی چھو سکتے ہیں۔"

(۸) "کلا انها تذکرة ۝ فمن شاء ذکره ۝ فی صحف مکرمة ۝ مرفوعة مطهرة ۝ بایدی سفرة ۝ کرام بررة ۝" کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے: "یوں نہیں! یہ قرآن تو نصیحت ہے، جو کوئی چاہے اس کو پڑھے، قرآن تو وہ ہے کہ جس کی آیات آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے اوراق میں لکھی ہوئی ہیں اور انہیں اُن پاک و صاف لکھنے والوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے جو بڑے درجے والے نیکوکار ہیں۔" جبکہ عارف باللہ حضرات نے گہرائی میں اُتر کر اس کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے: "خبردار! تحقیق یہ قرآن ذکر کی دعوت عام ہے، جس کا جی چاہے اس دعوتِ عام میں شامل ہو جائے، اس کی نوری تحریر عزت والے بلند و پاک صحیفوں کے اندر محفوظ ہے جسے عزت والے پاک فرشتوں نے لکھا ہے۔"

اسی طرح احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی و مفاہیم بھی علمائے ظاہر اور علمائے باطن نے مختلف بیان فرمائے ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:-

(۱) "ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراک۔"

کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: "اپنے ربّ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ سمجھو کہ گویا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" جب کہ عارف باللہ حضرات اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ: "اپنے رب کی عبادت اُسے دیکھ کر کیا کرو اور وہ ایسے کہ اگر تم اپنی ہستی مٹا دو تو تم اُسے دیکھو گے اور وہ تمہیں دیکھے گا۔"

(۲) "اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین" کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں فرمایا ہے: "الٰہی! مجھے زندہ رکھنا تو مسکین بنا کے زندہ رکھنا مجھے موت بھی مسکینوں والی دینا اور میرا حشر بھی مسکینوں کے زُمرے میں کرنا۔" یہاں وہ مسکین کے معنی "مفلس" سا کن مع اللہ" کرتے ہوئے اس سے یہ مراد اخذ کرتے ہیں: "الٰہی! مجھے زندگی بھر اپنی معیت میں رکھنا، موت کے وقت بھی اپنی معیت میں رکھنا اور حشر میں بھی اپنی معیت کا شرف بخشنا۔" سو معلوم ہوا کہ:-

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

لہٰذا آپ کے لیے ضروری ہے کہ عارفوں کی کتب کے مطالعے کے دوران اپنے ذہن کو ہر قسم کے گروہی نظریات و عقائد سے پاک رکھ کر ان کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کا طرزِ تحریر قرآن مجید سے ملتا جلتا ہے اگر ان کی کتب کے اصل متن کو پڑھا جائے تو ایک عجیب سی لذت و سرور کا احساس ہوتا ہے لیکن اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو ترجمہ میں وہ رُوح قائم نہیں رکھی جا سکتی جو اصل متن میں موجود ہے۔ اُن کی تحریر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "ایں تصنیف نہ از علم واردات است، ونہ از ابتداء نفی و اثبات است، از ذات است کہ باذات است، حیات است کہ باحیات است، نجات است کہ بانجات است، از قرآن ناسخ آیات است کہ باآیات ازاں درجات است۔" (نور الہدیٰ کلاں)

(۲) "بداں کہ درراہِ باطن حجاب بابسیار و آفات و رنج بے شمار است۔ بعضے حجاب از سکر و قبض و بسط نورانی و بعضے حجاب نفسانی و بعضے حجاب از فرشتگان مکانی و بعضے حجاب از خلق نادانی و نادانی۔" (نور الہدیٰ)

(۳) "فقیر نیز چہار قسم است صاحب حیرت حیران، صاحب محرم گریان، صاحب عشق جان بریان و صاحب شوق قلب ذکر وحدت وجد جریان۔" (عین الفقر)

(۴) ''در طریقت بعضے جذب طریقت زدہ دیوانہ شدہ اند، در آب دریا غرق شدہ مُردہ اند و بعضے جذب طریقت خوردہ خطہ بدرخت گرفتہ مُردہ اند و بعضے رد شعر اور آوردہ بے طعام و آب مُردہ اند'' (عین الفقر)

(۵) ''فقیری درویشی نہ در گفتگو نہ در خواندن و نوشتن مسئلہ مسائل حکایت قصہ خوانی، فقر دریافت معرفت و محو شدن در توحید رحمانی و گشتن از خویش فانی و بیزار شدن از ہوائے نفسانی و معصیت شیطانی و بستن لب با ادب زبانی، کردن غیر نسیانی و نگہداشتن جوہر ذکر پاس انفاس جسمانی جانی، صاحب شریعت دانش و بینش ذکر کانی، غوطہ خوردن در لاہوت لامکانی تو بہ کردن از دیدن روئے اہلِ دنیا ظلمانی'' (عین الفقر)

یہ طرزِ تحریر ہو بہو قرآن مجید سے ملتا جلتا ہے جیسے بھی حضرت سُلطان العارفین کی کتابیں الہامی ہیں اس لیے اُن کے کلام کا کوئی لاکھ ترجمہ ہی کرے، اس میں موجود لطیف مطالب کو اُجاگر نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ عمیق و دقیق مطالب و مفہوم ترجمہ سے ظاہر کرسکتا ہے جو مصنف کے مدّ نظر ہے ہوسکتا ہے کوئی اس ''ناممکن'' کو ''ممکن'' کر دکھائے لیکن میں خود کو اس معاملے میں معذور سمجھتا ہوں کہ بقول مصنف:- ''عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ھُو''

سُلطان العارفین کے کلام میں ایک اور عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ آپ نے ہمیشہ ''ولی اللہ'' کو اولیاء اللہ، عالم کو علماء، فقیر کو فقراء، مرتبہ کو مراتب، درجہ کو درجات اور کلمہ طیب کو کلمہ طیبات لکھا ہے۔ مثلاً ''ہر کرا فقر است علماء است، ہر کرا علماء است ہماں اولیاء است، ہر کہ اولیاء ست، پیوستہ با خدا ست، علماء طالب علم است و فقراء طالب مولیٰ است۔'' (عین الفقر)

اپنی تصانیف میں سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھوؒ نے تمام بحث طالبانِ دنیا، طالبانِ عقبیٰ اور طالبانِ مولیٰ کے معاملات سے کی ہے۔ آپ کی نگاہ میں عوام طالبانِ دُنیا ہیں، خواص یعنی انبیاءؑ و اولیاء طالبانِ مولیٰ ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں جہاں بھی انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے انہیں بطور طالبِ مولیٰ پیش کیا ہے۔ آپ نے اُن کے مراتبِ نبوت کے متعلق کچھ نہیں لکھا بلکہ ہمیشہ اُن کے مرتبہ، طالبِ مولیٰ (اصطلاحاً درجہ ولایت) سے بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر آپ رقم طراز ہیں: ''یہ فقیر باھُو کہتا ہے کہ فقیر چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک وہ کہ جن کا ظاہر پریشان مگر باطن آراستہ ہوتا ہے جیسے کہ خضر علیہ السلام۔

(۲) دوسرے وہ کہ جن کا ظاہر آراستہ مگر باطن پریشان جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام۔

(۳) تیسرے وہ کہ جن کا ظاہر بھی آراستہ اور باطن بھی آراستہ جیسے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) چوتھے وہ کہ جن کا ظاہر بھی پریشان اور باطن بھی پریشان جیسے کہ فقیر باھُو۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاءؑ و رُسل بنیادی طور پر طالبِ مولیٰ ہیں، جو مرتبہ ولایت ہے اور اس کے بعد نبی یا رسول ہیں کیونکہ ازل کے دن اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کچھ لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو کر طالبِ دنیا بن گئے، کچھ نعمائے عقبیٰ کی طرف متوجہ ہو کر طالبِ عقبیٰ بن گئے اور کچھ لوگوں نے نہ تو دُنیا کی طرف توجہ کی اور نہ عقبیٰ کی طرف دھیان دیا بلکہ دیدارِ حق تعالیٰ میں محو رہ کر طالبِ مولیٰ بن گئے، انہی طالبانِ مولیٰ میں سے کچھ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کی ذمہ داری سونپی اور انہیں نبی و رسول بنا دیا اور کچھ لوگوں کو تلقین و ارشاد کی ذمہ داری سونپی اور انہیں مرشد بنا دیا۔ انبیاءؑ و اولیاء کی ذمہ داریوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کرام کو تمام لوگوں کی تعلیم و تربیت اور راہنمائی کا فریضہ سونپا گیا یعنی اُن کے ذمے طالبانِ دنیا طالبانِ عقبیٰ اور طالبانِ مولیٰ کے تمام گروہوں کی راہنمائی تھی اس لیے وہ ظاہری تعلیم بھی دیتے رہے اور باطنی تعلیم بھی دیتے رہے لیکن انبیاء کرام کے بعد اُن کی تعلیم و تربیت کا ظاہری شعبہ یعنی علمِ شریعت علماء کے ذمہ کر دیا گیا اور باطنی شعبہ یعنی علمِ طریقت و حقیقت و معرفت اولیاء کرام کے حوالے کیا گیا۔ گویا اولیاء کرام کے ذمہ طالبانِ مولیٰ کی تربیت ہے۔

لوگوں کی تعلیم و تربیت کے دوران انبیاء کرام کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ جب طالبانِ دنیا کے مطابق دُنیوی امور کی تعلیم فرماتے تھے تو انہی کی سطح پر آکر عملی سبق فرمایا کرتے تھے ایسے موقع پر وہ عام پاکباز آدمی کی طرح نظر آتے ہیں اور عوام سمجھتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہیں اور ہم میں سے ہیں، اگر وہ اس طرح پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں گزار سکتے؟ اس لیے عام لوگ خوشی سے اُن کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور جب وہ طالبانِ عقبیٰ کو شریعت کے مطابق اُخروی امور کی عملی تعلیم دیتے ہوئے انہی کی سطح پر ایک عابد و زاہد متقی اور پرہیزگار آدمی نظر آتے ہیں تو طالبانِ عقبیٰ انہیں خود میں سے اور خود جیسا سمجھتے ہیں اور زہد و ریاضت میں ان جیسے اعمال کرنے میں دقت محسوس نہیں کرتے اور ان کی پیروی میں فخر محسوس کرتے ہیں اسی طرح جب وہ طالبانِ مولیٰ کو شریعت کے مطابق قُربِ الٰہی کی تعلیم دیتے ہیں تو طالبِ مولیٰ کی استعداد اور مرتبے کے مطابق اسی کی سطح پر آکر عملی اسباق دیتے ہیں جس سے طالبِ مولیٰ انہیں خود جیسا طالبِ مولیٰ سمجھنے لگتا ہے اور اُسے اُن کی پیروی کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی اور وہ خوشی خوشی اُن کی پیروی کرتے ہوئے قُربِ الٰہی کے مراتب طے کرتا جاتا ہے۔

انبیاء کرام کی عملی تعلیم و تربیت کا وہ حصہ جو طالبانِ مولیٰ سے متعلق ہے، نہ تو طالبانِ دنیا کی سمجھ میں آتا ہے اور نہ علماء ظاہر اور طالبانِ عقبیٰ کی سمجھ میں آتا ہے اس لیے کلامِ الٰہیہ میں جب طالبانِ مولیٰ کے اسباق آتے ہیں تو غیر طالبِ مولیٰ حضرات اُن کے مفہوم و معانی کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات اُن کی شرح میں واضح غلطیاں کر جاتے ہیں مثلاً طالبانِ مولیٰ کو عملی سبق دیتے ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ''الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے'' اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اے موسیٰ علیہ السلام تُو میرا دیدار نہیں کر سکتا''۔ موسیٰ علیہ السلام تکرار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے، موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ہوش میں آنے کے بعد معافی مانگتے ہیں تو اس واقعہ کو پڑھ کر غیر طالبِ مولیٰ آدمی ہمیشہ یہی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہی نہیں ہے حالانکہ یہ نتیجہ خطرناک حد تک غلط ہے کیونکہ اگر دیدارِ الٰہی اس دُنیا میں ممکن نہ ہوتا تو قرآن مجید میں یوں وارد نہ ہوتا ہے کہ:۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمیٰ'' ترجمہ:۔ ''جو شخص یہاں دُنیا میں دیدارِ الٰہی سے اندھا رہ گیا وہ آخرت میں دیدارِ الٰہی سے اندھا رہے گا'' اور ہمارے دین میں کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' نہ ہوتا کیونکہ یہ کلمہ اللہ کے معبود ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت ہے اور شہادت مشاہدے کے بغیر جھوٹی ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ دکھائی ہی نہ دیتا ہو تو یہ شہادت کیسی؟

یاد رکھیں کہ یہی معاملہ طالبانِ مولیٰ کی تعلیم کا سبق ہے جسے صرف طالبانِ مولیٰ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی ہمیشہ ''حق الیقین'' کے مرتبے کا حامل ہوتا ہے جو ''عین الیقین'' کے مرتبے سے افضل و اعلیٰ درجہ ہے۔ ''عین الیقین'' دیدار اور مشاہدے کا درجہ ہے جبکہ ''حق الیقین'' تحقیق حق کا درجہ ہے جو بہر حال ''مرتبہ عین الیقین'' سے افضل ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ''حق الیقین'' کے مرتبے پر فائز ہیں تو انہوں نے ''عین الیقین'' کے کمتر درجے کا سوال کیا ہی کیوں؟ اور اگر انہوں نے یہ سوال کر ہی دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناممکن کیوں کہا؟

دراصل معاملہ یہ ہے کہ خلق کے تینوں طبقات "ناسوت" "ملکوت اور جبروت بندے اور خدا کے درمیان حجاب ہیں۔ ان حجابات کے ہوتے ہوئے دیدارِ الٰہی ناممکن ہے طالب اللہ جب باطن میں سیر الی اللہ کرتا ہوا قربِ الٰہی کی طرف بڑھتا ہے تو خلق کے آخری مقام سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ وہ صفاتِ الٰہی کا تمام مشاہدہ کر چکا ہے، اب ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ باقی رہ گیا ہے تو وہ عجلت میں آ کر پکار اٹھتا ہے:۔ "الٰہی مجھے اپنا دیدار کراوے۔" دیدارِ الٰہی چونکہ مقام خلق میں ہو نہیں سکتا بلکہ مقام خلق سے آگے مقام لاھوت میں ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب آتا ہے: لَنْ تَرَانِیْ (تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) لیکن طالب تکرار پر اتر آتا ہے اس لیے موسیٰ علیہ السلام بطور معلم اُسے عملی سبق دیتے ہوئے سمجھا رہے ہیں کہ یہ مقام دیدارِ الٰہی کا مقام نہیں ہے اس لیے یہاں دیدارِ الٰہی کا تقاضا نہ کر، اگر تو تکرار کرے گا تو اس کا نتیجہ تیرے مطلب کے مطابق نہ ہوگا ذرا میری طرف دیکھ میں تجھے اس کے ہولناک نتائج دکھاتا ہوں چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتجی ہو کر دیدارِ الٰہی کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کے نتائج طالبانِ مولیٰ کو دکھاتے ہیں۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام طالبانِ مولیٰ کو باطن میں پیش آنے والے اُن انوار و تجلیات کی نوعیت کے بارے میں عملی طور پر بتاتے ہیں جو کہ طالب اللہ کو راہِ سلوک میں مختلف مقامات پر پیش آتے ہیں اور ہر بار طالب اُنھیں انوارِ ذاتِ الٰہی سمجھ کر پکار اٹھتا ہے "اب میں نے اپنے ربّ کو پا لیا ہے" قرآن مجید نے طالبانِ مولیٰ کے اس سبق کو یوں بیان فرمایا ہے:۔ "جب رات چھا گئی تو ابراہیم علیہ السلام نے ایک تارا دیکھا تو بولے؟ یہ میرا ربّ ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے ڈوبنے والے مجھے پسند نہیں ہیں، پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو بولے اسے میرا ربّ ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو بولے اگر میرا ربّ مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو جگمگاتے دیکھا تو بولے اسے میرا ربّ ہے، یہ تو ان سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اے میری قوم! میں بے زار ہوں اُن چیزوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو، میں نے اپنا رخ اس کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان بنائے، اسی ایک کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

یہ آیات طالب اللہ کے باطنی مشاہدے کی روئیداد ہے طالب اللہ باطن میں منازلِ سلوک طے کرتا ہوا مختلف مقامات و منازل و حالات سے گزرتا ہے تو وہ کئی طرح کی تجلیات کو دیکھتا ہے مقام ناسوت میں جب طالب اللہ پر تجلی نفس نمودار ہوتی ہے تو اُسے اعمالِ صالحہ کے انوار ستارے کی مانند نظر آتے ہیں جنھیں وہ ذاتِ الٰہی کے انوار سمجھ کر پکار اٹھتا ہے "هٰذَا رَبِّیْ" (یہ میرا رب ہے) لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ ترقی کر کے اس مقام سے آگے بڑھتا ہے تو انوارِ افعال کی تجلی معدوم ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ معدوم ہو جانے والے انوار ذاتِ الٰہی کے نہ تھے۔ اس کے بعد جب وہ مقامِ ملکوت پر پہنچ کر تجلی قلب کو پاتا ہے تو اُسے اسمائے الٰہی کے انوار چاند کی صورت میں چمکتے نظر آتے ہیں اور وہ پھر پکار اٹھتا ہے "هٰذَا رَبِّیْ" (یہ میرا رب ہے) اور جب وہ مزید ترقی کر کے آگے بڑھتا ہے تو یہ تجلی بھی معدوم ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ معدوم ہو جانے والی تجلی ذاتِ الٰہی کی نہ تھی اور جب وہ عالمِ جبروت میں پہنچتا ہے تو اس پر تجلی روح وارد ہوتی ہے اور صفاتِ الٰہی کے انوار اُسے سورج کی طرح روشن نظر آتے ہیں جنھیں دیکھ کر وہ پھر پکار اٹھتا ہے "هٰذَا رَبِّیْ" (یہ میرا رب ہے) لیکن جب وہ مزید آگے بڑھتا ہے تو یہ انوار بھی معدوم ہو جاتے ہیں اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ انوار بھی ذاتِ الٰہی کے نہ تھے اس لئے وہ کہہ اٹھتا ہے کہ میں ان ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس کے بعد جب وہ عالمِ لاھوت میں پہنچتا ہے تو اُسے ذاتِ الٰہی کے انوار نظر آتے ہیں جو نہ تو زائل ہوتے ہیں اور نہ ہی معدوم ہوتے ہیں اور وہ تحقیق کر لیتا ہے کہ یہ تجلیات ذاتِ الٰہی کے انوار کی ہیں۔

اس واقعہ کی غرض و غایت بھی یہ ہے کہ طالب مولیٰ کو راہِ معرفت میں پیش آنے والے باطنی خطرات سے باخبر کر دیا جائے تا کہ وہ باطن میں راستے کی کسی منزل پر بھٹک کر مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ مبارک ہے کہ: اَلسُّکُوْنُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَآءِ ترجمہ:۔ "کسی ایک مقام پر ساکن ہو کر رک جانا اولیاء کے دلوں پر حرام ہے۔"

قرآن مجید میں جہاں بھی انبیاءِ کرام طالبانِ مولیٰ کو باطنی مسلکِ سلوک کے عملی اسباق دیتے ہوئے دکھائے گئے ہیں ان کو سمجھنے میں علماءِ ظاہر سے ہمیشہ سہو ہوا ہے کیونکہ انھوں نے انبیاءِ کرام کے مرتبہ طالب مولیٰ کو نظر انداز کر کے صرف ان کے مرتبہ نبوت کو مدِ نظر رکھا ہے۔

حضرت سلطان باھُوؒ کی تمام تصانیف میں جہاں بھی کسی نبی کا نام آیا ہے وہاں اُن کی ذات یا اُن کا مرتبہ نبوت مُراد نہیں ہے بلکہ طالبانِ مولیٰ کا وہ مرتبہ مُراد ہے جس پر وہ کسی طالب مولیٰ کا کردار ادا کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں، اگر آپؒ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے وقت یہ نکتہ مدِ نظر رہے تو کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہوتی۔ اب سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کی تصانیف میں سے چند باتیں بطورِ نمونہ پیش کر کے ان کی وضاحت کی جاتی ہے تا کہ قارئین کرام کی اُلجھنیں دور ہو سکیں۔

(۱) آپؒ کی بہت ہی معروف کتاب "محک الفقر کلاں" میں سیدنا شیخ محی الدین محمد عبدالقادر جیلانیؓ کا ایک فرمان یوں وارد ہے:۔

من اراد العبادہ بعد حصول الوصول فقد کفر واشرک باللہ تعالیٰ

ترجمہ:۔ "جس نے وصالِ الٰہی حاصل کر لینے کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے یقیناً کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔"

اب اس تحریر کو غیر طالب مولیٰ جو آدمی بھی پڑھے گا تو وہ ضرور سوچے گا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر تو کسی کو وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا، انھوں نے تو کبھی عبادت ترک نہیں کی، نہ کسی اور نبی نے عبادت کو ترک کیا اور نہ کسی صحابی نے ایسا کیا تو ان کے بعد یہ کب روا ہو سکتا ہے؟ لیکن طالب مولیٰ آدمی خوب جانتا ہے کہ حضور غوث پاکؓ کا یہ فرمان انسان کے باطن سے متعلق ہے اس کا اطلاق انسان کے ظاہر پر ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ انسان کے ظاہر کا دُنیا میں جب تک وجود قائم رہتا ہے اس پر شریعت کے احکام ہر حال میں لاگو رہتے ہیں باطن میں کوئی کتنے ہی بڑے مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو اگر وہ ظاہر میں شریعت سے ذرہ بھر بھی انحراف کرتا ہے تو وہ باطنی مرتبے سے محروم کر دیا جاتا ہے انسان کا باطن دیدار ہو کر جب کامل ہو جاتا ہے تو وہ ہر وقت حضوری مولیٰ میں حاضر رہ کر دیدار میں محو رہتا ہے لیکن اس کا ظاہری وجود عوام میں مکمل طور پر اپنے فرائض پورے کرتا رہتا ہے اور وہ احکامِ شریعت کا مکلف رہتا ہے جیسے کہ ایک سونے والے آدمی کا ظاہری جسم بظاہر آرام کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا باطن خواب کی حالت میں محوِ کار رہتا ہے باطن میں جب انسان کامل ہو کر واصل باللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت صرف دیدارِ الٰہی ہوتی ہے اس سے کم درجے کے متعلق اس کا سوچنا بھی باطن میں اس کا کفر و شرک ہوتا ہے البتہ اس میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے کہ جتنا اس کا باطن ہوشیار ہوتا ہے اتنا ہی اس کا ظاہر بھی ہوشیار ہوتا ہے اور وہ اعمالِ شریعت کی مکمل پابندی کرتا رہتا ہے۔

(۲) "عین الفقر" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان ان الفاظ میں موجود ہے:۔

"لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ۔" ترجمہ:۔ اس کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہ ہو"

یہ حدیث مبارک بھی بظاہر بہت چونکا دینے والی ہے اور اکثر حضرات اس کو ماننے سے انکار کر دیں گے کیونکہ دین کے مروجہ حق اعمالِ شریعت تک محدود ہیں لیکن عارف باللہ حضرات

کی نظر میں دین کے معنی اس کی دوسری منزل "قربِ الٰہی" کا حصول ہے۔ اُن کی نظر میں اس حدیث کا ترجمہ یُوں ہے کہ "جس آدمی کا مرشد نہ ہو وہ قربِ الٰہی نہیں پا سکتا"

(۳) "عین الفقر" میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی ایک تحریر یُوں درج ہے:۔

"جب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے تو فرمایا:۔

"سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ۔"

ترجمہ:۔ الٰہی! تیری ذات پاک ہے، میں تیری عبادت اس طرح نہیں کر سکا جس طرح کہ تیری عبادت کا حق ہے اور تیری معرفت اس طرح حاصل نہ کر سکا جس طرح کہ تیری معرفت کا حق ہے۔" پس معلوم ہوا کہ یہ مقام بھی خام ہے اس سے آگے بڑھ کے مقام کر جس پر اب تُو کھڑا ہے ایک خام و ناقص مقام ہے یہاں تُو ہر وقت نفس و شیطان کی زد پہ کھڑا ہے، ہمت کر اور آگے بڑھ کر مقامِ لاتخف تک پہنچ جا تا کہ نفس و شیطان کے شر سے تو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک معلم کی حیثیت سے اپنے ذاتی مرتبے سے نیچے آ کر ایک خادم طالب اللہ کی سطح پر آ جاتے ہیں اور اُسے اس کے مرتبے کے مطابق عملی سبق دیتے ہیں نہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لیے آزردہ ہو رہے ہیں۔ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کردار ایک طالبِ مولیٰ کا کردار ہے۔

(۴) "عین الفقر" میں ایک اور مقام پر یہ الفاظ درج ہیں:۔ تجلی ہوئی کوہِ طور ریزہ ریزہ ہو گیا مُوسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے اور تین روز دن رات بیہوش رہے فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ مُوسیٰ علیہ السلام میں نے کہا تھا کہ آپ برداشت نہ کر سکیں گے؟ اس کے بعد فرمان ہوا کہ اے مُوسیٰ آپ پر انوارِ تجلی پڑے اور آپ بے ہوش ہو گئے لیکن میرے وہ بندے بھی ہیں جو آخری زمانہ میں اُمتِ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں گے میں ہر روز ہزار بار اُن کے دلوں پر ایسے انوارِ تجلی برساؤں گا لیکن وہ ذرہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے ہوئے کہیں گے "ہَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ۔ وَمَشْتَاقٌ اِلَی الْحَبِیْبِ" (میرا اشتیاق اور محبت اپنے حبیب کے لیے لمکوں کی تُوں ہے) اس عبارت کو پڑھ کر بظاہر یوں لگتا ہے کہ گویا مُوسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ اُمتِ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اللہ سے کمتر ہے اور مُوسیٰ علیہ السلام میں دیدارِ الٰہی کرنے کی صلاحیت اُن سے کم ہے لیکن یاد رہے کہ تمام بنی نوعِ انسان میں انبیاء کرام کا مرتبہ سب سے بلند ہے کسی اُمت کا کوئی ولی اللہ کسی نبی کے مرتبے کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا یہاں بھی موازنہ طالبانِ مولیٰ کے مراتب کا ہو رہا ہے۔ نہ کہ ایک نبی کا موازنہ کسی ولی اللہ سے ہو رہا ہے یہاں مُوسیٰ علیہ السلام کا نام ایک سمبل (Symbol) کے طور پر استعمال ہو رہا ہے یہ ذکر طالبِ مولیٰ کے اس باطنی مرتبے کا ہے جہاں طالبِ مولیٰ دیدارِ الٰہی کا خواہشمند ہوتا ہے اس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ سے تقاضا شروع کر دیتا ہے لیکن اس مرتبے پر دیدارِ الٰہی ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے طالب اللہ کو سمجھاتا ہے کہ تمہارے اس مرتبے سے وہ مرتبہ بہت آگے ہے جہاں میں ہر روز اپنے طالبوں پر ہزار مرتبہ تجلیات کرتا رہتا ہوں۔

(۵) "عین الفقر" میں اسی موضوع کو مزید آگے بڑھا کر حضرت سلطان باھوؒ یوں رقم طراز ہیں:۔

"اس تجلی عشق کے انوار مُوسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر چمک اُٹھے جن سے آگاہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مُوسیٰ! اپنے چہرے پر نقاب ڈال لو مُوسیٰ علیہ السلام نے اپنے چہرے پر برقع ڈالا تو وہ جل کر راکھ ہو گیا آپ بُرقعے پر بُرقع ڈالتے چلے گئے لیکن ہر بُرقع جلتا چلا گیا حتیٰ کہ مُوسیٰ علیہ السلام نے سونے، چاندی، لوہے، پیتل اور تانبے کے بُرقعے بھی پہنے لیکن یہ سب جلتے گئے اس پر فرمانِ الٰہی ہوا:۔ اے مُوسیٰ (علیہ السلام) اگر تم ہزار بُرقع بھی پہنو تو جلنے سے ہرگز نہ بچیں گے لیکن اگر تم کسی گدڑی پوش عارف باللہ فقیر فنا فی اللہ کی گدڑی کا کوئی ٹکڑا حاصل کر کے اس کا بُرقع چہرے پر ڈالو تو وہ نہ جلے گا سو مُوسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ایک گدڑی پوش فقیر کے لباس کا ایک ٹکڑا لے کے اس کا نقاب چہرے پر ڈالا تو وہ نہ جلا۔ مُوسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:۔ الٰہی یہ بُرقع کیوں نہ جلا؟ فرمانِ الٰہی ہوا:۔ اے مُوسیٰ (علیہ السلام) یہ اس درویش کی گدڑی کا ٹکڑا ہے جس کے وجود میں توحیدِ الٰہی کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں، یہ وہ باخدا فقیر ہے جو کہ اللہ کے ذریعے خود کو تجلی بر میں فنا کیے ہوئے ہے۔"

اس عبارت کو پڑھ کر بھی انسان ضرور سوچتا ہے کہ آخر وہ درویش کون تھا جس کی گدڑی کا ٹکڑا لے کر مُوسیٰ علیہ السلام نے بُرقع بنایا؟ کیا اس کا مرتبہ مُوسیٰ علیہ السلام جیسے نبی سے بھی بڑھ کر تھا؟ لیکن یہاں بھی بات طالبِ مولیٰ کے مرتبے کی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا کردار تو ایک استاد اور معلم کا ہے یہاں موسیٰ علیہ السلام کی ذات یا ان کا مرتبہ نبوت مراد نہیں ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے مراد طالبِ مولیٰ ہے جو اس مرتبے پر فائز ہے ایک لطیفہ ہے کہ ایک بچے کو اس کے والد نے سکول میں داخل کروایا جب بچے کو سکول میں پڑھتے ہوئے دو ماہ ہو گئے تو ایک دن اس کے والد نے اس سے پوچھا کہ بیٹا تمہارا استاد کیسا ہے؟ اچھا پڑھاتا ہے؟ تو بچے نے ناگواری سے کہا؟ "اُسے تو کچھ بھی نہیں آتا۔ وہ تو اُلٹا مجھ سے پوچھتا ہے کہ چھ دونی کتنے ہوتے ہیں؟ قاعدے پر اُنگلی لگا کر پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اور میں اُسے بتاتا ہوں "یہ الف آم ہے۔"

یہاں بھی مُوسیٰ علیہ السلام طالبِ مولیٰ کے دو مختلف مراتب کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ایک مرتبے پر تو طالب دیدارِ الٰہی کرنے سے قاصر رہتا ہے اور دوسرے مرتبے پر طالب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کا لباس بھی تجلیاتِ ذاتِ الٰہی کو برداشت کر لیتا ہے۔ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتا جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھوں پر لگایا گیا تو ان کی آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی حالانکہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ہیں کیا ان کے اپنے پیراہن میں وہ برکت نہ تھی جو ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن میں تھی؟ یقیناً تھی لیکن یہ واقعہ بھی طالبانِ مولیٰ کی تربیت کا سبق ہے ایک مرشد کامل جب طالبِ مولیٰ کو قرآن پڑھاتا ہے تو اس میں پنہاں اسباق سے اس کی باطنی تربیت کرتا ہے لیکن ظاہربین حضرات کے لئے یہ محض ایک قصہ ہے جس سے اخلاقیات کا سبق ملتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کی تصانیف میں ایسے واقعات آپ کو کثرت سے نظر آئیں گے جن میں مختلف انبیاء کا مقابلہ اُمتِ محمد رسول اللہ کے عارف باللہ فقراء سے کیا گیا ہے اور ان سب واقعات میں انبیاء کرام کے ناموں سے مراد ان کی ذات اور مرتبہ نبوت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد طالب اللہ کا وہ مرتبہ طلبِ مولیٰ ہے جس کا سبق انبیاء کرام عملی طور پر دیتے نظر آتے ہیں آپ نے اپنی تمام تصانیف میں انبیاء کرام کو صرف بطور طالبِ مولیٰ پیش کیا ہے نہ کہ بطور انبیائے کرام۔

(۶) حضرت سلطان باھوؒ کی کئی کتابوں میں وہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر انسان کا ذہن اُلٹ جاتا ہے لیکن ان احادیث کو بھی اگر مندرجہ بالا تناظر میں دیکھا جائے تو اُلجھن دور ہو جاتی ہے۔

وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔"

(ii) "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ اَفْضَلُ مِنْ اَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔"

(میری اُمت کے خاص علماء بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہیں۔)

اِن میں سے پہلی حدیث کا مطلب ہے کہ جن مراتب باطن کی تعلیم طالبانِ مولیٰ کو بنی اسرائیل کے انبیاء عملی طور پر دے گئے ہیں وہی تعلیم اب اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء ربانی کے ذمہ ہے اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن مراتب باطن تک طالبانِ مولیٰ کو پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء بنی اسرائیل کو سونپی گئی تھی اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء ربانی کو ان سے آگے کے مراتب باطن تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے ورنہ جہاں تک انبیاء بنی اسرائیل کے ذاتی مراتب کا تعلق ہے تو وہ ہر قسم کے اولیاء اللہ کے مراتب سے بہت ہی ارفع واعلیٰ ہیں اُن تک کوئی ولی اللہ نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) حضرت سلطان باھوؒ نے ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں رقم فرمائی ہے:۔

اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ ترجمہ: "ولایت افضل ہے نبوت سے۔" اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اگر کوئی نبی پہلے سے طالب مولیٰ ولی اللہ نہ ہوتا تو وہ نبی بھی نہ ہوتا کیونکہ انبیاء کا انتخاب طالبانِ مولیٰ ہی سے ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے جیسا کہ ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "ولایت نبوت کی جڑ ہے۔" نبوت درخت ہے اور ولایت اس کی جڑ ہے۔

(۸) سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی تصانیف میں آپ کو جابجا ایسی تحریریں نظر آئیں گی جن میں قادری طریقے کو دوسرے تمام طریقوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً:۔

(i) "دوسرے تمام طریقوں کی انتہاء قادری طریقہ کی ابتداء کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔" (کلید التوحید کلاں)

(ii) "اگر تو صاحب عقل ہے تو ہوشیار ہو جا اور کان کھول کر سن لے کہ طریقہ قادری ننگی تلوار کی مثل ہے اگر کوئی حضرت پیر دستگیر محی الدین شاہ عبد القادر جیلانیؓ کے طالب مرید سے دشمنی کا دم بھرے گا تو یہ تلوار اس کا سرتن سے جدا کر دے گی۔۔۔۔ دوسرے ہر طریقہ والا خرقہ پوش ہوتا ہے لیکن قادری طریقہ والا معرفت و توحید الٰہی کا دریا نوش ہوتا ہے دوسرے ہر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن قادری طریقہ میں فنافی اللہ ذات ہو کر نفس سے آزادگی ہے دوسرے ہر طریقہ میں قائم مقام ہے لیکن قادری طریقہ میں ہدایت و معرفت و فقر تمام ہے دوسرے ہر طریقہ میں جبہ و دستار ہے لیکن قادری طریقہ میں مشاہدہ جمعیت حضور اور شرف دیدار ہے، دوسرے ہر طریقہ میں ورد وتسبیح ہے لیکن قادری طریقہ میں استغراق وحدت اور نفس ذبح ہے۔ دوسرے ہر طریقہ میں تقلید ہے لیکن قادری طریقہ میں توجہ یقین نمائے توحید ہے۔" (نور الہدیٰ کلاں)

(iii) "جان لے کہ طریقہ قادری بادشاہ ہے اور دوسرے تمام طریقے اس کی رعیت اور زیر فرمان غلام ہیں۔۔۔۔ دوسرے تمام طریقوں میں ریاضت کشی کی آفات ہیں لیکن قادری طریقے میں پہلے روز تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے استغراق فنافی اللہ اور دیدار ذات ہے قادری طریقہ آفتاب ہے اور دوسرے چراغ ہیں۔۔۔۔ طالب مُرید قادری نرشیر کی مثل ہوتا ہے اور ہرگز روباہی اختیار نہیں کرتا طالب مُرید قادری بلند پرواز شہباز ہوتا ہے وہ کبھی بھی چیل کا ہم نشین نہیں بنتا۔" (نور الہدیٰ)

ایسی تحریریں عام آدمی کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور اُسے بغض وعناد کا شکار کر دیتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ان طالبانِ مولیٰ کے لئے راہنما معلومات ہیں جن کا مطمع نظر ہے "اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔" دراصل ولایت کا دارومدار معرفتِ الٰہی پر ہے اور معرفتِ الٰہی دو قسم کی ہے ایک معرفت صفات الٰہی اور دوسری معرفت ذات الٰہی۔ معرفتِ صفات دونوں جہان میں بشری جسم کا حصہ ہے اور اس کا مقام عالم خلق ہے عالم خلق چونکہ ناسوت سے لے کر جبروت تک پھیلا ہوا ہے جس کی آخری حد سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی ہے۔ عالم خلق کے تینوں طبقات ناسوت ملکوت اور جبروت میں جتنے مقامات ہیں وہ مخلوق کے مقامات ہیں اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقامات ہیں عالم خلق کو آفاق بھی کہا جاتا ہے معرفت صفات کے تمام مقامات کو درجات کہا جاتا ہے اور عارف صفات کو صاحب درجات کہا جاتا ہے صاحب درجات عارف اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات سے پہچانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام بھی ہوتا رہتا ہے لیکن معرفت ذات اُسے حاصل نہیں ہوتی اس لیے وہ دیدار الٰہی کا مشتاق وطلبگار رہتا ہے عارف درجات ہونے کی وجہ سے لوحِ محفوظ ہر وقت اس کا مطالعہ میں رہتی ہے اور تمام عالم خلق پر اسے پورا پورا تصرف حاصل ہوتا ہے اس لئے اکثر اس سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور وہ خلق خدا کی مشکل کشائی میں کوشاں رہتا ہے۔ عارف درجات چونکہ عالم خلق تک محدود رہتا ہے اس لیے وہ معرفت صفات کے جس مرتبے پر بھی ہو وہ نفس و شیطان وحبِ دنیا کے شرکی زد میں رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ متواتر رجعات خلق میں گرفتار رہتا ہے۔

معرفت ذات الٰہی عالم خلق سے آگے عالم لاھوت میں پہنچ کر حاصل ہوتی ہے عالم لاھوت میں انسان اپنی بشریت کے تینوں وجود یعنی ناسوتی وجود ملکوتی وجود اور جبروتی وجود کو فنا کر کے خالص روح قدسی کے نوری لاھوتی وجود کے ساتھ داخل ہوتا ہے کیونکہ لاھوت میں مخلوق داخل نہیں ہو سکتی اس لئے انسان جب روح قدسی کی صورت میں عالم لاھوت کے اندر پہنچ جاتا ہے تو نفس و شیطان وحبِ دنیا کے شر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ روح قدسی کا تعلق عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم خلق سے آگے عالم امر یعنی عالم لاھوت لامکان سے ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ترجمہ: محبوب! آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کے عالم امر میں سے ہے" عالم لاھوت میں اللہ تعالیٰ اور روح قدسی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا اس لئے روح قدسی کی صورت میں انسان بلا حجاب اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے۔

ذکر فکر، مراقبہ، مکاشفہ اور تسبیح وتہلیل اور اعمال ظاہری سے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے جس سے بندہ صاحب درجات اور صاحب کشف وکرامات ہو کر دنیا میں شہرت ونام وری کماتا ہے اور صاحب روضہ وخانقاہ بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں وہ صاحب کمال وبلند مرتبہ ولی اللہ ہو جاتا ہے، اور لاکھوں کی تعداد میں اس کے طالب مرید ہوتے ہیں لیکن اہل اللہ کی نظر میں وہ ابھی ناقص وخام ونا تمام ہوتا ہے کیونکہ وہ ابھی دیدار الٰہی اور معرفتِ ذات الٰہی سے محروم ہوتا ہے لیکن تصور اسم اللہ ذات تصور اسم محمد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور تصور کلمہ طیبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے انسان ایک ہی دم میں لاھوت لامکان میں پہنچ کر دیدار پروردگار سے مشرف ہو جاتا ہے اور اُسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اس مرتبے پر پہنچ کر طالب اللہ معرفت صفات کے جملہ مقامات ودرجات کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا ایسے تمام مقامات ودرجات کو وہ بے وقعت سمجھتا ہے اور

دیدارِ الٰہی سے محروم طالبوں کو وہ احمق و نادان سمجھتا ہے سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ اپنی تصانیف میں جابجا اہلِ درجات اور اہلِ ذات کا موازنہ و مقابلہ کرکے طالبانِ مولیٰ کو آگے بڑھنے کی ترغیب و تاکید فرماتے نظر آتے ہیں مثلاً آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "بندے اور قُربِ الٰہی کے درمیان تہتر کروڑ تراسی لاکھ اور اکتیس درجات ہیں جن میں سے سب سے بالائی درجے کو سِرِّ لاثانی کہا جاتا ہے اُس سے آگے لامکان ہے لیکن فقر کی نظر میں یہ سب مقامات و درجات مچھر کے پر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتے۔" (عین الفقر)۔

(۲) "اگر تُو ہوا میں اُڑتا ہے تو تُو مکھی ہے اگر تو پانی پر چلتا ہے تو تنکا ہے اور اگر تو لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرکے لوگوں کو ان کی تقدیروں کا حال بتلاتا ہے تو تُو نجومی ہے۔" (عین الفقر)

(۳)۔ "باجھ وصال اللہ دے یا حضرت باھو سب کہانیاں قصے ھو۔" (ابیاتِ باھو)

(۴)۔ "اے طالبِ مولیٰ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ معرفتِ توحید، تجرید و تفرید، مجاہدہ، مشاہدہ، ذکر فکر اور مکاشفہ کا اصل مقصد دل کو زندہ کرنا ہے، دلوں کا کشف تو احمق و دیوانے مجذوبوں کا مرتبہ ہے نفس کا محاسبہ اور کشفِ قبور کا مُراقبہ خام آدمیوں کا مرتبہ ہے قبض و بسط، الہام، وہم و خیال، ہجر و فراق کا مرتبہ ہے اور طبقاتِ خلق (ناسوت، ملکوت، جبروت) کی طیر سیر حرص و ہوا کی علامت ہے۔" (کلید التوحید کلاں)

آپؒ اپنی زندگی میں ہمیشہ سیر و سفر میں رہے اور مُرشد کی تلاش میں ہر طریقہ کے مشائخ سے ملتے رہے اور ان کے معمولات کا بغور مطالعہ فرماتے رہے اور جسے بھی دیکھا صاحبِ مقامات و درجات ہی پایا، کوئی صاحبِ ذات مُرشد انھیں نہ مل سکا اس طرح لگاتار تیس سال کی جستجو و تحقیق کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوئی اور انہوں نے آپ کو دستِ بیعت فرما کر شیخ الشائخ محی الدین شیخ محمد عبدالقادر جیلانیؓ کے سپرد فرمایا اور حضور غوث پاکؓ کی بارگاہ میں آپ نے جن مراتب کا مشاہدہ فرمایا، ان مراتب کا حامل کسی اور طریقے کے کسی بھی شیخ کو نہیں پایا اور ان طریقوں کے کسی بھی شیخ کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تعلیم و تلقین کرتے نہیں پایا، حالانکہ تصورِ اسم اللہ ذات کے بغیر معرفتِ ذات تک پہنچنے کا امکان ہی نہیں ہے۔ قادری سروری طریقے کے علاوہ جتنے بھی طریقے ہیں ان میں طالب کی تربیت سب سے پہلے خلافِ نفس مجاہدہ اور ریاضت سے شروع کی جاتی ہے اور طالب درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے عالمِ جبروت میں پہنچ کر مشاہدہ صفاتِ الٰہی میں کمال حاصل کرلیتا ہے تو اس کے بعد اسے تصورِ اسم اللہ ذات کا حکم دیا جاتا ہے لیکن یہاں تک پہنچتے پہنچتے ہزاروں لاکھوں طالب دنیا سے ہی اُٹھ جاتے ہیں اور وہ تصورِ اسم اللہ ذات سے ناآشنا رہ کر دیدارِ الٰہی اور معرفتِ ذاتِ الٰہی سے محروم اس دنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔

حضرت بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھتیس (۳۶) سال تک اتنی ریاضت اور اتنا مُجاہدہ کیا کہ ہر دم روزے سے رہا ہزار ہزار نفل روزانہ پڑھے جو وظیفہ بھی کیا لاکھوں کی تعداد میں کیا لیکن چھتیس سال بعد جب مجھے اسم اللہ ذات ملا اور میں نے اُس کا تصور کیا تو یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ جو کچھ میں نے تصورِ اسم اللہ ذات کے ایک ہی دم میں حاصل کیا اس کے مقابلے میں چھتیس سال کی ریاضت بے وقعت نظر آئی۔" اسی طرح حضرت خاقانیؒ فرماتے ہیں:۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شُد بخاقانی
کہ یک دم باخُدا بُودن بہ از ملکِ سلیمانیؑ

ترجمہ: "تیس سالہ تحقیق کے بعد خاقانیؒ کو معلوم ہوا ہے کہ ایک دم تصورِ اسم اللہ ذات میں رہنا ملکِ سلیمانی کے تصرّف سے بہتر ہے۔"

اور قادری سروری طریقہ میں مُرشد کامل پہلے روز ہی طالب اللہ کو تصورِ اسم اللہ ذات عطا فرماتا ہے جس سے طالب اللہ ریاضت و مجاہدہ کے بغیر پہلے روز ہی مقامِ خلق سے آگے لاھوت لامکان میں پہنچ کر دیدارِ پروردگار سے مشرف ہو جاتا ہے گویا دوسرے طریقوں میں ریاضت کرتے کرتے زندگی کی انتہا پر پہنچتے ہیں تو تب جا کر انہیں تصورِ اسم اللہ عطا کیا جاتا ہے اور تب وہ واصل باللہ ہوتے ہیں جبکہ قادری طریقے میں طالب اللہ کا پہلا سبق ہی تصورِ اسم اللہ ذات ہے اور وہ پہلے روز ہی واصل باللہ ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ بار بار فرماتے ہیں کہ:۔ "جہاں دوسرے طریقوں کی انتہا ہے وہاں سے قادری کی ابتدا ہے۔" اس لئے سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی ایسی تحریروں کو محض ان کا تفاخر سمجھ کر فیصلہ کرنے سے گریز کریں بلکہ ان کی تعلیمات کو ایک ماہرِ تعلیم اُستاد کے سبق سمجھ کر ہی پڑھیں اور جہاں آپ اُلجھن کا شکار ہو جائیں تو اس اُلجھن کو نوٹ کرکے آگے بڑھ جائیں انشاء اللہ اسی کتاب میں آگے کسی اور مقام پر جا کر آپ کو اپنی اُلجھن کا جواب مل جائے گا اگر اس کتاب سے آپ کی اُلجھن حل نہ ہو سکے تو آپؒ کی کوئی دوسری کتاب اس اُلجھن کو دور کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کے علومِ معرفت سے صحیح طور پر فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باھُوؒ کی صوفیانہ شاعری

سیّد احمد سعید ہمدانی

مجھے حضرت سخی سلطان باھوؒ کی صوفیانہ شاعری کے بارے میں کچھ عرض کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ حضرت سخی سلطان باھوؒ کی شاعری کے لئے "صوفیانہ" کا لفظ استعمال کرنا بالکل ایک زائد بات ہے۔ کیونکہ حضرت سخی سلطان باھوؒ کا کلام خواہ پنجابی میں ہو یا فارسی میں اول و آخر صوفیانہ ہی ہے یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس میں مضمون کے لحاظ سے تصوف اور اسکے احوال ومقامات کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ رہ گیے ان کی شاعری کے فنی محاسن تو ان کی بات الگ ہے۔ اب ہمیں ایک سرسری نظر کے ساتھ یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ تصوف سے کیا مراد ہے؟ جس سے آگے صوفیانہ مضامین نکلے اور انہوں نے شاعری میں اظہار کی راہ پائی۔ تصوف منسوب ہے صوفیاء کرامؒ سے اور صوفی کون ہوتا ؟ تو اس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں لیکن آج کل اکثر اس کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ ابتداء میں صوفی اُسے کہا جاتا تھا جو کھردرے اونی کپڑے پہنتا تھا۔ فارسی میں اس کا ترجمہ اسی لئے پشمینہ پوش کیا گیا۔ اب تصوف وہ علم تھا جو صوفیوں یا پشمینہ پوشوں کا اوڑھنا بچھونا تھا اسے علم یا سسٹم سے زیادہ جذبہ حق یا اعلیٰ اسلوب حیات کہا گیا ہے۔ محققین نے اسے اسلام کی باطنی پرت کہا ہے۔ مسلمان جب اپنے باطنی تزکیے کے لئے اپنے کردار کی تشکیل کرتا ہے تو وہ تصوف کے اصولوں کی روشنی میں ایسا کرتا ہے۔ حدیث جبریلؑ میں اسے ہی احسان کہا گیا ہے اسے آپ حسن عمل بھی کہہ سکتے ہیں۔ تصوف کے مقصد کو بیان کرنے کیلئے آج کل یہ الفاظ بھی استعمال کیے جارہے ہیں۔

"خدا آگہی، خدایابی، حکمت ومعرفت، ارتقائے خودی، روح سازی، روحانیت، شخصیت کی تشکیل، سیرت کی تکمیل، تکمیل ذات، فقیری و درویشی، قرب خداوندی، تقرب الٰہی، اعلیٰ اسلوب حیات وغیرہ"۔ سلطان باھوؒ نے اپنے مقصود کا نام فقر رکھا ہے۔ اب تصوف میں ماخذ الطبعیات سے لے کر جذبہ و احساس، ذوق وشوق اور حال و مقام سب کے متعلق باتیں کی گئی ہیں۔ تصوف اور شاعری کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ کچھ شعراء صوفی نہ تھے مگر اپنی شاعری کو وقیع بنانے کیلئے تصوف کے مضامین بیان کرنے لگے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے" تصوف برائے شعر گفتن خوب است" مثلاً غالب نے کہا۔

یہ مسائل تصوف اور تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

لیکن کچھ شعراء ایسے تھے جو صوفی تھے اور انہوں نے صوفیانہ کلام لکھا۔ عربی وفارسی میں تو کمال کے شعراء ملتے ہیں مگر اردو میں بڑی مثال میر درد کی ہے اور پنجابی میں سلطان باھوؒ کے علاوہ اپنے اپنے رنگ میں بلھے شاہؒ اور شاہ حسینؒ معروف ہیں۔ فی الحال ہم سلطان باھوؒ کے بارے میں بات کریں گے۔ تو ان کے اشعار میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ خواہ وہ فکر کا کوئی نکتہ بیان کر رہے ہوں یا کسی کیفیت سلوک کا بیان ہو بڑے بے تکلف انداز میں سب کچھ کہہ دیتے ہیں۔ تصوف میں حضرت سلطان باھوؒ کا مقام ایک مرشد کا ہے۔ مرشد وہ ہوتا ہے جو ظاہر باطن میں کامل ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت سلطان صاحبؒ شریعت کے سختی سے پابند تھے وہ اللہ کے تصور اور عقیدہ سے راہ سلوک پر گامزن ہوتے ہیں ابیات میں پہلا ہی بیت ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی من وچ مرشد لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلاں پر آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

من میں اللہ کا عقیدہ اور اس کے ساتھ نفی اثبات اس لئے کلمہ شہادت ہی سب کچھ ہے یہ اسلام کا Basic Formula ہے۔ اور تصوف میں بھی علم وعمل کی بنیاد اسی سے تھے۔

ہور دوا نہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ھو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ھو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ھو
اتھے اوتھے دوہیں جہانیں باھوؒ کلمہ دولت ساری ھو

کلمے کے دو حصے ہیں۔ توحید جو نفی اثبات پر مشتمل ہے دوسرا ہے اقرار رسالت جس کا تقاضا ہے کہ عمل بمطابق شریعت ہو۔ صرف اللہ پر ایمان کافی نہیں، رسولؐ پر ایمان بھی فرض ہے دنیا و آخرت میں انہی کی رہنمائی اور شفاعت درکار ہے کوئی لا کھ اللہ اللہ کہتا رہے۔ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہ چلے گا۔ اس کا کچھ نہیں بنے گا۔

ب بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ وی گہنا بھارا ھو
نال شفاعت سرور عالمؐ چھٹسی عالم سارا ھو
حدوں بے حد درود نبی تے جیں دا ایڈ پسارا ھو
میں قربان تنہاں تو باھوؒ جنہاں ملیا نبی سہارا ھو

اسی لئے سلطان صاحبؒ نے فرمایا ہے۔"اگرچہ در توحید تمام غرق شدی مخالف شرع و سنت مباش"

پیشوائے خرد شریعت ساختم
ہر حقیقت از محمدؐ یافتم

سلطان باھوؒ کے سلوک فقر میں درویش اور فقیر کو جو زادِ سفر درکار ہے اس میں مابعد الطبیعاتی نظریات بھی ہیں۔ اخلاقی اصول بھی ہیں اور روحانی اقدار بھی پھر بے شمار احوال و مقامات و منازل ہیں جن کا علم ضروری ہے۔ مگر دو بنیادی لوازم ہیں کہ اگر وہ موجود ہوں تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ سب پہچان میں آ گیا۔ ان میں سے ایک تو ہے مرشد کی تلاش اور اسکی رہبری میں باطن بلکہ ظاہر و باطن کا سفر۔ اور دوسرا ہے عشق کہ اسکے بغیر فقیری و درویشی کا راستہ طے ہی نہیں ہوتا۔ سلطان باھو صاحبؒ نے ان دونوں پر بہت زور دیا ہے مرشد اس لئے ضروری ہے کہ وہ باطن کے بھید جانتا ہے۔

"کسے کہ خواہد کہ حق حاصل کند و بخدا واصل شود اول طلب مرشد کامل کند کہ آں صاحبِ گنجینۂ دل است"۔

دراصل کردار کی تشکیل و تکمیل کیلئے ایک Role Modol چاہیے ہوتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃٌ حسنہ

مرشد بھی ایسا ہی ایک رول ماڈل ہوتا ہے Support Person بھی۔ جس کے سامنے بندہ اپنا دل کھول دیتا ہے اور اسکی ہدایات کا پابند ہو جاتا ہے۔ مرشد میں "خوئے دلنوازی" ہوتی ہے اور ایک شانِ محبوبی بھی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے محبت کی قسموں میں ایک قسم مرشد اور مرید کی محبت بھی بیان کی ہے۔ جب تک اپنے گائیڈ سے محبت نہ ہو۔ اتباع نہیں ہو سکتی اس کے لئے Complete Identification لازمی ہے۔ دل و دماغ اُسکے قول و فعل کو اپنی گہرائیوں میں قبول کر لیں۔

مرشد او سہیڑیے باھوؒ جیہڑا لوں لوں دے وچ وسے ھو

مرشد کے بغیر سلوک کی منازل طے کرنا سخت خطرناک ہے۔ اور جب تک مرشد کے ساتھ کامل محبت نہ ہو۔ اسکی ہدایات پر عمل کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

مرشد باجھوں فقر کماوے وچ کفر دے بڑے ھو
شیخ مشائخ ہو بہندے حجرے غوث قطب بن اڈے ھو
تسبیحاں جپ بھن مسیتی جویں موش بہندا وڑ کھڈے ھو
رات اندھاری مشکل پینڈا باھو سے آون ٹھڈے ھو

اگر فقر ذکر، فکر، احوال، مقامات اور روحانی تجربات و مشاہدات کا حاصل ہوتا ہے تو مرشد کامل اپنے مرید کو ان سب سے گذار کر اسکی تربیت کرتا ہوا اسکی استعداد کے مطابق آخری منزل تک لے جاتا ہے۔

کامل مرشد ایسا ہووے جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ھو
نال نگاہ دے پاک کرے چاہ وچ سجی صبون نہ گھتے ھو
میلیاں نوں کر دیوے چٹا وچ ذرہ میل نہ رکھے ھو
ایسا مرشد ہووے باھوؒ جیہڑا لوں لوں دے وچ وسے ھو
مرشد مینوں حاجی باھو میرے لوں لوں وچ سمایا ھو

"نال نگاہ دے پاک کریندا" نگاہ، نظر، توجہ، سب ایک قوت کے نام ہیں جس کے طفیل سوچ بھی ایک قوت بن جاتی ہے تصورِ تخلیق پر قادر ہو جاتا ہے حتی کہ قال بھی حال بن جاتا ہے۔

"ہرچہ می گویم ہماں شود بخدا" (نعمت اللہ شاہ ولی)

"اے صاحبِ علم جاہل یک نظرِ مرشد کامل بہتر است از عبادت ہزار سال، چرا کہ در علم سر دردی سر بسر قیل وقال است و در نظرِ صاحبِ نظر تمام معرفت وصال است"۔ (سلطان باھوؒ)

سے روزے، سے نفل نمازاں سے سجدے کر کر تھکے ھو
سے واری حج کے وی گذارے پر دل دی دوڑ نہ مکے ھو
چلے چلیے جنگل بھوناں گل اس تھیں نہ پکے ھو
سب مطلب ہوندے حاصل باھوؒ جد پیر نظر اک تکے ھو

"نیم نظرم بہتر از صد آفتاب" (سلطان باھوؒ)

مرشد میں ایک خاص کمال یہ ہے کہ وہ مرید کی صلاحیت و استعداد کو دیکھتے ہوئے اسکے کردار کی تشکیل کرتا ہے۔

مرشد وانگ سنارا ہووے جیہڑا گھت کٹھالی گالے ھو
پا کٹھالی باہر کڈھے بندے گھڑے یا والے ھو
کنیں خوباں دے تدوں سہاون جدوں گھڑے پا اجالے ھو
نام فقیر تنہاں دا باھو جیہڑا دم دم دوست سنبھالے ھو

مرشد روحانیت کے اس مقام پر ہوتا ہے کہ وہ صدیوں پہلے فوت ہو چکا ہوتا ہے مگر اسکی روحانیت زمان و مکان کی پابند نہیں ہوتی وہ صدیوں بعد بھی مرید کی مدد کو پہنچ سکتا ہے جیسے سلطان باھوؒ صاحب نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے مدد کی استدعا کی۔

سُن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ھو
بیڑا اڑیا میرا وچ کپر اندے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری خبر لیو جھٹ کرکے ھو
پیر جہاندا میراں باھُوؒ اوہی کدھی لگدے تر کے ھو

ابھی میں نے مرشد اور مرید کی محبت کی بات کی تھی تو اسکے بارے Complete Identification کے لفظ استعمال کیے تھے۔ یہ شوق و اشتیاق کی بات ہے ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اشتیاقِ دیدار کی مثال ملاحظہ کیجئے۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے مرشد ویکھ نہ رجاں ھو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ھو
اتنیاں ڈٹھیاں مینوں صبر نہ آوے ہور کتے ول بھجاں ھو
مرشد دا دیدار ہے باھو لکھ کروڑاں حجاں ھو

ایک مقام آتا ہے جسے فنا فی الشیخ کہتے ہیں یہ بات ضرب المثل ہوگئی

''من تو شدم تو من شدی'' یا رنجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی''

سلطان صاحبؒ کے ایک حوالے سے یہ عنوان میں ختم کرتا ہوں

مرشد بمثل بحراست وطالب بمثل موج است، نہ موج از بحر جُدا، نہ بحر از موج جدا، ہمیں طور است طالب فنا فی الشیخ ،مرشد بمثل چشم است وطالب بمثلِ نظر، نہ نظر از چشم جُدا، نہ چشم از نظر جدا۔

تاریخ تصوف میں اس کی سب سے بھاری مثال رومیؒ اور شمس تبریزؒ ہیں۔ آخر میں رومیؒ خود ''شمس تبریزی'' بن گئے۔ دوسرے صوفیاء کی طرح سلطان صاحبؒ کا ایک سب سے بڑا فکری موضوع عشق ہے ان کے نثری و شعری کلام میں جا بجا اس کا بڑی شدومد سے اظہار کیا گیا ہے۔ عشق کیا ہے؟ صورت جب اپنی شدت میں کسی کو ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ کسی انسان سے بے انتہا محبت اپنے مقصد سے شدید لگاؤ کسی منزل تک پہنچ پانے کا جنون سب عشق ہے۔ جہاں ایمان کی تکمیل ہوتی ہے وہاں سے عشق کی ابتداء ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ اگر عشق نہ ہو تو گویا آدمی جاندار ہی نہیں، سلطان باھوؒ صاحب کے نزدیک تو اس سے پتھر ہی اچھے ہیں۔

جس دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ چھٹی ھو
اوس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت اٹی ھو
جس دل عشق حضور نہ منگیا سو درگاہوں سٹی ھو
ملیا دوست نہ باھُوؒ جنہاں چھوڑ نہ کیتی ترٹی ھو

بالکل یہی بات شیخ سعدیؒ نے فرمائی تھی۔

آدمی کہ بینی از سرِّ عشق خالی
در پایہ جماد است او جانور نباشد

اقبالؒ نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''عشق کے بغیر آدمی ایمان سے بھی محروم رہ جاتا ہے''۔

زاسم و راہ عشق نہ کردہ ام تحقیق
جز اینکہ مُنکرِ عشق است کافر و زندیق

سلطان باھوؒ صاحب بھی فرماتے ہیں۔

عشق خرید نہ کیتا باھُوؒ گئے جہانوں خالی ھو

رومیؒ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق، جملہ را بسوخت

یہاں معشوق ''اللہ'' ہے اس کا وحدت کا احساس بس عشق سے ہوتا ہے۔ سلطان باھوؒ صاحب ہدایت فرماتے ہیں۔

دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالعہ ھو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری جہلاں دے وچ جالیا ھو
اکو اسم اللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالعہ ھو
دوہیں جہان غلام تنہاں دے باھُوؒ جنہاں دل اللہ سمجھا لیا ھو

عشق کی واردات بے شمار ہیں عشق کی بناء پر آدمی کی باطنی قوتیں پوری آب وتاب کے ساتھ جاگ اٹھتی ہیں حتیٰ کہ وہ زمان ومکان سے پرے دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔

عقل گوید شش حد است وہیچ بیروں راہ نیست
عشق گوید ہست راہ و رفتہ ام من بارہا

(رومیؒ)

صوفیاء نے عشق کو اس لئے اس قدر قابل فوقیت سمجھا کہ عشق خود ہی راہ بن جاتا ہے اور خود ہی منزل۔

عشق ہم راہ است وہم منزل است

عجیب بات یہ ہے بلکہ عجیب واردات کہ عشق ایک آتشِ جاں سوز ہے مگر اسکی شدید حرارت میں بھی لذت ہے لہذا عشاق اسکی ایذا میں بھی لذت پاتے ہیں بلکہ اس ایذا پر قدرت کے شکر گزار ہوتے ہیں کہ انہیں یہ نصیب ہوا۔

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن عاشق بہہ سکیندے ھو
گھت کے جاں جگر وچ آرا ویکھ کباب تلیندے ھو
سرگردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ھو
ہوئے ہزاراں عاشق باھوؒ عشق نصیب کہیندے ھو

اس آتشِ عشق سے گزر کر ہی وصال نصیب ہوتا ہے۔

عشق ماہی دے لائیاں اگیں لگیاں کون بجھاوے ھو
میں کی جاناں ذات عشق دی در در جا جھکاوے ھو
نہ سووے نہ سون دیوے جتھوں ستیاں آن جگاوے ھو
میں قربان ہاں اس توں باھوؒ جیہڑا وچھڑے یار ملاوے ھو

اس آگ کے دریا میں تیرنے کیلئے ہمت چاہیے۔ وہ جو اپنے وقت میں سلطان ہمت ہوتے ہیں صرف وہی اس میں مردانہ وار تیرتے ہوئے ساحل مراد تک پہنچتے ہیں۔

عشق محبت دے دریا وچ تھی مردانہ تریئے ھو
جتھے لہر غضب دیا ٹھاٹھاں قدم اتھائیں دھریئے ھو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ھو
نام فقیر تد تھیندا باھوؒ جد وچ طلب دے مریئے ھو

ایک جگہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

گاہ بزور می کشد گاہ بحیلہ می برد
عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب

حضرت سلطان باھوؒ نے اسی بات کو ذرا پھیلا کر اور ایک اور انداز سے بیان فرمایا ہے۔

عشق دی بازی ہر جا کھیڈی شاہ گدا سلطاناں ھو
عالم فاضل عاقل دانا کردا چا حیراناں ھو
تمبو کھوڑ لتھا وچ دل دے چا جڑیوس خلوت خانہ ھو
عشق امیر فقیر منیندے باھوؒ کیا جانے لوک بیگانہ ھو

عشق میں ایسے ایسے Challenges پیش آتے ہیں کہ بعض اوقات یوں لگتا ہے جیسے عشق صرف باطن تک ہی محدود نہیں بلکہ ایک External Force بھی ہے جو انسان پر حملہ آور ہوتی ہے اسے بے قرار کرتی ہے اسے خوفزدہ کرتی ہے مگر آخر میں اسے اس مقام پر فائز کرتی ہے جہاں اس کا تعلق ذات الٰہی سے قائم ہو جاتا ہے یہ ابیات ملاحظہ فرمایئے۔

عشق اساڈوں لسیاں جاتا بیٹھا مار جھلا ھو
وچ جگر دے سنھ چا لائیوس کیتس کم اولا ھو
جاں اندر وڑ جھاتی پائی ڈٹھا یار اکلا ھو
باجھوں مرشد کامل باھوؒ ہوندی نہیں تسلا ھو

عشق اساڈوں لسیاں جاتا کرکے آوے دھائی ھو
جت ول ویکھاں سیتوں عشق دسیوے خالی جگہ نہ کائی ھو

مرشد کامل ایہا ملیا جس دل دی تاکی لاہی ھو
میں قربان مرشد تو باھو جس دسیا بھیت الٰہی ھو

عشق اسانوں لسیاں جاتا لتھا مل مہاڑی ھو
نہ سوے نہ سوون دیوے جیویں بال رہاڑی ھو
پوہ ماگھ دے وچ منگے خربوزے میں کتھوں لے آواں واڑی ھو
عقل فکر دیاں سبھے بھل گیاں باھو جداں عشق وجائی تاری ھو

ایک خاص بات یہ ہے کہ عشق ایسا محرک و متحرک ہے کہ اس سے بہترین اخلاقی و روحانی اقدار روپذیر ہوتی ہیں عمل میں ایک خاص حسن پیدا ہوجاتا ہے اور عمل کی جہت اگر گیج بھی رہے تو تازہ ممکنات کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے اقبالؒ نے کہا۔

از گناہ بندۂ صاحب جنوں
کائنات تازہ می آید بروں

اخلاقی اقدار میں ایک بہت بڑی قدر انکساری اور نیاز مندی ہے جو کئی علوم راز سے آشنا کرتی ہے۔

شریعت دے دروازے اُچے راہ فقر دا موری ھو
عالم فاضل لنگھن نہ دیندے جو لنگھدا سو چوری ھو
پٹ پٹ اٹاں وٹے مارن درد منداں دے کھوری ھو
عاشق جانن راز ماہی دا باھو کیہ جانن لوک اتھوری ھو

عاشق سرتا سر حضوری میں رہتے ہیں یہ وہی مقام ہے جہاں بندہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے ہر وقت کیفیت نماز میں رہتا ہے اسے فتح نصیب ہوتی ہے جس سے اس کا نصیبہ کھل جاتا ہے۔

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کوئی ھو
جیہا کیہا نیت نہ سکے اوتھے درد منداں دل ڈھوئی ھو
اکھیں نیر تے خون جگر دا اوتھے وضو پاک کریوئی ھو
جبھ نہ ہلے تے ہونٹ نہ پھڑکن باھو خاص نمازی سوئی ھو

اب وہ مرحلہ آتا ہے جہاں عاشق کو اپنی جاں کی بھی پرواہ نہیں رہتی بلکہ جیسے کسی نے کہا "کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست" جس کو یہ حال حاصل ہو بس وہ حقیقی عاشق ہے اسی لئے اقبالؒ نے حضرت امام حسینؓ "آں امام عاشقاں" کہہ کر ذکر کیا۔ سلطان صاحب فرماتے ہیں۔

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منے ھو
عشق نہ چھوڑے مکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنے ھو
جت ول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنے ھو
سچا عشق حسینؓ ابن علیؓ دا باھو سر دیوے راز نہ بھنے ھو

کربلا میں جو کچھ ہوا اس کا راز یا تو امام حسینؓ جانتے ہیں یا اللہ اور اس کا رسول یہ راز عشق تھا جس کا ظاہر دنیا نے کربلا کے مقام پر دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ عشق کا مقام ولایت سے بھی آگے ہے یہاں صفات سے آگے ذات مد نظر ہوتی ہے۔

غوث قطب سب اُرے اُریرے عاشق جان اگیرے ھو
جیہڑی منزل عاشق پہنچن غوث نہ پاون پھیرے ھو
عاشق وچ وصال دے رہندے لامکانیں ڈیرے ھو
میں قربان تنہاں تو باھو جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھو

میں نے اب تک تصوف و فقر کے وہ لوازم کا ذکر کیا ہے جو حضرت سلطان باھوؒ کی شاعری میں ظاہر و باہر ہیں ورنہ سلطان صاحبؒ کا پورا کلام روحانی احوال و مقامات پر محیط ہے بلکہ ایک بیت کے چاروں مصرعوں میں آپ کو کئی عوالم سے سابقہ پڑتا ہے اور آپ سلطان صاحبؒ کی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی طالب حق کسی مرشد کا کلام پڑھنا چاہے تو اسے سلطان الفقر و سلطان العارفین سلطان باھو کا کلام پڑھنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

تعلیمات حضرت سلطان باھُوؒ اور جدید سائنس

ڈاکٹر محمد ایوب خان

آج کا دور جسے دورِ جدید بھی کہا جاتا ہے سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ اس دور کی محیر العقول ایجادات نے انسان کو ہر طرح سے متاثر کیا ہے۔ اس کے مزاج، سوچ، اس کے رہن سہن کے طور طریقوں سے لے کر اس کے فکر و نظر تک اس جادوئے سامری کے سحر سے مسحور ہوئے ہیں چونکہ جدید سائنس یورپ کے مرہونِ منت بن چکی ہے اس لئے وہ اس سائنس کے ساتھ اپنی مرسوم افکار کی ترویج کا کام بھی بآسانی کرتے رہے ہیں مگر جیسے ہی اس کے پر موذ فرعون بن کر فطرت کے جلے چراغ کو بجھانے کی غرض سے پھونکنے لگے تو ان کی اپنی داڑھی جل گئی اسی لئے کہتے ہیں مغرب کا دجال ایک آنکھ سے کانا ہے اگر دونوں آنکھیں کھول کر بنظر غائر دیکھتا تو اسے حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ہرگز دیر نہ لگتی لیکن اب بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک گروہ نے جدید سائنسی نظریات سے ثابت کر دیا ہے کہ سچی خبر اور مفید علم وہی ہے جو خالق کائنات نے اپنے پیغمبر کے ذریعے اپنے خاص بندوں کو دیا ہے۔ ذیل میں ہم مذہبی و روحانی حوالے سے حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات پر جدید سائنسی نظریات کی تشریح و توضیح پیش کریں گے تاکہ مغرب کے الحادی یا روشن خیال مادیت پسند یا مغرب زدہ مرد و زن اس دورِ جدید کے ہوش رُبا اور دل کشا انکشافات سے جو مذہبی و روحانی تعلیمات کے مؤید ہیں کے ذریعے اپنے عقائد پر نظرِ ثانی کر سکیں۔ حضرت سلطان باھوؒ کا زمانہ حیات 1039ھ بمطابق 1629ء سے 1102ھ بمطابق 1691ء ہے۔ اس زمانہ میں جب ایک وسیع و عریض مسلم مملکت پر مغل شہنشاہ مطلق طرز سے امورِ سلطنت چلا رہے تھے۔ ان دنوں حکمران فتوحات کیلئے قوتِ نظر و توجہ سے واقف تھے اور وہ روحانیت میں کامل بزرگوں سے اپنا ناطہ جوڑے رکھتے جیسے قرآن پاک میں ہے کہ "ہم نے اپنی کتاب زبور میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد یہ بات لکھ دی ہے کہ میری زمین کے اصلی اور حقیقی وارث میرے نیک بندے ہوں گے" لہٰذا پہلے زمانے میں بادشاہ اولیائے کرام کو اصلی وارث اور اولوالامر حاکم سمجھتے اور اپنے آپ کو ان کا ظل یعنی سایہ خیال کرتے تھے اور اپنی حکومت کا قیام اور استحکام ان کی روحانی قوت اور باطنی تصرف کے طفیل جانتے تھے لہٰذا وہ عدل و جور فاتح بادشاہ اولیاء کرام کی دل و جان سے حیات و بعد از ممات پوری قدر اور عزت کرتے تھے ان میں جہانگیر، شاہجہان، اورنگ زیب وغیرہ بزرگوں کے حلقہ میں داخل ہوتے اور ان کے مزارات پر پیادہ پا جاتے ان سے دعائیں کراتے یا ان کے واسطے سے دعائیں مانگتے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے حکومت و بادشاہت، فتح و کامرانی کیلئے جن روحانی عوامل کا ذکر فرمایا ان کی وضاحت سے قبل حضرت سلطان باھوؒ کے بارے اپنی بات مکمل کرتے ہیں۔ حضرت سلطان باھوؒ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ سروری قادری فقیر اور سلطان الفقر جیسے بلند مراتب پر فائز تھے آپ نے اپنے زمانہ کے صاحبِ شریعت بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کیلئے دعا فرمائی اور ان کیلئے "رسالہ اورنگ شاہی" لکھ کر نصیحت و تلقین کیساتھ ان کیلئے حصہ فیض خاص کر دیا۔ آپ نے رائج الوقت سرکاری زبان فارسی میں 139 ضخیم تصانیف کے ساتھ سرائیکی زبان میں شہرہ آفاق عارفانہ کلام بھی تخلیق فرمایا جو ی حرفی ابیات کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ منظوم کلام یقیناً گلدستہ ہدایت اور ارمغانِ باھوؒ کہلائے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ آپ کی تصانیف توحید، معرفت، فلسفہ، حقیقت، مسطور ہدایت اور رموزِ حیات ہیں۔

آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے ذکر، تصورِ اسم اللہ ذات، طالب و مرشد کے ساتھ روحانیت و ولایت کا ذکر عام ملتا ہے اور خاص طور پر مقصدِ حیات اور بذریعہ تصورِ اسم اللہ ذات مجاہدات و تصرفات و مشاہدات کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات میں صبر و شکر پر زور دیا کہ صبر سے رضا اور شکر سے جملہ عبادات کے انڈے ملتے ہیں۔ آپ قوت اور اتقیاء کا جو فلسفہ بیان فرماتے ہیں اس کے مطابق انسان کے اندر ایک مخفی قوت موجود ہے جب انسان ذکر، تصور، تخیل اور مرقوم عشق وجود پر کرتا ہے تو اس میں قدرتی صلاحیت بیدار ہو کر تاثیر اور تحریک کی صورت اختیار کر لیتی ہے یعنی آدمی کے اندر قدرت نے جوہر خاص رکھ دیے ہیں صلاحیتوں اور صفات سے متصف فرمایا ہے لہٰذا انسان اپنے اندر باطنی جوہر کو بیدار کر کے آسمان و زمین کی ہر چیز کو مسخر کر سکتا ہے۔ آپ نے اس قوت کے حصول کیلئے تصور و تخیل کے استعمال کی اہمیت کے ایک نکتہ پر ارتکاز کی تعلیم دی اس میں باطنی ترقی فوری قوت و کمال کا راز بتلایا۔ آپ نے اس مخفی نوری قوت کا مرکز دل کو ٹھہرایا اور اس پر توجہ و اصلاح کا حکم فرمایا۔ اسی تصور کی تعلیم اور اسم اللہ ذات کے تصور سے بطور کمال ہے فرماتے ہیں۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیوس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلاں تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھوؒ جیں ایہ بوٹی لائی ھو

آپ مزید فرماتے ہیں تصورِ اسم اللہ ذات کا عامل کامل اپنی توجہ (ارتکاز نظر) اور وحدت سے پلک جھپکنے میں سب فتنہ کام کر سکتا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں یہ مراتب بھی ابتدائی درجے کے فقیر (طالب مولیٰ) کے ہیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ سائنس کی جدید تحقیقات کے ساتھ مرتب ہونے والے سائنسی نظریے کس طرح روحانی فلسفہ کی تائید و توثیق میں مادی آئن کر کے روحانی و باطنی قوت کی بات کرتے ہیں۔ مغرب کا معروف سائنسدان میسن اپنی تھیوری میں لکھتا ہے کہ "مادہ کی انجمادی حالت اس کی عارضی شکل ہے مادہ ابتداء میں ٹھوس نہیں تھا بلکہ تھا ہی نہیں موجودہ سائنسی اصطلاح میں مادہ کی ابتداء لطافت سے زیادہ روحانیت کے قریب تر ہے جب سائنس کہتی ہے کہ مادہ اپنی مادی حالت سے ایتھر کی توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے یا ایتھر سے آگے بڑھ کر اپنی ہستی کو حرکت محض میں گم ہو جاتا ہے تو اس وقت سائنس اپنی اصطلاحات چھوڑ کر روحانی دنیا کی اصطلاحات اختیار کر لیتی ہے مادہ کے ظاہری پیکر جو گمیں اس کی روحانی ابتداء کے متعلق شبہ میں ڈال دیتے ہیں وہ تقاضائی نتائج ہیں جو تخلیق و توانائی کی نشو و نما میں مدد و معاون بنتے ہیں۔"

اس نظریہ سے قبل مادہ کی تعریف یوں کی جاتی رہی ہے کہ مادہ ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل تو ہو سکتا ہے فنا نہیں ہو سکتا اور مادہ کی تین حالتیں (ٹھوس، مائع، گیس) اور تین سمتیں (لمبائی، چوڑائی اور اونچائی) ہی بیان کی جاتی تھیں اب جبکہ اس نظریہ کے تحت چار حالتیں (ٹھوس، مائع، گیس اور نوری برقی لہریں) اور چار سمتیں (لمبائی، چوڑائی، اونچائی اور مرکز یا باطنی شخصیت) تسلیم کی جا چکی ہیں۔ غرض میسن کی یہ تحقیق مادہ کی فنا اور نورانیت و روحانیت کی بقا اور قدم کی بھی دلیل ہے۔ اسی باب میں میسن مزید لکھتا ہے کہ "ہستی کی ابتداء کیلئے روحِ خاص کو اپنی آزادی مطلق

کو مقید کرنا پڑا اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو ایک نئی سمت میں آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہستی کے مادی آغاز کا بنیادی اصول یہ ہے یعنی روح خالص نے اپنی آزادی کو دبایا اور یوں اپنے آپ پر قیود عائد کر کے مادہ کا محسوس پیکر اختیار کر لیا۔ اس فلسفہ کو آپ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

کن فیکون جدوں فرمایا اساں وی کولے ہاسے ھو
ہکے ذات ربّ دی آہے ہکے جگ وچ ڈھونڈھا رہاسے ھو
ہکے لامکان اساڈا آہی ہکے آن بتاں وچ پھاسے ھو
نفس پلیت پلیتی کیتی باھو کوئی اصل پلیت تا ناسے ھو

انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایڈنگٹن لکھتا ہے "میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ سائنس کی جدید تحقیق کی رو سے حقیقت Reality اس دنیائے محسوسات سے وابستہ نہیں اس اعتراف کے پیش نظر فلسفۂ مادیت اپنی حقیقت کے اعتبار سے مدت ہوئی مر چکا ہے لیکن اب اس کی جگہ اور فلسفوں (ہپناٹزم، مسمارزم، سپر چولزم وغیرہ) نے لے لی ہے۔ جو کہ کم و بیش مادیت جیسا نقطۂ نگاہ ہی پیش کرتے ہیں اب میلان یہ ہے کہ اشیاء کے کائنات کے متعلق نہ کہا جائے کہ یہ مادہ کے مظاہر ہیں اس لئے کہ اب دنیائے طبعیات میں مادے کی کوئی اہمیت نہیں رہی اب کوشش کی جاتی ہے کہ ہر شے کو قوانین فطرت کا مظہر قرار دیا جائے۔"

مادیت کی نفی اور حقیقی قوت کے بارے میں نظریہ قائم کے تحت پروفیسر مارگن لکھتا ہے "میں اپنے اس عقیدہ کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس ارتقاء کو ایک نفسِ اعلیٰ Supreme Mind کا مظہر یا عکس سمجھنا چاہئے وہ نفس اعلیٰ جو ان تمام اشیاء کا خالق ہے جسے ہم "جوہر" سے تعبیر کرتے ہیں۔" برگسان انتشار اور ارتقاء میں قوت کے نظریے پر بات کرتے ہوئے روح کی تعریف یوں کرتا ہے "روح ایک ایسی چیز کا نام ہے جو منتشر نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ مرکب نہیں بسیط ہے Incorupptable ہے اس لئے کہ یہ غیر منقسم ہے اپنی ذات کے اعتبار سے (مادہ کے مقابلہ میں) ناقابل فنا ہے۔" یہی وہ روحانی تعلیم کا خاص نقطہ ہے جو تعلیمات تصوف میں پڑھایا گیا ہے۔ آج غیر قوم اس حق کی کھوج میں چلتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے ہیں بلکہ یہ بھی دور نہیں کہ کل وہ حقیقت سے شناسائی کا راستہ (وسیلہ) پا لیں جبکہ انتہائی افسوس کے ساتھ یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑ رہی ہے کہ جس تحقیق جدید کے سوتے روحانیت سے ملائے جا رہے ہیں دراصل وہ مسلمانوں کا ہی ورثہ ہے جو تحقیق کی راہ چھوڑ کر غفلت و بے راہروی کا شکار ہو گئے ہیں ستم بالائے ستم یہ کہ ہمارے اپنوں نے فلسفہ یونان سے متاثر ہو کر یونانی نظریات پر ایمان لا کر قرآن و حدیث میں تاویلات شروع کر دیں ہیں۔ عباسیوں کے دور میں جب یونانی علوم کا خوب چرچا ہوا تو اہل اسلام کے دو گروہ بن گئے ایک گروہ علوم یونان کا فریفتہ و شیفتہ ہر قسم کی تنقید سے بالاتر جبکہ دوسرا جو قرآنی سرچشمے سے سیراب اور اس کی روح سے آشنا ہو چکا تھا اسے ہرگز حیرانی نہ ہوئی اور نہ اس سراب کی طرف مائل ہوا بلکہ انہوں نے ان کے نقائص کی نشاندہی کی اور ان کی غلطیوں کا پردہ چاک کیا ان میں امام غزالیؒ، امام رازیؒ، حضرت سلطان باھوؒ اور اسی فکر کے حامی علامہ اقبالؒ اور دیگر صوفی علماء ہیں۔ مندرجہ بالا دلائل کے آخر میں ہم آر رسل ولاز کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں جو طبعیات میں ڈارون کا ہم پلہ اور شریک خیال کیا جاتا ہے اس نے مجاہدات روح پر کتاب لکھی ہے جس میں وہ اظہار کرتا ہے کہ "میں کھلا ہوا مادہ پرست اور دہریہ تھا میرے ذہن میں ایک لمحہ کیلئے بھی خیال نہ تھا کہ میں کسی روحانی زندگی کا اعتراف کروں گا جو دنیا میں کار فرما ہیں میں کیا کروں کہ میں نے پے در پے ایسے مشاہدات کئے جن کو ہرگز نہیں جھٹلایا جا سکتا ان مشاہدات نے رفتہ رفتہ میری عقل کو متاثر کیا ہے نہ کہ طرق استدلال و حجت بلکہ یہ مشاہدات کے پیہم تواتر کا اثر تھا جس سے میں مجبور ہو کر روح کے وجود کے اعتراف سے بچ نہیں سکتا تھا۔"

مشاہدہ کے بارے میں حضرت سلطان باھوؒ نے نہ صرف ضروری قرار دیا بلکہ مرشد و طالب کیلئے اسے معیار و کسوٹی قرار دیا ہے کہ طالب مرشد سے پہلے ہی ذات حق تعالیٰ کی طلب کرے جبکہ مرشد کامل وہ ہے جو طالب مرید کے ہاتھ میں اسم اللہ ذات و اسم محمدؐ دے کر مشاہدہ کروائے کیونکہ مشاہدہ کے تجربات مستقل نہیں رہتے اور بغیر مشاہدے کے باتیں محض مفروضے ہی رہ جاتے ہیں حقائق نہیں بنتے آپ اپنے مریدین سالکین کو تزکیہ نفس و تجلیہ روح کیلئے صبر و رضا و استقامت کی تلقین کرتے ہیں جبکہ جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ جو کسی مشکل و مصیبت (ریاضت، امتحان) میں صبر کرتے ہیں ان کے وجود (میٹرل باڈی) کے گرد ایک ہالہ جو کہ آسٹرل باڈی یا میگنیٹک فیلڈ (نوری ہالہ) بن جاتا ہے جیسے جیسے وہ مشکلات کے خلاف مدافعتی قوت میں قوت ارادی سے اضافہ کرتا ہے اس کے میگنیٹک فیلڈ یا آسٹرل باڈی میں اضافہ ہو جاتا ہے یعنی اس کے اوپر نوری ہالہ بڑھ جاتا ہے جس میگنیٹک ہالہ (نوری قوت) کے بہت سے اثرات اور مضمرات ہیں جو کہ انسان کو با کمال بنا دیتے ہیں صبر و رضا کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

جے کر جیندیاں مر رہنا ہووے تا ویس فقیراں بہیے ھو
جے کوئی سٹے گودڑ کوڑا وانگ اروڑی سہیے ھو
جے کوئی کڈھے گالھاں مندے اس نوں جی جی کہیے ھو
گلا الاہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیے ھو
قادر دے ہتھ ڈور ہے اساڈی باھو جیوں رکھے تیوں رہیے ھو

اب بات کرتے ہیں جدید فزکس کی جو اس وقت اہلیان مغرب کا دلچسپ موضوع بن چکا ہے وہ ہے انسان کے اندر چھپی صلاحیتوں، مخفی قوتوں (Potentional Powers) کو بروئے کار لا کر اس سے حیران کن حوالے انجام دینا ہے۔ ان کی تحقیق و عقائد کے مطابق ہر انسان میں مخفیہ توانائی (Potentional Energy) موجود ہے جیسے کہ پتھر میں آگ چھپی ہے جب اسے ایک دوسرے کے ساتھ رگڑا جائے تو چھپی ہوئی آگ کو دیکھا اور استعمال کیا جا سکتا ہے اسی طرح انسان کے اندر چھپی ہوئی توانائی کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو لے کر مسمارزم، ہپناٹزم اور سپر چولزم جیسے علوم متعارف ہوئے اور ان پر تجربات کئے گئے اور معلومات جمع کی گئیں پھر آہستہ آہستہ سپر چولسٹوں کا ایک گروہ معروف ہوا جنہوں نے انسان کی چھپی صلاحیتوں کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔ مزید وضاحت سے قبل ان کے نظریے کی وضاحت کیلئے ایک مثال پیش کرتے ہیں یقیناً اس سے آپ کو ہمارا مدعا بھی با آسانی سمجھ آ جائے گا کہ قوت و توانائی جو ہمارے پاس موجود ہے اسے ہم مرتکز کر کے مزید طاقت ور بنا کر کام میں لا سکتے ہیں مثلاً سورج کی روشنی کو محدب عدسے سے گزار کر ایک نقطہ پر مرتکز کر کے آگ بھڑکائی جا سکتی ہے اسی بنیادی نقطہ پر مزید تجربات سے آج سولر انرجی اور سولر ٹیکنالوجی کا وجود دنیا بھر میں مانا جا چکا ہے۔ غرض شعاع یا نوری برقی لہر کے استعمال نے بے شمار ایجادات کا راستہ کھول دیا۔ اس تمثیل سے اکتساب قوت باطن کی وضاحت یوں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو جس صفت سے دل میں یاد کرتا ہے اسی صفت کا بطور انعکاس دل کے آئینے میں اکتساب کرتا ہے۔ اسی طرح چاند کی سطح پر جب آفتاب کی روشنی پڑتی ہے چودھویں کی رات کو نصف روئے زمین کو روشن کر دیتی ہے جبکہ فوٹو گرافی نے تو اسے ساحر کر دیا ہے کہ بطور انعکاس آئینے کے اندر شے معکوس کی صورت میں ہو بہو ہوتی ہے بلکہ بائیسکوپ اور ناکیز نے تو اشیائے معکوس کی صورت اور شکل کے علاوہ آواز، حرکات، افعال و اعمال کو فلم کے فیتوں و ویڈیو ٹیپ کی صورت میں جو کچھ ہو چکا ہے محفوظ کر کے بطور انعکاس اتار کر پردہ یا ٹی وی سکرین پر بجنسہٖ دن رات کسی وقت دکھائی جا سکتی ہے۔

مختصر انسان جو اس ذات مظہر اتم اور مکمل آئینہ ہے اس سے ذات و جملہ صفات کا عکس زیادہ حیران کن (جیسا کہ مانا جائے) انہیں اولیاء حسبِ وسعت و استعداد صفات (کرامات، مشاہدات) کا اظہار کرتے ہیں اور اسی کی بدولت مرشد توجہ باطن اور نظر کی توانائی سے تصرف (بمباری) کرتے ہوئے اپنے طالب کے دل میں نورانیت، روشنی، حقانیت اور مخفی قوت کو اجاگر کرتا ہے یعنی ان کے دل کی صفائی (تصفیہ قلب) کرتا ہے

کامل مرشد ایسا ہووے جیہڑا دھوبی وانگ چھٹے ھو
نال نگاہ دے پاک کرے چا وچ سجی صبون نہ گھتے ھو
میلیاں نوں کر دیوے چٹا وچ ذرہ میل نہ رکھے ھو
ایسا مرشد ہووے باھُوؒ جیہڑا لوں لوں دے وچ وسے ھو

قوت باطن کی دوسری مثال یعنی یورینیم بم (ایٹم بم) اور ہائیڈروجن بم وغیرہ ہیں۔ اس میں ایٹم کے عمل انشقاق اور اس کے بدلے حاصل ہونے والی زبردست حرارت اور توانائی کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایٹم بم میں ایک قیمتی دھات یورینیم کا استعمال کیا جاتا ہے یورینیم کے ایک ایٹم (بنیادی اکائی) کے نیوکلیس میں نیوٹران اور پروٹان کی ایک خاص تعداد ساکت ہوتی ہے جبکہ نیوکلیس کے باہر مختلف مداروں میں گھومتے ہوئے الیکٹران کی تعداد جو پروٹان کی تعداد کے تقریباً برابر ہوتی ہے۔ ان میں الیکٹران منفی جبکہ پروٹان مثبت چارج رکھتے ہیں۔

1938ء میں "اوٹوہان" اور "سٹرس مین" نے نیوکلیئر پاور یا ایٹمک انرجی کے حصول کا انوکھا تجربہ کیا انہوں نے اپنے نظریے کے مطابق اگر نیوکلیس پر نیوٹران جو کسی چارج کے بغیر نیوٹرل ہوتے ہیں کی بمباری کی جائے تو نتیجتاً ایک بھاری آئسوٹوپ کی دھات حاصل ہو جائے گی اور اس عمل سے توانائی کا حصول ممکن ہو جائے گا جب انہوں نے نیوکلیس پر نیوٹران کی بمباری کی تو انہوں نے دیکھا کہ یورینیم ایٹم دو برابر حصوں میں ٹوٹ گیا ہے اور اس عمل کے دوران دو یا تین نیوٹران بھی آزاد ہو گئے ہیں جو اگلے نیوکلیس میں داخل ہو کر اسے تقسیم کر رہے ہیں اور اس دوران انرجی و حرارت بھی بڑھتی جاتی ہے اور ہر دفعہ آزاد نیوٹران کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ اس سینکڑوں عمل سے تمام مواد ایک زوردار دھماکے سے پھٹ جاتا ہے جس سے بے پناہ حرارت و انرجی حاصل ہوتی ہے یورینیم کی اسی خاصیت اور اس چین لنک سے بطور حربی آلہ بنایا گیا ہے اور ایٹم بم بنایا جا چکا ہے آجکل ایٹمی ری ایکٹر سے اس فشن ری ایکشن کو کنٹرول کرکے بیش بہا توانائی بھی حاصل کی جا رہی ہے۔ یہ عمل بھاری پن یا کیڈیمیم کی نیوٹران جذب کرنے والی راڈز کے ذریعے ممکن بنایا جاتا ہے۔ معمولی فرق کے ساتھ ہائیڈروجن بم کی سائنس بھی یہی ہے۔ اسی طرح سولر انرجی وغیرہ یہ تمام مخفی توانائیاں جن کے فارمولے حضرت سلطان باھوؒ نے علم دعوت کی صورت میں بیان فرمائے ہیں بس فرق صرف اتنا ہے کہ ان لوگوں نے اس کی تلاش مادہ میں کی اور اس حاصل شدہ کو مادہ پر ہی اپلائی کیا اور اس کے مادی اثرات و ثمرات و مفادات حاصل کئے جبکہ آپ نے وجودِ آدم کے اندر ان مخفی قوتوں کی نشاندہی کی انہیں بروئے کار لانے کے طریقے اور فائدے بتائے اس توانائی کی تاثیر اور جلال کے بارے مفصل بیان فرمایا آپ اس باطنی توانائی کو ایک مسلسل چین یا سلسلے سے ایک مرکزی واسطہ یا شیخ سے جوڑتے ہیں جس کا دورانیہ کبھی ٹوٹ جاتا ہے وہ بے برکت و بے فیض ہو جاتا ہے کیونکہ اس نوری توانائی کی ترسیل نوری نگاہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ہر انسان میں مخفی قوت موجود ہے۔ جب نگاہ و توجہ مرشد (نوری برقی شعاع) کے عمل تطہیر کے ساتھ ذکر و تصور اسم اللہ ذات کا عمل ہوتا ہے تو دل کے اندر نوری شعلہ بھڑکتا ہے جو انسان کی نفسانیت کو جلا کر فنا کر دیتا ہے جو اسے کنٹرول کر لیتا ہے وہ محبوب جو کنٹرول نہ کر سکے مجذوب اور جو اس سائنس کا قائل ہی نہ ہو وہ محجوب ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرد کامل مست بھی ہوتا ہے اور ہوشیار بھی یعنی اس کے اندر عشق الٰہی کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے جبکہ وہ ہرگز بے قابو نہیں ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا ہے

"دریا وحدت دا نوش کیتو سے اجے بھی جی پیا سا ھو"

آپ کی تعلیمات کے مطابق اصل مادہ روح یعنی نورانیت ہے جسے وجودِ خاکی میں پھونکا گیا ہے اصل انسان وہی ہے جو اللہ سے وعدہ کرکے اپنے دعوائے محبت کا امتحان دینے زمین پر آیا ہے۔

پ پتہ چلایا طرف زمین دے عرشوں فرش ٹکایا ھو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا اساں لکھیا جھولی پایا ھو
رہ نی دنیا نہ کر جھیڑا ساڈا اگے ہی دل گھبرایا ھو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈا باھُوؒ دم دم غم سوایا ھو

اپنے وعدہ کو پورا کرنے کیلئے آپ مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر اسم اللہ ذات حاصل کرنے اور تلقین پر عمل کرنے پر زور دیتے ہیں۔

جنہیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل بخت نہ بخشی ھو
استاد ازل دے سبق پڑھایا ہتھ دتی دل تختی ھو
ہر سر آیاں دم نہ ماریں جاں سر آوے سختی ھو
پڑھ توحید تے تھیویں واصل باھُوؒ سبق پڑھیوے وقتی ھو

آپ نے تجلیہ روح، معرفتِ حق اور حضوری حق کو مقصدِ حیات اور اسم اللہ کو تمام حالات و تصرفات و معجزات کیلئے کنجی قرار دیا جبکہ نفس کی اصلاح و تصفیہ کیلئے ذکر ھو اور آپ پاس انفاس کے بارے میں فرماتے ہیں

اندر ھو تے باہر ھو اے دم ھو دے نال جلیندا ھو
ھو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ھو
جتھے ھو کرے رشنائی اتھوں چھوڑ اندھیرا ویندا ھو
میں قربان تنہاں تھیں باھُوؒ جیہڑا ھو نوں سہی کریندا ھو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نظریہ وحدت الوجود

(ابن عربیؒ اور حضرت سلطان باھوؒ کے افکار کا تقابلی جائزہ)

مفتی احمد فرید

عالم انسانیت میں خدا تعالیٰ کا تصور تو ازل سے ہر قوم اور ہر علاقہ میں رہا اس کی تلاش اور رضا جوئی کے ہر انداز میں جتن کیے گئے ہر قوم اور مذہب میں اسکی ذات کے متعلق مختلف آراء رہیں اور ہیں اگر ایک لمحہ کیلئے تفکر کیا جائے کہ جب ذات ایک ہے تو اسکے متعلق آراء مختلف کیوں؟ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دیکھے اور جانے بغیر کسی نتیجہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ حضرات انبیاء اور رسل کی آمد صرف اسی بات کی تشریح اور توضیح کرنا تھی اور لوگوں کو ذات حق کی حقیقت سے روشناس کرانا تھا۔ ہر قوم اور مذہب کے مدبر مفکر یا بزرگ عالم نے جو کچھ مذہب کے متعلق مفروضہ قائم کیا لوگ اسی کے درپے ہو گئے۔ اور اسی کو اپنا مذہب حقیقی سمجھا کسی بھی دوسرے مذہب یا قوم نے اس میں دراندازی کی کوشش کی تو خونریزی اور فساد کی یہی جڑ بھی گئی حالانکہ یہ تمام لسانی قومی اور نفس پرستی کے تعصب میں تھی۔ جہاں ہر مذہب کے مفکر نے اپنے دین اور مذہب کے متعلق مفروضہ قائم کیا تو وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور رہبری کے لئے کوئی ہادی اور رہنما بھی مبعوث فرمایا انہوں نے موقع زمانہ اور ضرورت کے مطابق توحید حق کو قائم کرنے کیلئے سعی جمیل کی۔ تاہم لوگ اکثر اپنی قومی اور لسانی تعصب کی بنا پر اپنے فرضی ادیان پر ڈٹے رہے تاہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک تک یہ بات واضح طور پر مسلم ہوئی کہ کوئی ہے جس کی عبادت کا ملکہ ہر فرد میں موجود ہے ذات باری تعالیٰ کا وجود تسلیم کیا گیا حضرات انبیاء و رسل کی تعلیم یہی تھی قیام کائنات بھی اسی کے ساتھ ہے جس کی عبادت کا ملکہ ہر شخص کے اندر موجود ہے اور یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ وہ ذات ممکن الوجود نہیں جو ہر قسم کے عیوب تعطل اور تشکیک سے مبرا ہے دوسرے الفاظ میں وہ ذات واجب الوجود ہے اور یہ کلیہ ہے "وجود واجب الوجود واجب" "واجب الوجود کا وجود (ہست) واجب ہے۔ غرضیکہ ہر قوم میں یہ تسلیم کیا گیا کہ ذات واجب کا وجود ہے چنانچہ قدیم مذاہب کی مثال پیش نظر ہے۔ ہندوؤں کی قدیم ترین (اپنشد) تصانیف اس پر دال ہیں۔ پروفیسر رائس (Raece) "کائنات اور فرد" کی جلد اول میں اعتراف کرتا ہے۔ صوفیانہ عقائد کی پوری داستان اپنشدوں میں قلم بند کر دی گئی ہیں۔ منڈک اپنشد میں سوال کیا گیا وہ کیا شے ہے جس کا عرفان ہو جائے تو سارے جگت کا عرفان ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا اگر انسان کو خدا کا علم ہو جائے تو ساری کائنات کا عرفان حاصل ہو جائے گا۔ ہندو پنڈت شنکر اچاریا اپنے اپنشد میں رقم طراز ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر رادھا کشن نے کیا۔

۱) اس کائنات میں برہمن اعلیٰ (ذات واجب الوجود) حقیقت ہے۔

۲) وہ ایکم ادوتم (واحد لاشریک) ہے

۳) یہ عرفان کسی ودی (وسیلہ) سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۴) حقیقت واحد اور یہ کائنات وہ ذات یکتا اور یگانہ ہے اس کے سوا کوئی شے حقیقی معنوں میں موجود نہیں۔

۵) وہ صرف ایک ہے اکیلا، یکتا، یگانہ (ایکم تم دو تیتو ناسی) اللہ ایک ہے دوسرا کوئی موجود نہیں۔

۶) دوئی ساری خرابیوں غلط فہمیوں جہالت اور نادانیوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب بھی اتنا کچھ عقیدہ رکھ لینے کے باوجود ذات کو پانے سے قاصر رہے جنہوں نے حضرات انبیاء یا رسل میں سے کسی کی ہدایت و مرشد کو وسیلہ سمجھا صحبت اختیار کی تو منزل مقصود کو پا لیا۔ جس کی دلیل قرآن پاک سے ملتی ہے۔ فرمان رب تعالیٰ "واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤ من لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ .... الخ" حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں۔ لا جل ھدایتک الا یمان الحقیقی حتی تصل الی مقام المشاھدۃ و العیان (فاٰ خذ تکم) صاعقۃ الموت الذی ھو الفنا ء فی التجلی الذاتی (وانتم) تراقبون أو تشاھدون .(ثم بعثناکم)بالحیاۃ الحقیقیۃ و البقاء بعد الفنا ء لکی تشکروا نعمۃ التوحید والوصول بالسلوک فی اللہ .(تفسیر ابن عربی جلد اول صفحہ ۳۴)

ترجمہ:۔ ایمان کی ہدایت کے سبب مقام مشاہدہ کو پایا بایں انداز کہ "موتوا قبل ان تموتو ا" کے مصداق تجلی ذاتی سے فنا ہوئے حقیقی بقایت کے اوصاف کے ساتھ متصف ہوئے ۔ یہاں اس بات کی توضیح ضروری سمجھتا ہوں ابتداً ہر ایک نے ذات کے پانے کی طرف توجہ کی مگر رفتہ رفتہ نفسانی خواہشات کی بنا پر عقائد میں بگاڑ پیدا ہوتا گیا اور مقصود سے دور جا بیٹھے بعض نے تو اغیار کو خدا سمجھا اور بعض نے نیابت کا درجہ دے کر عبادت میں مگن ہوئے (الا ماشاء اللہ) یہاں تک کہ انسانیت درجہ جوانی کو پہنچی اور ہر طرف ہر مذہب میں ذات واجب الوجود بحث و مباحث ہونا شروع ہوئے یہی سبب جنگ و جدال کا سبب بھی بنا رہا۔ یہاں تک کہ نوید انبیاء و دعاء ابراہیم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں کیلئے صحیح راستہ متعین فرمایا۔ صراط مستقیم کی راہ عطا کی حصول مقصود کیلئے تمام رسومات کو مٹا کر تصور اسم اعظم عطا کیا اور ذات خدا کی معرفت سے روشناس کرایا۔

یہاں یہ دیکھنا مقصود ہے کہ دین اسلام اس موضوع پر کیا نظریہ دیتا ہے۔ قرآن پاک جیسی آفاقی کتاب نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ صرف ذات واجب ہی ہے جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے یہ اسی کے مظہر ہیں اول و آخر ظاہر و باطن ایک کا ہی وجود ہے۔ چنانچہ ستائیسویں پارے میں ہے۔" ھو الاول والاخر و الظاھر والباطن وھو بکل شیء

علیم "ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا " نحن اقرب الیہ من حبل الورید " کہ ہم بندہ کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ایک جگہ یوں فرمایا" وھو معکم اینما کنتم "تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔اور ایک مقام پر یوں فرمایا"اینما تولوا فثم وجہ اللہ "تم جدھر بھی توجہ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔اس کے علاوہ بہت سارے مقامات پر نظریۂ وحدۃ الوجود کو پیش کیا گیا۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اس ذات واعلیٰ صفات کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کراتا تھا۔لوگوں کو رسومات اور شیطانی اثر اور نفسانی خواہشات اور اغیار کی محبت سے نکال کر ذات کے جلووں میں مستغرق کرتا تھا۔خود رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا" بعثت لا تمم مکارم الا خلاق "قرآن پاک نے رسول کریمؐ کی بعثت کے متعلق بیان فرمایا" ھو الذی بعث فی الا میین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ "وہ رسول ان پڑھوں میں بھیجے گئے جو تم پر اس کی آیات (علامات) کو ظاہر کرتا ہے اور تمہیں (اغیار سے) پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور حکمت (توحید کے جلووں میں گم ہونے) کی تعلیم دیتا ہے۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے سے قبل جتنی خرابیاں تھیں ان کو دور کیا اور ان کے توہمات اور منکرات کو اصل حقیقت کی طرف راغب کیا۔اپنے انداز سے ہر مذہب عبادات اور قربانی صدقہ وخیرات کا پابند ہے مگر ان کی عبادات کہیں تو بت کے سامنے اور کہیں آگ اور کہیں چاند اور سورج اور دیگر ماسواء کے سامنے کی جاتی صدقہ وخیرات بتوں کے آگے رکھا جاتا ذبیحہ کا خون بتوں کو مل دیا جاتا اور ذبیحہ کو وہیں یا کہیں اور پھینک دیا جاتا اور حضرت انسان کی جو مستحق نیابت تھا اور مظہر ذات بنایا گیا تھا کی تحقیر کی جاتی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلا درس یہی دیا کہ عبادت ذات واجب کے حضور اور مالک وخالق کے حضور کی جائے صدقہ وخیرات جو ضائع کیا جاتا ہے غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے۔ہاں وہ ذات ایک ہے اور اسی ایک ہی کی عبادت ہے وہ "لا الہ الا اللہ" ہے اس تک پہنچانے کا ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے آؤ تاکہ ہم تمہارے ظاہر اور باطن کو پاک کر کے ذات تک پہنچا دیں قرآن پاک نے ذات کو پانے کا جو ذریعہ بیان فرمایا ہے وہ حضرت انسان کا اپنا آپ بیان فرمایا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے"کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والا کرم "حضرت انسان پر جو لالچ نفسانی ہیں جب یہ فنا ہو جاتیں ہیں تو پھر عزت وجلال والا رب باقی ہوتا ہے۔وہی انسان مظہر ذات اور خلافت کا مستحق ہوتا ہے۔اور وہی اس حقیقت کو پاتا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کی ہمہ گیری اور حاکمیت اعلیٰ کا ماننے والا ہوتا ہے۔ذات مطلق کو مطلق ہی تسلیم کرتا ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہ تمام فاعل کی طرف سے ہی ہے کسی غیر کو کوئی دخل انداز ہونے والا نہیں تسلیم کرتا جیسے کاتب کی انگلیاں اور قلم اگرچہ بظاہر انگلیاں اور قلم لکھ رہیں ہوتیں ہیں مگر حقیقت میں کاتب ہی فاعل ہوتا ہے۔جملہ اصحاب کرامؓ نے اس حقیقت سے آگاہی پائی اور تسلیم کیا یہی وجہ تھی کسی بھی معاملہ میں انہوں نے اپنے نفس اور ذات کی شمولیت کو اختیار نہ دیا۔مظہر اتم مقصود کائنات نائب حقیقی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جھکے رہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہمہ اوقات ہمہ اوصاف حاضر و موجود جان کر ہمہ اشیاء کے مشاہدہ انوار میں مستغرق رہے۔یہ بات سینہ بسینہ چلتی رہی اور اس کو ان طریقوں سے منظر عام پر نہ لایا گیا کہ جس طریقہ سے کسی ابتدائی مرحلہ کو حضرت انسان کیلئے پیش کیا گیا جیسے اعمال شریعت تاہم حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیر کے ساتھ تصوف کے موضوع پر دیگر تصنیفات تھیں لیکن بعض وجوہ کی بنا پر منظر عام پر نہ آسکیں۔اسی طرح باقی اصحاب کرامؓ اور حضرت علیؓ کے صحائف اور حضرت امام حسینؓ کی تصنیف لطیف "مراۃ العارفین"۔حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ایک ایسا علم بھی عطا فرمایا اگر میں کھول دوں تو تم (حقیقت واحدہ سے نا آشنا لوگ) مجھے قتل کر دو یہی وہ علم تھا جو رسول کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلووں سے لوگوں کو روشناس کرایا یہی وجہ تھی کہ ہر صحابی آپ کی ذات پہ جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک" والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا "جو بھی ہماری ذات کو پانے میں کوشش کرے گا ہم اسے اپنی ذات کی راہوں سے آشنا کر دیں گے دین اسلام میں سب سے پہلے جو اس حقیقت کو منظر عام پر کتابی شکل میں لائے وہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ ہیں۔یاد رہے کہ کتابی شکل میں اور قرآن وحدیث مبارکہ کے دلائل سے نظریہ وحدۃ الوجود کو واضح کرنے والی پہلی شخصیت ہیں نہ کہ اس نظریہ کے موجد اور خالق ہیں بلکہ جو نظریہ ابن عربیؒ پیش کر رہے ہیں یہی حضرت سیدنا غوث پاکؓ اور آپ سے پہلے تابعین اور تبع تابعین اور صحابہ میں پایا جاتا ہے۔حضرت محی الدین ابن عربی ایک واسطے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید بھی ہیں۔یوں وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔آپ نے اس موضوع پر بہت ساری تصانیف فرمائیں ہیں جو شہرہ آفاق ہیں مثلاً فتوحات مکیہ، فصوص الحکم، تفسیر القرآن الکریم، موسوم بابن عربی اور شجرۃ الکون وغیرہ۔آپ کا امت پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس حقیقت کو کتابی شکل میں پیش فرمایا حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے ہر کامل ولی نے یہی درس دیا مگر افسوس کے آج غیر اسلامی نظریات کو دیکھ کر اسلامی نظریہ پر تنقید کی جاتی ہے۔اگر بنظر عمیق دیکھا جاتا تو یہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا۔اسلامی نظریہ توحید وہی ہے جو رسول اکرمؐ نے پیش فرمایا اور آج تک بزرگوں کے ہاں چلا آرہا ہے۔اس نظریہ کو فارسی زبان میں "ہمہ اوست" کا نام دیا گیا ہے جسے اختلاف امتی رحمۃ کے تحت بزرگوں نے کچھ اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے لیکن یہ سارا اختلاف لفظی اور اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔حضرت ابن عربیؒ کے متعلق ایک بات جو قابل ذکر ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ میں خرقہ پوشی کا دیگر صوفیاء کی طرح قائل نہ تھا تا وقتیکہ بیت اللہ شریف میں حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے خود نہ پہن لیا۔ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں میں نے اس خرقہ کو ابو الحسن بن جامع کے دست مبارک سے پہنا ہے اور حضرت ابن جامع نے حضرت خضرؑ سے پہنا۔(کبریت احمر امام شعرانی)

ایک جگہ آپ یوں فرماتے ہیں۔کہ میں جب فتوحات مکیہ کا دیباچہ لکھ رہا تھا تو میں نے خواب میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "حضرۃ الالٰہیہ" میں دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرے مبارک سے بڑا رعب وجلال ٹپک رہا تھا۔یکایک ایک منبر نمودار ہوا اس پر لکھا ہوا تھا یہ مقام محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے جو اقدس واعلیٰ ہے۔جو صداقت وحقیقت

کی تبلیغ کرے گا وہ اسکو بطور وراثت پائے گا۔ میں اس موقعہ پر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم وحکمت عطا ہوئے اور میں اس منبر پر چڑھ گیا اور اس مقام پر پہنچ گیا جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام پاک کے قریب ایک سفید کپڑا بچھا ہوا تھا تا کہ میں مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص مقدس جگہ کو نہ چھوسکوں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور علو شرافت ومرتبت کیلئے ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کو کس شان کا فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھا اور اس مقام عالی سے اسرار وحقائق بیان فرمائے جو فتوحات مکیہ میں درج ہیں اور جو طواف بیت اللہ شریف کے دوران اور بیت اللہ شریف کے پاس مراقبات میں وارد ہوئے۔ اسی طرح "فصوص الحکم" کے دیباچہ میں ابن عربی فرماتے ہیں کہ کتاب "فصوص الحکم" من وعن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی اور بلا کم وبیش اسکو ظاہر کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اسکو میں نے بغیر زیادتی اور نقصان کے اتنا ہی ظاہر کیا جتنا کرنے کا حکم تھا۔ (محی الدین ابن عربی حیات وافکار کی ایک جھلک صفحہ نمبر ۲۳)

حضرت ابن عربی وہ پہلے مفسر ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی تفسیر تصوف کی رُو سے تحریر فرمائی یہ وہ پہلی تفسیر تھی جس پر مختلف آراء ہوئی اور اسی طرح مفسر پر بھی کیونکہ انہوں نے وہ چیز جو شروع سے جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں اور اس کا عملی فیض بزرگ اولیاء کاملین تقسیم فرمارہے تھے یعنی نظریہ وحدۃ الوجود نہ صرف اپنے مریدوں میں بیان کیا جاتا بلکہ حجابات نفسانی وبشری اُٹھانے کی تربیت بھی دی جاتی۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا کمال بخشا جاتا اور توحید کامل سے قلوب کو منور کیا جاتا تا ہم کسی بھی تفسیر پر اعتراضات کا اتنا شکنجہ نہیں ہوا تھا جتنا کہ ابن عربی پر وجہ یہ تھی کہ معاصرین علماء میں (آج کے علماء کی طرح) کچھ اس طرح کے بھی پیدا ہو چکے تھے جو نظریہ وحدۃ الوجود کو سمجھنے سے قاصر تھے ان میں کچھ تو حضرت موصوف کی علمیت اور بزرگی کے معترف تھے اور بعض نہیں۔ جو آپ سے اختلاف رکھتے تھے درحقیقت وہ اختلاف ذاتی نہیں تھا بلکہ اعتباری اور لفظی تھا۔ آپ کے نظریات اور تعلیمات کو پھیلانے میں آپ کے شاگرد صدالدین اور پھر ان کے شاگرد فخر الدین بن ابراہیم المتخلص بہ عراقی نے بہت کامیاب کوششیں کیں امتداد زمانہ کے ساتھ ابن عربی کے مخالفین اور موافقین کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں ابن عربی کی شخصیت اور ان کا نظریہ وحدت الوجود بحث ومباحثہ کا خاص موضوع بن گئے۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن عربی کے موافقین میں خاص نام یہ ہیں۔ شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشانی، صائن الدین علی بن محمد الترکہ، مخدوم علی فقیہ مہائمی اور سید اشرف جہانگیر سمنانی۔ اسی دور میں شیخ علاء الدولہ سمنانی اور سید محمد گیسو دراز ہیں جن کا شمار اجلہ صوفیہ میں ہوتا ہے۔ مخالفین کا اختلاف بھی محض لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ دلیل کے طور پر ایک اقتباس پیش نظر ہے "حقیقت توحید کے متعلق شیخ علاء الدولہ سمنانی اور شیخ اکبر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور شیخ عبدالرزاق کاشی پر شیخ علاء الدولہ سمنانی کی گرفت اس معنی میں ہے جیسا کہ انہوں نے کلام شیخ سے سمجھا ہے نہ کہ اس معنی میں کہ شیخ کی مراد ہے۔ اس لئے کہ وجود کے تین اعتبارات ہیں ایک اس کا اعتبار بشرط شئی کہ وجود مقید ہے دوسرے لابشرط شئی کہ وجود عام ہے اور تیسرے بشرط لاشئی کہ وجود مطلق ہے۔ شیخ قدس سرہ نے ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کو وجود مطلق کہا ہے وہ اسی معنی اخیر میں ہے اور شیخ رکن الدین نے اسے وجود عام پر محمول کیا ہے اور اس کے انکار میں مبالغہ سے کام لیا ہے حالانکہ وجود ذات کے اطلاق کی طرف انہوں نے خود اشارہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے خدا کا شکر ہے اس وجود کے وجوب کے ایمان پر اور مقید اور محدود ہونے سے اس کی ذات کی نزہت میں یقین پر، جو کچھ اس ذات سے قائم ہے وہ وجود مطلق کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی کا شیخ اکبر سے اختلاف محض لفظی ہے نہ کہ حقیقی خود علاء الدولہ سمنانی کی تحریر سے ثابت ہے جو ان کی کتاب "العروۃ لاھل الجلوۃ والخلوۃ" میں موجود ہے۔ شیخ اکبر وجود حق کو وجود مطلق کہتے ہیں اور شیخ علاء الدولہ فعل حق کو وجود مطلق کہتے ہیں۔ دونوں شیوخ کے نزدیک وجود کی تین قسمیں ہیں۔ شیخ علاء الدولہ کے نزدیک وجود کی تین قسمیں اس طرح ہیں وجود حق جو کہ ازلی اور سرمدی ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں دوسرے وجود مقید یعنی مخلوق حق اور تیسرے وجود مطلق یعنی فعل حق کاتب، مکتوب اور کتابت کی مثال میں کاتب اصل وجود ہے، مکتوب وجود مقید ہے جو کہ نتیجہ فعل کاتب ہے اور کتابت وجود مطلق ہے جو کہ فعل کاتب ہے۔ نظریہ وحدۃ الوجود سے عینیت کا پتہ چلتا ہے آپ کی کتابوں کا قاری بخوبی جان لیتا ہے اور پڑھتے ہی دل ودماغ روشن ہوتے ہیں کہ ماسوائے ذات واحد کے اور کچھ نہیں لیکن یہ نظریہ ہر شخص (صوفیاء یا علماء) کی سمجھ میں نہ تھا اس بنا پر جنہوں نے آپ سے کچھ اختلاف کیا انہوں نے اس مقابل نظریہ وحدۃ الشہود کو اجاگر کیا یعنی ہمہ از اوست۔ اس نظریہ کے روح رواں شیخ مجدد الف ثانی فاروق احمد سرہندی ہیں۔ یہ نظریہ جہانگیر شہنشاہ کے دور میں انہوں نے پیش کیا جو کہ بہت مقبول ہوا اسلئے کہ وحدت الوجود کی تفہیم عوام وصوفیائے کم علم میں ناقص وخام نظر آنے لگی۔ وحدت الشہود کے مطابق وجود کائنات اور ظہور آثار وصفات مختلف واحدِ مطلق کی ذات وصفات کا ظل وعکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل عین صاحب ظل نہیں ہے بلکہ ایک مثال ہے۔ یہ نظریہ بھی صوفیائے مابعد میں اور بالخصوص صوفیائے نقشبند میں کافی مقبول رہا۔ عہد شاہجہانی وعالمگیر میں تصوف وعرفان سے منسلک ہونے والوں میں تذبذب وتشکیک کا مادہ پیدا ہو گیا اور دونوں نظریات پر مباحث ہونے لگے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے وجودی نظریہ کو گرفت میں لیا اور شہودی نظریہ پیش کیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وجودی اور شہودی نظریات سالک یا طالب کے درجات ومقامات سے متعلق ہیں۔ جو فقیر مقام فنافی اللہ پر پہنچا وہ وجودی فلسفہ یا نظریہ کے تحت ان مقامات کی سیر کرنے لگا جہاں احدیت ہے اور باقی سب کچھ کو فنا کر دیا۔ اسی طرح جو سالک یا فقیر مرتبہ وحدانیت پر پہنچتا ہے اُسے خالق ومخلوق، طالب ومطلوب، عاشق ومعشوق کا امتیاز نظر آتا ہے۔ اگر چہ یہ نظریہ بہت مقبول ہوا اور آج بھی ہے لیکن محقق ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب کے سرخیل نظریہ وحدۃ الشہود حضرت مجدد الف ثانی آخر میں نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل ہو گئے۔ ابن عربی کے افکار کی ایک جھلک تصنیف لطیف "شجرۃ الکون" کے ابتدائی صفحوں میں "کن" کی وضاحت کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ عالم کون کی تکوین اور تدوین پر جب ہم نے ایک غائر نظر ڈالی تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ تمام عالم کون ایک درخت اور اس

کے نور کا اصل کلمہ کن کا ایک دانہ ہے اور جب کونیت کے کاف نے "نحن خلقنکم" "ہم نے تم کو پیدا کیا" کے دانے کے پستان سے دودھ پی لیا۔ تو اس بیج سے "انا کل شئ خلقنہ بقدر" "بیشک ہم نے ہر ایک چیز کو ایک اندازے پر پیدا کیا ہے۔" کا ایک ثمر منعقد ہوا اور پھر اس سے دو مختلف شاخیں ایسی نکلیں جن کا اصل ایک یعنی ارادہ الٰہی تھا۔ اور اس اصل کی فرع قدرت الٰہی تھی اور پھر اس کے بعد کاف کے جوہر سے دو مختلف معنی یعنی کاف کمالیت "الیوم اکملت لکم دینکم" "آج کے دن ہم نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔" اور کاف کفریت یعنی "فمنھم من امن ومنھم من کفر" "بعض تو ان میں سے ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے۔" ظاہر ہوئے اسی طرح نون کے جوہر سے بھی دو نون ایک نون نکرہ اور ایک نون معرفہ پیدا ہوئے۔ اور جب باری قدیم نے مخلوق کو اپنی قدیمی مراد کے موافق کن کے عدم سے باہر نکالا تو اپنے نور میں سے کسی قدر نور ان پر چھڑکا۔ اور جس شخص تک اس نور کے قطرے پہنچ گئے اور اس نے ان کو پا لیا۔ اس نے تو درخت کون کی صورتوں کی طرف جو کن کے دانے سے نکالا گیا تھا خوب آنکھیں چیر کر کے دیکھا اور اس کو اس کلمہ کن کے کاف کے بھید میں "کنتم خیر امۃ" "تھے بہتر امت" کی صورت نظر آنے لگی۔ اور اس نون کی شرح میں "افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ" "وہ شخص جس کا سینہ خدائے تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہوا اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور یعنی ہدایت پر ہو کیا وہ اور کافر شخص برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔" کا مفہوم اس پر واضح ہو گیا۔ اور جو شخص اس نور سے خطا ہو گیا۔ وہ معنے مقصود کا انکشاف صرف حرف کن سے طلب کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اس حرف کے ہجا میں غلطی کر کے اپنی امید میں ناکام رہا۔ اور جب کن کی مثال کی طرف اس نے دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ یہ کاف کفریہ ہے جو نون نکرہ سے ملا دیا گیا ہے۔ "فکان من الکافرین" "لہٰذا وہ شخص کافروں میں سے ہو گیا۔" (شجرۃ الکون)

افسوس اس امر کا ہے معاصرین اور مابعد کے علماء نے ان کی اس قسم کی پُر حکمت اور معرفت میں ڈوبے ہوئے افکار کو جو آپ کی تصانیف میں مندرج ہیں بالخصوص فتوحات مکیہ کو محض الفاظ کی بحث تک محدود کرتے ہوئے علم معانی کا درجہ دیا اگر بنظر غائر دیکھا اور سمجھا جاتا صرف الفاظ کی بحث تک محدود نہ کیا جاتا، ومن یؤت الحکمۃ..... الخ کی گہرائیوں سے ضرور موتی نکالے جاتے اور توحید کے دریائے ژرف سے استغراق کا درجہ پاتے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے شیخ موصوف نے بھی زیادہ زور الفاظ کے لبادہ میں بیان کرنے پر دیا۔ چونکہ الفاظ تو الفاظ ہی ہیں جو حقیقی طور پر معنوں کو بیان کرنے سے قاصر ہیں اگر آپ کے شیخ حقیقت الحق شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی طرف دیکھا جائے تو انہوں نے بھی انہیں افکار پر زور دیا اور پھیلایا ابن عربی پر بھی انہیں کے اثرات ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ان حقائق کو الفاظ و کتابی شکل میں بیان کیا بلکہ ساتھ ساتھ اس حقیقت کو قلوب پر بھی وارد فرمایا آپ کی متعدد کتب سے استفادہ کیا جائے تو وحدۃ الوجود کا دریا بے کنار ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ مثلاً فتوح الغیب، سر الاسرار، غوثیہ یزدانی وغیرہ۔ آپ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے ہر وہ شخص جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ کے فیض بے کراں سے یوں حصہ پایا کہ ہمہ اوست سے مزین ہو کر "اینما تولو افثم وجہ اللہ" کا مظہر ہوا چنانچہ اسی سلسلہ کے ولی کامل وحدۃ الحق آشنائے ذات یاھو معتکف حریم کبریا حضرت سخی سلطان باھو قدس سرہ العزیز شہنشاہ بغداد کے متعلق رقم طراز ہیں کہ آپؓ کے معمولات میں ایک یہ بھی تھا کہ ہر روز تین ہزار طالبان مولیٰ کو نظر توجہ سے دائمی مجلس محمد عطا فرماتے اور تین ہزار کو حریم کبریا سے محرم فرماتے۔ اگر شیخ اکبر کی تعلیمات کو محض الفاظ نہ سمجھا جاتا اور آپ اپنی باطنی کیفیات کو صفحہ قرطاس سے ہٹ کر صفحہ دل پر رقم فرماتے تو کسی شخص کو بھی اعتراض کی جرأت نہ ہوتی۔ ساتھ ہی اس سلسلہ کے روح رواں ذات سر چشمہ عرفان حقیقت ماھویت معتکف حریم جلال و جمال حق حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات و افکار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ ہر مؤرخ جو تاریخ صوفیاء سے ذوق رکھتا ہے اس پر یہ عیاں ہوگا بعد الانبیاء صوفیوں کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو جذب و مستی کی حالت میں رہے کہیں نہ کہیں اپنے عشق اور پیار کا اظہار کیا اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنے افکار کو علمی صورت میں (جیسے ابن عربی) اور بعض نے عاشقانہ انداز میں (عام صوفیاء) نے اجاگر کیا۔ تاہم صرف وہی فقیر نور ذات کا تاج پہنے ہوئے کلمۃ الحق کے لئے یہ بانگ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہے کوئی جو معرفت حق کو جاننا چاہے توحید دریائے ژرف میں غوطہ زن ہونا چاہے کمال توحید اور وجہ کائنات سید الفقراء سید الانبیاء کی حقیقت سے آشنائی چاہتا ہو۔ ایک شہنشاہ بغداد شیخ عبد القادر جیلانیؓ نور ولایت کے منبر پر جلوہ افروزی کئے ہوئے کل عالم کے فقراء پر قدم ولایت جمائے ہوئے ہیں دوسرے آغوش حضرت عشق کے جھولے میں بصد عز و ناز تاج معرفت وحدت مطلق سر پر سجائے ہوئے خود عشق خود عاشق خود معشوق کے منبر پر جلوہ افروزی کئے ہوئے حضرت سخی سلطان باھو نظر آتے ہیں۔ آپ کا کمال فقر کہ بچپن میں ہی جس کسی کے بھی قلب پر نظر فرماتے تو وہ واحدیت حق کی لذتوں سے آشنا ہو کر کلمہ توحید پکارتے ہوئے زمرہ غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو جاتا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور کسی کو اس کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ آپؒ اپنے نظریہ توحید کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا ھو

اپنے پنجابی کلام میں اپنی ذات کی گہرائیوں اور نظریہ کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

الف احد جد دتی دکھالی از خود ہویا فانی ھو
قرب وصال مقام نہ منزل نہ اوتھے جسم نہ جانی ھو
نہ اوتھے عشق محبت کائی نہ اوتھے کون مکانی ھو
عینوں عین تھیوسے باھو سرّ وحدت سبحانی ھو

آپؒ نے مخلوقِ خدا (عوام وخواص) بالخصوص طالبانِ مولیٰ کیلئے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائیں۔ نہ صرف اپنے افکار کا اظہار فرمایا بلکہ اس حقیقت سے آشنائی کرائی کہ جس کا انسان ازل سے متلاشی تھا اور اپنی تصانیف میں وہ برکت اور حیت کے دریا کھولے کہ کوئی بھی قاری محض معلومات کی حد تک نہیں نہ ہی عقلی معراج کرتا ہے بلکہ روح وقلب اوج ثریا کو چھوتے ہوئے لاھوت کے ملک سے گزرتے ہوئے ذاتِ بالا کے جلووں میں گم ہو جاتا ہے اور جذب وعشق کا وہ عالم طاری ہوتا ہے کہ ازل تا ابد کا انکشاف ہوتا ہے اور کمالِ توحید کو پاتے ہوئے وحدت ویکتائی کو جان لیتا ہے۔ تقریباً آپؒ اپنی ہر تصنیف میں رکھی ہوئی تاثیر کو تصنیف کے قرطاسِ اول پر ضرور بیان فرماتے ہیں اور مجموعی طور پر آپ فرماتے ہیں۔

ہیچ تالیف نہ در تصنیف مارا
ہر سخن تصنیف ما را از خدا
علم از قرآن گرفتم وز حدیث
ہر کہ منکر می شود اہل از خبیث

آپؒ اپنی تصنیف مجالسۃ النبی میں رقم طراز ہیں۔

"جو شخص اس کتاب کی مکمل سیر کرتا ہے اس پر معرفت اسرار الٰہی کا کبھی نہ ختم ہونے والا کامل مشاہدہ کھل جاتا ہے بلکہ جو شخص اس کتاب کو ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھتا ہے اور دن رات اسے پڑھتا رہتا ہے اُسے ظاہری مرشد کی بھی حاجت نہیں رہتی اس لئے کہ اس تصنیف کے مطالعہ کرنے والا صاحب تاثیر اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور باطن میں وہ بلاشک وشبہ نظرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں منظور ہو جاتا ہے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر کے ان کی بارگاہ سے تعلیم وتلقین حاصل کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی اس تعلیم وتلقین سے اس پر اسرارِ غیب کھلتے ہیں اور تمام طبقات کے حالات منکشف ہو کر اس پر اتنے واضح ہو جاتے ہیں کہ کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔"

آپؒ اپنی تمام کتابوں کا Mairk ماٹو یہ بیان فرماتے ہیں "اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس"

"باجھ وصال اللہ دے باھوؒ سب کوڑی رام کہانی ھو"

حضرت سخی سلطان باھوؒ واحد وہ فقیر ہیں کہ جنہوں نے اس بات سے آگاہی فرمائی۔ اور واحد وہ فقیر ہیں جن کی بیعت بلاواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں جبکہ آپؒ کی عمر مبارک نو برس کی تھی کہ حضرت علیؓ نے مجھے بیعت کا حکم فرمایا اور ایک جگہ یوں ہے کہ حضرت علیؓ مجھے بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے تیس سال تک مرشد کی تلاش کی مگر میرے ذوق کے مطابق کوئی بھی نہیں ملا حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے ساتھ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپؒ اپنی نو سال کی عمر سے لے کر تیس سال تک تلاشِ مرشد میں رہے یہ سارا معاملہ محض اس سنت کو پورا کرنا تھا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غارِ حرا شریف یا آپؐ کے اعلانِ نبوت کے قبل کے معمولات تھے اسی لئے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے پوری زندگی ایک مستحب تک بھی قضا نہ ہوا۔ اور آپؒ اپنے سفرِ مبارک اور تلاشِ مرشد کے احوال کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں اس زمانہ میں کوئی بھی مرشد اس پائے کا نہیں کہ جو ہونا چاہیے فرماتے ہیں۔

مرشدانِ ایں زمانہ زن پرست و زر پرست
زر پرست زن پرست نفس پرست

زیادہ سے زیادہ فی زمانہ متقی اور پرہیزگار عابد وزاہد ہیں مگر اس ذاتِ دریائے ژرف میں تیر وسیر کرنے والا نہیں یا در کھیں تقویٰ وپرہیزگاری علم وعمل زہد وریاضت یہ تمام کی تمام اگرچہ کچھ مقامات رکھتے ہیں مگر ایسے لوگ عالمِ خلق کے ہی باسی ہیں۔ جبکہ مقصود خلق سے ماوراء ہو کر عالمِ امر میں دائمی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہونا ہے۔ ایک جگہ آپؒ مقامات کو بیان فرماتے ہوئے فنافی اللہ وبقاباللہ کی پیچ کو واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اے طالب جان لے یہ مقام خام ہے۔ چنانچہ آپؒ اپنی کتاب محک الفقر میں حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

شرح رسالہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درج ہے کہ درویش پانچ قسم کے ہوتے ہیں، (۱) وہ درویش کہ جنہیں کشف القلوب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، یہ لوگ جملہ قلوب و جملہ ارواح کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں، (۲) وہ درویش کہ جنہیں کشف القبور کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، یہ لوگ باطنی طور پر اہلِ قبور سے ہم کلام ہوتے ہیں، (۳) درویشوں کی تیسری قسم اوتاد ہے۔ اوتاد مشرق سے مغرب تک ہر چیز سے اس قدر باخبر ہوتا ہے کہ مشرق ومغرب میں مرغی کا ایک انڈہ بھی اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوتا، (۴) چوتھا درویش قطب ہے جو زمین و آسمان کے ہر طبق کی خبر رکھتا ہے۔ (۵) پانچواں درویش غوث ہے جس کی قوت ایک سو ساٹھ قطب کے برابر ہوتی ہے۔ غوث وہ ہے جو بالائے عرش ستر ہزار حجابات سے آگے کی خبر رکھتا ہے۔ اگر ایک سو ساٹھ آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں تو ایک اوتاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اوتاد پیر نہیں ہوتا لیکن غوث پیر ہوتا ہے۔ غوث وقطب کے علاوہ اگر کوئی پیری کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، اس کا دعویٰ پیری باطل ہے اور وہ قیامت کے دن شرمندہ و روسیاہ ہوگا۔

حضور سلطان باھوؒ نے مقامات کی تفصیل اور صوفیوں کے مراتب بیان فرمائے مگر آپؒ کی تعلیم کو یہ مراتب چھو بھی نہیں سکتے آپؒ کی تعلیمات نے عشق اور محبت کی تعلیم اجاگر کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں۔

غوث قطب سب اُرے اوریے عاشق جان اگیرے ھو
جس منزل تے عاشق پہنچن اتھے غوث نہ پاون پھیرے ھو
عاشق وچ وصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ھو
میں قربان تنہاں تھیں باھوؒ جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھو

آپؒ کی ان تعلیمات سے مرشد کامل کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اور ناقص پیروں جاہل صوفیوں سے دوری کا سبق ملتا ہے اس بات کی توضیح کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو ابن عربی نے وحدۃ الوجود کو "کن" کے لبادہ میں فرمایا اس کی حقیقت کو شہنشاہ عارفاں نے آشکارہ فرمایا۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

سن اے خام کہ تمام کتابوں کے علوم، اللہ حی قیوم کی تمام حکمتیں اور کل و جز کے تمام علوم صرف ایک حرف یا ایک لفظ یا ایک سطر یا ایک ورق سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ ہزار کتابیں صرف ایک لفظ "کن" میں سما جاتی ہیں لیکن لفظ "کن" ہزار کتابوں میں نہیں سما سکتا۔ لفظِ کن کی حقیقت اور اسی کی شرح ایسی رمز، ایسا اشارہ اور ایسا معمہ ہے جسے کوئی اہل لقا صاحب معرفت عارف فقیر ہی حل کر سکتا ہے اور کھول کر دکھا بھی سکتا ہے۔" اس کی مثال وہ شجر مراۃ الیقین کا ہے جس میں کاف کمالیت سے آپؒ ہفت ارواح سلطان الفقراء کا ذکر فرماتے ہیں ہفت ارواح سلطان الفقراء کیا تھیں اس کے متعلق آپ اپنی تصنیف لطیف رسالہ روحی شریف میں توضیح فرماتے ہیں۔ "جان لے کہ جب نور احدی نے وحدت کے حجلۂ تنہائی سے نکل کر مقام کثرت میں ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جلوہ آرائی سے رونق افروز ہوا۔ اس کی شمع جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جلنے لگے اور اس نے "م" احمدی کا نقاب پہن کر صورت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کی اور کثرت جذبات وارادات سے خود پر سات مرتبہ جنبش فرمائی جس سے سات ارواح فقراء باصفا فنا فی اللہ بقا باللہ صورت مغز بے پوست تصور ذات میں محو اور مشاہدہ بحر جمال میں غرق آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل شجر مراۃ الیقین پر پیدا ہوئیں۔ انھوں نے ازل سے ابد تک ذات حق کے سوا نہ کسی چیز کو دیکھا اور نہ اللہ کے سوا کبھی کچھ سنا۔ حریم کبریا میں وہ ہمیشہ وصال لازوال سے مشرف رہیں اور وصال کی اس حالت میں بھی وہ نوری اجسام کے ساتھ تقدیس و تنزیہ میں کوشاں رہیں اور کبھی قطرہ سمندر میں اور کبھی سمندر قطرہ میں کا مصداق بن کر "اذا تم الفقر فھو اللہ" کی چادر اوڑھے رہیں۔ انھیں حیات ابدی حاصل ہے اور وہ "الفقر لا یحتاج الیٰ ربہ ولا الیٰ غیرہ" کے تاج عزت سے دائمی طور پر معزز و مکرم ہیں۔"

عالم انسانیت میں واحد فقیر حضرت سلطان العارفینؒ ہی ہیں جنہوں نے نظریہ وحدۃ الوجود کو اس نہج پر نہ صرف بیان فرمایا بلکہ اس کا عملی ثبوت بھی پیش فرما دیا۔ عام صوفیاء کے خیالات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کائنات کے مظاہر اسی ذات کا جلوہ ہیں۔ لیکن حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی وجود سے نہیں شہود سے متعلق ہے وجود کی وہ بات جو اوپر رسالہ روحی کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے (نور احدی از حجلہ تنہائی واحدیت ....صورت احمدی گرفت) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مظہر اتم بسم اللہ الاعظم انسان اکمل "خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ" پہلی صورت میں وجود کا اظہار فرمایا اور قریب ترین ذریعہ اظہار ذات حضرت انسان کو بنایا جس میں آپؒ فرماتے ہیں اس بارگاہ سے میں" انت انا و انا انت" کے لقب سے ملقب چادر بشریت میں ملبوس ہوا اور آپؒ اپنی حقیقت کی روح سے وحدۃ الوجود کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں "من و محمد عربی ہر دوامی بودہ ئیم" اور فرماتے ہیں۔" از حضور فائض النور اکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازبان گوہر فشاں مصطفےٰ ثانی و مجتبیٰ آخر الزمانی فرمودہ "جس کی تصدیق کتاب مبین نے اس انداز میں کی۔" اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس "آپؒ نے اس مقام واحدت پر زبان گوہر فشاں سے گوہر فشانی فرمائی" از بارگاہ مصطفویؐ حکم ارشاد خلق شدہ چہ مسلم چہ کافر چہ بانصیب چہ بے نصیب چہ زندہ چہ مردہ "بارگاہ مصطفویؐ سے آخر زمانہ کیلئے حکم ہوا کہ آپ مخلوق خدا کو تلقین کریں اور طالبان مولیٰ کو ذات مطلوب سے واصل فرمائیں۔ فرماتے ہیں کہ فقر کی مجھ پر انتہا کر دی گئی اور آخر زمانہ تک فقر کی فیض رسانی مجھ سے ہی ہوگی۔

دست بیعت کرد مارا مصطفےٰ
خواندہ است فرزند مارا مصطفےٰ
شد اجازت باھو را از مصطفےٰ
خلق را تلقین بکن بہر خدا
خاک پایم از حسینؑ و از حسنؑ
معرفت گشتہ است بر من انجمن

آپؒ نے اپنی فیض رسانی کے متعلق ہر خاص و عام کو دعوت دی۔ فرمایا آنا تمہارا کام ہے ذات کے جلوؤں سے آشنائی کرانا میرا کام ہے آج بھی آپؒ کے در اقدس پر کندہ کئے ہوئے یہ الفاظ دعوت عام دیتے ہیں۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
از ابتدا تا انتہا یک دم برم
طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روز اول با خدا

☆☆☆

انسانیت اور افکارِ حضرت سلطان باہو

سید امیر خان نیازی

اللہ تعالیٰ کی خلافت کا تاج اور نیابت کا سہرا اٹھائے انسان اسی دنیا میں آیا تو ہے مگر شاید پوری طرح اپنی حقیقت اور مقصدِ حیات کو سمجھ نہیں سکا انسان کو اس کے مقامِ اصلی سے آشنا کرانے کیلئے اللہ نے کئی ہستیوں کو اس کائنات میں جلوہ گر فرمایا جو اس کی طرف سے مخلوق کو ہدایت کی دعوت دیتے رہے۔ جن میں سب سے عظیم ہستی سرورِ دو جہان محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس کے بعد اللہ نے ان لوگوں کو عظمت عطا فرمائی جن کے سینے نورِ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پُر تھے ایسی ہی چند ہستیوں میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو ایک تھے جنہوں نے اپنی تعلیمات و افکار میں انسانیت کے ہر مقام کا احاطہ فرمایا انسان کو اس کی حقیقت سے آشنا فرمانے کیلئے کتب تحریر فرمائیں جس میں آپ نے مخلوقِ خدا کو یہ درس دیا ہے کہ اس برباد ہونے والی کمینی دنیا میں نہ تو ہم دائمی قیام کیلئے آئے ہیں اور نہ محض کھانے پینے اور خبیث نفس کی لذات و خواہشات پر قناعت کرنے کے لئے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب و وصال کی نعمتِ عظمیٰ سمیٹنے کے لئے آئے ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے :۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (پارہ ۲۷ الذاریات ۵۶) ترجمہ:۔" اور میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔" عارفوں کے نزدیک عبادت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اور عشق و محبت یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں فقط اپنے قرب و وصال کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اس کی معرفت و پہچان کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے:۔ "مَنْ لَّمْ يَعْرِفْهُ كَيْفَ يَعْبُدُهٗ:۔" جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں وہ اس کی عبادت کس طرح کر سکتا ہے۔؟" غرض ہماری اولین ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان حاصل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کی کنجی یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی پہچان حاصل کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ:۔" جس نے اپنی ذات کو پہچانا بے شک اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "اے انسان! تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی ہی ذات ہے اس لئے اگر تُو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے کو کیوں کر پہچان سکے گا؟ فقط یہ جان لینا کہ "یہ میرے ہاتھ ہیں، یہ میرے پاؤں ہیں، یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے۔" اپنی ذات کی شناخت تو نہیں ہے، ایسی شناخت تو اپنے لئے دیگر جانور بھی رکھتے ہیں یا فقط یہ جان لینا کہ بھوک پیاس لگے تو کھا پی لیا جائے، غصہ آئے تو لڑ جھگڑ لیا جائے، شہوت غلبہ کرے تو جماع کر لیا جائے۔ یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر ہیں پھر تُو ان سے اشرف و افضل کیوں کر ہوا؟ تیری ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تُو جانے کہ تُو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تُو آیا ہی ہے تو کس کام کے لئے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا؟ تیری نیک بختی و سعادت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں، جن میں سے بعض حیوانی ہیں، بعض وحوش اور درندوں کی ہیں، بعض شیطانی، بعض جناتی اور بعض ملکوتی ہیں، تو ذرا غور تو کر کہ تُو ان میں سے کون سی صفات کا حامل ہے؟ تُو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کون سی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب و اجنبی اور عارضی ہے؟ جب تک تُو ان حقائق کو نہیں پہچانے گا، اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا اور اپنی نیک بختی و سعادت کا طلب گار نہیں بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے۔ چوپایوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں پئیں، سوئیں اور مجامعت میں مشغول رہیں، اگر تُو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہ کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے۔ درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے جھگڑنے، مرنے مارنے اور غیظ و غضب میں ہے، شیطانوں کی غذا اور سعادت شر انگیزی اور مکر و حیلہ سازی میں ہے اگر تُو ان میں سے ہے تو ان ہی جیسے مشاغل اختیار کر لے تا کہ تُو اپنی مطلوب راحت و نیک بختی حاصل کر لے۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر و تسبیح و طواف میں ہے جب کہ انسان کی غذا و سعادت قربِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے انوار جمال کا مشاہدہ ہے۔ اگر تُو انسان ہے تو کوشش کر کہ تُو ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچان سکے اور اس کے انوار جمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ اور شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تُو طلب کرے تو اس ذاتِ یکتا کو کرے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر ان حیوانی وحشی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور تجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا ہے تو کیا اس لئے کہ یہ تجھے اپنا اسیر بنا لیں اور تجھ پر غلبہ حاصل کر کے خود فاتح بن جائیں؟ یا اس لئے کہ تُو ان کو اپنا اسیر و مسخر بنائے اور خود ان پر غالب آ جائے اور ان اسیروں اور مفتوحین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنائے اور کسی کو اپنا اسلحہ بنا لے تا کہ یہ چند دن جو تجھے اس منزل گاہِ فانی میں گزارنا ہیں ان میں اپنے ان غلاموں سے کام لے کر اپنی سعادت کا بیج حاصل کر سکے اور جب سعادت کا بیج تیرے ہاتھ آ جائے تو ان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا اپنی اس قرار گاہِ سعادت میں داخل ہو سکے جسے خواص کی زبان میں "حضورِ حق" کہا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تیرے جاننے کی ہیں۔ جس نے ان کو نہ جانا وہ راہِ دین سے دور رہا اور لا محالہ دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا۔" (ترجمہ و تلخیص کیمیائے سعادت) یاد رہے کہ دین کے معنی ہیں "جوہرِ انسانی کی شناخت اور اس کی تکمیل" یعنی مرحلہ انسان کی پہچان اور اس کے حصول کا نام دین ہے۔ دوسرے الفاظ میں خود شناسی و خود بینی و خود یابی کا نام دین ہے اور خود شناسی یہ ہے کہ انسان کی تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک چیز تو ظاہری وجود ہے جسے جسم یا تن بھی کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا اور ہاتھوں سے چھوا بھی جا سکتا ہے اور دوسری چیز باطن ہے جسے نفس یا جان یا دل کہتے ہیں۔ اسے نہ تو ظاہری

آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظاہری ہاتھوں سے چھوا جاسکتا ہے، اُسے صرف باطن ہی کی آنکھ سے دیکھا بھالا جاسکتا ہے۔ عارفوں کی اِصطلاح میں انسان کے اِس باطن اور اصلی وجود کو دل کہتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دل گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے جو سینے کے اندر بائیں جانب رکھا ہوا ہے۔ گوشت کا یہ لوتھڑا تو جانوروں اور مُردوں کے سینے میں بھی موجود ہوتا ہے اور ظاہری آنکھ سے اُسے دیکھا بھی جاسکتا ہے اور جس چیز کو ظاہری آنکھ دیکھ سکے اُس کا تعلق اسی ظاہری دنیا سے ہے جسے بہر حال فنا ہونا ہے لیکن حقیقت دل کا تعلق اس ظاہری جہان سے ہرگز نہیں بلکہ اس کا تعلق عالمِ غیب سے ہے، اِس سے یہ ظاہری جسم چھن بھی جائے تو اُس کا قائم رہنا روا ہے کہ اُسے فنا نہیں۔ معرفتِ الٰہی اور جمالِ خداوندی کا مشاہدہ اُس کی خاص صفت ہے، عبادت کا حکم اسی کو ہے، ثواب و عذاب اسی کے لئے ہے، سعادت و شقاوت اسی کا مقدر ہے اور اسی کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہی معرفتِ الٰہی کی چابی ہے اور یہی دین کی حقیقت ہے۔ دین کی اسی حقیقت سے آگاہی کے لئے صوفیائے کرام ابتدائے خلق پر نظر ڈالتے آئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحِ اقدس کو اپنے نورِ جمال سے ظاہر فرمایا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ "خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنْ نُّوْرِ وَجْهِيْ" ترجمہ:۔ "میں نے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔" پھر روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام ارواح کو احسن صورت پر ظاہر فرما کر اپنے قرب کے مقام لاہوت کو اُن کا اصلی وطن بنا کر اس میں انہیں رکھا۔ عالمِ لاہوت میں روح کا نام روحِ قدسی رکھا۔ ارواحِ قدسیہ کو چار ہزار سال تک اپنے بے حجاب قربِ خاص "لاھوت" میں رکھا جہاں انہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہوئی۔ بعدۂ اللہ تعالیٰ نے ارواحِ قدسیہ سے سوال کیا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" ترجمہ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" اور ارواح نے بیک زبان "بَلٰی" کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ سوال و اقرار معرفتِ ذاتِ الٰہی سے متعلق ہے۔ جب ارواحِ قدسیہ نے ذاتِ الٰہی کی معرفت کا اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں صفاتِ الٰہی کی معرفت سے بہرہ ور ہونے کے لئے "ثُمَّ" فرما کر انسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے مخلوق کے اٹھارہ ہزار عالم کے تین طبقات جبروت، ملکوت اور ناسوت پیدا فرمائے۔ مخلوق کے یہ تینوں طبقات دراصل صفاتِ الٰہی کا ظہور ہے اس لئے اِن تینوں طبقات کی طیر سیر اور مشاہدہ دراصل صفاتِ الٰہی کی معرفت کا مشاہدہ ہے۔ طبقاتِ خلق کے ظہور کے بعد ارواحِ قدسیہ کو اِن طبقات کے مشاہدے کے لئے نزول کا حکم ہوا تو روحِ قدسی کو جبروت میں داخل ہونے کے لئے نورِ جبروت کا لباس پہنایا گیا تاکہ جبروت روحِ قدسی (اصلی انسان) کے نور سے جل نہ جائے کیونکہ جبروت میں روحِ قدسی کے انوار برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے جیسا کہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جبرائیل علیہ السلام نے آگے بڑھنے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ اگر میں سر انگشت کے برابر بھی آگے بڑھا تو نورِ لاہوت سے جل جاؤں گا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نورِ جبروت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ روحِ قدسی نورِ جبروت کا پہلا بشری لباس پہن کر عالمِ جبروت میں داخل ہوئی تو یہاں اس کا نام روحِ سلطانی رکھا گیا۔ عالمِ جبروت میں طیر سیر اور مشاہدہ کر کے جب اس نے اللہ تعالیٰ کی جبروتی صفات کی معرفت حاصل کر لی تو اُسے عالمِ جبروت سے نکل کر عالمِ ملکوت میں داخلے کا حکم ہوا اور اُسے نورِ ملکوت کا دوسرا بشری لباس پہنایا گیا جس کی بدولت اُسے ملکوت میں داخلہ نصیب ہوا۔ یہاں اُسے روحِ سیرانی کا نام عطا ہوا۔ ملکوت کی طیر سیر اور مشاہدہ کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کی ملکوتی صفات کی معرفت حاصل کی۔ اس کے بعد اُسے نورِ ناسوت کا تیسرا بشری لباس پہنا کر عالمِ ناسوت میں اتارا گیا "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" (پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے درجے میں لا اتارا) تاکہ یہاں وہ اللہ تعالیٰ کی ناسوتی آیات (نشانیوں) کا مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی صفاتی معرفت کی تکمیل کرلے۔ یہاں اس کا نام روحِ جسمانی رکھا گیا اور اس کی بدولت وہ یہاں حیوانِ ناطق کہلایا۔ اِس طرح انسان نزول کرتا ہوا جو مختلف منازل طے کر کے اس موجودہ جہان عالمِ ناسوت میں آ پہنچا ہے تو یہاں اُسے مستقل قیام نہیں کرنا بلکہ آیاتِ الٰہی کے انوار میں تیرتے ہوئے اُسے واپس لاہوت میں اللہ تعالیٰ کا مقرب بن کر عشقِ الٰہی کی دائمی نعمت سے سرفراز ہونا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔ "ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ" (پھر تمہیں لوٹ کر میرے ہی پاس آنا ہے)۔ یعنی پہلے انسان نے نزول کیا اور اب اُسے عروج کرنا ہے اور وہ بھی انہی دیکھی بھالی راہوں سے گزر کر۔ جوں جوں انسان عروج کرتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیاں واضح تر ہوتی چلی جاتی ہیں حتیٰ کہ جب انسان خلق کی حدوں کو توڑ کر توحیدِ حق تعالیٰ سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو پکار اٹھتا ہے:۔ "اب میں نے اپنے رب کو پا کر اپنا مقصود حاصل کر لیا ہے" جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ" (پارہ ۲۵، حٰم السجدہ ۵۳) ترجمہ:۔ "ہم اپنے قرب کے طالبوں کو دکھاتے جاتے ہیں اپنی (معرفت و پہچان کی) نشانیاں آفاق (اس جہان) میں بھی اور عالمِ انفس (عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ یاہوت اور عالمِ ہاہوت) میں بھی حتیٰ کہ (ذاتِ حق کی حقیقت اُن پر کھل کر واضح ہو جاتی ہے اور) وہ پکار اٹھتے ہیں کہ یہی ہے ذاتِ حق۔" مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کے چار وجود ہیں، (۱) ناسوتی وجود یعنی موجودہ جسمانی وجود، (۲) ملکوتی وجود، (۳) جبروتی وجود اور (۴) لاہوتی وجود۔ ان چاروں میں سے پہلے تین وجودوں کا تعلق عالمِ خلق سے ہے اور یہ تینوں فانی ہیں اور ان میں معرفتِ صفاتِ الٰہیہ سے فیض یاب ہونے کی استعداد و صلاحیت موجود ہے جبکہ چوتھے لاہوتی وجود کا تعلق عالمِ خلق سے نہیں بلکہ عالمِ امر (عالمِ لاھوت) سے ہے اور یہ غیر فانی ہے اور اس میں ذاتِ الٰہیہ کی معرفت سے فیض یاب ہونے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب کے حصول کے لئے اِن چاروں وجودوں کی تعلیم و تربیت کے لئے علیحدہ علیحدہ نصاب مقرر ہے۔ حیوانی ناسوتی وجود کی تعلیم و تربیت کے لئے علمِ شریعت اور اعمالِ شریعت کا نصاب ہے جس کی تدریس علمائے ظاہر کے ذمہ ہے۔ علمِ شریعت اور اعمالِ شریعت اختیار کئے بغیر ظاہری ناسوتی وجود اپنی سعادت و کامیابی سے محروم رہ جاتا ہے اور آخرت کے ابدی انعام جنت الماویٰ تک نہیں پہنچ پاتا کیونکہ جنت الماویٰ اعمالِ شریعت کا ثمرہ ہے اور یہ جنت عالمِ ناسوت کا پرتو ہے۔ ملکوتی وجود کی تعلیم و تربیت کا نصاب "علمِ طریقت" ہے یعنی کسی شیخِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے احکام و فرامین پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہونا۔ اعمالِ طریقت سے اس ملکوتی وجود کی نشوونما ہوتی ہے جو عالمِ ملکوت میں پہنچ کر صفاتِ الٰہیہ کے ملکوتی انوار سے فیض یاب ہو کر وہاں کے ثمر "جنت النعیم" سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اعمالِ طریقت اختیار کئے بغیر جنت النعیم کا حصول قطعاً ناممکن ہے۔ جبروتی وجود کی تعلیم و تربیت کے نصاب کا نام علمِ معرفت اور اعمالِ معرفت ہے۔ اس نصاب کی تدریس بھی شیخِ کامل کے ذمہ ہے۔ اعمالِ معرفت اختیار کر کے انسان عالمِ جبروت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی جبروتی صفات کی معرفت حاصل کرتا ہے اور تقدیرِ الٰہیہ کو سمجھ کر اس کی موافقت اختیار کر کے تسلیم و رضا کا رویہ اپناتا ہے جس کا ثمر اُسے "جنت الفردوس" کی صورت میں میسر آتا ہے۔ علمِ معرفت اور اعمالِ معرفت اختیار کئے بغیر "جنت الفردوس" تک رسائی قطعاً ناممکن ہے۔ گویا انسان کی مکمل کامیابی کا گر یہ ہے کہ پہلے وہ اعمالِ شریعت کو اپنائے اور اس کے ساتھ ساتھ اعمالِ طریقت اختیار کر کے ظاہری وجود کی نفی کرے تاکہ اس کا ملکوتی وجود ظاہر

ہو کر عالمِ ناسوت سے نکل کر عالمِ ملکوت میں واپس پہنچے - عالمِ ملکوت میں پہنچکر اعمالِ معرفت اختیار کرے تاکہ اس کے ملکوتی وجود کی بھی نفی ہو جائے اور اس کا جبروتی وجود ظاہر ہو کر عالمِ جبروت میں واپس پہنچے - لاھوتی وجود کی تعلیم وتربیت کے نصاب کا نام علمِ حقیقت اور اعمالِ حقیقت ہے اور اس کی تدریس بھی شیخ کامل کے ذمہ ہے - علمِ حقیقت اور اعمالِ حقیقت اختیار کرنے سے جبروتی وجود کی نفی ہو جاتی ہے اور انسان بشریت کی قید سے نکل کر عالمِ امر کی قدسی صورت میں عالمِ خلق کی تینوں قوسوں (ناسوت، ملکوت، جبروت) کو توڑتا ہوا اللہ تعالیٰ کے مقامِ قرب یعنی عالمِ لاھوت کی جنت میں داخل ہو جاتا ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام کا فرمان ہے :- "اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَا فِیْھَا حُوْرٌ وَّ لَا قُصُوْرٌ وَّ لَا عَسَلٌ وَّ لَا لَبَنٌ بَلْ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ" ترجمہ:- "تحقیق اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایسی جنت بھی ہے جس میں حور وقصور ہیں نہ شہد ودودھ ہے بلکہ اس میں ذاتِ حق تعالیٰ کا دیدار ہے -" یہاں پہنچ کر وہ مخلص بن جاتا ہے اور نفس وشیطان وحبِ دنیا کے شر سے خلاصی پا جاتا ہے کیوں کہ عالمِ لاھوت میں مخلوق داخل نہیں ہو سکتی اور انسان کے اسی مرتبہ اخلاص کے متعلق شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا تھا:- "فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ لا اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" (پارہ ۲۳، ص ۸۲ تا ۸۳) ترجمہ:- "الٰہی! تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے اُن بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہو جائیں گے -" انسان کا یہی وہ مقام "لَا تَخَفْ" ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" (پارہ ۱۱، یونس ۶۲) ترجمہ:- "خبردار! بے شک اولیائے اللہ پر کچھ خوف ہے نہ غم -" اور یہی وہ "مقامِ قدس" ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- "وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" ترجمہ:- "اور ہم نے روحِ قدسی سے اس کی مدد کی -" انسان کی اسی نورانی حالت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" (پارہ ۱۵، بنی اسرائیل ۸۵) ترجمہ:- "محبوب! آپ فرما دیں کہ روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے -" (یہ عالمِ خلق میں سے نہیں جو تمہاری سمجھ میں آجائے) اور انسان کی اسی حیثیت کے متعلق فرمایا ہے:- "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" (پارہ ۱، البقرہ ۳۰) ترجمہ:- "بے شک مَیں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں -" اور یہی انسان کی وہ روحِ قدسی ہے جس کو اپنا راز قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے:- "اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ" ترجمہ:- "انسان میرا راز ہے اور مَیں انسان کا راز ہوں -" انسان کی اسی نورانی حالت (روحِ قدسی) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح قرار دے کر فرمایا:- "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" (پارہ ۲۳، ص ۷۲) ترجمہ:- "اور مَیں نے اس میں اپنی روح پھونکی -" اور اسی حالت کو صوفیائے کرام نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے مثال کے طور پر سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-

"نَحْنُ فَیَکُوْنُ" تے کل دی گل اے، اساں پہلے دی پریت لگائی"

سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"کُنْ فَیَکُوْن جدوں فرمایا اساں وی کولے ہاسے ھُو
کدے ہاسے ذات ربّے دی کدے جگ وچ ڈھونڈ رہاسے ھُو
کدے آہی لامکان اساڈا کدے آن بتاں وچ پھاسے ھُو
نفس پلیت، پلیت جا کیتا باھو کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو

مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان اس دنیا میں تربیت کے یہ چاروں کورس یعنی شریعت طریقت، معرفت اور حقیقت عملی طور پر کسی باعمل شیخ کامل مکمل اکمل کی نگرانی میں مکمل نہیں کر لیتا اس وقت تک اپنے مقصدِ حیات کو نہیں پا سکتا اور وہ ناکام رہتا ہے کیونکہ کامل شریعت کی مکمل پیروی کے بغیر انسان کبھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتا اور کامل شریعت کی تعریف (definition) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمائی ہے:- "اَلشَّرِیْعَۃُ شَجَرَۃٌ وَّالطَّرِیْقَۃُ اَغْصَانُھَا وَالْمَعْرِفَۃُ اَوْرَاقُھَا وَالْحَقِیْقَۃُ ثَمَرُھَا وَالْقُرْاٰنُ جَامِعٌ جَمِیْعِھَا" ترجمہ:- "شریعت ایک درخت ہے اور طریقت اس کی ٹہنیاں ہیں، معرفت اس کے پتے ہیں، حقیقت اس کا پھل ہے اور قرآن ان سب کا جامع ہے" یعنی سب چیزیں قرآن میں جمع کر دی گئی ہیں - شریعت کی اسی تعریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے:-

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

یعنی انسان جب شریعت (قہاری)، طریقت (غفاری)، معرفت (جبروت) اور حقیقت (قدوسی) کے چاروں نصابِ تربیت مکمل کر لیتا ہے تو تب مسلمان بنتا ہے - ان چاروں علوم کے بغیر انسان نفس کے بہکاوے سے ہرگز نہیں بچ سکتا کیونکہ شریعت کے دائرے میں نفس اوامر ونواہی (اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ممنوعہ باتوں) کی مخالفت کرنے پر انسان کو آمادہ کرتا ہے، طریقت کے دائرے میں نفس دینی موافقت کے پردے میں دھوکہ دے کر گمراہ کرتا ہے یعنی نفس بظاہر دینی امور کی انجام دہی میں اس انداز سے موافقت کرتا ہے کہ انسان دین کے کام کرتے ہوئے بھی گمراہ ہو جاتا ہے - دائرہ طریقت میں نفس نبوت وولایت کا دعویٰ کرنے پر اکساتا ہے، معرفت کے دائرے میں نورانیت کی بنا پر نفس دھوکہ دے کر شرکِ خفی میں مبتلا کر دیتا ہے اور انسان کو ربوبیت کا دعویٰ کرنے پر مائل کرتا ہے - جیسا کہ فرمانِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے:- "اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ" (پارہ ۲۵، الجاثیہ ۲۳) ترجمہ:- "محبوب! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہوائے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے -" مگر دائرہ حقیقت میں شیطان، نفس، ملائکہ اور مخلوق کے دیگر افراد داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس دائرے میں غیر ماسویٰ اللہ جل جاتا ہے - انسان جب دائرہ حقیقت (عالمِ لاھوت) میں داخل ہوتا ہے تو اس کی تمام بشری صفات فنا ہو جاتی ہیں اور وہ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا مصداق بن جاتا ہے اس لئے وہ قربِ ذاتِ الٰہی کے قابل ہو جاتا ہے چونکہ صفاتِ بشری میں غیریت کا مادہ ہے اس لئے انہیں تجلی ذاتِ باری تعالیٰ کے

اللہ

سوا فنا حاصل نہیں ہو سکتی اور معرفتِ ذات کے بغیر ناوانی کا پردہ نہیں اُٹھ سکتا۔ مقامِ حقیقت میں اللہ تعالیٰ خود بندہ کو بلا واسطہ غیر علم لدنی کی تعلیم فرماتا ہے اور بندہ خضر علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس کی تعریف سے پہچانتا ہے اور اسی ہی کی تعلیم سے اس کی عبادت کرتا ہے۔ اس مقام پر وہ ارواحِ قدسیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُسے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ مرتبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف ہو جاتا ہے اور تمام انبیائے کرام اُسے وصالِ ابدی کی بشارت دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عالمِ لاہوت میں مرشد کامل اکمل مکمل کی زیرِ نگرانی جب بندہ اعمالِ حقیقت اختیار کرتا ہے تو وہ عالمِ لاہوت سے آگے بڑھ کر عالم "یاہوت" میں داخل ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن انوار کا عالم ہے جو ذاتِ الٰہی سے سب سے پہلے ظاہر ہوئے اور جس کے متعلق سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا ہوا۔" عالمِ یاہوت میں داخلہ فنافی الرسول کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی طالب اللہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے اپنے ہی دستِ شفقت سے توحیدِ ذاتِ باری تعالیٰ کے دریائے ژرف (عالمِ یاھویت) میں غوطہ دے کر مقامِ توحید پر پہنچاتے ہیں۔ یہاں وہ موحد بن کر پکار اُٹھتا ہے:-

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لَآ اِلٰـــــــــہَ اِلَّا ھُــــــو

یعنی یہاں اُسے اپنی ذات کا اتہ پتہ بھی نہیں رہتا بلکہ اللہ ہی اللہ دکھائی دیتا ہے۔ عارف باللہ حضرات عالمِ لاہوت میں قربِ الٰہی سے کم کسی مرتبے کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کے نزدیک عالمِ ناسوت سے لے کر عالمِ جبروت کی آخری حد سدرۃ المنتہیٰ تک کے تمام مقامات و درجات محض کھیل تماشا اور بازی گری ہے کہ ان کا تعلق محض خلق سے ہے۔ یہ مقامات و درجات خالق سے بہت دوری پر ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- (۱) "قربِ الٰہی اور بندے کے درمیان تہتر کروڑ اسی لاکھ تئیس مراتب ہیں جن میں سے سب سے بالائی مرتبہ سرّ الٰہی ہے۔ اس سے آگے لامکان ہے لیکن ایک فقیر کی نظر میں یہ سب مقامات و درجات مچھر کے پر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتے کہ ان میں رجوعاتِ خلق پائی جاتی ہیں۔" (عین الفقر) (۲) "اے درویش! اگر تُو ہوا میں اُڑتا ہے تو تُو مکھی کے درجہ پر ہے اگر تُو پانی پر چلتا ہے تو تُو تنکے کے مرتبے پر ہے اور اگر تُو لوحِ محفوظ (جو عالمِ جبروت میں ہے) کا مطالعہ کر کے لوگوں کو ان کی تقدیروں کا حال بتلاتا ہے تو تُو نجومی کے مرتبے پر ہے۔"
(۳) "قطب کا مرتبہ عرش سے ۷۰ ہزار مراتب آگے ہے اور غوث کا مرتبہ اس سے بھی ۷۰ ہزار مراتب آگے ہے لیکن یہ ادنیٰ اور کمتر مراتب ہیں۔"

غوث قطب سب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ھُو
جس منزل تے عاشق پہنچن اتھے غوث نہ پاوے پھیرے ھُو
عاشق وچ وصال دے رہندے جتھاں لامکانی ڈیرے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُو جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھُو

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ تو قربِ ذات سے کم درجے کو طریقت کا کفر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

(۱) یہ کافری نہیں تو کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود
(۲) کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
(۳) اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

سیدنا غوث اعظم شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:- "جسے علمِ حقیقت کے ذریعے مقامِ وصال حاصل نہیں ہوا وہ فی الحقیقت عالم نہیں ہے اگرچہ اس نے لاکھوں کتابیں پڑھ رکھی ہوں کیوں کہ وہ روحانیت کو نہیں پہنچا ہے۔ ظاہری علوم کے ذریعے بدنی اعمال کی جزا صرف جنت الماویٰ ہے جہاں صرف صفاتِ الٰہی کا عکس ظاہر ہوتا ہے اس لئے محض ظاہری علم حاصل کر لینے سے انسان حرمِ قدسی اور مقامِ قرب (مقامِ لاہوت) میں داخل نہیں ہو سکتا کیوں کہ عالمِ لاہوت تو عالمِ پرواز ہے جہاں دونوں بازوؤں کے بغیر نہیں اُڑا جا سکتا اور علمِ ظاہری اور علمِ باطنی ہی وہ دو بازو ہیں جن کے ذریعے عالم کو لاہوت میں پرواز نصیب ہوتی ہے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "یَا عَبْدِیْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَدْخُلَ حَرَمِیْ فَلَا تَلْتَفِتْ اِلَی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ لِاَنَّ الْمُلْکَ شَیْطَانُ الْعَالِمِ وَالْمَلَکُوْتُ شَیْطَانُ الْعَارِفِ وَالْجَبَرُوْتُ شَیْطَانُ الْوَاقِفِ ط مَنْ رَضِیَ بِاَحَدٍ مِّنْھَا فَھُوَ مَطْرُوْدٌ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی" ترجمہ:- "اے میرے بندے! اگر تُو میرے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے تو عالمِ ملک، عالمِ ملکوت اور عالمِ جبروت کی طرف توجہ مت کر کیونکہ عالمِ ملک شیطان (راہزن) ہے عالم کے لئے، عالمِ ملکوت شیطان ہے عارف کے لئے اور عالمِ جبروت شیطان ہے واقف کار کے لئے، جس نے ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیا وہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہو گیا۔" یعنی اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو سکا لیکن درجات (جنت الماویٰ، جنت النعیم اور جنت الفردوس) سے وہ محروم نہیں کیا گیا۔ ایسے لوگ قربِ الٰہی چاہتے ہیں لیکن پا نہیں سکتے کیونکہ انہوں نے غیرِ حق کی آرزو اور طلب کی۔ اہلِ قرب کو وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی انسان کے دل نے سوچی اور وہ ہے جنتِ قرب کہ جس میں حور و قصور اور لذاتِ نفسانی بدن نہیں بلکہ صرف جمالِ الٰہی کے جلوے ہیں۔" انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی ہستی کے اندرونی معاملات کو

پہچانے کیوں کہ یہاں جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کے گلے سے لگا دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔"وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ"(پارہ ۱۵، بنی اسرائیل ۱۳) ترجمہ:۔" اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے سے لگا دی ہے۔" لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے نفس کی خاطر اس بات کا دعویٰ نہ کرے جس کا اُسے حق نہیں پہنچتا۔ عالمِ دین کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر روحِ قدسی کی نمود کرے اور مرشد کامل کی نگرانی میں تصورِ اسم اللہ ذات سے اس کی تربیت کرے، عالمِ اجساد سے نکل کر عالمِ روحانیت کی طرف بڑھے اور عالمِ سرّ میں پہنچے کیونکہ وہاں ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی دیار و امصار نہیں ہے، وہ نور کے صحرا کی مانند ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان روحِ قدسی کی صورت میں اس کے اندر پرواز کرتا ہے اور اس کے عجائب و غرائب کو دیکھتا ہے جن کا بتلانا ممکن نہیں۔ یہ مقام اُن سچے توحید پرستوں کا ہے جو اپنی ہستی کو عین وحدتِ ذات میں گم کر دیتے ہیں۔ مشاہدہ جمالِ الٰہی کے وقت وہاں وجود کالعدم ہو جاتا ہے اور غلبۂ حیرت و محویت کے باعث انسان کو اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ روحِ قدسی کے ظہور کے بعد انسان خلق کے سمندروں کو پار کر کے " امر " یعنی روحانیت کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یاد رہے کہ خلق کے تمام جہان عالمِ امر کے مقابلے میں ایک قطرے کی مانند ہیں۔ اس کے بعد علومِ روحانیت اور علمِ لدنی کا فیض حروف و آواز کے بغیر جاری ہوتا ہے اور چشمِ بصیرت اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ اہلِ بصیرت کی موافقت اختیار کرے اور " عالمِ لاھوت " کے واقف کار ولی اللہ مرشد کی تلقین و تربیت سے دل کی آنکھ حاصل کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و وصال سے بہرہ ور ہو سکے۔" (نقل واخذ از سر الاسرار)

اساسِ عمل

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ لا وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ"(پ ۲، البقرہ ۱۷۷) ترجمہ:۔" نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ ایمان لائیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور انبیاء پر اور اللہ کی محبت میں اپنا مال خرچ کریں اپنے قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اُسے پورا کریں اور صابر رہیں تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور شدتِ جنگ (جہاد) کے وقت میں تو یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔" اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مطلوب و مقصود مومن کے عقیدے اور طرزِ عمل کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیابی و سرخروئی کا انحصار محض قبلہ رُو ہونے پر نہیں بلکہ عقیدے کی درستی اور محبتِ الٰہی کی شدت پر ہے اور درست عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لایا جائے اللہ پر، یومِ قیامت پر، فرشتوں پر، انبیاء پر اور کتبِ الٰہیہ پر۔"(۱) اللہ پر ایمان یوں ہو کہ اللہ تعالیٰ واحد و حیّ قیوم ذات ہے جس کا کوئی شریک و ثانی نہیں ذات میں نہ صفات میں۔ وہ علیم و خبیر بھی ہے، سمیع و بصیر بھی ہے، قادر و قدیر بھی ہے۔ الغرض وہ ہر صفت کا مالک ہے۔ ہمارا مالک و رازق ہے۔ ہم اس کی بارگاہِ قرب سے اسی کی طرف سے اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور پھر اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے، ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور اسی ہی نے ہمیں اپنی مملکت میں تصرف بخشا ہے جس کا حساب وہ ہم سے لے گا۔ لہٰذا ہر امر میں ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اپنی ہر غرض اور ہر طلب کے لئے اسی سے سوال کرنا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ ساز نہیں البتہ مختلف امور کی چارہ سازی کے لئے اس نے جو اسباب پیدا کئے ہیں اُن سے استفادہ حاصل کرنے یا اُن کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ رجوع بھی دراصل اسی ذات کی طرف رجوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کی نگاہ ہر وقت اس کی توحید پر رہے اور توحید یہ ہے کہ ہر چیز کے باطن میں ذاتِ حق کو دیکھا جائے اور ہر فعل کے پیچھے فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جائے۔ اس کے برعکس سوچ و رویہ شرک کہلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ظلمِ عظیم ہے کیونکہ ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے شریک کا کوئی وجود نہیں۔ اس کا شریک صرف انسان کی اپنی سوچ میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی شرک کا رد فرمایا ہے انسان کی اسی سوچ اور اسی رویے کا رد فرمایا ہے کیونکہ فی الحقیقت تو اللہ تعالیٰ کا شریک ہے ہی نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار یہی سمجھایا ہے کہ اے انسان! تو کیوں میرے شریک بناتا رہتا ہے؟ کبھی تو سورج، چاند اور ستاروں جیسے اجرامِ فلکی کو میرا شریک سمجھ بیٹھتا ہے، کبھی پتھروں اور درختوں کو میرا شریک تصور کر لیتا ہے، کبھی کسی جانور کو میرا شریک سمجھ لیتا ہے، کبھی صاحبِ اقتدار لوگوں کو اور کبھی اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو میرا شریک ٹھہرا لیتا ہے حالانکہ یہ سب چیزیں میری مخلوق ہیں۔ تیرے اس رویے سے میری خدائی میں تو کوئی خلل نہیں پڑتا لیکن تو خود بے مرکز ہو کر خسارے میں چلا جاتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تو خسارے کا شکار ہو جائے لہٰذا باز آ جا اس رویے سے۔" دراصل سب سے بڑا شرک انسان کا اپنی خودی یعنی " میں " کی پرورش کرنا ہے کیونکہ تمام برائیاں اسی " میں " کی پیداوار ہیں اور یہی " میں " ہی اپنے وقت کی فرعون ہے جو ہر وقت خدائی کا دعویٰ کرتی رہتی ہے اور اسی فرعون کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سزا دیتا چلا آیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری سے چند سال پہلے ابرہہ نامی ایک عیسائی سپہ سالار ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو مسمار کرنے آ پہنچا۔ اُن دنوں خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ حاجی لوگ اُن بتوں کی پرستش کرکے اور ننگے بدن خانہ کعبہ کا طواف کرکے حج کیا کرتے تھے۔ جب وہ خانہ کعبہ منہدم کرنے کے لئے اپنے لاؤ لشکر سمیت آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کا لشکر بھیج کر اُسے اور اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر ڈالا مگر خانہ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے بتوں کو نہ چھیڑا۔ یہ سارا واقعہ قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں درج ہے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اصل دشمن اور شریک بت نہیں بلکہ انسان کا وہ رویہ ہے جس کی نمائندہ اس کی اپنی " میں " ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیج کر اس کی " میں " کو تو تباہ و برباد کر ڈالا مگر بتوں کو نہیں چھیڑا حالانکہ ابرہہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا تھا اور اس کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار تھا لیکن تھا وہ " میں " کا پجاری۔ اگر یہ " میں " بندے کے ساتھ حرم کعبہ میں ہو یا کسی مسجد میں ہو، حالتِ نماز میں ہو یا حج میں ہو، بندہ مشرک ہی رہتا ہے لیکن اگر بندہ " میں " سے خالی ہو تو وہ جہاں بھی ہو گا موحد ہی ہو گا۔ دیکھتے نہیں کہ بندہ جب مسجد میں باجماعت نماز ادا کر رہا ہوتا ہے تو اکثر اس کے آگے پیچھے دوسرے بندے موجود ہوتے ہیں۔ کسی کے پیچھے یہ قیام و رکوع و سجود کر رہا ہوتا ہے اور کوئی اس کے پیچھے قیام و رکوع و سجود کر رہا ہوتا ہے لیکن نہ یہ مشرک ہوتا ہے اور نہ دوسرے مشرک ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت اس کی سوچ اور اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود نہیں ہوتا۔ نہ تو مسجد کی دیواریں اور ستون اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی توحید کو ضعف پہنچاتے ہیں اور نہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی توحید میں حائل ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے شریک کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور وہ پکا مومن اور موحد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم جہاں بھی

رہو اور جس حال میں رہو اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے پاک رکھو کہ مومن کا دل عرشِ الٰہی ہے۔ جب دل و دماغ شرک سے پاک ہوگا تو ماحول اور حالات اُسے مشرک نہ بنا سکیں گے، چاہے وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر۔ مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ شرک کا ارتکاب اس سے ہوتا ہی نہیں، وہ کبھی بھی اپنے دل و دماغ میں اللہ کے شریک کو جگہ نہیں دیتا۔ اسی لئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ "مجھے اپنی اُمت سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔" اگر کسی آدمی کو کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھ لینے کے باوجود بھی کوئی شخص یا کوئی درخت یا کوئی بت یا کوئی پتھر یا کوئی مقام یا کوئی مزار وغیرہ اللہ تعالیٰ کا شریک نظر آتا ہے تو سمجھ لیں کہ اس نے ابھی کلمہ طیب کو سمجھا ہی نہیں اور وہ ابھی مشرک کا مشرک ہی ہے اور مشرک کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

خرد نے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰـــــــــــہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۲) قیامت کے دن پر ایمان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو فنا کر دینے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس دن کو اپنے مقررہ وقت پر ضرور آنا ہے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دنیا میں گزارے ہوئے دنوں کا حساب لے گا۔ اُن کے برے اعمال پر اُنہیں سزا دے گا اور نیک اعمال پر اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ گنہگاروں کو جہنم رسید کیا جائے گا اور نیکوکاروں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کرائے گا۔ پل صراط پر سے بندوں کو گزرنا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت فرمائیں گے اور اُن کے بعد دیگر مقبولانِ حق بھی حسبِ مراتب شفاعت کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سعادت مند لوگوں کو حوضِ کوثر سے سیراب فرمائیں گے۔ روزِ قیامت کا قیام، پل صراط سے گزرنا، حوضِ کوثر سے سیرابی، روزِ قیامت کے وہ تمام احوال جو قرآن اور دوسری کتبِ الٰہیہ میں آئے ہیں یا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیائے کرام نے بیان فرمائے ہیں، سب برحق ہیں۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا اس طرح ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار نوری بندے ہیں۔ اُن میں نر و مادہ کی تخصیص نہیں ہے۔ اُن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ سب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور اس کے احکام کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں۔ تمام تکوینی امور وہی سرانجام دیتے ہیں۔ اُن میں سے چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور باقی تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ اُن کے نام اس طرح ہیں:۔ جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام۔

(۴) کتب الٰہیہ پر ایمان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی اصلاح و ہدایت اور رہنمائی کے لئے جو کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں وہ سب برحق ہیں۔ اُن میں سے چار بڑی کتابیں ہیں:۔ ☆ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، ☆ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، ☆ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ☆ قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان کے علاوہ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

(۵) انبیائے کرام پر ایمان اس طرح ہے کہ تمام انبیا اور تمام رسول اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں وہ سب کے سب معصوم ہیں یعنی ہر قسم کے گناہ اور عیبوں سے پاک ہیں۔ ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اُن میں سے تین سو تیرہ (313) رسول ہیں۔ تمام انبیا اور رسول مرد ہیں، کبھی کوئی عورت نبی یا رسول نہیں ہوئی۔ سب سے آخر میں تشریف لانے والے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اُن کے بعد کوئی نبی ہوا ہے نہ ہوگا۔ وہ سب امور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لائے ہیں برحق ہیں۔ جن چیزوں کے کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے اُن کا نہ کرنا گناہ اور اُن کا انکار کرنا کفر ہے۔ اسی طرح جن باتوں کے کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے اُن کا کرنا گناہ اور ان کے کرنے پر بضد ہونا کفر ہے۔ ایمان کے بعد محبتِ الٰہی ہی ایسی قوت ہے جو راہِ حق میں صعوبتیں اور سختیاں برداشت کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے اور انسان ہر قسم کی آزمائش سے ہنستا کھیلتا گزر جاتا ہے۔ جس دل میں محبتِ الٰہی کا جذبہ موجود ہوگا اس دل میں کسی اور چیز کا ہونا ناممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ مومن کو اپنی محبت میں جان و مال کی قربانی سے آزماتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا میری محبت کا دعویدار مومن صرف ایمان کی حد تک رکا رہنا چاہتا ہے یا اس سے آگے بڑھتے ہوئے عشق و محبت کی وادی میں داخل ہو کر دنیا و مافیہا کی ہر چیز کو میری محبت میں قربان کر دیتا ہے۔ لیکن عاشقانِ الٰہی "اللہ بس ماسوی اللہ ہوس" کا نعرہ لگاتے ہوئے نعرہ زن ہوتے ہیں:۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگے ، عشق سلامت کوئی ھُو
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ھُو
جس منزل تے عشق پہنچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ھُو
میرا عشق سلامت رہوے باھُو ایمان نوں دیواں دھروئی ھُو

لہٰذا مندرجہ بالا آیتِ مبارک میں ایمان کے بعد محبتِ الٰہی میں مال قربان کرنے کا ذکر فرمایا کہ اگر تم دعوائے ایمان میں سچے ہو تو میری محبت میں اپنا مال خرچ کر کے دکھاؤ اپنے قریبی رشتہ داروں پر، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر۔ اس میں توجہ طلب بات یہ ہے کہ مال صرف محبتِ الٰہی کی خاطر خرچ کرو نہ کہ اپنے ننگ و ناموس کی خاطر یا اپنی نمود و نمائش کی خاطر یا کسی کو زیرِ بارِ احسان کرنے کی خاطر یا اجر و ثواب کی خاطر کہ یہ سب ریاکاری اور سوداگری ہے لیکن:۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

ایمان اور محبتِ الٰہی کے بعد اعمالِ صالحہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان اور محبتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ تم میری حاکمیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ دو اور جب کسی

سے عہد کرو تو اُسے پورا بھی کرو کہ اپنے وعدوں کو ایفا نہ کرنے والے میرے قرب کے قابل نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں میری راہ میں جہاد کرتے ہوئے سختی و تنگدستی پیش آجائے تو صبر اختیار کرو کہ :-

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

یاد رہے کہ صبر کی تین شرائط ہیں :-

(۱) ترکِ شکایت: یعنی راہِ حق میں جب کوئی دکھ یا تکلیف یا تنگی و سختی پیش آجائے تو اس کا ذکر نہ تو قول سے کیا جائے اور نہ ہی فعل سے کہ ایسا کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنا ہے کیوں کہ انسان پر ہر حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتی ہے

(۲) قبولِ قضا: یعنی راہِ حق کی ہر سختی اور تنگی کو اللہ تعالیٰ کی قضا سمجھ کر زبان پر حرفِ شکایت لائے بغیر خوشی سے قبول کر لیا جائے

(۳) صدق و رضا: یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پورے صدق اور اخلاص سے کوشش کی جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہونے کے لیے یہ چار حوال ہیں،

(۱) ایمان

(۲) محبتِ الٰہی

(۳) اعمالِ صالحہ

(۴) خلوصِ نیت سے جدوجہد اور صبر -

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے مالا مال فرمائے - آمین!

کلامِ اقبال

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ سحرگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی
تری زندگی اسی سے، تری آبرو
اسی سے جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رُوسیاہی
تُو عرب ہو یا عجم ہو ترا لَآ اِلٰـــــہَ اِلَّا
لغتِ غریب ، جب تک ترا دل نہ دے گواہی
گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰـــــہ
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاحِ کار کی راہ
حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ
اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی ، نہ محبت ، نہ معرفت ، نہ نگاہ

☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باھوؒ اور قرآن

ایم اے شاکر

سرِ قرآن است رازش مصطفےٰ ﷺ
سر نہ بودے کس نہ گفتن جز الٰہ

ترجمہ "بھید الٰہی قرآن ہے اور اس کے رازداں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اگر قرآن و حضورؐ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی باخبر نہ ہوتا۔"

اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ربط و گفتگو اور رموز عشق و محبت کا بحر بیکراں جو اپنی عمیق گہرائیوں میں بے شمار ذر نایاب سموئے ہوئے ہے قرآن مجید ہے۔ ہر دور میں علمائے عامل کامل، اولیاء و صوفیا، محققین و مفسرین نے حسب استطاعت اس بحر عمیق میں غوطہ زن ہو کر خزائن الٰہی سے مستفیض ہوئے۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔ "جان لے کہ چار چیزیں گنج الٰہی ہیں ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے جو ان چاروں کو پا کر صاحب گنج بنتا ہے پہلا گنج الٰہی قرآن مجید ہے جس میں بادشاہ خزانہ اسم اعظم ہے جو آدمی قرآن میں سے اسم اعظم تلاش کر لیتا ہے وہ دونوں جہان کا بادشاہ بن جاتا ہے۔"

دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے تکمیل انسانیت و شرف ولایت و فقر تک کا راہنما قرآن مجید ہے جس میں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے کلی علوم و رموز کی توضیحات و تشریحات حاصل ہوتی ہیں۔ "پس اس راہ میں سند چاہئے جبکہ سند محمدی ﷺ شریعت محمدی ﷺ ہے جس کی حجت قرآن مجید ہے۔" (محک الفقر)

آپ فرماتے ہیں "جس راہ کو شریعت نے رد کر دیا وہ راہ کفر ہے جبکہ شریعت کی اصل قرآن و حدیث ہے۔" (مجالستہ النبی)

آپ نے درست عقائد اور احترام کرنے پر زور دیتے ہوئے یوں فرمایا۔ "جو آدمی اسم اللہ ذات، قرآن مجید و حضور علیہ الصلوٰۃ و صحابہ کرامؓ و شریعت علماء و فقرا کا ادب و احترام نہیں کرتا وہ ملعون ہے۔" "علم کے تین حروف کی قرآن مجید تیس پاروں سے مطابقت بارے فرماتے ہیں۔" "علم کے تین حروف ہیں اور قرآن کے تیس پارے انہی تین حروف میں مندرج ہیں جیسا کہ تیس حروف ابجد سے آیات ناسخ و منسوخ و آیات وعدہ و وعید و آیات قصص الانبیاء و آیات نہی عن المنکر اور موافق آیات احادیث نبوی ﷺ وجود میں آئیں جو کونین کی ہر ایک چیز کا پتہ دیتی ہیں۔"

اس لئے طالب مولیٰ و راہ حق کے سالکین نے تلاوت قرآن مجید کو اپنی زندگی کا معمول، باطنی ترقی کا ذریعہ و کمال ریاضت کیلئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ اسی توجیہ کے ساتھ بعض لوگ تلاوت قرآن میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں اس قدر محو ہوئے کہ ان کا اوڑھنا بچھونا قرآن بن گیا۔ ان کی گفتگو، عمل، کردار اور صورت و سیرت پر قرآنی تاثیر کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے۔ اقبالؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ

حسن کردار سے قرآن مجسم ہو جا
تجھے ابلیس بھی دیکھے تو مسلمان ہو جائے

ایسی حالت میں اولیاء نے تصنیف و تحریر کی طرف توجہ فرمائی تو ان کے قلم سے قرآنی ترتیب و تاثیر نظر آتی ہے اور ان کے نوک قلم سے نور ہدایت کی روشنائی گوہر نایاب بن جاتی ہے اور الفاظ و تحریر و تصنیف کا روپ دھار لیتی ہے ایسے بزرگوں میں حضرت سلطان باھوؒ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے کہ آپ نے اسم اللہ ذات جو قرآن پاک کی صورت مجمل ہے کی شرح و تفسیر میں 140 ضخیم و نادر کتب تصنیف فرمائی ہیں جو طالبان مولیٰ و سالکین راہ حق کیلئے گنج گراں اور ارمغان باھوؒ ہے۔ آپ کی تصانیف کا لذت آفریں مطالعہ مردہ قلوب میں روح پھونک دیتا ہے۔ پوری توجہ اور خلوص خاص سے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا کبھی بھی بے فیض نہیں رہتا۔

حضرت سلطان باھوؒ مادر زاد ولی اللہ کامل مرشد سلطان العارفین و سلطان الفقر ہیں۔ آپ باطنی طور پر (اویسی طریقہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے فیض پایا ہے۔ اس لئے آپ سروری قادری سلسلہ کے بلند پایہ بزرگ ہیں آپ فرماتے ہیں

دست بیعت کرد مارا مصطفےٰ ﷺ
خواندہ است فرزند مارا مجتبےٰ ﷺ
شد اجازت باھوؒ را از مصطفےٰ ﷺ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ: "مجھے حضرت محمد ﷺ نے دست بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ میں خلق خدا کو تلقین کروں۔"
آپ مزید فرماتے ہیں مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے رشد و ارشاد کا منصب ملا ہے لہٰذا لوگوں کو راہِ حق کی طرف راہنمائی کرنا میرے ذمہ ہے۔

بے مرشداں را مرشدم من بہر از خدا
بے پیراں را پیرم من از مصطفیٰ ﷺ

مزید فرماتے ہیں۔

فقر را برداشتم نظر از نبی
ہر بہند روئے من گردد ولی

آپ نے اپنی تصانیف میں جو علم ربانی درج فرمادیا ہے وہ کسی عقل یا نقل کی پیداوار نہیں بلکہ وہ بارگاہ نبوی ﷺ سے حاصل کردہ ہے۔

ایں علم تعلیم مارا از نبی
ہر کہ طالب از من است اہل از ولی

آپ تمام عمر شریعت مطہرہ پر کاربند رہے۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

آپ کی تعلیمات اور تصانیف کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی کلام محض تصنیف یا عقل و شعور کی پیداوار یا اختراع نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے کی برکات و انوار سے لبریز وہ حقیقی تعلیم ہے جو بذریعہ الہام ترتیب دی گئی ہے اور اس کے مضمون کا ماخذ و اکتساب قرآن و حدیث ہے آپ خود فرماتے ہیں۔

ہیچ تالیفے در تصنیف ما
ہر سخن تصنیف مارا از خدا
علم از قرآن گرفتم وز حدیث
ہر کہ منکر میشود اہل از خبیث

"میری تصنیف میں کسی قسم کی تالیف نہیں ہے بلکہ میری تصنیف کا ہر فقرہ خدا کا کلام ہے۔ میں نے یہ کتاب قرآن و حدیث کے علم سے لکھی ہے اس لیے اس کا منکر کوئی خبیث ہی ہوگا۔"
آپ قرآن کی جامعیت کے بارے فرماتے ہیں۔
"اے جانِ عزیز! میں تجھ سے مخاطب ہوں، میری بات غور سے سن کر کوئی چیز بھی قرآن سے باہر نہیں ہے۔"
آپ اکثر تصانیف کے ابتدائیہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری و منظوری سے تصنیف کی ہے۔ آپ اپنی تصانیف کے بارے فرماتے ہیں۔
"ہر تصنیف ذکر اذکار اور ریاضت قیل و قال پر مشتمل ہوتی ہے لیکن اس فقیر کی تصنیف میں اللہ حی قیوم کی حضوری کا علم مندرج ہے۔ نہ تو میں نے کسی کی تصنیف سے کوئی نکتہ سلوک چرایا ہے اور نہ کسی چور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ میں حق تک پہنچا ہوں، حق سے علوم کیا ہے، حق لایا ہوں اور حضور حق سے لذت لقا کا مزہ چکھا ہے اور ماسویٰ اللہ کی ہر چیز سے لاتعلق ہوں" مزید فرماتے ہیں۔
"اولیا اللہ فقیر کو قیل و قال اور تجلی شعر و تصنیف سے کیا کام؟ کہ ایسے فقیروں اور درویشوں کی ہر بات اور ان کی ہر تصنیف قرب اللہ پروردگار سے جواب باصواب پر مبنی ہوتی ہے اس یہ امر یقینی ہے کہ اگر اس فقیر کی تقریر و تحریر تجھے خام و بے مزہ ہی معلوم ہو تو پھر بھی یہ سراسر شہد اور مکھن ہے ، ہوسکتا ہے کہ شعرا کا کلام تجھے علم و دانش و شعور سے پر اور پختہ معلوم ہو لیکن وہ قرب الٰہی کی حضوری سے خالی و بعید ہوتا ہے -" آپ فرماتے ہیں:
"اگر کوئی کہے کہ اس تصنیف کا کلام سادہ و خام ہے تو اس کے لیے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ شہد اگر مکھن میں ملا دیا جائے تو شہد کی مٹھاس مکھن کو بھی میٹھا کر دیتی ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ شعرا کے کلام کی پختگی بلاغت علم اور عقل و شعور کی پیداوار ہے جبکہ فقرا کا کلام علم حضور سے ہوتا ہے اور شعرا شعور علم حضور سے بہت دور ہیں۔" محض کلام بیان کر دینا یا تصنیف یا تخلیق کر دینا کمال نہیں کیونکہ اصل چیز تاثیر ہے کامل کی تصنیف الہامی ہونے کی وجہ سے پُر تاثیر حقیقی راہنما ہوتی ہے۔ نور الہدیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں۔
"یہ تصنیف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انبی باقی مائدہ معجزات کے بارے میں ہے جن کا علم فقیر نے باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچ کر حاصل کیا

یہ تصنیف علم معجزات سے منور ہے اور پورے یقین و اعتبار کے ساتھ اُن باقی ماندہ اسرار سے پردہ ہٹاتی ہے اکثر بزرگوں اور مصنفوں کی تصانیف الہامی ہوتی ہیں لیکن اس فقیر کی تصنیف سراسر قربِ الٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے کلام پر مشتمل ہے اس کتاب کا مطالعہ کم بخت و بدکار کو نیک بخت و نیکوکار بنا دے گا بشرطیکہ کوئی اسے ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھے۔"

"اس کتاب کا تعلق علمِ واردات سے ہے نہ کہ ابتدائے نفی اثبات سے بلکہ اس کا تعلق ذات سے ہے کہ یہ اس کا ذاتی کلام ہے یہ کتاب حیات بخش ہے کہ اس کے مطالعہ سے دائمی حیات نصیب ہوتی ہے یہ کتاب نجات بخش ہے کہ اس کے مطالعہ سے نجاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے اس کتاب میں آیاتِ قرآنی کا وہ علم سمویا ہوا ہے کہ جس سے ابتداء ہی میں قربِ الٰہی کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو جاتا ہے لیکن مراتب فنا فی اللہ کی یہ نعمت و سعادت عاشقوں و واصلوں ہی کا نصیبہ ہے اللہ تعالیٰ جزائے مراتب فنا فی اللہ ہر کسی کو نصیب کرے۔ آمین!"

کامل کی تصنیف کے مطالعہ اور اس کے رموز کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور کرنے والا ہو کیونکہ اولیا کی تعلیمات حقیقی خزائن سے بھرپور ہوتی ہیں لہٰذا ان خزائن سے استفادہ کیلئے کنجی درکار ہے جبکہ اس کی کنجی اسم اللہ ذات ہے۔ "قفلِ کلمہ طیب کو کھولنے کی چابی تصور اسم اللہ ذات ہے۔ عاقل آدمی کامل کی تصنیف کو سمجھتا بھی ہے اور اس سے فرحت بھی پاتا ہے لیکن احمق و ناقص آدمی کو اتنا ملال ہوتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے" مرشد کامل مہربان اور فیض بخش ہوتا ہے جو اپنے طالب و مریدین کو تسلی دے کر کہے کہ:-

"اے طالب! جو کچھ تجھے مطلوب ہے مجھ سے مانگ اور جو کچھ طالب مانگے اس کی طلب کے مطابق اسے عطا کر دے کیونکہ مرشد کا فیض ایسے ہوتا ہے جیسے کہ بارانِ رحمت کا فیض یا موجِ دریا کا فیض یا نظرِ کرم کا فیض مرشد اس توفیقِ الٰہی کا نام ہے جو طالب کے وجود سے حجاباتِ نفسانی و شیطانی اور ظلماتِ نفس و ہوا کو دور کرتی ہے مرشد اگر ناقص و خام ہو تو طالبوں کو ہمیشہ آج اور کل کے وعدوں اور تسلیوں پر ٹالتا رہتا ہے۔"

☆☆☆

دربار گوہر بار حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا ایک منظر

فقرِ محمدیؐ کے وارث

علامہ عنایت اللہ قادری

سلطان العارفین برھان الواصلین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ جن کو دنیائے اسلام کے اندر صرف نہیں بلکہ پوری انسانیت کے ہادی سے تمام حلقوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اعظم کو زندہ کرنے کیلئے تلقین کا وہ پہلو اختیار فرمایا جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے "داعی الی اللہ (اللہ کی طرف دعوت) دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جامع صفات اور جامع کمالات کا مظہر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپ مظہر ذات الٰہی بن کر آئے اور ظہور قدسی کا اظہار ہوا تو خوش قسمت صحابہ کرام کو وقت گزرنے کیساتھ "داعی الی اللہ" کی حقیقت سمجھ آئی کہ ظاہر باطن ہر اعتبار سے بذات خود آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات جلوۂ حق و حقیقت ہے اور در پردہ ذات حق کا وہ جلوہ ہے جس کی وجہ سے تمام انبیاء بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتے کہ مولا منصب نبوت کے بدلے اپنے محبوب کا امتی بنادے میرا ایمان کامل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس بات سے باخبر تھے کہ جب حبیب خدا دنیا میں جلوہ افروز ہوں گے تو لباس بشر میں جلوہ ذات الٰہی ہوگا یہی وجہ تھی کہ وہ منصب نبوت بھی قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار کتب بزرگوں نے لکھی جو یقیناً ہماری رہنمائی کیلئے اعلیٰ درجہ کی مفید بھی ہیں اور جن سے ہم استفادہ حاصل کر کے اپنے آپ کو صحیح مسلمان بنا سکتے ہیں کیونکہ آپ کا ہر قول دراصل اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور آپ کے ہر فعل میں فاعل خود ذات حق ہے۔

اگر آپ بولیں تو حدیث، عمل کریں تو حدیث اور خاموشی اختیار فرمائیں تو بھی حدیث۔ یہاں پر سیرت کا پہلو کیا مقام رکھتا ہے اس کا فیصلہ ہر صاحب ایمان اپنی ایمانی بصیرت سے کر سکتا ہے۔ صرف کتب کی ورق گردانی تک اس کو محدود نہیں کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا پہلو آپؐ کی صورت طیبہ کا ہے۔ جس کو قرآن مجید نے مکمل کر کے بیان فرمایا اور علماء ربانیین نے بصورت مشاہدات دیکھا اور خلق خدا کی رہنمائی فرمائی۔ تعلیمات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام نے صرف رہنمائی حاصل نہیں کی۔ بلکہ تجلیات مصطفیٰ سے حقیقی رہنمائی حاصل کی۔ جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور ہر ذی شعور مسلمان اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ جس کی نظر صرف تقاضائے بشریت تک محدود رہی وہ چاہے ابوالحکم کے نام سے پکارے جاتے وہ ابوجہل بن گئے اور جن کی نظر حق تک پہنچی تو وہ چاہے غلام تھے یا گڈریے وہ دنیا کے امام بن گئے۔ فرق صرف نظر کا ہے اگر بینائی نظر میں نہ ہو تو وہاں کچھ پردہ نہیں۔

لباس آدمی پہنا جہان آدمی سمجھا
حل بن کے آئے ہیں تجلی بن کے نکلیں گے

بے شمار صاحب تصوف اور صاحب فقر لوگ اس امت کی زینت ہے مگر سات ارواح قدسیہ جن کا ظہور میں نور ذات الٰہی سے ہوا اور وہ ذات الٰہی کے نور نے جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے پیار و محبت اور عشق میں آ کر جنبش لی تو میں ذات الٰہی کے نور سے سات قطرے نور کے ظاہر ہوئے جن کو سلطان الفقر فرمایا گیا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب جو بلحاظ متن والفاظ بظاہر ایک رسالے کی حیثیت رکھتی ہے مگر معانی اور حقائق کے لحاظ سے ازل و ابد، ظاہر و باطن ہر لحاظ سے اپنے اندر ایک قلزم کی حیثیت رکھتی ہے جو کہ موسوم بہ رسالہ روحی شریف ہے اس میں آپ پانچ سلطان الفقر ہستیوں کے نام درج کر کے پانچویں روح مبارک اپنی شمار فرماتے ہیں اور باقی دو کی بمعہ نشانیاں وضاحت فرماتے ہیں مگر نام مبارک درج نہیں فرمائے۔

ہماری رہنمائی کیلئے اس رسالہ روحی میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ "کہ اگر کوئی ولی واصل عالم روحانی یا عالم قدس و شہود میں رجعت کھا کر اپنے درجہ سے گر چکا ہو تو اگر وہ اس کتاب کو وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے اور اگر ہم اسے اس کے درجہ تک نہ پہنچا سکیں تو ہمیں قسم ہے۔" ویسے تو آپ کی ہر کتاب مبارک آپ کے حکم کے مطابق ایک مرشد کامل کے برابر رہنمائی فرماتی ہے۔ کیونکہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ تالیف نہ در تصنیف ما
ہر سخن تصنیف ما را از خُدا

آپ ارشاد فرماتے ہیں میں دیدار الٰہی میں بھی مستغرق رہتا ہوں اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی کچہری مبارک میں بھی ہر وقت حاضر رہتا ہوں فقیر جو صاحب فقیر ہوتا ہے اس کے بارے میں بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ

"نام فقیر تنہاندا باھو قبر جنہاں دی جیوے ھو"

اور پھر سلطان الفقر کا مقام تو وراء الوریٰ ہے جس کے بارے میں ایک حدیث پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ "الفقر لا یحتاج "صاحب فقر کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کی رسائی ذات حق کے حقیقی نور تک ہوتی ہے۔ بلکہ ایک اور حدیث پاک نقل فرماتے ہیں۔ اذا تم الفقر فھو اللہ۔ جب فقر تمام ہوتا ہے تو بس اللہ ہی اللہ ہوتا ہے یعنی

فقیر ذاتِ حق کے نور میں مستغرق ہوتا ہے اور اپنی ذات کی بھی نفی کرتے ہوئے سوائے ذاتِ حق کے اُسے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے بحیثیت سلطان الفقر اس ظاہری وجود معظم اور جسم اعظم در حقیقت اسم اعظم کی حقیقی صورت ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک مقام پر آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

جائیکہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہبازِ لامکانم آنجا کجا مگس را
عرش و قلم و کرسی کونین راہ نیابد
افرشتہ ہم نہ گنجد آنجا نہ جا ہوس را

گو کہ ظاہر کے اعتبار سے آپؒ نے تلاش مرشد میں تیس سال عرصہ ارشاد فرمایا اور حضور غوث اعظم سرکارؓ کی اولاد پاک میں سے حضرت پیر عبدالرحمٰن شاہ دہلویؒ کے ہاتھ مبارک پر بیعت بھی اختیار فرمائی اور اظہار اس بات کا فرمایا کہ ظاہر کے اعتبار سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے وگرنہ اپنی حقیقی بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ
فرزند خود خواند است مار امجتبیٰ
شد اجازت باہو را از مصطفیٰ
خلق را تلقین بہ کن بہرِ خدا

تلقین حق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا کہ:

واز حضور فائض النُّور اکرم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم ارشاد خلق شدہ، چہ کافر، چہ مسلم، چہ بانصیب، چہ بے نصیب چہ زندہ، چہ مردہ، بزبان گوہر فشاں مصطفیٰ ثانی و مجتبیٰ آخرالزمانی فرمود۔

دراصل لفظ مصطفےٰ اور لفظ مجتبےٰ گو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہیں لیکن خود آقا پاک نے ہی آپ کو یہ دونوں القابات عطا فرمائے یعنی آپؒ بظاہر شریعت میں مکمل طور پر تابع ہیں۔ انبیاء کی طرح اولیاء میں صاحب محو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان العارفینؒ "عقلِ بیدار" کتاب مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر کہ بیند روئے من شد اولیاء
روئے من با روئے رحمت مصطفےٰ

ترجمہ: جس نے میرے چہرے کی زیارت کرلی وہ ولی اللہ بن گیا کیونکہ دیدار الٰہی میں ہر وقت رہ رہ کر میرا چہرہ مصطفےٰ کا چہرہ بن گیا۔

ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں لیکن عارفوں کی تعلیم قرآن و حدیث سے باہر ہرگز نہیں ہوتی مصطفائی کا اظہار اقبالؒ یوں فرماتے ہیں۔

خودی کی خلوتوں میں کبریائی
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

قرآن مجید میں مصطفائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا۔ کہ

اللہ یصطفی من الملائکہ رسلہ والناس

گرامر کے لحاظ سے فعل مضارع ہے اور مضارع ہمیشہ حال اور استقبال دونوں پہ اطلاق کرتا ہے۔ اب وہ مصطفائی جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مختص ہے وہ صرف آپ کی ذات کیلئے مخصوص ہے معاذ اللہ اس میں کوئی دخل انداز نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن یہاں آیت کریمہ اس پر یہ استدلال پیش کرتی ہے کہ لفظ مصطفےٰ کے معنی چنا ہوا۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر

واللہ یختص برحمتہ من یشاء

اللہ جسے چاہے اس کو اپنی رحمت سے مختص فرمادے۔ یہ حکم عام ہے اور اس سے کسی کو بھی نوازا جاسکتا ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلطان باہوؒ کو مصطفےٰ ثانی قرار دیا۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں ہے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار (دو میں سے دوسرے نے جب دونوں غار میں تھے)

یہاں پر بلاشبہ ثانی کے معنی دوسرا یعنی گنتی کا لحاظ رکھا گیا ثانی اور اثنین دونوں لفظ استعمال فرمائے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس وضاحت میں جائیں ضروری ہے کہ پہلے ہم فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ فقر کی اصطلاح جس کو سلطان العارفینؒ نے اپنی تحریر میں بہت واضح فرمایا ہے اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فقر کی اصطلاح کو اصل مفہوم کے قرین سمجھا گیا ہے کہ انبیائے کرام کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفت فقر ہے جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

الفقر فخری والفقر منی

فقر میرا فخر ہے اور فقر میرے اندر کا نور ہے حضرت سخی سلطان باہوؒ تصوف اور فقر کے متعلق مشائخ کی آراء سے واقف تھے اگر آپؒ نے تصوف اور صوفی کی اصطلاحات سے

اعراض کرکے فقر اور فقیر کی اصلاحات پسند فرمائی ہیں اور انہی عنوانات کے تحت علوم معرفت، حقائق اور اسرار باطنی بیان فرمائے تو اس کا سبب صرف یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تصوف کی انتہا کو فقر کا نام دیتے ہیں اور اسی بناء پر اس راہ پر چلنے والوں اور بلند درجات حاصل کرنے والوں کو فقیر کہتے ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی کتابیں تلقین و تبلیغ کیلئے لکھی ہیں اور ان کی نظر میں ایسے قاری نہ تھے جو محض نظری سطح پر مطالعہ کیلئے کتاب لے کر بیٹھ جائیں بلکہ آپ کی موجودگی میں اور ان کی صحبت میں اور آئندہ کیلئے ان کے تصور میں وہ قاری تھے جو معبود حقیقی کی محبت و معرفت میں عملی طور پر کوشاں ہوں اور مشاہدہ ذات کیلئے حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہوں۔ آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ فقیر آفتاب کی طرح تمام جہان کی روشنی کا معدنِ انوار ہے اور فقیر کامل کل الکل توحید ہے (بحوالہ نورالہدیٰ شریف) ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ فقر کے تین حروف ہیں ف۔ ق۔ ر۔ حرف ف سے فنائے نفس، قاف سے قوتِ روح اور "ر" سے رحم ول نیز "ف" سے فخر، "ق" سے قرب اور "ر" سے رحمت مراد ہے (بحوالہ کلید التوحید)

ایک اور فرمان مبارک ہے"

مجلس محمدیؐ سے چند خاص چیزیں حاصل ہوتی ہیں یعنی شوق، شفقت، صفائی قلب، ترک وتوکل، صدق ویقین اور عنایت قلبی اسی کو فقر عظیم کہتے ہیں۔ (مفتاح العارفین)

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ "فقر کیا چیز ہے"؟ کسے کہتے ہیں؟ اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟

فقر نورِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے، فقر نورِ حق کی ایک صورت ہے جو اس درجہ خوبصورت ہے کہ دونوں جہاں اس کے شیدا اور اس پر فریفتہ ہیں لیکن فقیر کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا مگر اللہ تعالےٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے۔

فقرِ رحمت، رازِ وحدت، نورِ حق
زیرِ پائے فقر باشد ہر طبق

(توفیق الہدایت)

ابتداءِ فقر اشتیاق ہے اور انتہائے فقر غرق واستغراق ہے۔ (عین الفقر شریف)

راہ معرفت اور توحید کہاں؟ اور راہ ورسم وتقلید کہاں؟ چنانچہ گفت وشنید سب تقلید ہے یعنی قیل اور دیدار وشہود سب راہ توحید ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

جب تک ظاہر وباطن متفق نہ ہوں تب تک عاشقی، معشوقی، محبوبی، مرغوبی اور محبوب القلوبی حاصل نہیں ہوتا۔ (عقل بیدار)

طالب کو ایک ایسے پاک اور ظاہر وجود کی ضرورت ہے جس کا ظاہر وباطن ایک ہو جائے (نورالہدیٰ)

بلکہ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ باطن اصل ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی معرفت اور وصل ہے جبکہ ظاہر دنیا موسم تابستان زمستان، بیج وخریف فصل ہے۔ (نورالہدیٰ)

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ فقیر جب انتہائی مرتبے پر پہنچتا ہے تو ذات میں ذات مل جاتی ہے۔ (قرب دیدار)

پنجابی منظوم کلام میں ارشاد فرماتے ہیں۔

الف احد جد دتی دکھالی از خود ہویا فانی ہو
قرب وصال مقام نہ منزل نہ اُتھے جسم نہ جانی ہو
نہ اُتھے عشق محبت کائی نہ اُتھے کون مکانی ہو
عَیْنوں عین تھیوسے باھو سِر وحدت سبحانی ہو

جب یہ ملتی نصیب ہوتی ہے تو اس وقت داعی الی اللہ کی سنت عظیم کو زندہ کر رہا ہوتا ہے اسی مقام پر فائز کرنے کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان دُرفشاں سے فرمایا کہ

"مصطفےٰ ثانی و مجتبےٰ آخر الزمانی"

مصطفائی اور مجتبائی دراصل ایک مفہوم اور معنی کے الفاظ ہیں مجتبائی کا تذکرہ بھی موجود ہے اور وہ بھی اپنے خاص بندوں کیلئے ذکر فرمایا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مگر تھوڑی سی وضاحت ضرور عرض کروں گا کہ ایک مقام پر "اللہ یجتبی اللہ جسے چن لے" ایک اور مقام پر آتا ہے "ثم اجتبٰہ اللہ نے چن لیا"

سرکار دو عالم کا جو فقر ہے وہ عین ذات کا نور ہے جس کو آپؐ نے فرمایا کہ فقر میرے اندر کا نور ہے اور وہ نور تقسیم کرنے کیلئے کس کے حصے میں کتنا آیا وہ تو ان کی مرضی ہے مگر جہاں پر سلطان الفقر کا نور ہے وہ چونکہ عین اللہ کے نور سے محبت کی جنبش سے سات قطروں کی صورت میں آیا۔ وہاں پر مصطفائی بھی ہے اور مجتبائی بھی موجود ہے۔ ان ارواح قدسی کا ظہور عین ذات الٰہی کا اظہار ہے اور وہ مظہر ذات الٰہی ہیں جن کا ظاہر باطن ایک ہے اس لئے ناچیز کے نزدیک اس پر اعتراض کی بجائے رغبت کو ترجیح دی جائے تو انشاء اللہ اس کا نتیجہ عملی صورت میں سامنے آتا ہے اور ان کی تجلی نظر سے بندہ نفس مطمئنہ کی سطح پر فائز ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد فقر محمدی تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے اور ہر ایک کی طلب کے معیار کے مطابق اس کو وہاں سے فوراً حصہ مل جاتا ہے۔ فقر ایک صورت نور ہے۔ جس کو حضرت علامہ اقبالؒ اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر کہ جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظلِ سبحانی

مصطفےٰ ثانی کا لقب بارگاہِ نبویؐ سے ملا اور آپؒ نے فقرِ محمدیؐ پر باقاعدہ کتب تصنیف فرمائیں کم و بیش 140 کتب تصنیف فرمائیں۔ فارسی زبان میں نثری صورت میں ہیں اور ایک فارسی میں منظوم کتاب جو دیوان باھو کے نام سے مشہور ہے ایک پنجابی زبان میں منظوم کلام ہے جس کے شعر کے ہر مصرعہ کے آخر میں لفظ "ھُو" کا استعمال کیا گیا ہے جو مجموعہ "چنبے دی بوٹی" کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی رباعی کا پہلا مصرعہ بھی یہی ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مُرشد لائی ھو

آپؒ کی تعلیمات کو مختلف رنگ میں آپؒ کے خلفاء حضرات نے اور بالخصوص آپ کی اولاد پاک نے باطنی طریقہ پر لوگوں کے سینے منور کیے۔ باقاعدہ اور کھلے عام اس تعلیم کو عام کرنے میں آپؒ کی اولاد پاک میں سے نویں پشت مبارک میں چھٹی روح سلطان الفقر کا ظہور ہوا۔ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ ہے جن کے یوم ولادت نے اس خطے کو مسلمانوں کیلئے آزادی کی نعمت بخشی یعنی 14 اگست 1947ء بروز جمعۃ المبارک ستائیسویں رمضان المبارک کی صبح آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد اپنے مرشد پاک اور والد گرامی قدر شہنشاہِ عارفاں، شہبازِ لامکاں حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز صاحبؒ سے باطنی تعلیم حاصل کی اور 40 برس کی عمر میں باقاعدہ طور پر ایک اصلاحی جماعت بنائی جس کا مقصد حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانا۔ اصلاحی جماعت کے مبلغین کی تربیت کیلئے کوئی عملی نصاب وغیرہ تو تیار نہیں کروایا بس تربیت کا طریقہ کار یہ رہا کہ اپنی محفل میں بٹھا کر حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات پر روشنی ڈالتے چونکہ وہ ساری تعلیم فقرِ محمدیؐ پر مبنی تھی آپ کی گفتگو اور لب و لہجہ اور پیار بھری شفقت کی نظریں سورج سے زیادہ چمکتا دمکتا چہرہ مبارک دیکھتے ہی وہ کلام دلوں میں اتر جاتا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس محفل میں بیٹھنے والے چاہے PHD ہوتے یا کورے ان پڑھ سب کے دلوں میں ایک ہی بات برابر برابر اترتی جاتی اور پھر آپ حکم فرماتے کہ بیٹا جاؤ اور لوگوں کو یہ تعلیم پیش کرو۔

دراصل تعلیم کا تعلق پڑھنے لکھنے سے ہوتا ہے مگر جو آواز دلوں تک پہنچ رہی ہو وہ تلقین ہوتی ہے جو ہمارے ظاہری باطنی دونوں قسم کے حواس خمسہ پر پڑ رہی ہوتی ہے اور یقین کیجئے کہ جب آپؒ کے حکم مبارک سے ہم عوام الناس کے چھوٹے بڑے اجتماعات سے خطاب کرنے لگتے تو ہماری زبان پر قرآن و حدیث کے چشمے جاری ہونا شروع ہو جاتے اور پبلک کے دلوں میں وہ آواز اترتی اور شروع ہی سے گروہ در گروہ لوگ ہمارے ساتھ دربار شریف پر یہ فیض فقر نبویؐ حاصل کرنے کیلئے آجاتے ساری زندگی آپ کا یہی طریقہ رہا کہ جو بھی قریب آتا اُسے اسم اعظم عطا فرما دیتے اس کی وجہ پر میں کچھ چیزیں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ مصطفےٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر الزمانی کے متعلق سمجھا جائے۔ فقرِ محمدیؐ کا تاج جس کے سر پر ہوتا ہے وہی صاحب وقت اور امام الوقت ہوتا ہے ایسی ہستی جو مظہر ذات خدا بھی ہو اور مظہر ذات مصطفےٰ بھی ہو جن کے بارے میں شیخ محی الدین اکبر ابن عربیؒ فرماتے ہیں یہ عبارت کا ترجمہ ان کی کتاب فصوص الحکم کا ہے۔ "چونکہ اسم اللہ ذات جامع جمیع صفات اور منبع جمیع کمالات ہے لہٰذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے۔ اس کا مظہر جو عین ثابتہ ہوگا وہ عبداللہ عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے اس کو قطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں۔ جو عبداللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے وہ بالکل بے ارادہ تحت امر و قرب فرائض میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے توسط سے کرتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت شیخ مؤید الدین جندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جو تفسیر روح البیان میں موجود ہے۔ "اسم اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل چکی ہے وہ حقیقتاً اور معناً عالم حقائق و معنی سے ہے اور صورتاً و لفظاً عالم صورت و الفاظ سے ہے جمیع حقائق کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام ہے اور اس کے معنی وہ کامل انسان ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقطاب امانت الٰہیہ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسم اعظم کی صورت اس ولی کامل کی ظاہری صورت کا نام ہے (تفسیر روح البیان حضرت اسمٰعیل حقی)

یہی ہستی ثم اجتبٰہ ربہٗ کے مطابق مجتبیٰ ہوتی ہے ایسی ہستی کے مطابق زندگی ڈھالنے کی دعوت حضرت علامہ اقبالؒ بھی دیتے ہیں۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

اس عظیم ہستی نے اپنے دور میں یہ فریضہ انجام دے کر خلافت الٰہیہ کا وہ حق ادا کیا جس کی مثال ان کی اپنی ذات ہے جن کے بارے میں بندۂ ناچیز مولانا رومؒ کی زبان سے کھل کر کہہ سکتا ہے کہ۔

بشکلِ شیخ دیدم مصطفےٰ را
نہ دیدم مصطفےٰ را بل خدا را

اب تو مصطفےٰ ثانی اور مجتبےٰ آخر الزمانی کے بارے میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ الحمد للہ آج بھی وہ ہستی اپنی اسی خداداد قوت وتصرف کیساتھ موجود ہے۔ جو بالکل اسی ڈیوٹی پر مامور ہے اور جانشین سلطان الفقر ششم ہیں۔ وہ جن کے سر مبارک پر دستار مبارک رکھ کر فرمایا گیا کہ فقر محمدی کی جو دستار آقا پاک کی بارگاہ سے مجھ تک پہنچی ہے وہ آپ کے سر مبارک پر رکھ رہا ہوں۔ آج کے بعد ساری ذمہ داری اصلاحی جماعت اور عالمی تنظیم العارفین اور فقر محمدی کا یہ فیض عام دنیا کے ہر کونے تک پہنچانا ہے۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب ہے اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے آپ کی سرپرستی میں اس وقت دنیا کے اٹھارہ ممالک میں باقاعدہ کام ہو رہا ہے لیکن یاد رکھیے کہ فقط رضائے الٰہی کیلئے اور طلب مولےٰ کیلئے یہ سلسلہ قائم ودائم ہے ہاں دنیاوی حاجات بھی ضروری ہیں مگر شریعت مطہرہ کے اندر رہ کر ہونی چاہیے لیکن جماعت اور تنظیم بالخصوص طالبان مولےٰ کی رہنمائی کیلئے روحانی بالیدگی کیلئے مجلس محمدی کی حضوری کیلئے اور اپنے مالک حقیقی تک رسائی حاصل کرنے کیلئے کام کر رہی ہے۔

پُرانی روایتی پیری مریدی کیلئے ہرگز نہیں وہ Tipical طریقہ چھوڑ کر کو خانقاہ کی اصل ڈیوٹی ہے کہ اپنے مریدین، معتقدین، متوسلین اور عوام الناس کی فکری اور نظریاتی تربیت کرنا اور اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب تک پہنچانا تاکہ جس مقصد کیلئے اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ صرف اُس کی ذات پاک کی معرفت اور پہچان ہے اور پہچان کیلئے اس نے کرامت اور خلافت کا تاج انسان کو عطا کیا ہے۔ اور خود فرماتا ہے۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدالمومن

نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں نہ آسمانوں میں بلکہ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔

جس کے دل میں اس ذات کی سمائی ہے وہ مظہر ذات الٰہی ہے اور اسی کے قرب سے قرب رب لم یزل نصیب ہوسکتا ہے۔ جس مومن کے دل کے اندر فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور موجود ہے وہی مصطفائی اور مجتبائی کا مصداق ہے۔

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی
گیا دور حدیث لن ترانی
ہوئی خودی جس کی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

طلب شرط ہے اور اگر کوئی طلب صادق لے کر ایسے فقیر کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اُس فقیر پر فرض عین ہوتا ہے کہ اس کی طلب کو پورا کرے، طلب کیلئے صدق کا ہونا ضروری ہے۔ ہم نے اسلاف کو چھوڑا اسلاف کے عقائد اور طور طریقے چھوڑے تو ذلت وخواری، رُسوائی وپسپائی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ ہم مادیت کا شکار ہو کر اس طرح غرق ہو چکے ہیں کہ ہمارے اندر کا انسان خاموش ہو کر نیم مردہ حالت میں ہے رازق کو چھوڑ کر رزق کا پیچھا کر دیا ہے، مسبب کو چھوڑ کر اسباب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ لیکن سکون نہیں۔ کیونکہ یاد الٰہی بھول بیٹھے اور ہماری رگوں اور اعصاب میں وہ قوت نہ رہی بقول اقبالؒ ہمارے دینی اور دنیوی کام رسم کی حد تک ہیں ان میں اثر زائل ہو چکا ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں

آئیے!

خدارا اپنی موہوم ہستی کو مٹا کر ذکر الٰہی حاصل کریں اور پھر دیکھیں کہ سکون ملتا ہے کہ نہیں، سکون بغیر ذکر اللہ کے کبھی میسر نہیں ہوسکتا۔ اسم اعظم کا ذکر ہماری مردہ روح کا علاج ہے جس کیلئے جو بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلطان العارفین کو دی تھی اُسی کے سایہ میں آجائیں اور اپنے ازلی حق کا حصول کریں بارگاہِ مصطفوی کی حضوری اور قرب الٰہی حاصل کریں۔

یار یگانہ ملسی تینوں جے سر دی بازی لائیں ھو
اسم اللہ وچ ہو مستانہ ہو ہو سدا الائیں ھو
نال تصور اسم اللہ دے دم نوں قید لگائیں ھو
ذاتے نال جے ذاتی رلیا تد باھو نام سدائیں ھو

☆☆☆☆☆☆

دربار پروقار حضرت سخی سلطان باھوؒ کے مختلف مناظر

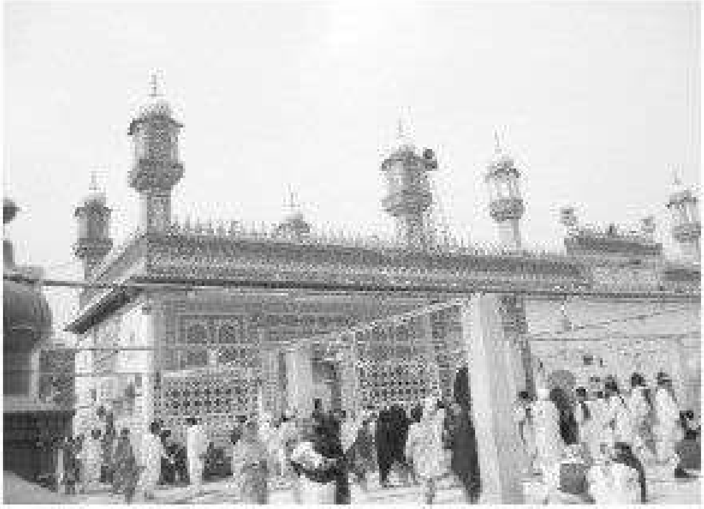

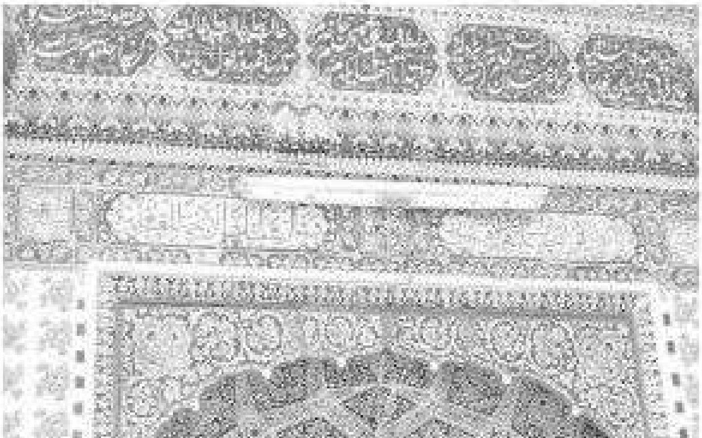

دربار حضرت محمد بازیدؒ و مائی صاحبہ بی بی راستیؒ (والدین حضرت سلطان العارفینؒ)
المعروف دربار مائی باپ شورکوٹ

دربار حضرت سلطان نور محمدؒ سلطان محمد نوازؒ (موجودہ حالت میں)

دربار حضرت سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

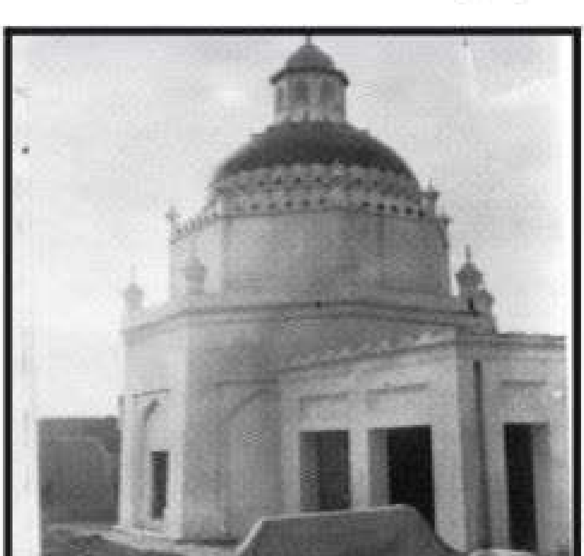

دربار حضرت سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ (وصال:۱۳۹۹ھ)
مزار حضرت محمد سلطان مستوار رحمتہ اللہ علیہ جمعہ شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)

دربار حضرت سلطان ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ (تحصیل رحیم یار خان) (پنجاب)

دربار حضرت سلطان سردار بخش شہید (وصال: ۱۳۰۰ھ) بھکر

دربار سلطان دوست محمد رحمتہ اللہ علیہ (وصال: ۱۹۴۸ء/۱۳۶۸ھ)

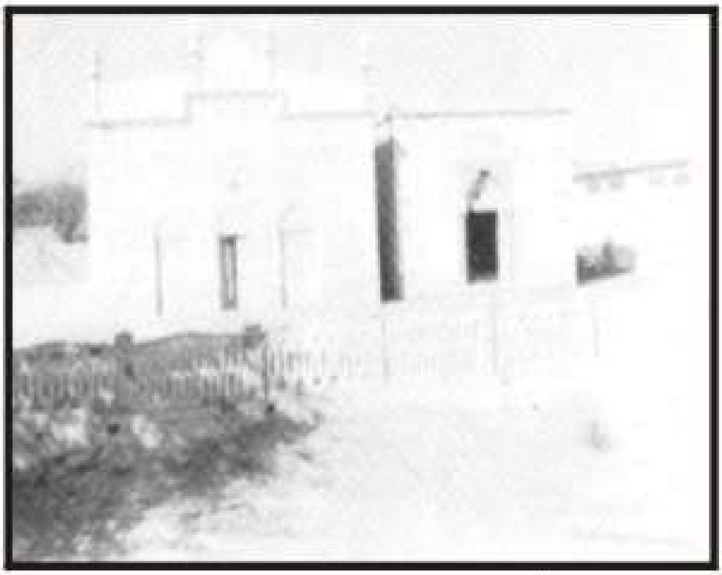

دربار حضرت فیض سلطان و سلطان ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ۔ اوستہ محمد (بلوچستان)

دربار پیر پٹھوہار حضرت سلطان غلام سرور قادری (وصال ۱۹۸۸ء) موہڑہ حافتھال ضلع راولپنڈی

دربار حضرت سلطان محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ

دربار حضرت سلطان محمد مشتاق رحمتہ اللہ علیہ (وصال: ۱۳۸۷ھ) بھکر

حضرت سلطان باھوؒ کی چلہ گاہ، بمقام کلر کہار

وہ پتھر جس سے اوٹ لگا کر حضرت سلطان باھوؒ کی والدہ ماجدہ عبادت فرماتیں، انگہ وادی سون سکیسر

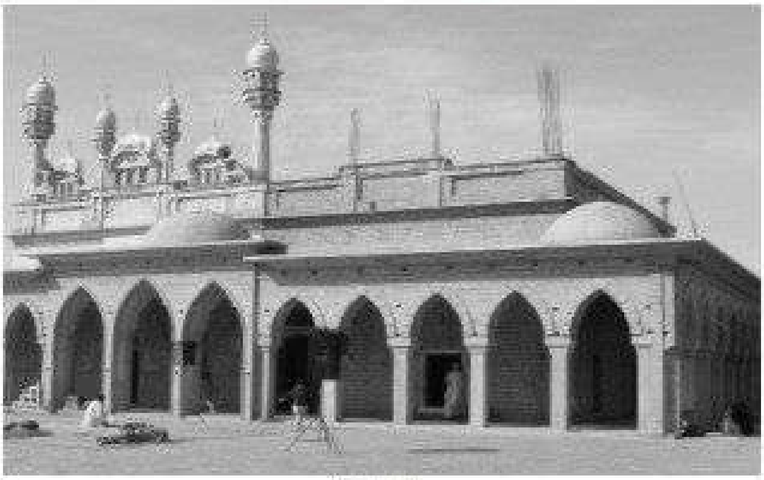

دربار سید بہادر علی شاہؒ، شور کوٹ (خلیفہ)

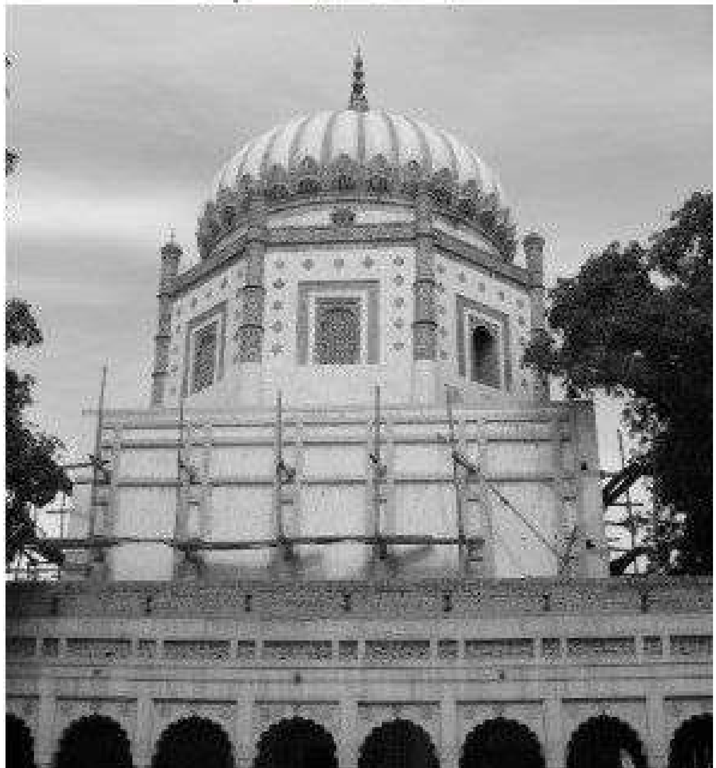

دربار پیر عبدالغفور شاہؒ، شریف ضلع جھنگ (خلیفہ)

دربار آسو باھو کلر کہار، جہاں حضرت سلطان باھوؒ کے خلیفہ نورنگ کھتران مدفون ہیں۔

دربار ملاں عمر مصری غازی ڈھاڈر ہم عصر خلیفہ

دربار آخوند بابا حضرت سلطان باھوؒ کے ہم عصر خلیفہ

رؤیت باری تعالیٰ حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات میں

مفتی شمشاد علی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

دعوت فکر

کو شۂ تنہائی میں بیٹھ کر کسی نے ایک لمحے کیلئے بھی یہ سوچا ہے کہ دور حاضر جو ایک "گلوبل ورلڈ" بن چکا ہے میں اسلام کی پستی کا اصل سبب کیا ہے۔ عالمی سطح پر جو ذلت ورسوائی مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے اسکے اصل محرکات کیا ہیں جبکہ اس دور میں پوری دنیا میں عظیم الشان اسلامی یونیورسٹیاں موجود ہیں بڑے بڑے مدارس موجود ہیں جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال مذہبی سکالرز، محققین، مدرسین، محدثین، شعلہ بیان خطباء، حفاظ، قراء اور ائمہ فارغ التحصیل ہوکر دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہوجاتے ہیں اسکے باوجود دین اسلام کے مجموعی نتیجے پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو کفر کے مقابلے میں مسلمانوں کے تفرقوں کی تعداد تو نظر آتی ہے لیکن اسلام بذات خود کہیں نظر نہیں آتا۔ اور ان تفرقوں کی دینی خدمات بھی ایسی ہیں کہ کفر کے ایک جھٹکے میں ملیامیٹ ہوجاتی ہیں (افغانستان کا طالبان دور اور اب امریکی دور ہمارے سامنے ہے)۔

دراصل بات یہ ہے کہ شیطانیت اس حد تک اپنے آپ کو عریاں کرچکی ہے کہ اس نے اپنی چکا چوند میں پوری انسانیت کو اندھا کردیا ہے دنیا اس حد تک اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کرچکی ہے کہ بڑے بڑے صاحب فکر ودانش اسکے دام میں پھنس چکے ہیں نفس پرستی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ بڑے بڑے مذھبی سکالرز بھی اسکی لپیٹ میں ہیں۔

حضور سلطان صاحب فرماتے ہیں۔

الف اللہ پڑھیوں، پڑھ حافظ ہویوں، نہ گیا حجابوں پردا ھو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں، پر طالب ہویوں زر دا ھو
سے ہزار کتاباں پڑھیاں، ظالم نفس نہ مردا ھو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھوؒ، ایہہ ظالم چور اندردا ھو

یہ تینوں (شیطان، دنیا، نفس پرستی) کفر کے ہتھیار ہیں۔ تینوں کے اپنے اپنے جلوے ہیں تینوں اپنی جگہ ایک ایک ایٹم بم کی حیثیت رکھتے ہیں جسے کفر جب چاہتا جہاں چاہتا ہے پھینک کر اسلام کی روح کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ روح ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔

فانوس بن کر جسکی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ شمع کونسی ہے جسکی روشنی میں ابھی تک اسلام کا نام چمکتا دمکتا نظر آرہا ہے اور کیا اسکی روشنی میں اتنی طاقت ہے کہ یہ کفر کے تمام جلووں کو ماند کردے بلکہ ختم کردے؟ اسکا جواب ہے ہاں اور وہ شمع معرفت الٰہی کی ہے جسکا لازمی نتیجہ دیدار الٰہی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دنیا عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے صرف دعوت نہیں دے رہی بلکہ اپنے آپ کو عریاں کرکے مشاھدہ کروارہی ہے جسکی طرف عوام بن بلائے بھی چلی جارہی ہے اور اسکا مقابلہ کرنے کے لیے علماء نے صرف دعوت پر زور دے رکھا ہے۔ دنیا کی جلوت کے مقابلے میں اسلام کی فقط دعوت چہ معنی دارد؟ مبلغین نے اسلام کا مطالعہ تو کرلیا لیکن اسلام کا مشاھدہ نہ خود کرسکے نہ دوسروں کو کرواسکے۔ مفکرِ اسلام علامہ اقبال نے فرمایا۔

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رسم اذاں رہ گئی روح بلالی نہ رہی

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

باجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ھو
روزے نفل نماز گزارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ھو
باجھوں قلب حضور نہ ہووے توڑے کڈھن سے زکاتاں ھو
باجھ فنا رب حاصل ناہیں باھوؒ نہ تاثیر جماعتاں ھو

اسلام کا منشاء کیا ہے؟ اسلام کا منشاء ومقصود حق الیقین کے مرتبے تک پہنچنا ہے اور اس مرتبہ تک رسائی دیدار الٰہی کے مشاھدے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (اپنے رب کی معرفت اس حد تک کرو کہ تمہیں حق الیقین ہوجائے۔ مرتبہ حق الیقین عشق

حقیقی سے ملتا ہے۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے ایمان خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رہوے باھوؒ ایمانوں دیاں دھروئی ہو

اس منشاء کی ابتداء مسجود ملائکہ حضرت آدمؑ سے ہوتی ہے اور تکمیل مظہر ذات خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنا بے حجاب دیدار کرا کے دوئی کو ختم فرما دیا اور الست انا و انت کا مطلب آپ کو عطا ہوا۔ یہی تحفہ دیدار آپؐ کے وسیلے سے آپ کی امت کو بھی نصیب ہوا۔ ارشاد ہوا "الصلوۃ معراج المومنین" کہ نماز مومنین کے لیے معراج (دیدار الٰہی کا ذریعہ) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت کا مقصد بیان فرماتے ہیں "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" آقا پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ آپؐ کے دور مبارک میں جب انسان اخلاقیات کی تکمیل کر کے مقام انسانیت کی انتہا پر پہنچ گیا۔ تو نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "لانبی بعدی" کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور ارشاد فرمایا "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جسکی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ یعنی جس طرح سورج سے روشنی حاصل کر کے ستارے منور ہو جاتے ہیں اور راہنمائی کرتے ہیں اسی طرح میرے صحابہ معرفت الٰہی حاصل کر کے دیدار الٰہی کے نور میں مستغرق ہو کر منور ہو چکے اور مخلوق کی راہنمائی کا ذریعہ (وسیلہ) بن چکے ہیں اسکا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا اور ولایت کا دروازہ کھل گیا کیونکہ وسیلہ کے بغیر خدا تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ اگر خدا جو لا محتاج ہے وہ اپنا پیغام ہم تک پہنچانے کے لیے انسان (انبیاء و مرسلین) کو وسیلہ بناتا ہے تو ہم جو بے بس بھی ہیں اور محتاج بھی ہیں انسان کامل کے وسیلہ کے بغیر کیسے اس کی ذات تک پہنچ سکتے ہیں۔ مفکر اسلام فرماتے ہیں۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں،

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
جس گت سوہنا راضی ہوندا اوہو گت سکھائی ہو
ہر دم یاد رکھے ہر ویلے آپ اٹھائی بہائی ہو
آپ سمجھ سمجھیرا باھوؒ آپے آپ بن جائی ہو

اس لیے ولی کامل ایک نبی کے فرائض سرانجام دینے لگا۔ حدیث پاک ہے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کہ میری امت کے علماء (حق) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یعنی ان کی وہی ذمہ داری ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کی تھی اور وہ یہ ہے "فذکرھم بایام اللہ" کہ مخلوق کو وہ دن یاد دلائیں جائیں جو اپنے خالق کے قرب وصال اور دیدار میں گذرے ہیں۔ حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

الست بربکم سنیا دل میرے جند قالو بلیٰ کوکیندی ہو
حب وطن کی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ہو
قہر پوی تیں تے راہزن دنیا توں تاں حق دا راہ مریندی ہو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھوؒ توڑے کر کر زاریاں روندی ہو

دیدار الٰہی میں اختلاف

دیدار الٰہی نبوت کے راستے تھا یا ولایت کے ذریعے ہر دور میں اس کا انکار کرنے والے ضرور پیدا ہوتے رہے اور انتہائی دکھ سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ دیدار الٰہی کا انکار کرنے والوں نے قرآن کو ہی ماخذ بنایا اور یوں وہ "یضل بہ کثیرا" کی عملی تفسیر بن گئے۔ دیدار الٰہی میں اختلاف کرنے والوں کو ہم دو گروہوں میں تقسیم کریں گے ایک وہ جو دیدار الٰہی کے امکان کا قائل ہی نہیں جیسے اہل بدعت (معتزلہ، خوارج اور مرجعہ وغیرھم) دوسرا وہ جو دیدار الٰہی کے امکان کو تو مانتا ہے لیکن اسنے رویت باری تعالیٰ کو فقط قیام قیامت سے مقید کر دیا۔

منکرین دیدار کے دلائل اور ان کے جوابات

منکرین کی ایک دلیل تو سورۃ الاعراف کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ "تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی نفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے "تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے" یہ نہیں فرمایا "میں ہرگز دکھائی نہیں دوں گا"۔ ان کی

دوسری دلیل یہ آیت ہے۔ "لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" آنکھیں اسکا احاطہ نہیں کرتی اور وہ آنکھوں کا احاطہ کرتا ہے (الانعام:۱۰۳)
اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس میں ادراک (احاطہ کرنا) کی نفی ہے نہ کہ رویت کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں کفار کے دیکھنے کی نفی ہے۔ ان کی تیسری دلیل یہ آیت ہے۔ "واذ قلتم یموسیٰ لن نو من لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذ تکم الصعقۃ وانتم تنظرون" (البقرہ ۵۵)
اور یاد کرو جب تم نے کہا! ہم تم پر اس وقت تک بھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں پس تم کو کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا اس حال میں کہ تم دیکھتے تھے۔
معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل کے اس مطالبہ کے سبب ان پر عذاب نازل نہ فرماتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لئے عذاب نازل نہیں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو محبت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور ایک امر محال کا سوال کیا تھا۔ عذاب اس لئے نازل فرمایا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور ہٹ دھری کا مظاہرہ کیا کہ وہ حالت کفر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنا دیدار نہیں کراتا۔

دیدارِ الٰہی کے امکان کے دلائل

اس پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اس کے دیدار کا سوال کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ الاعراف کی اسی آیت میں ہے "موسیٰ نے کہا اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا کہ میں تجھے دیکھوں"۔ (الاعراف:۱۴۳)
اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو کرنا اور دعا کرنا ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرما دیتے۔ اور دیدار کے امکان پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے ساتھ فرمایا۔
"ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی" البتہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر (میری تجلی کے باوجود) اپنی جگہ برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ (تفسیر کبیر)
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کو پہاڑ کے برقرار رہنے پر معلق کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ برقرار رہنا فی نفسہ ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔

دیدارِ الٰہی پر قرآنی آیات

وجوہ یومئذ ناضرۃ ○ الی ربھا ناظرۃ قیامت کے دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ (القیامہ:۲۲، ۲۳)
کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون (المطففین ۱۵) حق یہ ہے کہ وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محجوب ہوں گے۔
اس آیت سے صراحتاً تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قیامت کے دن منکرین دیدار اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے مگر اس سے اشارۃً ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اسی صورت میں یہ آیت کفار کے لئے حسرت اور محرومی کا موجب ہو گی کیونکہ اگر مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکتے تو کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ اس میں ہماری کیا تخصیص ہے مسلمان بھی تو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے۔ (تبیان القرآن)

اہلِ حق کا مذہب

یوں تو ہر مسلک اپنے آپ کو حق پر ہی سمجھتا ہے لیکن حق پر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ ذاتِ حق تعالیٰ کی معرفت بھی نصیب ہو۔ اس لیے اولیاء کاملین اور بزرگانِ دین دیدارِ الٰہی کو فقط آخرت کے ساتھ مقید نہیں کرتے بلکہ ان کا مذہب ہے کہ رویت (دیدار) ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے اس کے لیے شعاع بصری کا دکھائی دینے والے کو احاطہ کرنا اور دکھائی دینے والے کا دیکھنے والے کے مقابل ہونا شرط نہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ قوت آخرت کو ہی پیدا ہو گی بلکہ آج بھی دیدارِ الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ "ان اللہ علی کل شئی قدیر" کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے مگر افسوس، ہم طالب دنیا تو ہیں، طالب عقبیٰ بھی ہیں مگر طالب مولیٰ نہیں ہیں۔ بقول اقبالؒ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ راہ رو منزل ہی نہیں

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

پاٹا دامن ہویا پرانا کچرک سیوے درزی ھو
حال دا محرم کوئی نہ ملیا جو ملیا سو غرضی ھو
باجھ مربی کسے نہ لدھی گجھی رمز اندر دی ھو
اوسے راہ ول جائیے باھوؒ جس تھیں خلقت ڈردی ھو

اہلِ حق کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اس کی پہچان ہو، اس کے جمال و جلال کے جلوے آشکارہ ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔
حدیث قدسی ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف (تفسیر ابن عباسؓ)
ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میرا ارادہ ہوا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں اپنی پہچان کے لیے مخلوق کو پیدا کیا۔
تخلیق کا یہ عمل "کن" سے شروع ہوا۔ لفظ "کن" فرما کر اٹھارہ ہزار عالمین کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ تخلیق کے عمل سے گزر کر جب تمام ارواح اس کی بارگاہِ حسن میں صف آرا ہوئیں تو ارواحِ انسانی اس کے عشق میں مبتلا ہو گئیں اور اپنے عشق کا برملا اظہار بھی کر بیٹھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو آزمائش کے لیے دنیا کے کمرۂ امتحان میں بھیج دیا اور انتہائی شفقت و مہربانی سے یہ رعایت بھی عنایت فرما دی کہ اسے اپنی طرف بار بار متوجہ کرنے کے سامان مہیا فرما دیے۔ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی صورت میں اسے ہادی اور راہنما بھی

عطا فرمادیے تاکہ وہ اسے امتحان میں کامیابی کے گُر سکھاتے رہیں۔ قرآن پاک میں ہے "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہ ہم سب یہاں اللہ کے لیے آئے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ جانا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار انسان کو اپنی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثال کے طور پر قولہ تعالیٰ:۔ یا یھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا فملقیہ (الانشقاق ۶)
ترجمہ:۔ اے انسان! بے شک تو اللہ کی طرف کوشش کرنے والا ہے اور اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔
قولہ تعالیٰ:۔ ففروا الی اللہ (الذاریات ۵۰) ترجمہ:۔ پس دوڑو اللہ کی طرف۔
قولہ تعالیٰ:۔ اتصبرون و کان ربک بصیرا (الفرقان ۲۰) ترجمہ:۔ آیا تم صبر کیے بیٹھے ہو؟ اور تمہارا رب تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔
قولہ تعالیٰ:۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت ۶۹) ترجمہ:۔ جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔
قولہ تعالیٰ:۔ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا (الکہف ۱۱۰) ترجمہ:۔ جو شخص اپنے رب کا دیدار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ عمل صالح اختیار کرے۔
قیامِ قیامت سے پہلے دیدارِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید آئی۔
قولہ تعالیٰ:۔ اُولٰئک الذین کفروا بایٰتِ ربھم و لقاءہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا (الکہف ۱۰۵) ترجمہ:۔ جن لوگوں نے اپنے رب کی نشانیوں اور اس کے دیدار کا انکار کیا ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔ ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول قائم نہ کریں گے۔ (یعنی بغیر حساب کے ان کو جہنم رسید کیا جائے گا)۔
قولہ تعالیٰ:۔ قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ (الانعام ۳۱) ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو جھٹلایا۔
اللہ تعالیٰ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ (بنی اسرائیل ۷۲) ترجمہ:۔ جو شخص اس دنیا میں (اللہ تعالیٰ کے دیدار سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (دیدارِ الٰہی سے) اندھا رہے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا۔
و فی انفسکم افلا تبصرون (الذاریات ۲۱) ترجمہ:۔ اور میں تمہاری جان کے اندر ہوں کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟
قولہ تعالیٰ:۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (البقرہ ۱۱۵) ترجمہ:۔ اور مشرق اور مغرب اللہ کے لیے ہیں (مشرق و مغرب میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مظاہر ہیں) لہٰذا تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ (اس کی شان کے مطابق) نظر آئے گا۔
اس طرح کی دعوت و ترغیبات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بار بار اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ انسان چاہے تو اسے ازلی نورِ بصیرت میسر آسکتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مالک کا قرب و وصال، مشاہدہ و دیدار حاصل کرکے اپنا مقصدِ حیات پا سکتا ہے۔ صرف وہ نگاہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو انوارِ الٰہی کو جذب کر سکے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نگاہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

ایہہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آبِ حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ہو
مرن تھیں اگے مر رہے باھو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

دیدارِ الٰہی کے متعلق احادیث

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا۔ سنو تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تمہیں اسکو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ پس اگر تم کو قدرت ہو تو طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہونا۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن النسائی) حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

چڑھ چنا تے کر روشنائی، تارے ذکر کریندے تیرا ہو
تیرے جیہے چن کئی سے چڑھدے، سانوں سجناں باجھ ہنیرا ہو
جتھے چن اساڈا چڑھدا، اتھے قدر نہیں کجھ تیرا ہو
جس دے کارن اساں جنم گوایا باھو یار ملے ہک پھیرا ہو

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب کلام فرمائے گا اس شخص کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے رب کو دیکھنے سے رکاوٹ ہو۔ (بخاری و مسلم) یہ وہ آیات و احادیث ہیں جن میں دیدارِ الٰہی کا ثبوت ہے یا اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے البتہ وہ آیات و احادیث جن میں صراحتاً دیدارِ الٰہی کا ایک راستہ دکھایا گیا ہے علماء کرام نے تو انکو متشابہات قرار دیکر اپنی جان چھڑا لی اور دیدار کو فقط قیامِ قیامت سے مقید کرکے دنیا میں اس کے حصول کے تمام راستے ہی بند کردیے۔ حالانکہ شہید کی شہادت سے قبل بلکہ اسکے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اس دنیا میں ہی اسے دیدارِ الٰہی حاصل ہونے کا ثبوت موجود ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر وہ کیا دیکھے؟

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

ب ت پڑھ کے فاضل ہوئے، اک حرف نہ پڑھیا کسے ہو
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدھا، جاں پڑھیا کجھ تھیے ہو
چوداں طبق کرن روشنائی، انھیاں کجھ نہ دسے ہو
باجھ وصال اللہ دے باھوؒ سبھ کہانیاں قصے ہو

جہاں تک مشائخ کی بات ہے تو وہ کسی نہ کسی مصلحت کا شکار رہے اور کوئی طالب مولیٰ اگر دیدار الٰہی کا سوال کرتا تو اسے یہ کہہ کرٹال دیا جاتا کہ یہ خاص لوگوں کی بات ہے عام لوگوں کو نہیں بتائی جاسکتی اور اگر طالب زیادہ اصرار کرتا تو اسے ورد، وظیفوں اور چلوں کے جھنجھٹ میں ڈال کر اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈال دیا جاتا اور یوں طالب اپنے پیر کی اندھی تقلید میں اپنا وقت برباد کرتا رہتا۔

وظیفوں ، ورد ، چلوں سے اگر حاصل خدا ہوتا
انگلیوں سے حل ہوتا تو شوہر کب روا ہوتا

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

پیر ملیاں جے پیڑ نہ جاوے، اس نوں پیر کی دھرناں ہو
مرشد ملیاں ارشاد نہ من نوں، اوہ مرشد کی کرناں ہو
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پھڑناں ہو
جے سر دتیاں حق حاصل ہووے باھوؒ اس موتوں کی ڈرناں ہو

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ مجموعی طور پر اسلام کی کشش ختم ہوگئی اور اسکے پیغام میں جو عالمگیریت تھی وہ مجروح ہوگئی۔ دشمنانِ اسلام کو عالمی سطح پر اسلام کا امیج خراب کرنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور اسلام کو ایک خشک، تعصب پسند، متشدد مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر دیا جسکی وجہ سے مسلم مفکرین دفاعی پوزیشن میں آنے پر مجبور ہوئے اور اب حال یہ ہے کہ تفرقہ بازی اور گروہ بندی کی وجہ سے اسلام کا دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ میرِ کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون، کیا ہویا اس پڑھیاں ہو
ہرگز مکھن مول نہ آوے، پھٹے دودھ دے کڑھیاں ہو
آکھ چنڈورا ہتھ کیہ آیاای، ایہیں انگوری چھیاں ہو
اک دل خستہ رکھیں راضی باھوؒ لکھیں عبادت وریاں ہو

(ابیاتِ باھوؒ، العارفین پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۷ء)

اسلام کی وہ کونسی خوبی ہے جو ایک مسلمان کو تو نصیب ہوسکتی ہے لیکن کافر کو نہیں ہوتی چاہے وہ کتنے ہی اعلیٰ اخلاق کا مالک کیوں نہ ہو؟ یعنی مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی کونسی چیز ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الفرق بین الکافر و المسلم الصلوٰۃ" مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے جو حدیث کے مطابق دیدار الٰہی کا ذریعہ ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ادائے ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

حضور سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

اندر وچ نماز اساڈی ، ہکسے جا نتیوے ہو
نال قیام رکوع سجودے ، کر تکرار پڑھیوے ہو
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑیا ، ایہہ دم مرے نہ جیوے ہو
سچا راہ محمدؐ والا باھوؒ جیں وچ رب لبھیوے ہو

یعنی دیدار الٰہی ہی اسلام کی وہ خوبی ہے جو آقا پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتے ہوئے ایک مسلمان کو نصیب ہوتی ہے۔

سلطان العارفینؒ اور دیدار الٰہی

یوں تو ہر ولی کامل کی تعلیمات کا مقصود ذاتِ باری تعالیٰ اور انکی تربیت کا منتہی قرب و وصال اور دیدار الٰہی ہے لیکن جس انداز سے عارفوں کے شہنشاہ، واصلوں کے ہادی، مقربوں کے امام اور فقر کے سلطان بجم حضرت سخی سلطان باھوؒ نے دیدار الٰہی کو کھل کر بیان کیا ہے یہ صرف آپ کا ہی خاصہ ہے۔ اس معاملے میں آپ کا مرتبہ و شان وہم و گمان سے باہر ہے۔ "رسالہ روحی شریف" آپ فرماتے ہیں

دست بیعت کرد ما را مصطفےٰ
خواندہ است فرزند ما را مصطفےٰ
شد اجازت باھو را از مصطفےٰ
خلق را تلقین بکن بہر خدا

ترجمہ:۔ مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ میں خلقِ خدا کو تلقین کروں۔

''امیر الکونین'' نامی اپنی ایک کتاب میں آپؒ فرماتے ہیں ''اے عزیز واضح ہو کہ سچائی سے نجات اور جھوٹ سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے اس لیے فقیر باھو جو کچھ کہتا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہے۔ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، جس روز اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا فرمایا اور مجھے ازلی قوت سے تخلیق کیا، اسی روز سے اپنے کرم اور فیض سے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا، اس دن سے لیکر آج تک ہر دم، ہر ساعت، ہر لحظہ اور ہر لمحہ میں دیدارِ الٰہی میں مستغرق ہوں، اگرچہ دنیا میں عوام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں لیکن باطن میں مشرف بدیدار رہتا ہوں، قبر میں بھی محوِ دیدار رہوں گا، قیامت اور بہشت میں بھی مشرف بدیدار رہوں گا۔'' جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''خلقت السادات من صلبی و خلقت العلماء من صدری و خلقت الفقراء من نور اللہ تعالیٰ'' ترجمہ:۔ سادات میری صلب سے پیدا کیے گئے ہیں، علماء میرے سینے سے پیدا کیے گئے ہیں اور فقراء اللہ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' ''میں علمِ دیدارِ الٰہی کا عالم ہوں، مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔ مجھے علمِ دیدار کے سوا اور کوئی علم، ذکر، فکر اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ میں پڑھتا ہوں اور نہ ہی کرتا ہوں کیونکہ تمام علوم علمِ دیدار کی خاطر ہیں جو مجھے حاصل ہے۔''

آپؒ اپنی کتاب ''نور الھدیٰ'' میں فرماتے ہیں ''مرتبۂ دیدار اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دنیا و آخرت میں اسے عطا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ اور جو شخص یہاں دیدارِ حق سے اندھا رہ گیا وہ آخرت میں بھی دیدارِ حق سے اندھا رہے گا۔ (بنی اسرائیل ۷۲)

اگر تیرے پاس آنکھیں ہیں تو جی بھر کے دیدارِ الٰہی کر، اگر تو پہنچ سکتا ہے تو معرفتِ الٰہی تک پہنچ۔ ہر عمل، ہر طاعت، ہر علم، ہر مطالعہ، ہر ثواب اور ہر بندگی دیدارِ الٰہی کی خاطر ہے۔ اہلِ دیدار کو دیدارِ الٰہی کے سوا کسی اور طرف دھیان دینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جو شخص دیدارِ الٰہی کا منکر ہے وہ امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خارج ہے اور اس کے نصیب میں خواری ہے۔'' آپؒ فارسی ابیات میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ ''صاحبِ بصیرت لوگ بہشت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ انکی نگاہ دیدارِ الٰہی پر لگی رہتی ہے۔''

''تصورِ اسم اللہ ذات نے میرا دل زندہ کر رکھا ہے اس لیے میں ہر وقت محوِ دیدار رہتا ہوں''۔

''میں تو پیدا ہی دیدار کے لیے ہوا ہوں اس لیے میری غذا اور میری قسمت ہی دیدارِ الٰہی ہے''۔

''مجھے تو دم بدم انوار دیدار حاصل ہیں لیکن بت پرست، مشرک دیدارِ الٰہی کے منکر رہتے ہیں''۔

حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ اللہ کی عبادت کس غرض سے کرتی ہیں؟ جہنم کے خوف میں یا امیدِ بہشت میں؟ انہوں جواب میں التجا کی ''خداوندا!! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جلا دے، اگر میں تیری عبادت امیدِ بہشت میں کرتی ہوں تو مجھ پر بہشت حرام کر دے اور اگر میں تیری عبادت محض تیری طلب میں کرتی ہوں تو مجھ پر اپنا دیدار و جمال بند نہ کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار سے انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں

''جب موسیٰ (علیہ السلام) کے دل میں دیدارِ الٰہی کی طلب پیدا ہوئی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا ''الٰہی میرے سامنے آ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے موسیٰ! یہ سوال کر کے تم میری بارگاہ میں گستاخی کی کیونکہ میرا وعدہ تھا کہ جب تک میرے محبوب آخر الزمان پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انکی امت کے فقیر میرا دیدار نہیں کر لیں گے کوئی میرا دیدار نہیں کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ انبیاء و مرسلین آقا پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے کی دعا مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کنتم خیر امۃ'' (آل عمران ۱۱۰) کہ تم بہترین امت ہو تمام امتوں سے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امتی کا مقام نبوت و رسالت سے بڑھ گیا ہے بلکہ نبی یا رسول کا ہر عمل طالب کی رہنمائی کے لیے ہوتا ہے۔ اس گتھی کو سلطان صاحب حقیقت کو کھولتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ''میرے دوست! ''رب ارنی'' اور ''لن ترانی'' کے سوال و جواب کو چھوڑ آگے بڑھ کر پردہ اٹھا دے، بھلا کل کے وعدے سے تیرا کیا واسطہ؟ (جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے) سب سے پہلے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں تمام انبیاء دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے۔ آپؒ فرماتے ہیں تمام عالم تین قسم کے افراد پر مشتمل ہے، (۱) اہلِ دنیا جو دنیا کی خبر دیتے ہیں، (۲) علماء اہلِ عقبیٰ جو لذات حور قصور و میوہ جات بہشت کی خبر دیتے ہیں اور (۳) اہلِ فقر فقراء جو اللہ تعالیٰ کی خبر دیتے ہیں۔'' بلکہ آپؒ نے روزِ محشر کا ایک تصوراتی منظر پیش کیا۔ آپؒ فرماتے ہیں ''جب صبح ہوتی ہے اور موذن اذان دیتا ہے تو گویا صورِ اسرافیل پھونک دیا گیا ہے اور روزِ محشر برپا ہو گیا ہے۔ اہلِ دنیا کو آتشِ دوزخ (دنیاداری) کی طرف لے جایا جا رہا ہے کہ وہ حرص و ہوائے نفسانی اور معصیتِ شیطانی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اہلِ علم کو بہشت کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور اہلِ فقر کو دیدارِ الٰہی کے لیے استادہ کر دیا گیا ہے کہ وہ مرد فرد ذکر وحدانیت میں غرق ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ ''واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ''

ترجمہ:۔ آپ ان لوگوں میں رہا کریں جو اپنے رب کے دیدار کی طلب میں رات دن ذکر اللہ میں غرق رہتے ہیں (الکھف ۲۸)

آپؒ طالب مولیٰ کی راہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

طالب از مرشد، طلب دیدار کن
دل شود بیدار، دیدہ واز کن

ترجمہ:۔ اے طالب آنکھیں کھول اور مرشد سے دیدارِ الٰہی طلب کر کہ اس طرح دل بیدار رہتا ہے۔''

پھر کامل مرشد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''جو مرشد صاحبِ حضور ہے اور ہر وقت دیدارِ الٰہی سے مشرف رہتا ہے اسے طالبانِ مولیٰ کو حضوری میں پہنچانا اور دیدارِ الٰہی سے مشرف کرنا کونسا مشکل و دشوار کام ہے؟''

مرشدِ ناقص کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ناقص مرشد طالب کو خلوت میں بٹھا کر ریاضت چلہ کرواتا ہے لیکن کامل مرشد تصورِ اسم اللہ ذات کی حاضرات کے ذریعے طالب اللہ کے وجود کے ساتوں اندام کو سر سے پاؤں تک اس طرح پاک کر دیتا ہے کہ اسے زندگی بھر مجاہدہ و ریاضت کی حاجت نہیں رہتی اور وہ مشاہدہ و حضوری و دیدار میں اس طرح غرق ہو جاتا ہے

کہ دونوں جہان کی خواہشات سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو ایک ہی توجہ سے قربِ حضور میں پہنچا دے۔ جس مرشد میں یہ وصف نہیں وہ احمق و حماقت شعار ہے اور معرفتِ دیدار سے بے خبر ہے۔" آپؒ مزید فرماتے ہیں

هر که می بیند نماید او ترا
ایں مرشدے توفیق دارد از خدا

ترجمہ:۔ جو مرشد خود صاحبِ دیدار ہو گا وہی تجھے دیدار کرا سکتا ہے کیونکہ بارگاہِ خدا سے اسے ہی دیدار کرانے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔"

ایک جگہ آپؒ فرماتے ہیں "میں نے سیر فی اللہ کر کے خود اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے، اس کی تحقیق بھی کی ہے اور تصدیق بھی۔ اس بارے میں ہر سوال کا مفصل جواب قرآن و حدیث سے دے سکتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے دیدارِ الٰہی طلب کرے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کی توحید میں غرق کر کے باخدا کر دوں گا۔ اگر اولیاء اللہ کو دیدارِ الٰہی کے یہ مراتب حاصل نہ ہوتے تو کوئی بھی دیدارِ الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔" لذتِ دیدار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

به زهر لذت بود لذت لقاء
لذت دنیا چه باشد بے بقاء

ترجمہ:۔ "تمام لذات سے بہتر لذتِ دیدار ہے، اس کے مقابلے میں لذتِ دنیا کی وقعت ہی کیا ہے کہ وہ تو بے بقا ہے"

پھر آپؒ طالبِ مولیٰ کو ایک دعا کی راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"الٰہی مجھے لذتِ دیدار سے مشرف فرما دے کہ یہ بہترین انعام ہے۔ لوگ اس سے ڈرتے ہیں لیکن میں اس کا طالب ہوں۔ میں طلبِ دیدار میں تیری طرف متوجہ ہوں، الٰہی تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں تیرے روبرو ہوں۔ جو تجھے دیکھ لیتا ہے وہ تیری معرفت اور توحید و وصال سے مشرف ہو کر لازوال ہو جاتا ہے۔" (نور الہدیٰ ص ۴۱، العارفین پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء)

ایک جگہ فرمایا "میں اسے کیوں چھپاؤں جو لازوال ہے اور تجلیاتِ انوار کی صورت میں ہر دم اپنا وصال عطا کرتا رہتا ہے؟ میں اسے پوشیدہ کیوں رکھوں جو دائم باقی ہے اور اپنے لقاء و دیدار کے جلوے بخشتا رہتا ہے؟ میں اسے گمنام کیوں کہوں کہ جس کے بے شمار نام ہیں اور ہر نام سے دل کو ایک معتبر زندگی نصیب ہوتی ہے۔ پس اس کا دیدار کرنا روا ہے۔"

دیدارِ الٰہی کے طریقے

آپؒ فرماتے ہیں "قرآن و حدیث کی رو سے رویت و دیدارِ پروردگار تین طریق سے درست و روا ہے۔ (۱) رویت و دیدارِ خدا خواب میں روا ہے، وہ خواب کہ جو اللہ تعالیٰ کے بلا حجاب قرب کے لیے خلوت خانہ کی مثل ہوتا ہے۔ (۲) دیدارِ الٰہی مراقبے میں روا ہے، وہ مراقبہ کہ جو موت کی مثل ہو اور صاحبِ مراقبہ کو حضورِ مولیٰ میں پہنچا دے۔ (۳) سر کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی کرنا روا ہے، ایسے کہ جسم اس جہان میں ہو اور جان لاہوت لامکان میں۔ دیدارِ الٰہی کے ان عظیم مراتب کا فیض و فضل مرشدِ کامل سے حاصل ہوتا ہے۔"

تینوں طریقوں سے دیدارِ الٰہی صرف تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "فرمانِ حق تعالیٰ ہے "اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح (النور ۳۵) ترجمہ:۔ اللّٰہ (اسم اللہ ذات) نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا، اس کے نور کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک طاق ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہے۔" بعض عارفوں کو تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے انوارِ محبت و معرفت کا مشاہدہ خواب میں نصیب ہوتا ہے اور وہ عین بعین دیدارِ الٰہی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ رات دن خواب دیکھا کریں کہ ان کے خواب عین عبادت و ثواب ہوتے ہیں اور نوم العروس کی طرح ان کے خواب غفلت و ظلمت کا پردہ چاک کرنے والے ہوتے ہیں۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔ "میری آنکھ تو سوتی ہے مگر میرا دل جاگتا رہتا ہے"۔ بعض عارفوں کو تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے انوارِ محبت و معرفت کا مشاہدہ اور دیدارِ الٰہی کا شرف مراقبے میں حاصل ہوتا ہے۔ ایسا مراقبہ ظاہر میں چشم پوشی اور باطن میں خون جگر نوشی ہوتا ہے کہ اس میں عین بعین دیدارِ الٰہی ہوتا ہے۔ ایسے صاحبِ مراقبہ کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ مراقبہ میں رہے اور اپنا سر مراقبہ سے ہرگز نہ اٹھائے کہ اس کا مراقبہ بالیقین باعتبار محرمِ اسرارِ پروردگار ہوتا ہے۔ بعض عارفوں کو تصورِ اسم "اللّٰہ" کے ذریعے انوارِ معرفت و محبت و معراج کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ ایسا عارف ساکنِ لاہوت لامکان ہو کر اس قدر صاحبِ توفیق و تحقیق مستِ دیدار ہوتا ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی ہر نعمت اس کی نظر میں بے وقعت و خوار ہوتی ہے۔ (یہ آخری مرتبہ ہے جو درویش کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔ دوسرے سالکین جو باتیں خواب یا مراقبے میں دیکھتے ہیں وہ یہ ساری باتیں ظاہری آنکھوں سے اپنی روزمرہ زندگی میں دیکھتا ہے۔ کارگاہِ حیات میں ہر ایک پر حکمت تصرف اس کے سامنے ہوتا ہے اور خرد و وجدان دونوں اس کے گواہ ہوتے ہیں کیونکہ اب جو علم آ رہا ہوتا ہے وہ اگلی رسائی سے بھی بلند ہوتا ہے اس لیے ان کی کارگزاری صرف تصدیق یا گواہی تک رہ جاتی ہے۔ "سید امیر خان نیازی") بعض عارفوں کو جب تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے محبت و مشاہدہ نصیب ہوتا ہے تو ان کی چشمِ سر کھل جاتی ہے اور وہ مشرفِ دیدار ہو کر اہلِ راز بن جاتے ہیں۔ ایسا عارف دنیا میں لامحتاج و بے نیاز ہوتا ہے۔

هر که می خواهد به دیدار خدا
مرده شد در زندگانی مطلقا

ترجمہ:۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے دیدارِ خدا نصیب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ جیتے جی مر جائے۔ حدیث:۔ "موتوا قبل ان تموتوا" کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ"

مرنے سے پہلے مرنے کا یہ مرتبہ اسلام کے پہلے رکن کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں، "جب طالب کہتا ہے " لا الہ " تو وہ مرتبہ موت پر پہنچ جاتا ہے اور باطنی طور پر مر کر موت اور روحانیت کے احوال سے واقف ہو جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ بعض روحانی مقامِ علیین میں ہیں اور انوارِ بہشت کے گلشنِ بہار سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور بعض مقامِ سجین میں نارِ جہنم سے معذب ہو رہے ہیں۔ جب طالب کہتا ہے "الا اللہ" تو "موتوا قبل ان تموتوا" کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے جہاں موت اسے حیات دکھائی دیتی ہے اور وہ موت کے بعد کی زندگی پا کر قیامت کے میدانِ حشر میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں اپنے اعمال نامے کے حساب سے فارغ ہوتا ہے اور پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل ہو جاتا ہے جہاں وہ اپنے معبود کے سامنے پانچ سو سال تک رکوع میں اور پانچ سو سال تک سجود میں رہتا ہے اور جب وہ کہتا ہے "محمد رسول اللّٰہ" تو شراباً طہورا کا جام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے پیتا ہے اور مشرفِ دیدار ہو کر رب العالمین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ جو شخص خواب یا مراقبے

یا بیداری کی حالت میں حضوری کے اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر و توجہ سے کلمہ طیب کو اس کی کنہ سے پڑھ لیتا ہے تو وہ کل و جز کے اوّل و آخر اور ظاہر و باطن کی حقیقت کی تحقیق کر لیتا ہے جس سے کلمہ طیب پر اس کا اعتبار و یقین پختہ ہو جاتا ہے۔"

ما سوی اللہ ز دلِ خود دور کن
دل بہ وحدتِ عشقِ حق پُر نور کن
مردہ تن دل زندہ گشتہ جانِ من
زسرِّ ہمہ شد تجلّی جانِ من
دیدۂ دل بہ بود دیدار بین
طرفہ زد جلوہ شود حق الیقین

ترجمہ: "اپنے دل کو طلب الٰہی کے سوا ہر طلب سے پاک کر کے عشقِ وحدتِ حق کے نور سے روشن کر لے۔" (جب تو ایسا کرے گا تو) اے جانِ من! تیرا تن مر جائے گا لیکن دل زندہ ہو جائے گا اور تو سراپا تجلی بن جائے گا۔" "تیری چشمِ دل روشن ہو کر دیدار بین ہو جائے گی اور تو پل بھر میں حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائے گا۔" ایک جگہ فرمایا "یاد رہے کہ بندے اور رب کے درمیان کوئی پتھر، پہاڑ یا دیوار کا پردہ نہیں ہے۔ جو دل نگاہِ رحمتِ الٰہی سے بیدار ہو جاتا ہے اس کے سامنے سے سارے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور چشمِ عیاں سے پورے یقین و اعتبار کے ساتھ دیدارِ الٰہی کرتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان سالہا سال کی مسافت کا حجاب نہیں ہے۔ جو شخص اپنی خودی کا پردہ ہٹا دیتا ہے وہ ایک ہی دم میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ دیدارِ الٰہی کی یہ عطا اور بخشش مرشدِ کامل قادری سے حاصل ہوتی ہے۔"

آخری بات

حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ دیدارِ الٰہی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جہاں دیدار ہے وہاں جان ہے نہ جسم، اسم ہے نہ رسم رسوم بلکہ وہ فنا فی اللہ کا مقامِ لامکان ہے جہاں حی قیوم ذاتِ حق کا نوری نور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مکان سے تشبیہ دینا موجبِ شرک و کفر ہے۔ بعض احمق و جھوٹے بدعتی، اہلِ سنت و جماعت کے مخالف، لافزن و بد آثار، دل کے اندھے جب تصور اسم اللہ ذات کے بغیر مراقبہ کرتے ہیں تو آسیبِ شیطانی سے رجعت کھا کر خوار ہوتے ہیں اور نارِ جنونیت کی روشنی کو دیکھ کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ انہیں دنیا و آخرت میں دیدارِ خداوندی حاصل ہو گیا ہے۔ ایسے بدعتی گروہ پر اعتبار نہ کیا جائے بلکہ ان کی لافزنی پر ہزار بار استغفار کیا جائے۔ جب کوئی زندگی ہار کے جیتے جی مر جاتا ہے تو اسے دیدارِ الٰہی کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ اہل اللہ ہمیشہ اسی طریق سے باطن میں دیدارِ الٰہی کرتے ہیں۔ ظاہری آنکھوں میں یہ طاقت نہیں کہ دیدارِ پروردگار کر سکیں لیکن جب تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے ظاہری وجود رازِ الٰہی میں دائمی طور پر غرق ہو کر دائمی نماز میں مشغول ہو جاتا ہے تو اسے بالعیان دیدار کرنا مشکل نہیں ہوتا۔"

دیدہ از دیدار می گردد یقین
ہر کرا باور نہ شد اہل از لعین

ترجمہ: "آنکھ کو دیدار ہی سے یقین نصیب ہوتا ہے جو اس بات کو نہ مانے وہ پکا لعین ہے۔"

یاد رکھیں! تصور اسم اللہ ذات صرف مرشد کامل سے ہی نصیب ہوتا ہے ورنہ ہر کتاب، ہر صفحہ اور ہر سطر میں اللہ تعالیٰ کا نام موجود ہوتا ہے لیکن اس سے آج تک کوئی دیدارِ الٰہی تک نہیں پہنچا۔ حضور سلطان صاحب فرماتے ہیں: "جو فقیر مکمل طور پر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ مرشد کامل ہوتا ہے۔ ایسا مرشد کامل طالب صادق کو پہلے ہی روز علمِ دیدار کا سبق دیتا ہے اور علمِ دیدار کی تاثیر سے اس کا دل زندہ کر دیتا ہے۔" الغرض "جو اس کا دیدار کر لیتا ہے وہ کامل و مکمل ہو جاتا ہے اور دنیا و عقبیٰ اس کے نزدیک غلام کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ

از ہر مراتب لذتِ دیدار بہ
رخصتِ دیدار دادی، طاقتِ دیدار دہ

ترجمہ: ہر مرتبے سے دیدار کی لذت بڑھ کر ہے۔ الٰہی! تو نے رخصتِ دیدار عطا کی ہے تو طاقتِ دیدار بھی عطا فرما دے۔

اگر بیائی در باز است و اگر نیائی اللہ بے نیاز است

ترجمہ: اگر تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔"

☆☆☆☆

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سلیم محمود سلیم (وفاقی سیکریٹری، وزارت بہبود خواتین، حکومت پاکستان)

من آنم کہ من دانم، اس صوفیانہ شعر کے مصداق جس طرح اولیائے کرام کی صحبت صالح میں گزرا ہوا ایک زمانہ صد سالہ طاعت بے ریاء سے بہتر گردانا گیا ہے بعینہ اخلاق حمیدہ سے متصف ایک کتاب کے مطالعہ سے بھی اخلاقی و روحانی اصلاح و تربیت کی خوشبو انسانی کردار سازی، اقوال و اعمال میں سرایت کرتی ہے۔ جس سے ایک قاری کی شخصیت میں یقیناً ایک مثبت تناسب و توازن پیدا ہوتا ہے۔

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے   جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

اس تناظر میں زیر نظر تراجم پر مبنی کتاب کا تحفہ میرے لئے ایک بہترین سوغات ہے جو بیکر رشد و ہدایت، سرمایہ تبلیغ و ارشاد و دین حنیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ خطۂ شورکوٹ کی اعلیٰ و ارفع روحانی شخصیت کی تعلیمات کی کماحقہٗ احاطہ کرتی ہے۔ انہوں نے واردات غیبی اور فتوحات لاریبی میں دل و جان سے مصروف ہونے کی وجہ سے علوم مروجہ اور متداولہ کے زیور سے باقاعدہ آراستہ تو نہیں کیا البتہ علوم باطنی میں نہ صرف ید طولیٰ حاصل کیا بلکہ شریعت اسلامی کو تاحیات اپنا پیشوا اور راہبر بنایا۔

انہوں نے طالبان حق کو بالخصوص عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی ہے یعنی 1- گمنامی و خمول 2- ترک دنیا 3- پابندی شریعت محمدی بقول آپ کے "میں علم دیدار الٰہی کا عالم ہوں مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے مجھے علم دیدار کے ماسوا کوئی علم، ذکر فکر اور مراقبہ معلوم نہیں۔" ان کا علم دیدار الٰہی پر مبنی تھا آپ سلسلہ سروری قادری سے منسلک تھے آپ کی روحانی تبلیغ و ارشاد و ہدایت، رنج ریاضت، چلہ کشی، حبس دم سلک سلوک اور فکر و ذکر کی ظاہری صعوبتوں سے مبرا ہے۔ ظاہری جبہ و دستار، درویشانہ لباس رنگ و ڈھنگ سے عاری ہے۔ بنیادی طور پر آپ نے اپنی ہر کتاب کی تصنیف طالبان دنیا و عقبیٰ سے ماورا طالبان مولیٰ کی تعلیم و تربیت کے پیش نظر کی ہے وہ بیشک عارفوں کے سر منزل ہیں اور شریعت نبوی پر نہایت پختہ کاری کیساتھ گامزن ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں کہ میری ہر تصنیف کا ہر فقرہ بارگاہ خداوندی کا الہامی پیغام ہے اس سے منکر دراصل قرآن و حدیث کا منکر ہے۔ ان کے نزدیک قرآن و احادیث کے معانی و مفاہیم مختلف ہیں جو عارف ولی اللہ فقیر بیان کرتے ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات رشد و ہدایت کا مرکزی نقطہ طالبان مولیٰ کی اصلاح و تربیت اور قرب و دیدار الٰہی کی ہمہ وقت آرزو ہے تاکہ تمام تا آنکہ ان کے دلوں سے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور قرب و دیدار الٰہی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پرہیزگار عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے گروہی نظر و حیات و عقائد اپنے اذہان سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتب کے اصل متن میں ایک عجیب سی لذت و سرور احساس ہوتا ہے۔ ان کی کتب کے تراجم میں وہ روح مفقود ہوتی ہے۔ بقول مصنف:

عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ھو

آپ کی تمام تصنیفات کا لب لباب طالبان دنیا، طالبان عقبیٰ اور طالبان مولیٰ کے معاملات کا پرچار ہے۔ آپ کی نظر میں خواص یعنی انبیاء اولیاء ہیں طالبان مولیٰ ہیں اور عوام طالبان دنیا میں آپ کی نظر میں فقراء کی چار اقسام ہیں۔ اول جیسے حضرت خضر علیہ السلام کا ظاہر پریشان مگر باطن کا آراستہ ہے دوم حضرت موسیٰ جن کا ظاہر آراستہ مگر باطن پریشان تھا اور سوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے ظاہر و باطن دونوں آراستہ تھے اور چہارم وہ فقیر جن کا ظاہر و باطن پریشان تھا جیسے بلعم باعور ان کی تعلیمات کے چیدہ چیدہ نکات یہ ہیں۔ اسم ذات مومنوں کا ایسا دوست ہے جو انہیں بشریت کے اندھیروں سے نکال کر انوار الٰہی سے روشناس کراتا ہے۔ وہما الحیاۃ فی الدنیا الخ کا ترجمہ صادر فرمایا ہے کہ "الٰہی ہمیں دنیا میں بھی اپنے قرب و دیدار سے مشرف فرما اور ہجر و فراق کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کی تعلیم یوں دی کہ "میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنے قرب و وصال سے متمتع ہونے کیلئے پیدا کیا ہے۔" الم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ وہ کتاب جس میں کسی قسم کا تمیز و زین نہیں ہے یہ کتاب ہدایت مہیا کرتی ہے جو عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مطلب ہے "الٰہی ہم تیرے قرب و دیدار کے طالب ہیں اس لئے ہمیں وہ بینائی عطا فرما کہ جس سے ہم تجھے دیکھ سکیں۔" سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کا طرز تحریر قرآن کے بالکل ہے۔ لہٰذا یہ تمام کتب الہامی پیغام رکھتی ہیں مثلاً لا دین لمن لا شیخ لہ کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے کہ "جس کا مرشد نہ ہو وہ قرب الٰہی نہیں پا سکتا" اسم اللہ ذات کے ورد سے طالب مولیٰ ایک ہی جست میں لاھوت لامکان تک رسائی پا جاتا ہے اور دیدار الٰہی سے مشرف دائمی حضوری محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیفات میں اہل درجات اور اہل ذات کے مقابلہ و موازنہ سے مقصود طالبان مولیٰ کو آگے بڑھنے کی ترغیب و تاکید کا سبق دیا ہے۔ توحید، تجرید، تفرید، مجاہدہ، مشاہدہ، ذکر فکر، مکاشفہ کا مقصد دل کو زندہ کرنا ہے۔ تصور اسم ذات سے ناآشنائی، دیدار الٰہی اور معرفت الٰہی سے محرومی ہے جو قادری سروری طریقہ کے علاوہ ممکن نہیں اسم ذات ہی کی بدولت حضرت بختیار کاکیؒ کو قرب و دیدار الٰہی سے ہمکنار کر کے ان کی چھتیس سالہ طاعت بے ریا کو بے وقعت کر دیا۔ بقول خاقانی

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی   کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

قادری طریقہ میں طالب اللہ کا پہلا سبق تصور اسم اللہ ذات ہے وہ روز اول ہی واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

نہ گردن خوش ایں خاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت

☆☆☆

ہر کہ ایں جائے لقائے حق نہ دید

صاحبزادہ میاں ضیاء الدین صاحب

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو (الممتحنہ پارہ ۲۷ آیت ۲۲) وہی اللہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

ھو اللہ ہے۔ ھو (عین ذات) کے سوا کوئی معبود نہیں۔

عربی زبان میں ھو اسم ضمیر ہے جو کسی شخصیت کی طرف راجع ہوتا ہے لیکن اسم ھو اسم ذات ہے اہل تحقیق اسم ھو کو اسم اعظم کہتے ہیں یہ صرف اسم ذات نہیں بلکہ عین ذات ہے فقر کی ابتداء اسم اللہ کا تصور و ذکر ہے۔ انتہائے فقر ذات جمال الٰہی کا اظہار صورت یا ھو ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ "**کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف**" جسکی وضاحت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔ کنت مرتبہ ھاھویت (ھو) ہے کنزاً مرتبہ یاھو حقیقت محمدیہ اور مخفیاً مرتبہ لاھوت ہے انسان کا مقصد حیات معرفت و لقائے الٰہی ہے جسکے بارے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

ہر کہ ایں جائے لقائے حق نہ دید
ہم چو حیوان بر زمین گاہ می چرید

جسے یہاں لقائے حق نصیب نہ ہو سکا وہ گویا حیوان ہے جو روئے زمین پر گھاس ہی چرتا رہا۔ فرمان الٰہی "**اولئک کالانعام بل ھم اضل**" وہ چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ حصول لقائے الٰہی کیلئے تاجدار فقر و رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا۔ وصال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خزانہ فقر اولیائے اکملین کی صورت میں جلوہ گر رہتے ہوئے طالبان حق کو وصال الٰہی کی نعمت لازوال عطا فرمائی۔ اسی سلسلہ جمال فقر کا ظہور ۱۰۳۹ ہجری کو حضرت سلطان العارفین حضرت محمد سلطان باھو کی صورت میں ہوا۔ بچپن کی کیفیت یہ تھی کہ کفار ہندو جسکی نظر آپ کے چہرہ فقر کو بے اختیار دیکھتی تو اسے نعمت اسلام نصیب ہو جاتی۔ جسکی وجہ خود حضرت سلطان محمد باھو فرماتے ہیں۔

فقر را بر داشتم نظر از نبی
ہر کہ بیند روئے من گردد ولی

میں نے نبی علیہ السلام کی نگاہ کرم سے فقر کو پالیا ہے اب جو بھی میرے چہرے پر نظر ڈالتا ہے ولی اللہ بن جاتا ہے۔ جو نعمت فقر اخص ہستیوں کیلئے مخصوص تھی وہ حضرت حق سلطان محمد باھو کو عوام الناس کی تلقین کیلئے اجازت فرمائی گئی۔

شد اجازت باھو را از مصطفےٰ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

خلق خدا کو تلقین کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ اشاعت اسلام صرف تبلیغ سے نہیں درحقیقت تلقین کے ذریعے ہوئی کیونکہ تبلیغ کا تعلق زبان سے بولنے اور کانوں کے سننے سے ہے۔ جبکہ تلقین نگاہ سے کی جاتی ہے اور قلوب حب دنیا سے بیزار ہو کر معرفت الٰہی کی نعمت با عیان سے واصل ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

مرشدان را با نظر ناظر کنم
طالبان را با نظر وحدت کنم

(نور الہدیٰ)

میں اپنی توجہ سے مرشدوں کو صاحب نظر کر دیتا ہوں اور طالبوں کو وحدت حق میں پہنچا دیتا ہوں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت ناظروں پر رہتی ہے اور انہیں ناظر کا لقب اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ دیدار پروردگار سے مشرف ہوتے ہیں جو شخص اپنی خودی کا پردہ ہٹا دیتا ہے وہ ایک ہی دم میں دیدار الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے دیدار الٰہی کی یہ عطا اور بخشش مرشد کامل اکمل قادری سے حاصل ہوتی ہے۔ ۱۴۰ کتب ضخیم علم معرفت اور حصول فقر کیلئے رقم فرمائیں یہ کتب صرف علم قال نہیں ہیں بلکہ خود فرماتے ہیں۔

ہیچ تالیفے نہ در تصنیف ما
ہر سخن تصنیف ما را از خدا
علم از قرآن گرفتم وز حدیث
ہر کہ منکر میشود اہل از خبیث

میری تصنیف میں کسی قسم کی تالیف نہیں ہے بلکہ میری تصنیف کا ہر فقرہ خدا کا کلام ہے میں نے یہ کتاب قرآن و حدیث کے علم سے لکھی ہے اسلئے اسکا منکر کوئی خبیث ہی ہوگا۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ بداں که عارف کامل قادری بہر قدرت قادرو بہرمقام حاضر محو ھاھویت مطلق
عارف کامل قادری اللہ پاک کی قدرت سے ہر مقام پر حاضر ہے اور حضوری کی وجہ سے ھاھویت کے ھو میں محو و مستغرق ہے۔ یعنی حضرت سلطان العارفینؒ کو ھو (ذات باری تعالیٰ) میں مرتبہ بقائیت پر ماموریت وقدرت حاصل ہے۔ اور آپؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا در حقیقت حقیقت مائی و در معرفت یار مائی و در ھو صیر ورتِ سّرِ یاھو ہستی۔ کہ باھو حقیقت میں تو میری حقیقت (ھاھویت) ہے اور معرفت میں تو میرا یار ہے اور مقام ھو میں یاھو کا راز کھولنے والا ہے۔

دوسری جگہ آپؒ فرماتے ہیں کوئی پردہ باقی نہ رہا اور باھو یاھو بن گیا۔ یاھو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

ولی الآخرۃ خیر الک من الاولیٰ اور آپ کا ہر آنے والا لمحہ بہتر ہے پہلے سے جب حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار پہلی مرتبہ سرزمین عرب پر ہوا تو نبوت کے لباس میں فقر پہلی دفعہ اس کائنات کی زینت بنا۔ اور فقر لباس اللہ ہے اور اللہ راز یاھو ہے اور یاھو میں سرِ ھو یعنی کنز مخفی جلوہ گر ہے۔ جب حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس نبوت اتارا تو الفقر فخری ظاہر ہو گیا پھر فقر سے اللہ یعنی اسم اللہ ذات کا اظہار ہوا۔ تو مخلوق بالخصوص انسانیت لقائے الٰہی سے سیراب ہوئی۔ جب حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس فقر سے یاھو کا اظہار ہو گیا۔ اور یاھو باھو بن گیا۔ تو یہاں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت باھو سے ھو کا اظہار فرمائے گی۔

اندر ھو تے باہر ھو باھو کتھ لبھیندا ھو
ھو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا اھو
جتھے ھو کرے روشنائی چھوڑ ہنیرا ویندا ھو
میں قربان تنہاں توں باھوؒ جیہڑا ھو نوں صحیح کریندا ھو

اس بیت مبارک میں آپؒ فرما رہے ہیں باھو کے اندر بھی ھو (عین ذات) جلوہ گر ہے اور باہر بھی اظہار ھو (عین ذات) ہے۔ جسکی وجہ سے باھو نظر نہیں آتا یعنی باھو سے با کا پردہ اٹھ گیا اور باقی ھو بچ گیا۔ ھو مثل پارس ہے جو بھی اس سے مس ہوتا ہے خالص کندن بن جاتا۔ مزید فرمان مبارک ہے بہر کسے پرتو عنقائے ایشان افتاد نور مطلق ساختند یعنی جس شخص پر آپؒ کی نیم نگاہ کا سایہ پڑ گیا۔ اسکو نور مطلق بنا دیا۔ اس کائنات میں مرشدان حق تین قسم کے ہیں۔ (۱) کامل (۲) مکمل (۳) اکمل حضرت سلطان العارفینؒ صاحب فقر مرشد اکمل جنکی صورت مبارک سے عین ھو کا بلا حجاب ظہور ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

اکملم کامل مکمل جامع نور الھدیٰ
مالک الملکی مراتب فقر فی اللہ باخدا

میں کامل مکمل اکمل جامع نور الھدیٰ مرشد ہوں اور بلحاظ مراتب مالک الملکی فقیر فی اللہ باخدا ہوں۔ اگر کوئی طالب صادق ہے تو جلوہ مطلوب آج بھی عیاں ہے۔

طالب بیا از من طلب وحدت لقاء
تاشوی لائق حضوری مصطفیٰؐ

کاش اے طالب (تو ہوائے نفس اور لذات دنیا سے بیزار ہو کر) میرے پاس آ! لقائے وحدت حاصل کر اور میں تجھے حضوری مصطفیٰؐ کے لائق بنا دوں۔ حضرت سلطان العارفینؒ کا فیض فقر لم یزل ہے اور آپکی ذات (حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کل یوم ھو فی شان کی مظہر ہر روز نئی شان کے ساتھ اس کائنات میں جلوہ فرما ہے۔ آپؒ خود فرماتے ہیں۔
و دو روح دیگر اولیاء بحرمت یمن ایشان قیام دارین کہ میرے بعد دو ارواح قدسیہ (سلطان الفقر) اس کائنات میں جلوہ گر ہونگی۔ انکے قدم مبارک سے جہان قائم ہے۔ اور انکی نشانی کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی طرح لقائے الٰہی کا دروازہ کھولیں گی۔ اور جہان میں فقر عام ہوگا۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جسکا وہ راز اب آشکار ہوگا

تو معلوم ہوا جہاں حقیقت محمدیہ ہے وہاں وحدت لقائے الٰہی ہے۔

فنا فقر دا راہ سکھایا
نفس خلاف طریق چلایا
مضمون ہدایت کل پایا
غیرو دوئی دور جدائی
واہ پیر محمد رہبر بتائی
میں وچ میں نہ رہ گئی کائی

☆☆☆

اہل بیت رسولؐ
سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی نظر میں

محمد طاہر خان جدون

اورنگزیب عالمگیرؒ کے عہد میں حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی نگاہ پاک سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ اسلام کی حقانیت کو جس انداز سے آپ نے آشکارا کیا صحابہ کرام اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد اس کی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔

آپ نے بعض ایسے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا۔ جو جدید ترقی یافتہ سائنسی دور میں اسلام کی سچائی اور حقانیت کو واضح کرتے ہیں۔ تاریخ انسانیت میں بہت کم لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے ہر شعبۂ زندگی اور ہر میدان کے اندر مخلوق کی رہنمائی کی ہو۔ کسی نے آداب شریعت سکھائے کسی نے تزکیہ نفس کا سبق پڑھایا۔ کسی نے فنون حرب کے اندر نام کمایا اور کسی نے دنیا سے کٹ کر معاملات زندگی سے فرار اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہادیٔ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں آ کر ہر میدان (Field) میں انسانیت کی راہنمائی کی۔ بعینہٖ اس طرز پر حضرت سلطان العارفینؒ نے عہد عالمگیری میں امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا اور ضعیف و ناتواں مسلمان کو ایک مرتبہ پھر سے توحید پلا کر جہانبانی اور جہانگیری کے گر سکھا دیے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے گرتوں کو تھام لے ساقی

جس طرح آپ خود ایک مرشد کامل مکمل اکمل جامع نور الہدیٰ تھے اسی طرح آپ کی ہر تصنیف جامعیت کی حامل ہے۔ آپ کی کوئی تصنیف اٹھا کر دیکھ لیں اس میں شریعت، طریقت، ظاہر، باطن، معیشت، قانون، سائنس ہر شعبہ کیلئے راہنمائی موجود ہے۔

آج نفس اور شیطان کے آہنی پنجوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کیلئے آپ کی تصانیف ذریعہ نجات ہیں۔ دین اسلام کی عظیم عمارت جن بنیادوں پر قائم ہے اس کی پہلی اینٹ ایمان ہے۔ اور ایمان محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر انسان نہ ایماندار ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ سے واضح ہے کہ۔ لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے ساتھ اپنے ماں باپ اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

اس حدیث شریف کے تناظر میں حضرت سلطان العارفینؒ اپنی کتاب "محک الفقر" کے اندر فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کرے لیکن آپؐ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت نہ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ہیں اس کے علاوہ ازواج مطہراتؓ اور دیگر خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ بدرجہ ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ امتیازی شان واضح کی ہے جو آپ سے پہلے کسی نے بھی نہیں کی ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ خاندان نبوت نے ہی مجھ پر مہربانی فرمائی۔ آپ اپنے فارسی کلام میں اسکا ذکر جا بجا اپنی کتابوں کے اندر کرتے ہیں۔

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰؐ
فرزند خود خواندہ است مارا مجتبیٰؐ

مجھے حضور نبی پاک مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور مجھے اپنا فرزند فرمایا۔ آپ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ جب کسی کے اندر طلب صادق ہو تو وہ کسی بھی زمانہ کے اندر ہو کہیں بھی ہو حضور نبی انور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دستگیری فرماتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں، تمام زمانوں کے لئے رحمت ہیں اس لئے دلیل کے طور پر آپؒ اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ جب مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری دستگیری فرمائی اور مجھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح آپ اپنی کتاب امیر الکونین میں فرماتے ہیں۔

معرفت فقر است برمن خاتمہ
فرزند خود خواندہ است مارا فاطمہؓ

مجھ پر معرفت اور فقر کی انتہا ہو گئی ہے کیونکہ خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ نے مجھے اپنا نوری حضوری فرزند فرمایا۔ آپ یہاں اپنے مقام و مرتبہ سے آگاہ فرما رہے ہیں کہ مجھ پر فقر کی انتہا ہو گئی ہے۔

جائے کہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہبازِ لامکانم آنجا نہ جا مگس را

جس مقام پر میں پہنچا ہوں کسی کا امکان بھی نہیں ہے کیونکہ میں لامکانوں کا شہباز ہوں وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ آپؒ اپنے اتنے بلند مرتبے کو خاندان اہل بیت کی مہربانی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا بلند بالا مقام اگر نصیب ہوا ہے تو یہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزاہرہؓ کی شفقت کا نتیجہ ہے۔ کہ آپؓ نے مجھے باطن میں اپنا فرزند قرار دیا ہے۔ آپؒ اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا رہے ہیں کہ باطن میں اگر کسی پر بھی مہربانی ہوئی تو اس کا وسیلہ سیدہؓ ہیں اور اگر کسی کو کوئی مقام و مرتبہ نصیب ہو رہا ہے تو اسی دروازے سے ہو رہا ہے۔ کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزاہرہؓ کی شان بہت بلند ہے اور آپ فقر کی بادشاہ ہیں۔ اسی لئے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

مریمؑ از یک نسبت عیسیٰؑ عزیز
از سہ نسبت زہرہؓ عزیز
دختر آں رحمۃ للعالمین
آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدارِ ھل اتیٰ
مرتضیٰؓ مشکل کشا شیرِ خدا
مادر آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادر آں قافلہ سالارِ عشق

حضرت مریمؑ کا مقام اور مرتبہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کو کتنے اعزاز حاصل ہیں ایک تو آپ حضور رحمۃ اللعالمین (جو تمام انبیاء کرام کے امام ہیں) کی لخت جگر ہیں۔ دوسرا شہنشاہِ فقر حضرت علی المرتضیٰؓ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ تیسرا حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت سیدہ کا مقام وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے۔ حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے پہلی دفعہ آپ کے مقام سلطان الفقر کو آشکارا کیا۔ آپ اپنی مشہور زمانہ کتاب "رسالہ روحی شریف" کے اندر رقم طراز ہیں۔

ترجمہ: جان لے کہ جب نور احدی نے وحدت کے حجلۂ تنہائی سے نکل کر مقام کثرت میں ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جلوہ آرائی سے رونق افروز ہوا۔ اس کی شمع جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جلنے لگے اور اس نے "م" احمدی کا نقاب پہن کر صورت احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اختیار کی اور کثرت جذبات و ارادت سے خود پر سات مرتبہ جنبش فرمائی جس سے سات ارواح فقراء باصفا فنافی اللہ بقاباللہ صورت مغز بے پوست تصور ذات میں محو اور مشاہدۂ بحر جمال میں غرق آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل شجر "مرآۃ الیقین" پر پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ازل سے ابد تک ذات حق کے سوا کسی چیز کو دیکھا اور نہ اللہ کے سوا کبھی کچھ سنا۔ حریم کبریا میں وہ ہمیشہ وصال لازوال سے مشرف رہیں اور وصال کی اس حالت میں کبھی وہ نوری اجسام کے ساتھ تقدیس و تنزیہ میں کوشاں رہیں اور "کبھی قطرہ سمندر میں کبھی سمندر قطرہ میں" کا مصداق بن کر " اذا تم الفقر فھو اللہ " کی چادر اوڑھے رہیں۔ انہیں حیات ابدی حاصل ہے اور وہ "الفقر لا یحتاج الی ربہ ولا الی غیرہ" کے تاج عزت سے دائمی طور پر معزز و مکرم ہیں۔ وہ مشاہدہ جمال حق میں اس طرح مستغرق ہیں کہ انہیں پیدائش آدم علیہ السلام اور قیام قیامت کی بھی خبر نہیں۔ ان کا قدم جملہ اولیاء و غوث و قطب کے سر پر ہے۔ وہ اس شان سے یکتا با خدا ہیں اگر انہیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندہ خدا سمجھا جائے تو روا ہے۔ ان کی اس کیفیت کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اس کی جانکاری نصیب ہو جاتی ہے۔ ان کا مقام حریم کبریا ہے۔ وہ حق تعالیٰ سے سوائے حق کے کچھ نہیں مانگتے اور حقیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں مثلاً حور و قصور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ ایک تجلی کہ جس سے موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہ طور پاش پاش ہو گیا جذبات انوار ذات کی ویسی ستر ہزار تجلیات ان فقراء پر ہر لحظہ اور ہر پل وارد ہوتی رہتی ہیں لیکن وہ نہ تو دم مارتے ہیں اور نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں یہ فقر کے بادشاہ اور دونوں جہان کے سردار ہیں۔ ان میں سے ایک خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزاہرہؓ کی روح مبارک ہے، ایک خواجہ حسن بصریؒ کی روح مبارک ہے، ایک ہمارے شیخ حقیقت الحق نور مطلق مشہود علی الحق حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ ایک سلطان انوار سِرّ السرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے، ایک ھاھویت کی آنکھوں کا چشمہ، سِرّ اسرار ذات یاھو فنافی ھو فقیر باھوؒ (قدس سرہ العزیز) کی روح مبارک ہے۔ اور دو ارواح دیگر اولیاء کی ہیں۔ ان ارواح مقدسہ کی برکت و حرمت ہی سے دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح آشیانہ وحدت سے نکل کر عالم کثرت میں پرواز نہیں کریں گیں قیامت قائم نہ ہو گی ان کی نظر سراسر نورِ وحدت اور کیمیائے عزت ہے "جس شخص پر ان کے حقانیٔ نظر کا سایہ پڑ گیا" اُسے نور مطلق بنا دیا، انہیں اپنے طالبوں کو ورد اور وظاہری کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنے اس مختصر مگر جامع رسالہ کے اندر جہاں اسرار معرفت و حقیقت سے پردہ اٹھایا وہاں پر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے عظیم مقام و مرتبہ سے بھی لوگوں کو آگاہ کیا۔ خاتون جنت یعنی جنتی عورتوں کی سرداری کی حیثیت سے جناب سیدہ کی شان سے تو ہر ایک آگاہ ہے مگر حضور سلطان العارفینؒ نے پہلی دفعہ آپ کے مرتبہ سلطان الفقر کو واضح کیا اور آپ کو پہلی سلطان الفقر کہا۔ حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ قیامت تک اگر کسی کو فقر نصیب ہو گا تو حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کرم نوازی اور جناب سیدہ کی مہربانی سے ہی حاصل ہو گا۔

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارے میں آپ اپنی کتاب "عین الفقر" میں فرماتے ہیں۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جس نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا وہ خود اللہ تعالیٰ نے پڑھا، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روح مبارک نے پڑھا اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح مبارک شکم مادر ہی میں مسلمان ہوئی اور اس نے کلمہ طیب "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا۔ (عین الفقر ص73) آپ اپنے فارسی کلام کے اندر فرماتے ہیں۔

صدیقؓ صدق و عدل عمرؓ و پُر حیا عثمانؓ بود
گوئے فقرش از پیغمبر شاہ مردانؓ می ربود

(عین الفقر ص326)

بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صدق کی دولت عطا ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ کو عدل ملا، حضرت عثمان غنیؓ صاحب حیا بن گئے لیکن فقر کی گیند حضرت علی المرتضیٰؓ لے اڑے۔

فقر وہ گوہر نایاب ہے کہ جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے "الفقر فخری والفقر منی" فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ یہ گوہر نایاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ورثہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو ملا اس لئے آپ قیامت تک اس خزانہ فقر کے قاسم ہیں۔ اور وراثت مصطفےٰ ہونے کا اعزاز آپ کو حاصل ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ "اے علیؓ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے" اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ "من سب علیاً فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ"۔ جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ فقر کی اس دولت کے متمنی تھے لیکن یہ عظیم دولت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا کی۔ اس لئے اب قیامت تک اگر کسی کو فقر نصیب ہوگا تو محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم اور مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مہربانی سے ہوگا۔ اسی فقر کی دولت کے بارے میں علامہ دعا گو ہیں کہ

اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار

اور جسے یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہو جائے تو

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہیؓ

اس دولت فقر سے انسان کی شخصیت میں نکھار آتا ہے اور تکمیل خودی ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ انسان کے باطنی ارتقائی سفر کے لئے جناب حضرت علی المرتضیٰؓ کو باطنی وجود کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک اہم عنصر قرار دیتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوا ہیں، حضرت عمر فاروقؓ آگ ہیں، حضرت عثمان غنیؓ پانی ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاک ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اربعہ عناصر کے اس مجموعے کی جان ہیں۔ (عین الفقر ص327)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر صدیقؓ شریعت ہیں، حضرت عمر فاروقؓ طریقت ہیں، حضرت عثمانؓ معرفت ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حقیقت ہیں۔ (عین الفقر ص327)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کے نام نہاد دعویدار شور و واویلا اٹھاتے چلے آرہے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ اول ہونا چاہیے تھا انکی حق تلفی ہوئی، اسطرح کے نظریات سے وحدت اسلامی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ لیکن یہ لوگ باطن سے کورے ہیں اور حکمت الٰہیہ کو نہیں سمجھ سکتے آپ نے یہ عبارت لکھ کر اس صدیوں پرانے اختلافی مسئلے کو ختم کر دیا اور یہ حکمت بھی واضح کر دی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خلافت میں تاخیر ہونا کسی حکمت کے تحت ہے۔ "فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ" حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا یعنی یہ جو کچھ ہوا ایک طالب مولیٰ کی راہنمائی کے لئے ہوا۔ جب کوئی طالب اپنا سفر شروع کرتا ہے تو اسے سب سے پہلے مقام شریعت اور علم شریعت میں آنا پڑتا ہے اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ شریعت کے نمائندہ کے طور پر خلیفہ اول ہیں اسکے بعد اسے علم طریقت حاصل کر کے طریقت میں آنا پڑتا ہے اسکی واضح مثال حضرت عمر فاروقؓ طریقت کا اظہار ہیں اسکے بعد معرفت ہے اور اسکا اظہار جناب عثمان غنیؓ ہیں۔ اور جب تکمیل انسانیت کا مرحلہ آتا ہے تو اسے مقام حقیقت میں رسائی ہوتی ہے اسکے اظہار کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چوتھے خلیفہ ہیں۔ ان تمام کاموں کے اندر اسرار و رموز پوشیدہ ہیں جن سے کوئی عارف کامل ہی آگاہ ہو سکتا ہے۔

اسی طرح آپ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان مبارک کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خاک پائم از حسینؓ و از حسنؓ
معرفت گشتہ است بر من انجمن (رسالہ روحی شریف)

میں نے حضرت امام حسینؓ اور امام حسنؓ کی خاک پا کو اپنا سرمہ بنایا اس لئے معرفت و فقر میرے لئے انجمن بن گئی۔ جس طرح حضرت قلندر لاہوریؒ فرماتے ہیں۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف (اقبالؒ)

یعنی آپ اپنے تمام فقر اور مرتبے کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی اور شفقت قرار دیتے ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کوئی بھی ان مقدس ہستیوں کی غلامی کے بغیر اس دولت سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنی کتاب نور الہدیٰ کے اندر فرماتے ہیں۔

"عشق وجود یہ تصور اسم اللہ ذات کی پاکیزگی کی برکت سے طالب اللہ نوری بچہ بن کر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لطف وکرم وشفقت فرماتے ہیں اور اس معصوم نوری بچے کو اہل بیت کے پاس لے جاتے ہیں جہاں امہات المومنین شفیع المذنبین حضرت فاطمۃ الزاہرہؓ وحضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اسے اپنا نوری فرزند قرار دے کر نوری دودھ پلاتی ہیں جس سے وہ اہل بیت کا شیر خوار نوری بچہ بن جاتا ہے اور اس کا نام فرزند حضوری اور خطاب فرزند نوری ہو جاتا ہے۔
(نور الہدیٰ، باب شرح فقر 57)

اسی طرح آپ تکمیل انسانیت کو حضور علیہ والسلام اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی کا مرہون منت قرار دیتے ہیں۔ اس مہربانی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ انبیاء ورسل واصفیاء واصحابؓ وامام حسنؓ اور امام حسینؓ وحضرت محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو اپنی معیت میں لیکر تشریف لاتے ہیں اور صاحب تصور کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہیں اور تلقین معرفت تعلیم، علم اور مذہب ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ (نور الہدیٰ: 113)

آپؒ اپنی اس خوش قسمتی کا اظہار اپنی کتابوں میں بار بار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں پیش کیا آپؐ نے مجھے دست بیعت فرما کر حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرہؓ اور دیگر اہل بیتؓ کے سپرد فرمایا اور پھر پیران پیر نے مجھ پر نگاہ فرمائی

شہسوارے فقر چوں کرد بر من نگاہ
از ازل تا ابد مے پوتم براہ

فقر کے شہسوار نے مجھ پر نگاہ فرمائی اور ازل سے ابد تک تمام مراتب ومقامات مجھے حاصل ہو گئے۔ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کو قبول نہ کیا اور اسے رد کر دیا اس لئے آپ نے بھی اس دنیا حقیر سے سخت نفرت کا اظہار کیا ہے۔ آپ ان کی شان واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صبر وشکر، ذکر وفکر، ذوق وشوق، عشق ومحبت، نماز روزہ، فقر وفاقہ، اصحابؓ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امامین پاک علیہم السلام کا لشکر وخزانہ تھا۔ (عین الفقر، 361)

یہاں آپؒ یہ بات بھی واضح کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کو بلند مرتبہ اور شرف صحابیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان حضرات اہل بیت کی غلامی سے نصیب ہوا۔ تمام صحابہؓ نے ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالا اور ساری دنیا پر چھا گئے۔ آپؒ نے اس علم اور دولت دنیا پر تنقید کی ہے۔ جو ان لوگوں کے انکار کی طرف راغب کرے اور بغاوت پر اکسائے۔ اس عقل اور علم سے جہالت بہتر ہے جو ان کے انکار کی طرف راغب کرے۔ (عین الفقر)

آپ نشاندہی کر رہے ہیں بد بختوں کو دولت دنیا کی ہوس نے امامین کے قتل پر اکسایا جو انتہائی قبیح فعل تھا۔ پنجابی ابیات کے اندر فرماتے ہیں۔

جے کر دین علم وچ ہندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ھو
اٹھارہ ہزار جو عالم آہا اگے حسینؓ دے مردے ھو
جے کجھ ملاحظہ سرور دا کردے تاں پانی کیوں بند کردے ھو
جے کر مندے بیعت رسولیؐ تاں نیچے تمبو کیوں سڑدے ھو
پر صادق دین تنہا دا باھوؒ جیہڑے سر قربانی کردے ھو

(ابیات باھو)

آپ اس ظاہری رواجی علم سے بیزار ہیں کہ جس میں معرفت خداوندی نہ ہو آپ فرماتے ہیں کہ میدان کربلا کے اندر وہ علماء جو یزید کے لشکر میں تھے انہیں ان کے علم نے کیا فائدہ دیا۔ اگر انہیں معرفت حاصل ہوتی تو ان کی آنکھیں کھلی ہوتی۔ انہیں پتہ ہوتا امام حسینؓ کی بیعت دراصل جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیعت ہے۔ اسی لئے حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

الحسین منی وانا من الحسین

حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں لیکن معرفت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نظروں سے اس حدیث پاک کا مفہوم اوجھل رہا اور انہیں ان کے علم نے کوئی نفع نہ دیا۔ حالانکہ دین تو رضائے الٰہی اور لقائے الٰہی کے لئے سر کی قربانی دینے کا نام ہے جو درس ہمیں شاہ فقر امام عالی مقام کربلا میں دے گئے ہیں۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دیں است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

(خواجہ معین الدین اجمیریؒ)

حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ انہوں نے ہمیں ایمان، اتحاد، تنظیم، صبر، شکر، عشق و محبت، تسلیم و رضا، ایثار اور قربانی کے راہنما اصول دیئے۔ انہوں نے تعداد کی کمی کو بہانہ نہ بنایا بلکہ بے لوث احساسِ فرض کے ساتھ پرچم اسلام کو بلند رکھا۔ آپ اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں۔

ع۔ عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منے ھو
عشق نہ موڑے ور نہ چھوڑے توڑے سے تلواراں کھنے ھو
جت ول ویکھے راز ماہی دا لگے اوسے بنے ھو
سچا عشق حسینؓ ابن علیؓ دا باھوؒ سر دیوے راز نہ بھنے ھو

(ابیات باھوؒ)

آپ حضرت امام عالی مقام کو نمونے (Ideal) کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ عشق حقیقی میں مطلوب و محبوب کی رضا کے لئے انسان کو اپنی جان کا نذرانہ بھی دینا پڑ جائے تو دے دے اور فرار نہ اختیار کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ امام عالی مقام ایک سچے عاشق کے طور پر نمونہ پیش کر رہے ہیں اور صبر و شکر، تسلیم و رضا کا عملی پیکر ہیں۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کی قربانی دی تھی اسی طرح امام عالی مقام نے اپنے اہل و عیال سمیت اپنی جان کا نذرانہ ایک عظیم نصب العین کے لئے پیش کر دیا۔ طالبانِ صادق کے لئے کتنی دلکش اور دلربا مثال ہے۔ بقول اقبال۔

حدیث عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؓ رقم کرد و دیگرے زینبؓ
غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیل

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے گھر گئے اور فرمایا کہ تم چاہو تو میں اپنی توجہ سے تمہارے گھر کے تمام سنگریزے در و دیوار سونے کے بنا دوں اور تم دنیا کی ان چیزوں کو سمیٹ لو۔ لیکن حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے اسے قبول نہ کیا اور عرض کی " اے اللہ کے رسول مجھے اسی فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ و کا ذائقہ پسند ہے۔ کہ یہ وہ فیض و گنج الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب دوستوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کرتا لہٰذا ہم نے اس فقر کو اختیار کر رکھا ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " اے خاتونِ جنت تو فقیر ہے تو مجھے اس فقر پر فخر ہے کہ یہ میرا خاص سرمایہ ہے۔" (محک الفقر کلاں، 515)

خاندان نبوت کی اس عظمت کو حضور سلطان العارفینؒ نے جابجا اپنی کتابوں میں واضح کیا ہے۔ انہوں نے دنیائے حقیر کو ٹھکرا کر فقر کو اختیار کیا اور وہ مقرب رب تعالیٰ ہوئے۔ اس لئے حضور سلطان العارفینؒ نے اہل بیت کی محبت اور دوستی کو لازمی قرار دیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن آپؐ کے اصحابؓ آپ کی آل اولاد اور شریعت و علماء سے دوستی نہیں رکھتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی دوستی کس طرح سچی ہو سکتی ہے۔ (محک الفقر کلاں، 85)

آپؒ مرشد کامل کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں " مرشد جب اپنے طالب کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جاتا ہے تو آپ اسے حضرت علیؓ اور اصحاب کے حوالے کرتے ہیں۔ جہاں شاہِ فقر حضرت علیؓ اس پر نگاہ فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی تاثیرِ نظر سے اس کے وجود میں علم و ہدایت و فقر پیدا ہو جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں 383)

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے " انا مدینة العلم و علی بابها " میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ جہاں حضور سلطان العارفینؒ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بلند مرتبے کو واضح کرتے ہیں وہاں ان کی محبت اور غلامی کو ایمان و معرفت کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں " یاد رہے کہ شیخ و طالب دونوں کے لئے فرض عین ہے اور سنت عظیم بھی کہ وہ پورے صدق و اخلاص و ارادت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کے سامنے سرنگوں رہ کر ان کی خدمت کیا کریں۔ جو شخص سادات کو رضامند نہیں کرتا اس کا باطن ہرگز صاف نہیں ہوتا اور وہ معرفتِ الٰہی کو نہیں پہنچتا خواہ وہ زندگی بھر ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا پھرے کیونکہ خدمت سادات خلق کے مخدوموں کا نصیبہ ہے۔ جو شخص آلِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولادِ علیؓ و فاطمۃ الزہرہؓ کا منکر ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم ہے کیونکہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے

" قل لا اسئلکم علیه اجرا لا المودة فی القربی " (پارہ 25، الشوریٰ 23)

آپ فرما دیجئے کہ میں اس تبلیغِ دین کی اجرت تم سے نہیں مانگتا مگر قرابتداروں کی محبت و مودت۔ (نور الہدیٰ، 491) اسی لئے آپ فرماتے ہیں۔

دوست دارم سیداں نور نبیؐ
نور دیدہ فاطمہؓ، حضرت علیؓ
دشمن سادات دشمن مصطفےٰؐ
کہ دشمن مصطفےٰؐ دشمن خدا (نور الہدیٰ، 492)

میں سادات سے دوستی رکھتا ہوں کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نورِ نظر ہیں۔ سادات کا دشمن مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن ہے اور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

دشمن سیّد بود اہل از پلشت
دوستدار سیّداں اہل از بہشت

(نورالہدیٰ 494)

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے۔ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

دشمن سیّد بود اہل از خبیث
دوستدار سیّداں اہل از حدیث

(نورالہدیٰ 494)

سادات کا دشمن خبیث ہے اور سادات کا دوست سعید ہے۔

خارجی و رافضی دشمن نبیؐ
دشمن نبویؐ بود اہل از شقی

(نورالہدیٰ 494)

خارجی و رافضی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن بدبخت ہے۔

سیّداں را عزت و شرف از خدا
دشمن سیّد بود اہل از ہوا

(نورالہدیٰ 494)

بارگاہِ خداوندی سے سادات کو شرف اور عزت حاصل ہے سادات کا دشمن کوئی ہوا پرست ہی ہو سکتا ہے۔

حضور سلطان العارفینؒ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو لازمی قرار دیتے ہیں اور اسکے بغیر نجات، فقر و معرفت اور ایمان کی تمنا رکھنا حماقت سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اصحابِ رسول اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض و عناد رکھتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کی سوانح کے اندر آتا ہے کہ ایک دفعہ سیالکوٹ کے رہنے والے ایک شخص نے آکر خود کو سادات سے ظاہر کیا تو آپ نے اپنے اصطبل سے انتہائی قیمتی گھوڑی کھول کر اس کے حوالے کر دی۔ اور آپ نے اتنے بلند و بالا مرتبہ پر ہوتے ہوئے جہاں مرشد کامل مکمل، اکمل نور الہدیٰ کی حیثیت سے ایک زمانے کو اپنے باطنی فیوض و برکات سے نوازا دیا وہاں جب بھی کوئی سیّد آلِ رسولؐ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اہل بیت سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے سب سے زیادہ مہربانی ان پر فرمائی۔ سیّد فضل شاہ ہمدانی آپ کے ایک خلیفہ تھے آپ ان سے حد درجہ محبت فرماتے تھے اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ آج اُن کا مزار انور بھی حضور سلطان العارفینؒ کی تربت انور کے بالکل سامنے مغرب کی طرف ہے جہاں ہر وقت وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا نمونہ ہے۔ اسی طرح آپ کے وصال مبارک کے بعد سیّد موسن شاہ گیلانیؒ آئے تو آپ نے ان پر بھی مہربانی فرمائی حیاتِ ظاہری میں ہی ان کے لئے اسم اللہ ذات لکھ کر چھوڑ گئے تھے۔ خوشاب کے دو سیّد بھائی سیّد احمد شاہ اور سیّد محمود شاہؒ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ سیّد عبداللہ شاہ صاحبؒ جو مدینہ منورہ سے برصغیر میں آپ کے دراقدس پر آئے تو آپ نے آل رسول ہونے کی وجہ سے انہیں فقر کی نعمت عطا کی اور سادات کرام سے مودت و محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ اپنی تصانیف کے اندر فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی طالب اس لائق نہیں ملا جسے میں فقر کی امانت عطا کرتا اور خود اس بارے سبکدوش ہو جاتا لیکن جب خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے کاملی سادات کی ایک ہستی سیّد سلطان محمد بہادر علی شاہؒ آپ کے مزارِ انور پر آئے تو آپ کو ان کی صورت پاک پر اتنا پیار آیا کہ اپنے فقر کی یہ امانت جو آپ کو جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدہ فاطمۃ الزاہرہؓ سے ملی تھی وہ آپ نے ان کے حوالے کر دی۔ اور انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔

حضور سلطان العارفینؒ نے جس چیز کی تعلیم دی اس پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھایا آپ جب سادات کرام کو دنیا کی غلاظت کے اندر دیکھتے ہیں تو اسے سخت ناپسند کرتے ہیں اور آپ کی چاہت یہ ہے کہ اس خاندان کی اصل وراثت فقر و معرفت ہے یہ اپنی وراثت حاصل کریں۔ آپ اپنی کتاب نورالہدیٰ میں سادات کرام سے مخاطب ہیں۔ سیّد کی پہچان یہ ہے کہ وہ شریعت کا عامل ہو قدم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کامزن ہو خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آراستہ ہو صدق میں صدیق اکبرؓ جیسا صاحب صدق ہو عدل میں حضرت عمرؓ جیسا صاحب عدل ہو حیا میں حضرت عثمان غنیؓ جیسا با حیا ہو اور شجاعت میں حضرت علیؓ جیسا شجاع ہو جہاد میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا مجاہد ہو اور سخاوت و رضا و ارادت میں حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کا نمونہ ہو۔ (نورالہدیٰ، 493)

آپ نے سادات کرام کی راہنمائی کے لئے واضح کیا ہے کہ ان کا اصل مقام کیا ہے۔ اور اگر وہ اس تک رسائی چاہتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے۔

گر تو خواہی سیّد مجلس رسول
طلب کن اللہ وحدت حق وصول

اے سیّد اگر تو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری چاہتا ہے تو طالب مولیٰ بن کر وحدت الٰہی کا استغراق حاصل کر۔

گر تو خواہی سیّد مجلس نبی
طلب کن اللہ بر دین شو قوی

اے سیّد اگر تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری چاہتا ہے تو طالب مولیٰ بن کر دین میں استقامت اختیار کر۔

گر تو خواہی سیّد فی اللہ فنا
غرق فی التوحید شو با مصطفیٰؐ

اے سیّد اگر تو فنا فی اللہ ہونا چاہتا ہے تو غرق فی التوحید ہو کر مجلس مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل کر۔

گر تو خواہی سیّد وحدت کرم
سیّداں را نیست ہرگز ہیچ غم

اے سیّد اگر تو بارگاہِ الٰہی میں معزز ہونا چاہتا ہے تو سادات کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

گر تو خواہی سیّد فقرش عظیم
طلب کن از مرشدے قلب سلیم

اے سیّد اگر تو فقر عظیم کا طالب ہے تو کسی مرشد کامل سے قلب سلیم طلب کر کہ وہ تجھے قلب سلیم عطا کرے۔ یہاں بعض جاہلوں کے لئے مقام فکر ہے کہ جو کہتے ہیں سادات کو مرشد کی کیا ضرورت ہے۔

گر تو خواہی سیّدا قربش حضور
طلب کن از مرشدے توحید نور

اے سیّد اگر تو قرب حضور چاہتا ہے تو کسی مرشد کامل اکمل سے نور توحید (یعنی اسم اللہ ذات) حاصل کر۔

گر تو خواہی سیّدا گنج از پنج
عاجزاں را دستگیری دل مرنج

اے سیّد اگر تو پانچ خزائن الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو عاجز لوگوں کا دل نہ دکھا بلکہ ان کی دستگیری کر۔

گر تو خواہی سیّد حاکم امیر
طلب کن تو بادشاہی از فقیر

اے سیّد اگر تو حاکم امیر بننا چاہتا ہے تو کسی فقیر سے بادشاہی مانگ لے کیونکہ فقیر تجھے بادشاہی دے سکتا ہے اور سادات کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ جگہ جگہ دنیا کی خاطر دنیادار کتوں کے دروازوں پر چاکری کرتے پھریں۔

آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ اب میں یہ عقدہ بھی کھول دوں کہ تو کہاں فقیر کامل اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں پھرے گا۔

من فقیرم عالم بر ہر امیر
اہل قربم معرفت صاحب نظیر

میں اہل قرب اہل معرفت اور اہل نظر فقیر ہوں اس لئے ہر حاکم اور ہر امیر پر غالب ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سیّد اس دولت عظیم کا متمنی ہے تو میرے دروازے اس کے لئے کھلے ہیں۔

فقر سادات کا لشکر ہے جو سیّد فقر کو جان لیتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے دنیا و آخرت میں لا یحتاج و بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (نور الہدیٰ 495)

جو خوش نصیب سادات آپ کے در اقدس پر آئے گوہر مراد پا گئے تاریخ اس پر گواہ ہے کہ خانوادہ حضرت سلطان باھُوؒ کی شاہکار ہستیوں نے بھی سادات کرام پر مہربانی و شفقت فرمائی ہے۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

حضور سلطان العارفینؒ نے مسلمانان عالم کو محبت اہل بیت کا درس دیا کیونکہ جب کوئی عمل بھی نہ ہو تو صرف ان نفوس قدسیہ کی محبت ہی نجات کے لئے کافی ہے۔

"المرء مع من احب" آدمی اسکے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ اسی لئے اقبال فرماتے ہیں۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہل بیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے دامن ظل حیدرؓ مجھے

حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو اور خانوادہ حضرت سلطان باھُوؒ کی تعلیم یہی ہے کہ اہل بیت رسول کی محبت دسوت ہی ایمان ہے ان کی غلامی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھنا چاہیے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

(اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ)

☆☆☆☆☆

غوث الاعظمؒ اور سلطان العارفینؒ

علامہ عنایت اللہ قادری

تاریخِ اسلام کے حوالہ سے بے شمار اولیائے کاملین سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں جلوہ افروز ہوئے اور دنیا کو راہِ حق کی تلقین فرمائی اور خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ استوار فرمایا جن میں بے شمار تعداد میں بہت بڑے بڑے نام موجود ہیں اور وہ اپنی اپنی اہلیت اور ڈیوٹی کے حوالے سے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے ہیں۔

اس وقت جس متبرک ہستی کیلئے ان کی عطا کردہ توفیق سے قلم کی جسارت کر رہا ہوں دعا فرمائیں کہ ربِ کائنات مجھے توفیق خاص بخشے اور چند الفاظ قارئین کرام کی نظر کر سکوں اور میری اس سعی کو سعادت نصیب ہو۔ حضور سیدنا غوث الثقلین غوث الصمدانی غوث محی الدین جیلانی محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی شیخ سید محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات پر جرأت کرنا تو مشکل ہے۔ بطورِ تحریک کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ آپ کا پورا نام نامی اسمِ گرامی شیخ محمد عبدالقادر جیلانی ہے آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور معروف لقب محی الدین محبوبِ سبحانی غوث الاعظم ہے علاوہ ازیں غوث الثقلین، غوث الصمدانی، قطب العالمین اور پیرانِ پیر دستگیر بھی ہیں۔

آپؒ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک 470ھ ہے اس وقت خلیفہ المقتدی باللہ عباسی کا دور تھا آپ کا وصال مبارک گیارہ ربیع الثانی 561ھ میں ہوا۔ ولادت جیلان جس کو گیلان بھی کہا جاتا ہے ملک ایران میں ہوئی اور وصال بغداد شریف (عراق) میں ہوا۔

آپ کا سلسلہ نسب سید السادات الحسنی والحسینی ہے۔ نسب پدری سیدنا امام حسن مجتبےؓ اور نسب مادری حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے جس کی ترتیب اس طرح ہے۔

1۔ نسب پدری:۔

شیخ سید محمد عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ الجون بن سید نا علی المرتضےٰ اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنھم۔

2۔ نسب مادری:۔

والدہ ماجدہ عقیلہ طاہرہ اُم الخیر بی بی فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی الزاہد بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید ابو محمود طاہر بن سید علی العریض بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام سید زین العابدین بن سید امام حسین شہید کربلا معلےٰ رضی اللہ عنھم

حضرت شیخ محمد عبدالقادر جیلانی ایران کے قصبہ گیلان (جیلان) میں پیدا ہوئے گیلان اور بغداد شریف کا فاصلہ تین سو میل کا ہے آپؒ کے والد ماجد آپ کی زندگی مبارک کے اوائل برسوں میں اس دارِ فانی کو خیرباد فرما کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ اُم الخیر بی بی فاطمہؒ نے شروع فرمائی آپ کا شمار کبار خواتین عارفات و صالحات سے تھیں وہ ولی اللہ تھیں کچھ عرصہ بعد آپ کی کفالت اور ترتیب آپؒ کے نانا حضور سید عبداللہ صومعی جو اعلےٰ درجہ کے صوفی اور اولیائے کاملین میں سے تھے۔ ایک انتہائی پارسا اور صاحب کشف بزرگ تھے اسی دوران آپ کی والدہ ماجدہ بھی آپؒ کی تربیت فرماتی رہیں حضور حضرت غوث اعظمؒ مادر زاد ولی اللہ تھے اور محبوبِ خدا بھی تھے اور محبوبِ مصطفےٰ بھی تھے۔

آپ نے بچپن میں قرآن پاک حفظ فرمالیا تھا اور اپنے نانا جی سے کافی ساری فارسی کتب بھی پڑھ لی تھیں۔ اس کیساتھ ساتھ دیگر علوم رائج میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے اور کئی کتابیں علوم رائج بھی پڑھ لیں آپ کو عربی زبان اور عربی ادب سے بہت شغف تھا اس دور میں بغداد شریف بہت بڑا علمی مرکز تھا اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کی تو آپ نے جستجوئے حق اور علمی ذوق کے پیشِ نظر اجازت فرمادی بغداد شریف میں بڑی اہم علمی شخصیات کے ساتھ رہے تحصیل علم فقہ کیلئے ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی، قاضی ابو سعید مبارک بن علی المخرومی علم حدیث حضور غوث اعظم نے محمد بن الحسن باقلانی ابوالقاسم محمد بن محمد علی بن میمون النفری اور علاوہ ازیں جید علمائے کرام اور صلحاء کی صحبت اختیار فرمائی۔ حضرت ابو سعید المبارک المخرومی کا بغداد شریف کے ایک محلے باب الازج میں ایک بہت بڑا مدرسہ تھا وہی آپؒ کے استادِ محترم بھی تھے انہوں نے اپنے مدرسے کا مکمل نظم و نسق حضور غوث اعظمؒ کے سپرد کر دیا شاید کچھ عرصہ آپ نے علامہ ابو زکریا تبریزی کے مدرسہ جامعہ نظامیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع رکھا۔ اس کے بعد حضور غوث اعظم نے وعظ و نصیحت جس میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا سلسلہ باقاعدہ سنبھال لیا آپ فقہی اعتبار سے حضرت امام احمد حنبلؒ کے مقلد تھے اور اپنے مواعظ حسنہ میں اکثر انہی کے حوالہ جات پیش فرماتے اس وقت کافی سارے فرقے بن چکے تھے مگر آپ دینی اور قرآنی خداداد بصیرت سے کام لیتے ہوئے شریعت اور طریقت کے درمیان ایک خاص توازن پیدا فرمایا آپ نے ایک عجیب کلیہ خلقِ خدا کو عطا فرمایا کہ عقل بذاتِ خود ناکافی اور خود غرض ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ عقل کو وحی کے تابع رکھا جائے۔ اس اعتبار سے حضور حضرت غوث پاک نے چونکہ اجتہادی کام کیا اور یوں دینِ حق کو ایک خوبصورت

تحفظ ملا آپ نے دین حق کو قوت بخشی اور باطل افکار و خیالات کی بیخ کنی کی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک بہت بڑی محفل میں ایک شخص نے آ کر کہا آپ محی الدین ہیں اس دن سے آج تک اور قیامت تک آنیوالے لوگ آپ کو غوث محی الدین کے نام سے پکاریں گے۔ اور پکارتے ہیں۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے غوث الثقلین فرمایا تھا کیونکہ وہ آپؒ کی محفل میں جس طرح انسانوں کو ہدایت نصیب ہوتے دیکھتے اسی قدر جنات بھی آپ کی محفل میں حاضر ہو کر مسلمان ہوتے اور درس و مواعظ میں کثرت سے شمولیت فرماتے۔ آپؒ نے ساری زندگی رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت میں گزاری آپ پیران پیر دستگیر اور غوث الاعظم کے اعلیٰ مرتبے پر متمکن ہیں۔ آپ کے درس و تدریس میں کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوتے جن کی تعداد 70 ہزار سے ایک لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ اور پہلی صف میں بیٹھے لوگ جس طرح آپؒ کی آواز مبارک کو سن رہے ہوتے آخری صف والے بھی اسی طرح سن لیتے تھے آپؒ وجد کی کیفیت میں بیان فرماتے تو اس محفل سے کئی دفعہ کئی جنازے نکلتے تھے۔

ایک دن جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپؒ نے اعلان فرمایا قدمی ھذہ علیٰ رقبة کل ولی اللہ۔ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت کے جید اولیائے کرام اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے اور تمام نے اپنی گردنیں جھکا کر لبیک لبیک کا نعرہ بلند کیا۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ آپؒ کے فرزند ارجمند جو آپ کے بعد چوتھے سلطان الفقر ہیں جن کا نام مبارک حضرت پیر سید عبدالرزاق صاحبؒ ہے انہوں نے آگے جھک کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا اور اس دور کے بہت بڑے ابدال حضرت علی بن الہیتی بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی اٹھ کر آپؒ کا پاؤں مبارک اپنی گردن پر رکھ دیا۔ اور فضا میں بے شمار چاروں اطراف سے لبیک لبیک کی آوازیں سنائی دیں۔

حلیہ مبارک:

آپ کا رنگ گندم گون، قد میانہ، بدن نازک، سینہ فراخ، پیشانی مبارک کشادہ اور پُر نور، ابرو مبارک پیوستہ، لب شگفتہ، رخسار پُر نور کی چمک دمک، داڑھی مبارک سراپا، حسن و جمال، آواز اثر کرامت، دور و نزدیک میں سماعت یکساں، کلام سرعت تاثیر و قبولیت کا جامع، جمال با کمال، ایسا کہ سنگ دل بھی آپ کا دیدار کرتا تو اتنا نرم ہو جاتا کہ اس پر خشوع و خضوع کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور منزہ تھا۔ آپؒ بچوں کیساتھ جب کھیلنے جاتے تو آواز آتی الی مبارک اے مبارک میری طرف آؤ تو آواز سنتے ہی اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ کی طرف ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاتے اور گود مبارک میں چھپ جاتے آپؒ خود فرماتے ہیں کہ میں عالم شباب میں سیر و تفریح کیلئے باہر نکلتا تو آواز آتی اے عبدالقادر ہم نے تجھے اپنے لئے خاص کر دیا ہے۔ فرماتے مجاہدہ و ریاضت کے زمانے میں جب مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوتا تو آواز آتی اے عبدالقادر ہم نے آپ کو سونے کیلئے پیدا نہیں فرمایا۔ جب تم کچھ نہ تھے ہم نے تجھے زندگی عطا فرمائی لہذا ہم سے غفلت نہ فرماؤ۔ مدرسہ میں آپؒ فرماتے ہیں کہ کلاس میں جب میں جاتا تو ایک شخص آواز دیتا کہ اللہ کے ولی کیلئے جگہ چھوڑ دو اس وقت میں دس سال کا تھا۔ غائب سے فرشتہ آواز دیتا اور لوگوں میں یوں اعلان کرتا کہ لوگو عنقریب اسے شان عظیم عطا کی جائے گی۔ بلا روک ٹوک اسے عظیم مراتب سے نوازا جائے گا۔ بلا حجاب قربت الٰہی کی منازل پائے گا بغیر کسی تردد کے۔

دنیائے اسلام کے جید صوفیائے کرام اور اولیائے کاملین نے غوث اعظمؒ کے بارے میں اپنی اپنی آراء پیش فرمائی ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں۔

یا غوث معظم، نورِ ھدیٰ
مختار نبی، مختار خدا
سلطان دو عالم قطب علیٰ
حیران ز جلالت ارض و سما

2۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی فرماتے ہیں۔

قبلۂ اہل صفا حضرت غوث الثقلین
دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

3۔ حضرت مخدوم سید علاؤ الدین احمد صابر کلیری چشتیؒ فرماتے ہیں۔

در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر
دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں

4- حضرت ابو الفتح سید محمد الحسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ؒ فرماتے ہیں۔

یا قطب ما یا غوث اعظم یا ولی روشن ضمیر
بندہ ام تا بندہ جز تو نہ دارم دستگیر

5- مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ فرماتے ہیں۔

گویم زکمال توچہ غوث الثقلینا
محبوب خدا ابن حسن آل حسینا

6- حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

غوث اعظم دلیل راہ یقین
بہ یقین رہبر اکابر دین

7- خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبد القادر است
سرور اولاد آدم شاہ عبد القادر است

8- خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ فرماتے ہیں۔

دستگیر بے کساں و چارۂ بے چارگاں
شیخ عبد القادر است آن رحمۃ اللعالمین

9- حاجی امداد مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

خداوندا بحق شاہ جیلاں
محی الدین غوث قطب دوراں

10- الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ فرماتے ہیں۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باھوؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مجھے باطنی طور پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت نصیب ہوئی تو آپ ؐ نے مجھے حضور سیدنا غوث اعظمؓ کے سپرد فرمایا اور فرمایا کہ یہ میرا نوری حضوری بیٹا ہے اس پر سب کچھ کھول دو اور مقام ھو تک رسائی عطا کرو سلطان العارفینؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب آپ نے مجھ پر نظر شفقت فرمائی تو ازل سے ابد تک کی تمام منازل ایک ہی دم میں طے ہو گئیں اپنی مختلف کتابوں میں لکھتے ہیں۔

شہسوار کرد چوں بر من نگاہ
از ازل تا ابد مے پونم براہ

شاہسوار دو عالم نے جب مجھ پر نظر فرمائی تو ازل سے ابد تک کی تمام راستے مجھ پر کھل گئے سلطان العارفینؒ حقیقت میں اپنا رہنما اور پیشوا اور مرشد پاک تسلیم کرتے ہوئے اپنی مشہور زمانہ کتاب شمس العارفین اور کلید التوحید کلاں میں حضور غوث پاک کی شان میں یوں ارشاد فرمایا۔

مرشد کو ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ میرے پیر غوث محی الدین ہیں کہ ایک ہی نظر سے ہزاروں ہزار طالبوں، مریدوں میں سے بعض کو معرفت "الا اللہ" میں غرق کر دیتے ہیں اور بعض کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری بخش دیتے ہیں۔ پیر کو ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی ایک ہی نظر طالب اللہ کے دل کو بلا رنج و ریاضت ذکر اللہ سے چاک کر دے، نفس کو ہلاک کر دے اور روح کو پاک کر کے موافق رحمان اور مخالف شیطان کر دے۔ (شمس العارفین: ترجمہ از سید امیر خان نیازی ص 30)

سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے اور وہ شیخ محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی کو تین بار ان الفاظ سے پکارے کہ

"أحضرو بملک الارواح المقدس والحی الحق یا شیخ عبد القادر جیلانی حاضر شو"

اور ساتھ ہی تین بار دل پر کلمہ طیبہ کی ضرب لگائے تو اسی وقت حضرت پیر دستگیر تشریف لے آتے ہیں اور سائل کی امداد کر کے اس کی مشکل حل فرما دیتے ہیں۔

اس راہ کے سالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے کسی باعمل صاحب شریعت عالم فاضل سروری قادری مرشد کامل مکمل اکمل کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اس کے بعد سلک سلوک میں قدم رکھے کیونکہ ہر طریقہ کی انتہا قادری کامل کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتی خواہ وہ عمر بھر ریاضت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے۔ مرشد قادری جامع مجمل ہوتا ہے اور ظاہر باطن میں ہر وقت ذکر فکر میں مشغول رہتا ہے قادری طریقہ کے ظاہر و باطن میں قرب و وصال معرفت الا اللہ اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری پائی جاتی ہے۔

الغرض عارف باللہ مظہر متبرکات و قدرت سبحانی، محبوب ربانی پیر دستگیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ دورانِ حیات ہر روز پانچ ہزار مریدوں اور طالبوں کو اس شان سے بامراد فرماتے رہے کہ تین ہزار کو مشاہدۂ نورِ وحدانیت اور معرفت الا اللہ میں غرق کر کے اذا اتم الفقر فھو اللہ کے مرتبے پر فائز فرماتے اور دو ہزار کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف فرماتے رہے۔ (شمس العارفین ص 33 ترجمہ از سید امیر خان نیازی)

اسی عبارت کو اپنی کتاب کلید التوحید ص 21-210 (ترجمہ از: سید امیر خان نیازی) پر درج فرماتے ہوئے جو مندرجہ بالا عبارت ہے اور اس کے آگے حضور غوث پاک کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

باہو شد مریدش از غلامان بارگاہ
فیض فضلش مے دہاند از الٰہ

ترجمہ: باہو ان غلاموں کی بارگاہ میں شامل ہو کر ان کا مرید بن ہو گیا ہے اس لئے طالبان مولیٰ کو بارگاہ الٰہی سے فیض و فضل ربی دلواتا ہے۔

اگرچہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ کا مرتبہ و شان وہم و گمان سے بالاتر ہے رسالہ روحی شریف میں آپ فرماتے ہیں۔

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ
خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰ

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمایا اور مجھے اپنا نوری حضوری بیٹا فرمایا

شُد اجازت باہو را از مصطفیٰ
خلق را تلقیں بکن بہر خدا

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ نے اجازت دی کہ میں خلق خدا کو تلقین کروں۔

فرزند خود خواند است مارا فاطمہ
معرفت فقر است بر من خاتمہ

ترجمہ: حضرت مائی فاطمۃ الزہرہؓ نے مجھے اپنا فرزند بنایا اس لئے فقر کی مجھ پر انتہا ہو گئی۔

لیکن اس کے باوجود جب آپؒ مرشد کامل مکمل اکمل بنکر غوث اعظم سرکار کی بارگاہ میں التجا فرماتے ہیں۔ پنجابی منظوم کلام مبارک ہے

سُن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ہو
بیڑا اڑیا میرا وچ کپراں دے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ہو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ہو
پیر جہاں دے میراں باہو اوہ کدھی لگدے تر کے ہو

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہوؒ کا سلسلہ سروری قادری ہے جس کی نسبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوث پاکؓ سے ہے ایک مقام پر اپنی حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں۔

جائیکہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہباز لامکانم آنجا نہ جا مگس را

ترجمہ: جس مقام اور مرتبہ پر میں پہنچا ہوں وہاں کسی کے پہنچنے کا کوئی امکان نہیں اور میں لامکان کا شہباز ہوں وہاں پر مکھی اور مچھروں کی کوئی جگہ نہیں۔

عرش و قلم و کرسی، کونین راہ نیابد
افرشتہ ہم نہ گنجد آں جا نہ جا ہوس را

ترجمہ: عرش قلم کرسی اور تمام جہان یہ میری راہگذر ہیں اور وہاں پہ کسی فرشتے کی بھی گنجائش نہیں اور ہوس والوں کی کوئی جگہ نہیں۔

عاجزی وانکساری پیش کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ پنجابی منظوم کلام:

سن فریاد پیراں دیا پیرا میں آکھ سناواں کینوں ہو
تیرے جیہا میتوں ہور نہ کوئی میرے جیہا لکھ تینوں ہو
کھول نہ کاغذ بدیاں والے تے در توں دھک نہ میتوں ہو
میں وچ ایڈ گناہ نہ ہوندے باہو توں بخشیندوں کینوں ہو

عارف کامل وہ ہوتا ہے جو منکسر المزاج اور باطن صفا ہوتا ہے جہاں وہ اپنے مقام و مرتبہ کو بیان کر رہا ہوتا ہے تو وہ بھی باذن اللہ کرتا ہے اور جب عجز وانکساری کے بارے میں بولتا ہے وہ بھی باذن اللہ بات کرتا ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ "ولسانہ الذی یتکلم بہ" ترجمہ: میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

سلطان العارفین فرماتے ہیں مرشد کامل سروری قادری وہ ہوتا ہے جو اپنے مرید پر ایک ہی نظر توجہ سے عرش سے تحت الثریٰ تک سترہزار مراتب کھول دیتا ہے اور وہ ظاہری آنکھ سے لوح محفوظ کا دائم مطالعہ کرتا ہے۔ خاک اس کی نظر میں سونا چاندی بن جاتی ہے اور کشف و کرامات کی بدولت ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حالات اس کے مدنظر رہتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مٹی کی دیوار یا پہاڑ یا کسی درخت پر سوار ہو کر اسے گھوڑے کی طرح دوڑائے۔ اگر وہ قبرستان چلا جائے تو تمام اہل قبور کی جملہ ارواح اس کے سامنے حاضر ہو جائیں اگر کسی خشک پر نظر فرمائے تو درخت فوراً سرسبز ہو جائے اور اس پر کھانے کے قابل پھول پھل لگ جائیں اگر وہ زمین سے پانی طلب کرے تو روئے زمین پر پانی نمودار ہو جائے اگر وہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے تو آسمان پر بادل ہی بادل چھا جائیں اور مطلوبہ مقدار میں بارش برس جائے پانی پر توجہ کرے تو گھی بن جائے اگر ریت پر توجہ کرے تو وہ فوراً میٹھی شکر بن جائے لیکن یہ تمام امور اور تمام مراتب فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید اور معرفت الٰہی سے خالی ہیں۔ مرشد کو چاہیے ایک نظر میں بارگاہ مصطفےٰ کی حضوری عطا کرے اور قرب الٰہی کا بے حجاب دیدار کرادے ورنہ خام مرشد ہے۔

آپ فرماتے ہیں فقط حضور حضرت غوث محی الدین غوث اعظم کو بارگاہ الٰہی سے حکم ملا اور آپؒ نے فرمایا "قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل اولیاء اللہ"

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ کا مزید فرمان ہے "لا یموت مریدی الا علی الایمان" ترجمہ: میرا مرید صرف حالت ایمان میں مرے گا۔ حضوری معرفت اور استغراق نور اور حضوری مجلس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض سروری قادری طریقے کے فقیروں میں ایک دوسرے سے سینہ بسینہ، نظر بنظر، توجہ بتوجہ، ذکر بذکر اور معرفت بمعرفت بہتے ہوئے دریا کی مانند قیامت تک جاری رہے گا۔ (کلید التوحید کلاں ص 213-212) سروری قادری طریقہ مندرجہ ذیل اشغال پر زور دیتا ہے کہ

(1) تصور اسم اللہ ذات (2) تصور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (3) کلمہ طیبہ کا ذکر (4) دعوت قبور بذریعہ آیات قرآنی

لیکن ان کیلئے مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ سروری قادری سے اجازت ضروری ہے۔ بدقسمتی سے خانقاہوں سے وہ چیز نہیں ملتی جو خانقاہ کا حق ہے کہ یہ دین و دنیا کیلئے رحمت کے سرچشمے ہیں وہاں خانقاہی سسٹم عمل کی بجائے رسومات اختیار کر چکے ہیں اور اس حقیقی تعلیم سے محرومی کی صورت میں لوگوں نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔ رسومات اور میلوں کی شکل میں عرس منائے جاتے ہیں جس سے خاص طور پر پڑھا لکھا طبقہ بہت دور جا چکا ہے ان کی فکری اور نظریاتی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کسی فرقے میں اور کوئی کسی فرقے میں چلے گئے ہیں اور فرقہ واریت نے زور پکڑ لیا۔ کسی پر یہ بات تھوپی نہیں جا رہی بلکہ ان کی بیداری کیلئے چند کلمات عرض کیے گئے ہیں۔ ہماری ذلت، رسوائی اور پسپائی کے ذمہ دار لوگ کون ہیں؟ قوم کے ہادی اور رہنما کون ہیں؟ جنہوں نے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عوام الناس کو راغب کر کے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانا کس کی ذمہ داری ہے موجودہ حالات کے تناظر میں خانقاہوں میں بیٹھ کر کیا کر رہے ہیں پاک و ہند برصغیر میں اسلام کس نے پھیلایا؟

تھے تو آباء ہی تمہارے اور تم کون ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

اٹھو، جاگو اور جگاؤ بقول اقبال

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ دل گیری

☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باھوؒ کے نظام فقر میں انسان کا مقام

پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد قادری

آج جب کہ انسان مادہ پرستی کے سمندر میں ڈوبتا جا رہا ہے، صوفیائے کرام کی تعلیمات میں اس کیلئے ایسا سہارا موجود ہے جو اسے ساحل مراد تک پہنچا سکتا ہے۔ انسان زندگی کے گہرے مسائل سے بے بہرہ ہو کر رہ گیا ہے۔ سطحیت نے اس کے اندر سے مغز تک رسائی کا ذوق اور طاقت دونوں چھین لیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان انسانیت سے دور ہے۔ زمین بنی آدم کے خون سے رنگین ہو چکی ہے، نفرتوں اور عداوتوں کا دور دورہ ہے۔ مادی آسائشوں کے عروج کے اس عہد میں روح تشنہ لب ہے۔ اسلامی روحانیت یا تصوف کا مدعا یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے، کائنات میں اپنے مقام اور مرتبے اور ذمہ داریوں کو سمجھے تنگ نظریوں سے بلند تر ہو اور دنیا میں امن و محبت کا پیامبر بن جائے۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ برصغیر کے بلند پایہ صوفیائے کرام میں سے ہیں جنہوں نے اپنے افکار کی بنیاد اپنے باطنی مشاہدے اور واردات قلبی پر رکھی۔ اسلامی روحانیت یا تصوف میں ایک سے زیادہ مکاتب فکر موجود ہیں۔ ان میں دو مکاتب یعنی وجودی اور شہودی کا دائرہ اثر زیادہ وسیع ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کا تعلق وجودی مکتبہ فکر سے ہے۔ معرفتِ رب تصوف کا بنیادی نصب العین ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔ ”راہ حق کے طالبوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو مشرق و مغرب میں ہے نہ شمال و جنوب میں ہے، اور نہ ہی اوپر نیچے ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو چاند اور سورج میں ہے، اور نہ ہی آگ، مٹی اور ہوا اور پانی میں ہے۔ (عین الفقر۔31)

سوال ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ نہ تو ورد و وظائف میں ہے اور نہ ہی تسبیح و حروف میں ہے اللہ تعالیٰ نہ تو زہد و تقویٰ اور پارسائی میں ہے اور نہ ہی در بدر کی گدائی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو دلق پوشی میں ہے اور نہ ہی لب بستہ خاموشی میں ہے۔ دانا بن اور یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کو بجز صرف صاحب راز کے سینے میں پنہاں ہے“۔ (عین الفقر۔31)

حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ ”دریائے وحدت الٰہی ہمیشہ مومن کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ جو شخص دل کا محرم ہو جاتا ہے، وہ قربت حق تعالیٰ سے ہرگز محروم نہیں رہتا۔“ (عین الفقر۔33)

نیز فرماتے ہیں۔ ”دل کیا چیز ہے؟“ وسیع از چہاردہ طبقات است“ دل چودہ طبقات سے وسیع ہے۔

چنانچہ حدیث قدسی میں فرمان الٰہی ہے: ”میں نہ تو زمین میں سماتا ہوں اور نہ ہی آسمانوں میں سماتا ہوں، بلکہ مومن بندے کے دل میں سماتا ہوں۔“ (عین الفقر۔33)

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ صوفیائے کرام کی تحریروں میں دل کا لفظ اس عضو کیلئے استعمال نہیں ہوتا جو سینے میں بائیں طرف دھڑکتا اور جسم کو خون پمپ کرتا ہے۔ بلکہ وہ اسے مابعد الطبیعاتی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، اس کو روح اور نفس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور بعض اوقات دل، روح اور نفس میں فرق بھی کیا جاتا ہے۔ دل مرکز ذات انسانی اور مرکز وجود انسانی ہے۔

معرفت کیلئے علم کا لفظ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم علم کے صحیح مفہوم اور غرض و غایت سے آگاہ ہوں۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں: ”علم وہ ہے جو معلوم (مقصود علم یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچا دے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔“

”العلم حجاب الاکبر“ عبارتوں کو طوطے کی طرح رٹ لینا علم نہیں۔ فرماتے ہیں۔

زاہل مدرسہ اسرار معرفت مطلب

کہ نکتہ داں نشود کرم گر کتاب خورد

”معرفت کے اسرار اہل مدرسہ سے نہ پوچھ کہ اگر کیڑا کتاب کو کھا لے تو نکتہ داں نہیں بن جاتا“ لیکن معرفت الٰہی کے بلند مقام پر وہی پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یکسو ہو جاتا ہے، جس کی توجہ کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ یعنی اسکے لئے ضروری ہے کہ انسان طالب صادق ہو۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ۔

”طالب صادق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقدس اور پاک ذات کے علاوہ اور کوئی طلب نہیں رکھتا“

اللہ تعالیٰ کو پانے کیلئے محاسبہ نفس ضروری ہے۔ نفس انسانی، انسان کا اپنا آپ، اپنی ہستی، اپنا وجود اپنی انا، ”میں“ ایک حجاب اور ایک ایسی دیوار ہے جو اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے، جو اسے اللہ تعالیٰ سے دور رکھتی ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر ہمت پیدا کرے اور اپنی ”میں“ کو ذبح کر کے قرب الٰہی حاصل کرلے۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں: ”محاسبہ نفس کیلئے خود قاضی بن اور اسے مارنے کیلئے مرد غازی بن جا۔ رضائے الٰہی اختیار کرتا کہ یار یار سے جا ملے اور غیر غیر سے۔ رضائے نفس کی خاطر حیلہ و حجت مت کر۔“

تو بخود مغرور از حق بے خبر

کے رسی در معرفت اے بے بصر

"تو اپنی خودی کیلئے غرور میں حق سے بیگانہ ہو رہا ہے۔ ایسی بے بصری کی حالت میں تجھے اس کی معرفت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ "جس طرح آگ اور پانی یکجا نہیں ہو سکتے اسطرح خودی اور خدا بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔" (عین الفقر۔254)

ایک اور بیت میں فرماتے ہیں۔

اے باھوؒ خدا تو تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو ہی ہے جو اس سے جدا ہے ورنہ وہ تو ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔"

نفس عربی زبان کا نہایت وسیع المعنی لفظ ہے۔ نفسِ انسانی کی ایک جہت وہ ہے جو بدی پہ ابھارتی اور انسان کو انحراف کی راہوں کا مسافر بنا کر اللہ تعالیٰ سے دور کرتی رہتی ہے۔ اسے نفس امارہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ سوال و جواب کے انداز میں لکھا: "نفس کسے کہتے ہیں؟ جو راہ خدا سے روکے۔ نفس طلب غیر کو کہتے ہیں۔"

صنفی امتیاز کے حوالے سے آج کل بہت کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ بلکہ سبھی روحانی بزرگوں کے نزدیک صنف (Gender) کی تعریف کچھ اور ہی ہے۔ وہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس کا مفہوم اس طرح ہے۔

"طالب دنیا مخنث ہے۔ طالب عقبیٰ مونث ہے اور طالب مولیٰ مذکر ہے۔"

لہٰذا روحانیت میں اہمیت اس بات کی نہیں کہ کوئی جسمانی لحاظ سے مرد ہے یا عورت۔ بلکہ یہ چیز اہم ہے کہ اس کی روحانی کیفیت کیا ہے۔ اس نے اپنی زندگی اور اپنی تمام تر کاوشوں کا مقصد کیا رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

"اہل ذکر و فکر عورتیں ہیں، اہل استغراق مرد ہیں، اور اہل دنیا دونوں میں سے نہیں اسلئے مخنث ہیں"

"مرد مذکر کسے کہتے ہیں؟ مرد مذکر وہ ہے جس کے دل میں بجز طلب مولیٰ اور کوئی طلب ہی نہ ہو، نہ دنیا کی طلب، نہ میوہ و براق کی طلب، نہ لذت بہشت کی طلب کہ اہل دیدار کے نزدیک یہ سب کچھ فضول اور بیکار چیزیں ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں اسم اللہ ذات نقش ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ خود انسان کہلانے کا مستحق وہی ہے جو راہ خدا کا مسافر اور اللہ کا فقیر ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں "اصل انسان فقیر ہے باقی ہر کوئی حیوان ہے"۔

"حضرت سخی سلطان باھوؒ کے نزدیک انسان کا مقام نہایت بلند ہے۔ فرماتے ہیں۔ "تو عین تجلی ہے، اس لئے تجلی کی جستجو نہ کر کہ تجلی ہر سر میں آ کر تو خود تجلی بن گیا ہے۔" (عین الفقر127) اپنے پنجابی کلام میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

نہ کر منت خواج خضروی

تیرے اندر آب حیاتی ہو

"اے انسان! آب حیات کیلئے تو خضر کی منت سماجت نہ کر، آب حیات تو تیرے اپنے اندر موجود ہے۔" "کیا تو آدمی کو محض خاکی وجود سمجھتا ہے؟ ارے اس فانوس کو خالی نہ سمجھ کہ اس کے اندر ایک نوری چراغ روشن ہے"۔ (عین الفقر۔313)

"خدا تو ہر وقت تیرے ساتھ ہے لیکن تجھے چشم بینا کی ضرورت ہے کہ صرف چشم بینا ہی معرفت حق کے قابل ہوتی ہے۔" (عین الفقر۔277)

انسان کا مرتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پس انسان اہل سر کو کہتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمان الٰہی ہے۔ "انسان میرا سر (بھید) ہے اور میں انسان کا سر ہوں۔" اور سر نام ہے فقیری کا۔ نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ انسان وہ ہے جو آپ کے تابع فرمان ہے پس انسان مرتبہ پیغمبری کا مالک اور شرع کا پابند ہے۔" (عین الفقر۔147)

انسان کا مرتبہ و مقام وہ ہے جو کسی اور مخلوق کا نہیں۔

"جو بھی کوئی واصل بحق ہوا، وہ انسان ہی ہوا نہ کوئی جن اور فرشتہ" (عین الفقر۔231) حضور سخی سلطان باھوؒ صاحب کے نزدیک فقیری کے لئے علم کی بھی ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں۔ "فقیر کیلئے ضروری ہے کہ اگر وہ جاہل ہے تو علم حاصل کرے اور اگر عالم ہے تو صاحب معرفت بنے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو جان لے اور اس کی پہچان حاصل کرے" (عین الفقر۔234)

"جو علم کی راہ سے آتا ہے وہ فقر کامل سے آگاہ ہو جاتا ہے۔" (عین الفقر۔236)

حضور سخی سلطان باھوؒ صاحب نے اپنی کتب کے ذریعے انسان کو اس کو بھولا ہوا مقام یاد دلایا ہے۔ ان کی آرزو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر جھانکے اور خود کو پہچانے۔ ابیات

ایہہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ھو

نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو

شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی یار کھڑاتی ھو

مرن تھیں اگے مر رہے باھوؒ جنہاں حق دی رمز پچھاتی ھو

انسان خودی کی پہچان کر کے ہی تکمیل ذات کا وہ مقام حاصل کر سکتا ہے جو اس کے وجود کا نصب العین ہے۔ حضور سلطان العارفینؒ چاہتے ہیں کہ انسان خود کو مادہ پرستی سے اوپر اٹھائے اور روحانی نفس کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ "یہ فقیر باھوؒ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے طالب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنا کر خلق خدا کے ساتھ ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے۔" (عین الفقر۔230)

حضور سخی سلطان باھوؒ صاحب (۱۰۳۹ھ بمطابق ۱۱۰۲ھ) برصغیر کے عظیم المرتبہ صوفیاء میں سے تھے۔ آپ نے ایک سو چالیس کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جن میں آپ تصوف و روحانیت کے نظری اور عملی مسائل اور پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا۔ ان میں سے اکثر ناپید ہیں۔ تاہم پچیس کے قریب مسودوں یا ترجموں کی شکل میں دستیاب ہیں۔

☆☆☆☆☆

دورِ حاضر کے مسلمان اور تعلیماتِ باہوؒ

جی ایم ثاقب

سلطان العارفینؒ اولادِ علیؓ ہیں۔ اعوان ہیں۔ عارفوں کے بادشاہ ہیں۔ سلطان الفقر پنجم ہیں۔ محبوب غوث الثقلین ہیں۔ فرزندِ فاطمہ بتول ہیں۔ فیض یافتہ رسولؐ ہیں۔ بارگاہِ رسالت مآبؐ سے مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر الزمانی کے القابات سے نوازے گئے واحد فقیر ہیں۔ آپ کی تعلیمات دیگر تمام سلاسل کے بزرگانِ دین سے بالکل نرالی اور انوکھی ہیں آپ کی تعلیمات شرعِ محمدیؐ کے غلاف میں لپٹی ہوئی حقائقِ ربانی اور اسرارِ سبحانی کی ایسی ترجمان ہیں کہ آپ کی ملاقات کی طرح آپؒ کی تصانیف مبارکہ کا مطالعہ اور شغف بھی انسان کو ادھورے پن سے نکال کر کامل مکمل اکمل مدارج پر فائز کر دیتا ہے اور پڑھنے والا خوش نصیب عملی و تجرباتی طور پر محسوس کرتا ہے۔

1) جیسا کہ آپ اپنی تصنیف مبارکہ ”کلید التوحید خورد“ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

”اس کتاب کا نام ”کلید التوحید“ رکھا گیا ہے اور ہر مشکل کیلئے ”مشکل کشا“ کا خطاب دیا گیا ہے جو شخص شب و روز اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھے گا اور اسے پڑھتا رہے گا اس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہے گی اور وہ ”لایحتاج“ ہو جائے گا اور اگر کوئی مفلس اسے پڑھے گا تو غنی ہو جائے گا اور اگر کوئی پریشان حال اہلِ حیرت اسے پڑھے گا تو اسے جمعیت جاودانی حاصل ہوگی اور اگر کوئی ناقص پڑھے گا تو وہ کامل ہو جائے گا۔ اس کتاب کے پڑھنے والے کو کسی ظاہری مرشد سے دست بیعت کرنے کی حاجت نہیں رہے گی اور اس کے مطالعہ سے وہ راہِ فقر کے طور طریقوں کو ظاہر باطن میں جان اور پہچان لے گا۔ یہ کتاب مبتدی اور منتہی دونوں کیلئے مکمل راہنما ہے اگر کوئی جاہل اسے پڑھے گا تو عالمِ فاضل صاحب تفسیر ہو جائے گا۔“ (ص ۲۳ کلید التوحید خورد)

2) حضور سلطان العارفین اپنی کتاب مجالسۃ النبی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ”اللہ کے حکم اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش سے اس کا نام مجالسۃ النبی رکھا گیا اور اسے یہی خطاب دیا گیا۔ جان لے کہ جو شخص اس کتاب کی مکمل سیر کرتا ہے اس پر معرفتِ الٰہی کا کبھی نہ ختم ہونے والا کامل مشاہدہ کھل جاتا ہے بلکہ جو شخص اس کتاب کو ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھتا ہے اور دن رات اسے پڑھتا رہتا ہے اُسے ظاہری مرشد کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس تصنیف کے مطالعہ کی تاثیر سے مطالعہ کرنے والا صاحب تاثیر اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور باطن میں وہ بلاشک وشبہ نظرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں منظور ہو جاتا ہے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر کے اُن کی بارگاہ سے تعلیم و تلقین حاصل کرتا ہے۔“ (ص ۱۵ مجالسۃ النبی)

3) حضور سلطان العارفین اپنے مشہور زمانہ رسالہ ”روحی شریف“ میں ص ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

”اگر کوئی ولی واصل عالمِ روحانی یا عالمِ قدس شہود میں رجعت کھا کر اپنے درجہ سے گر گیا ہو تو اگر وہ اس پاک کتاب کو وسیلہ بنالے تو یہ کتاب اس کے لئے مرشدِ کامل ثابت ہوگی۔ اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو اسے قسم ہے اور اگر ہم اسے اس کے درجہ تک نہ پہنچا ئیں تو ہمیں قسم ہے۔ اگر سالک سلوک کا طالب اسے مضبوطی سے پکڑ کر تھام لے تو صرف اس کے پکڑنے سے ہی میں اسے زندہ دل اور روشن ضمیر عارف بنا دوں گا۔“

4) کلید التوحید کلاں کے شروع میں فرماتے ہیں۔ ”اس کتاب کا نام کلید التوحید رکھا گیا ہے جس کے مضامین پر عمل کرنے سے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے اور اس کا عامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے مشرف ہو جاتا ہے اور وحدانیتِ خدا میں غرق ہو جاتا ہے۔“

5) اپنی تصنیف ”نور الھدیٰ“ کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جو شخص اس کتاب کا اخلاص، یقین اور اعتقاد سے شب و روز مطالعہ کیا کرے گا۔ واقفِ اسرارِ پروردگار ہو جائے گا۔ اُسے مرشدِ ظاہر کی تعلیم و تلقین کی حاجت نہیں رہے گی۔ یہ کتاب اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور معرفت کا وسیلہ بن جائے گی اور اُسے مجلسِ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے گی۔ اس کتاب کو ہمیشہ پڑھنے والا خلق کا راہنما اور اہلِ باطن باصفا ہو جائے گا۔ لیکن اہلِ مطالعہ صاحب صدق یقین اور باادب و باحیا ضرور ہو۔“

حضور سلطان العارفین نے کم وبیش ایک سو چالیس تصانیف تحریر فرمائی ہیں آپؒ کے ذمہ ڈیوٹی یہی لگائی گئی ہے کہ خلقِ خدا کو تلقین فرما کر اللہ کے حضور کامیاب و کامران فرمائیں۔ حضور سلطان العارفین انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اس اعلیٰ مرتبہ انسانیت پر دیکھنا چاہتے ہیں جس کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ آپؒ نام نہاد اور ریا بھری عبادت اور ریاکار علماء و فقراء اور جعلی پیروں کے خلاف آواز ہمیشہ بلند فرماتے نظر آتے ہیں کوئی ذاتی لالچ حسد کی خاطر نہیں بلکہ خالص رضائے الٰہی کی خاطر ان کی اصلاح کیلئے یہ سب تلقین فرماتے ہیں۔ ایسے ہی نام نہاد ملا اور ریاکار حضرات عابدین کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

1) ”قیامت کے دن ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے پوچھا جائے گا کہ تم نے کون سی عبادت کی ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی اور میدانِ جنگ میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے کیونکہ تیرا جہاد اس غرض سے تھا کہ لوگ تجھے بہادری اور ہمت مردانہ کا ایک نمونہ تصور کریں۔ اور اُسے جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا پھر ایک اور شخص کو حضورِ حق میں پیش کر کے پوچھا جائے گا کہ تم نے کون سی عبادت کی ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ الٰہی! میرے پاس جو کچھ تھا وہ میں نے تیری راہ میں صدقہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا کہنا

بالکل غلط ہے کیونکہ تیرا یہ فعل اس غرض سے تھا کہ لوگ تجھے بہت بڑا سخی سمجھیں اور اسے بھی جہنم کے حوالے کر دیا جائیگا۔ پھر ایک اور شخص کو حاضر کیا جائے گا اور اس سے بھی وہی سوال کیا جائے گا اور وہ جواب دے گا کہ میں نے علم قرآن حاصل کیا اور اس کے حصول میں بڑی تکالیف برداشت کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو سراسر جھوٹا ہے کیونکہ علم قرآن سیکھنے سے تیرا مدعا یہ تھا کہ لوگ تیرے علم و فضل کے معتقد ہو جائیں اور کہا کریں کہ فلاں آدمی بڑا زبردست عالم ہے اور پھر اسے بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔" ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد نبویؐ ہے۔

2) "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریا کارو! جاؤ انہی لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کو دکھانے کی خاطر تم عبادت کیا کرتے تھے، اب انہی سے جا کر اپنا اجر طلب کرو۔" ایک اور حدیث مبارکہ ہے۔

3) "بارگاہِ حق تعالیٰ میں وہ عمل ہرگز قبول نہ ہوگا جس میں ریا کا شائبہ تک بھی موجود ہوگا۔"

4) "قیامت کے دن ریا کار آدمی کو خطاب ہوگا کہ "او ریا کار او نابکار او غدار او مکار اس کہ تیرے اعمال ضائع کر دیے گئے اور تیرا اجر باطل ہو چکا، اب تو صرف اسی شخص سے اپنا اجر طلب کر کہ جس کو دکھانے کی خاطر تو سارے اعمال کیا کرتا تھا۔"

5) اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا فرمائے۔ پھر سات آسمان پیدا کر کے ہر ایک آسمان پر ان سات فرشتوں میں سے ایک ایک فرشتہ موکل مقرر کیا اور اس کے ذمہ متعلقہ آسمان کی دربانی کر دی۔ جب لوگوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے آدمی کے صبح سے شام تک کیے ہوئے روزانہ کے اعمال لے کر پہلے آسمان پر جاتے ہیں اور اس آدمی کی اطاعت گزاری کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور واقعی اس شخص کی عبادت کچھ اس انداز کی ہوتی ہے کہ اس نور آفتاب کے نور سے کسی طرح کم نہیں ہوتا لیکن ناگاہ موکل فرشتے کی آواز آتی ہے کہ یہ عبادت اس عابد کے منہ پر دے مارو کہ وہ اہل غیبت ہے اور مجھے یہ حکم ہے کہ غیبت کرنے والے آدمی کے اعمال یہاں سے نہ گزرنے دوں۔ اس کے بعد ایک ایسے شخص کے اعمال کہ جس نے غیبت نہیں کی ہوگی۔ جب دوسرے آسمان پر لے جاتے ہیں تو وہاں کا موکل فرشتہ کہتا ہے کہ ان اعمال کو واپس لے جاؤ اور اس عابد کے منہ پر دے مارو کہ جس نے یہ اعمال کیے ہیں کیونکہ اس نے یہ اعمال دنیا کی خاطر کیے ہیں اور ان کی بدولت لوگوں میں فخر و مباہات کرتا رہا ہے اور مجھے یہ حکم ہے کہ اس کے اعمال آگے نہ جانے دوں۔ پھر تیسرے شخص کے اعمال تیسرے آسمان پر لے جائے جاتے ہیں اور ان میں (غیبت و دکھاوا سے پاک) نماز، روزہ اور صدقہ شامل ہوتا ہے اور فرشتے ان پر حیرت زدہ ہوتے ہیں (کہ کتنے اعلیٰ اعمال ہیں) لیکن تیسرے آسمان کا موکل فرشتہ کہتا ہے مجھے حکم ہے کہ یہ اعمال یہاں سے نہ گزرنے دوں کیونکہ یہ آدمی متکبر ہے اور لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے لہٰذا اس کے اعمال واپس لے جاؤ اور اسکے منہ پر دے مارو۔ پھر ایک اور شخص کی باری آتی کہ جس کے اعمال تسبیح و نماز و حج کی بدولت ستاروں کی طرح درخشاں و تاباں ہوتے ہیں لیکن چوتھے آسمان پر پہنچتے ہی روک لئے جاتے ہیں اور موکل فرشتہ کہتا ہے کہ مجھے غرور و نخوت پر نگہبان مقرر کیا گیا ہے اور مجھے یہ حکم ہے کہ میں یہاں سے مغرور اور اہل نخوت کے اعمال کو آگے نہ جانے دوں۔ پس اس کے اعمال واپس لے جا کر اس کے منہ پر دے مارو کہ وہ مغرور اور نخوت پسند لوگوں میں سے ہے۔ پھر ایک اور شخص کے اعمال آتے ہیں اور وہ ایسے پیارے ہوتے ہیں جیسے کہ ایک حسین و جمیل دلہن جسے دلہا کے حوالے کیا جا رہا ہو جب یہ حسین و جمیل اعمال پہلے چار آسمانوں سے گزر کر پانچویں آسمان پر پہنچائے جاتے ہیں تو وہاں کا موکل فرشتہ کہتا ہے کہ یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو، اسی کی گردن پر جا دھرو کہ میں حسد پر نگہبان مقرر کیا گیا ہوں اور مجھے یہ حکم ہے کہ یہاں سے کسی حاسد کے اعمال نہ گزرنے دوں اور اس شخص کی حالت یہ ہے کہ علم و عمل میں جو شخص بھی اس کے درجہ پر پہنچتا ہے یہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور اس کے خلاف زبان درازی کرنے لگتا ہے۔ پھر ایک اور شخص کے اعمال لائے جاتے ہیں جو نماز، روزہ، حج وغیرہ سے مزین ہوتے ہیں۔ چھٹے آسمان پر انہیں بھی روک لیا جاتا ہے اور موکل فرشتہ یہ کہتا ہے کہ یہ عمل اس کے منہ پر دے مارو کہ میں فرشتہ رحمت ہوں اور مجھے یہ حکم ہے کہ بے رحموں کے اعمال یہاں سے نہ گزرنے دوں اور یہ شخص انتہائے بے رحم ہے کہ کسی کو رنج پہنچے تو اس پر ہنستا ہے اور کسی پر اگر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس پر بغلیں بجاتا ہے۔ پھر ایک ایسے شخص کے اعمال ساتویں آسمان پر پہنچائے جاتے ہیں جو نماز، روزہ، نفقہ، جہاد اور پرہیزگاری کے نور سے یوں منور ہوتے ہیں جیسے کہ آفتاب اور سارے آسمان میں ایک غلغلہ بلند ہو جاتا ہے اور برق کی کڑک چمک سارے ماحول پر چھا جاتی ہے۔ تین ہزار فرشتے ان اعمال کے جلوس میں چل رہے ہوتے ہیں اور کسی فرشتے کو روک ٹوک کی جرأت نہیں ہوتی کہ ناگاہ ساتویں آسمان کے موکل فرشتے کی آواز آتی ہے کہ بس لے جاؤ ان اعمال کو اور اس شخص کے منہ پر دے مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کہ ان تمام اعمال سے اس کا مقصود قرب حق تعالیٰ نہ تھا بلکہ اس کا مقصد محض یہ تھا کہ اسے علما کے نزدیک عزت و حشمت حاصل ہو جائے اور شہر شہر میں اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگے اور مجھے یہ حکم ہے کہ ایسے شخص کے اعمال کو آگے نہ جانے دوں اس لئے کہ ہر وہ عمل جو خاص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو وہ ریا کہلاتا ہے اور ریا کار کے اعمال حق تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتے۔ اس کے بعد ایک ایسے شخص کے اعمال سر تا سر اخلاق نیک، ذکر فکر اور تسبیح و عبادات پر مشتمل ہوتے ہیں اور تمام آسمانوں کے فرشتے اس کی شہادت و گواہی کیلئے حاضر ہوتے ہیں یہاں یک زبان گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاکیزہ ہونے کے علاوہ اخلاص کی صفت سے بھی مالا مال ہیں اس پر بارگاہِ حق تعالیٰ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتو! تم اس کے اعمال و افعال کے نگہبان ضرور ہو لیکن دل کی نگہبانی میں خود کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس نے یہ اعمال میرے لئے نہیں کیے کیونکہ ان کے کرتے وقت اس کے دل میں نیت کسی اور ہی کیلئے ہوتی تھی۔ پس اس پر میری لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ سنتے ہی فرشتے بھی کہنے لگتے ہیں کہ الٰہی اس پر تیری لعنت ہو اور ہماری طرف سے بھی لعنت ہو۔ تب ساتوں آسمانوں اور ان کے درمیان کی ہر ایک چیز سے یہی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں کہ لعنت ہو اس ریا کار پر۔"

ہم خود سوچیں کہ ہم مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں اور عبادت کر کے اتراتے پھرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معیار عبادت یہ نہیں ہے بلکہ جو اس کے پاس معیار عبادت ہے ہم اس پر خود پورا نہیں اتر سکتے اب بندہ کیا کرے آج کے اس دور میں خالص عبادت کیسے کریں تو اس کا علاج صرف اور صرف آج کے دور میں حضور سلطان العارفینؒ کے پاس ہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ آپ بلند مقام پر فائز ہیں اور آپ کو خلق خدا کی تلقین کا حکم ملا ہوا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کا مرتبہ و مقام فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ آپ سلطان الفقر پنجم ہیں۔ رسالہ روحی شریف میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"جان لے کہ جب نور احدی نے وحدت کے آراستہ گوشہ خلوت سے مظاہر کثرت پر (ظہور کا) ارادہ فرمایا تو اس نے گرم بازاری کی لطافت سے اپنے حسن کی جلوہ افروزی کی۔ دونوں جہاں شمع جمال پر پروانہ وار جلنے لگے۔ اور اس نے میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورت احمدی اختیار کر لی اور جذبات و ارادات کی کثرت سے سات بار اپنے آپ پر جنبش

کی۔اور اس سے سات ارواح فقراء باصفا، فنافی اللہ، بقاباللہ، تصور ذات میں محوتماشغر بے پوست جو آدم کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے، بحر جمال میں غرق تھیں۔ مراۃ الیقین کے شجر پر ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے ازل سے ابد تک ذات حق کے سوا کسی چیز کو نہ دیکھا اور اللہ کے سوا بھی کچھ نہ سنا۔ وہ حریم کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر بن کر رہیں جسے کوئی زوال نہیں کبھی نوری جسم پہنے تقدیس اور تنزیہ میں کوشش کرتی رہیں کبھی سمندر میں قطرہ اور کبھی قطرہ میں سمندر اور اذا تم الفقر فھو اللہ کے فیض کی چادر انہیں عطا ہوئی۔ پس وہ ابدی زندگی اور الفقر لا یحتاج الی ربہ ولا الی غیرہ کی جاودانی عزت کے تاج سے معزز و مکرم ہیں۔ انہیں آدم کی پیدائش اور قیام قیامت کی کچھ خبر نہیں۔ اُن کا قدم تمام اولیاء و غوث و قطب کے سروں پر ہے۔ اگر انہیں خدا کہے تو روا اور اگر بندۂ خدا جانے بجا، علم من علم اوران کا مقام حریم ذات کبریا ہے انہوں نے حق تعالیٰ سے سوائے حق کے کچھ نہ مانگا اور دنیا ئے زبوں اور آخرت کی نعمتوں حور و قصور بہشت کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور جس ایک تجلی سے موسیٰ سراسیمہ ہوگئے اور طور پھٹ گیا ہر لحہ اور ہر پل میں جذبات انوار ذات کی ویسی تجلیات ستر ہزار بار ان "فقراء" پر وارد ہوئیں مگر انہوں نے نہ دم مارا اور نہ آہ کی اور ھل من مزید کہتے ہیں۔ وہ فقر کے بادشاہ اور دونوں جہاں کے سردار ہیں۔ اُن میں سے ایک تو خاتون قیامت (حضرت فاطمۃ الزہرا) کی روح مبارک ہے ایک حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی روح مبارک ہے ایک ہمارے شیخ، حقیقت الحق، نور مطلق مشہود علی الحق حضرت سیّد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ ایک سلطان انوار، سرّ السرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ ایک ھاھویت کی آنکھوں کا چشمہ، سرّ اسرار ذات یاھو فنافی ھو فقیر باھوؒ کی روح مبارک ہے۔ اور دو ارواح دیگر اولیاء کی ہیں۔ (ایک روح سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی دنیا میں ظاہر ہو چکی ہے)

ان ارواح کی برکت و حرمت ہی سے دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح آشیانہ وحدت سے نکل کر عالم کثرت میں پرواز نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی۔ (چھٹی روح مبارک سلطان محمد اصغر علیؒ 14 اگست 1947 تا 26 دسمبر 2003ء)۔ ان کی نظر سراسر انوار وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس شخص پر ان کے عنقائے نظر کا سایہ پڑ گیا۔ اسے نور مطلق بنا دیا۔ انہیں اپنے طالبوں کو اوراد ظاہری کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔ جان لے کہ اس کتاب کا مولف فقیر نور مطلق تمام پردوں اور حجابوں کو ہٹا کر عین وحدت ہو گیا ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

آپؒ کے مندرجہ بالا مقام کو دیکھ کر یہ اظہر من الشمس ہے کہ آپؒ کی تعلیم و تلقین بھی آپؒ کے مرتبہ و مقام کی طرح اعلیٰ و برتر ہے۔ آپ انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بنانا چاہتے ہیں۔ وہ مسلمان کو صحیح معنوں میں اُمتی (محمدی) بنانے کے خواہش مند ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"واضح رہے کہ جن لوگوں کی روحوں کو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ازل ہی میں تعلیم دی ہے وہی محمدیؐ رہیں۔ پھر جب ان کی روحیں ماؤں کے شکموں میں داخل ہوتی ہیں اس وقت بھی آنحضرت انہیں تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ اور یوں پیدا ہونے کے بعد، بلوغت میں بھی خواب میں انہیں تعلیم و تلقین کرتے ہیں اور پھر حضور غوث پاکؓ کے سپرد فرما کر انہیں مرتبہ دلوا دیتے ہیں۔" ایک اور جگہ پر آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

حسب ذیل سات شخصوں کو دیدار اور مجلس محمدی نصیب نہیں ہوتے۔

اول نماز کا تارک، دوم جماعت کا تارک سوم نشہ والی چیزوں مثلاً شراب، بھنگ، بوزہ، تمباکو وغیرہ کا استعمال کرنے والا چہارم اہل بدعت، پنجم علماء کا دشمن ششم فقیر کامل کا دشمن ہفتم گانے بجانے والا اور بیگانے مرد و عورت کا حسن پرست۔ آپؒ ہر مسلمان کو شرع محمدیؐ پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے ہیں جبکہ خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

آپؒ اپنی تصانیف میں بار بار یہ حدیث مبارکہ تحریر فرماتے ہیں۔

"کل طریقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندیقۃ"

ترجمہ: ہر وہ طریقہ جس کو شریعت رد کرے، وہ گمراہی ہے، بے دینی ہے۔"

2) آپؒ انسان کو اس کے اصلی مقام کی یاد دہانی کراتے ہیں۔

الست بربکم سنیا دل میرے جند قالوا بلیٰ کو کیندی ھو
حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ھو
قہر پوے تینوں تے راہزن دنیا تو تاں حق دا راہ مریندی ھو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھو توڑے کر کر زاریاں روندی ھو

آپؒ ہر لمحہ انسان کو قرب الٰہی میں رہنے کیلئے "تصور اسم اللہ ذات" میں محو دیکھنا چاہتے ہیں۔

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ھو
سنیا سخن گیاں کھل اکھیں، اساں چت مولا ول لایا ھو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ھو
مرن تھیں اگے مر گئے حضرت باھوؒ تاں مطلب نوں پایا ھو

ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالعہ ھو
ساری عمر پڑھدیاں گزری جہلاں دے وچ جالیا ھو
ہکو اسم اللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالعہ ھو
دو ہیں جہان غلام تنہاں دے باھُوؒ جیں دل اللہ سمجھا لیا ھو

واضح رہے کہ جو شخص ابھی مومن مسلمان کے مرتبے کو نہیں پہنچا۔ وہ فقیر فی اللہ عارف باللہ اور درویش حسبۃً للہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ لفظ مسلمان میں چھ حرف ہیں م، س، ل، م، ا، ن۔

م سے مسلمان رحمان کے موافق شیطان کے مخالف
علم کے موافق جہالت کے مخالف
روح کے موافق نفس کے مخالف
شریعت کے موافق بدعت کے مخالف
فقر کے موافق دنیا، اہل دنیا، شہوت حرص طمع وغیرہ ناشائستہ اوصاف کے مخالف
س سے سلیم قلب تسلیم حق ورضا قضا اور نیک خلق ہو
ل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمیشہ زبان پر ہو
م۔ مسائل فقہ، توحید و نص وحدیث و تصوف کے علم سے متکلم ہو
ا۔ سے ارادہ صادق صدیق با تصدیق
ن۔ سے نیک نیت مراد ہے
یہ مسلمان کے مراتب ہیں۔ السلام علیک
جو شخص ان صفات سے موصوف نہیں ہوتا وہ حقیقی اور حق بردار حق پر جان نثار مسلمان نہیں ہوتا۔
آپ فرماتے ہیں مومن کے چار حروف ہیں۔
م۔ سے مومن نفاق کو چھوڑ کر تصدیق قلب، طلب مولیٰ اور محبت کو حاصل کرتا ہے۔ یہ معنی صاف دل باادب باحیا مومن کے ہیں۔
و۔ سے وحدانیت میں غرق
م۔ ماسوی اللہ سے بیزار اور صاحب توحید ترک، توکل
ن۔ نفس یزید کا دشمن ہوتا ہے۔

حضور سلطان العارفینؒ کی تعلیمات کی روشنی میں ایک مسلمان کو اپنے حقیقی مقام تک رسائی حاصل کرنے میں سب سے بڑی تین آزمائشیں آتی ہیں۔
1) دنیا 2) شیطان 3) نفس امارہ

دنیا

باھوؒ مومن آں مرد است دارد خشم باز
تارک فارغ از دنیا بے نیاز

باھوؒ مومن وہ ہے جو غصہ سے باز آئے۔ دنیا کا تارک ہو اور دنیا سے بے نیاز ہو۔

ملک مومن درم مے باشد گناہ
مومناں را نظر باشد بر الہ

ترجمہ:- مومن کے پاس روپے پیسے کا ہونا گناہ ہے۔ مومنوں کی نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔

ہر کہ گوئی مومنم زاں وصف زآں
نام اللہ مومناں بخشد جاں

ترجمہ:- جو شخص کہے کہ میں مومن ہوں۔ تو دیکھ کہ اس میں یہ وصف ہے یا نہیں کہ مومن لوگ اللہ کے نام پر جان قربان کر دیتے ہیں۔

مومن اور مسلمان ہونا آسان کام نہیں۔ مومن مسلمان کے مراتب میں پروردگار کے اسرار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مومن آدمی دنیا مردار کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا خواہ کتنے دن ہی فقر و فاقہ میں گزارے جو دنیا کا طالب ہے اسے مومن مسلمان خیال نہ کر کیونکہ دنیا منافقوں اور کافروں کے نصیب ہوتی ہے۔

دنیا گھر منافق دے یا گھر کافر دے سوہندی ھو
نقش نگار کرے بہتر ے زن خوباں سبھ موہندی ھو

بجلی واگوں کرے لشکارے سروے آتوں جھوندی ھو
حضرت عیسٰی دی سل واگوں باھوؒ راہ ویندیاں نوں کوہندی ھو

دنیا،نفس،شیطان سے جب تک انسان چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتا۔اس وقت تک وہ اللہ کا مقرب نہیں ہو سکتا۔حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

1)دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت۔
2)دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔
3)دنیا گدھوں کی جنت ہے۔
4)دنیا کتے کا گھر ہے۔
5)دنیا کی لذات خنزیر کا گوشت ہے۔
6)دنیا کا عیش کافروں کا فخر ہے۔
7)دنیا دل کی سیاہی ہے۔

حضور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''دنیا ایک پر درد بلا ہے جو حق تعالیٰ کے ذکر وفکر سے جدا کر دیتی ہے۔''(عین الفقر)

انسان دنیاوی خواہشات اور لذات سے کبھی سیر نہیں ہوتا جو شخص دنیا کی محبت دل سے نہیں نکالتا اسے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے نہ مجلس محمدی کی حضوری اور نہ اس کے قلب،قالب اور ہر ایک بال سے ذکر اللہ جاری ہوتا ہے۔معرفت الٰہی ترک دنیا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔(کلید التوحید کلاں)

''جان لے نفس امارہ،شیطان اور دنیا تینوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے''(اسرار قادری)

''دین اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں جیسے آگ اور پانی ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''(عین الفقر)

دین تے دنیا سکیاں بھیناں تیتوں عقل نہیں سمجھیندا ھو
دوویں اک نکاح وچ آون شرع نہیں فرمیندا ھو
جیویں اگ تے پانی تھاں اک وچ واسا نہیں کریندا ھو
دوویں جہانیں او مٹھا باھو جیہڑا دعوٰی کوڑ کریندا ھو

کلید التوحید کلاں میں آپ فرماتے ہیں۔

ہر کہ مردار غرق است کے شود دیدار جو
غیر اللہ ہر چہ باشد دفترے از دل بشو

''جو شخص دنیائے مردار کی طلب میں غرق ہو جائے وہ دیدار الٰہی کا طلبگار کہاں ہو سکتا ہے پس تو اپنے دفتر سے غیر اللہ کا ہر نقش مٹا دے۔

اوہی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیا داراں ھو
جس راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ھو
پیواں کولوں پتر کوہاوے بھٹ دنیا مکاراں ھو
جنہاں ترک دنیا دی کیتی باھوؒ لیسن باغ بہاراں ھو

دنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حیرانی ھو
ہڈی اتے ہوڑ تنہاں دی لڑدیاں عمر وہانی ھو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ھو
باجھوں ذکر ربے دے باھو کوڑی رام کہانی ھو

حضور سلطان العارفینؒ نے ترک دنیا کی اصطلاح سے مراد ترک حب دنیا لیا ہے۔آپؒ اپنی کتاب عین الفقر شریف میں فرماتے ہیں۔

1)دنیا کا طالب دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا یا منافق یا ریاکار
2)دنیا شیطان اور طالبان دنیا شیاطین ہیں۔

دنیا کذب اور چاہنے والا کذاب،دنیا شرک اور چاہنے والا مشرک،دنیا خبث اور چاہنے والا خبیث،دنیا لعنت اور چاہنے والا ملعون دنیا جہل اور چاہنے والا جاہل ہے۔دنیا فاحشہ اور بدکار عورت ہے اور اہل دنیا اس کا شوہر دیوث ہے۔دنیا کی طلب کے حوالے سے سلطان العارفینؒ سچے اور حقیقی مسلمان کو متنبہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے معاملے میں محتاط رہنا۔کیونکہ جتنے بھی انبیاء و رسل آئے انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی کی تب ہی جا کر اس ملعون سے حفظ

وامان میں رہے۔

جیندے اندر حب دنیا دی باھوؒ او ہ مول فقیر نہ تھیوے ھو

شیطان

راہ طلب مولیٰ میں دوسری بڑی رکاوٹ شیطان لعین ہے۔ جو انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر وقت ہر لمحہ انسان کو راہ راست سے ہٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

1) "ولا تتبعوا خطوت الشیطن انہ لکم عدو مبین"

2) "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم"

3) "انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ"

شیطان نے بڑے بڑے خدار سیدہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔

سلطان العارفینؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب "مجالستہ النبیؐ" میں فرماتے ہیں۔

"جان لیں کہ ابلیس ملعون جب دیکھتا ہے کہ طالب اللہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے والا ہے اور مقام طریقت سے گزر کر مقام حقیقت و معرفت پر پہنچنے والا ہے تو ان مقامات کے درمیان تمام شیاطین کو جمع کرکے عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان، بہشت و دوزخ اور حور و قصور شیطانی استدراج سے بنا کر طالب اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور خود تخت زریں پر بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے "اے طالب! تو نے میری جو عبادت کی ہے اُسے میں نے قبول کر لیا ہے"۔ پھر اپنے پیشاب سے ایک پیالہ بھر کے اُسے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ شراباً طہورا کا پیالہ ہے۔ اسے پی لے۔ اگر طالب یہ پیالہ پی لے تو اس کے وجود میں شیطانی آگ بھر جاتی ہے اور شیطان اس سے کہتا ہے کہ اب فرض، سنت، واجب، مستحب اور ہر قسم کی ظاہری عبادات تم پر معاف ہیں تیرے لئے میرا دیدار ہی کافی ہے کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ جو جی میں آئے کر اور جو چاہے کھا اور پی، قلندر اہل بدعت بن جا اور گانے بجانے سے سرور حاصل کر۔" اس موقع پر طالب اللہ کو اگر مرشد کامل مکمل کی رفاقت میسر ہو تو اسے خبردار کرکے کہتا ہے کہ "لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھ لے۔ ان کلمات کے پڑھتے استدراج ختم ہو جاتا ہے اور طالب اللہ گمراہی کی ذلت سے بچ جاتا ہے۔"

حضور سلطان العارفینؒ ان تمام انسانوں مسلمانوں کو واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ شیطان لعین ظاہر و باطن میں ہر طرح سے گمراہ کرتا ہے اور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

نفس امارہ

نفس کسے کہتے ہیں؟ جو راہ خدا سے روکے، نفس طلب غیر کو کہتے ہیں۔ دنیا و نفس و شیطان لوگوں کی راہ مارنے والے شیطان ہیں بھلا شیطان کی راہ مارنے والا شیطان کون ہے؟ شیطان کی راہ مارنے والا شیطان کبر ہے۔ کبر کس چیز سے پیدا ہوتا ہے؟ قہر جلالیت الٰہی اور شر سے۔ (عین الفقر)

نفسانی لوگ حقیقت کی طرف کیا جاسکتے ہیں؟

عارف دی گل عارف جانے، کیا جانے نفسانی ھو

لوگ نفس مارنے کیلئے پتہ نہیں کیا کیا چلہ کشیاں کرتے رہتے ہیں حضور سلطان العارفینؒ اپنی کتاب عین الفقر شریف میں فرماتے ہیں۔

زہد و تقویٰ، صوم و صلوٰۃ اور ریاضت حج و زکوٰۃ خلاف نفس ہے، کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں مرتا۔ ذکر فکر مجاہدہ و مشاہدہ مراقبہ محاسبہ اور وصال حضور مذکور خلاف نفس ہے، کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں مرتا۔ ورد و وظائف، ذکر تسبیح، تلاوت قرآن اور علم مسائل فقہ خلاف نفس ہے، کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں مرتا۔ علم و تعلیم، درس و تدریس اور خدا شناسی خلاف نفس ہے، کیا اس سے نفس مرجاتا ہے؟ میں کہتا ہوں نہیں مرتا۔

نفس گر سلطان شود مسند نشین
سگ بگرد آسیا گردد یقین

ایہو نفس اساڈا بیلی جے نال اساڈے سدھا ھو
زاہد عالم آن نوائے جتھے ٹکڑا ویکھے تھدا ھو
جو کوئی اسدی کرے سواری اس نام اللہ دا لدھا ھو
راہ فقر دا مشکل باھو گھر ما نہ سیرا رِدھا ھو

ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

صورت نفس امارہ دی کوئی کتا گُلر کالا ھو
کوکے کوکے لہو پیوے منگے چرب نوالا ھو
کھبے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ھو
ایہہ بدبخت ہے وڈا ظالم باھو اللہ کرے ٹالا ھو

نفس اگر بھوکا ہو تو دیوانہ کتا بن جاتا ہے اور اگر سیر شکم ہو تو گدھا بن جاتا ہے نفس کا پیٹ بھر دو تو بے فرمان ہو جاتا ہے اور اگر نفس کو بھوکا رکھو تو پیچھے چلانے لگتا ہے۔ نفس جب گناہ کرنے پر تل جاتا ہے تو چاہے اسے خدا اور رسولؐ و تمام انبیاء و اصفیاء و اولیاء صلحا کے واسطے دے ڈالو، آیات قرآنی و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر سنا دو موت و قبر کا خوف دلا دو، منکر نکیر سے سوال و جواب اور ملاقات اعمال نامہ یاد دلا دو، مسائل فقہ یاد دلا دو، روز قیامت کے عالم نفسی نفسی یاد دلا دو اور چاہے پل صراط و دوزخ و بہشت و دیدار الٰہی یاد دلا دو، نفس ہرگز گناہ و نافرمانی سے نہیں ٹلتا۔ (عین الفقر باب چہارم)

سو معلوم ہوا کہ یہ تمام مشاغل شیطان و نفس سے ایسا محاربہ ہے جو محض تضیع اوقات ہے اور خام لوگوں کا مشغلہ ہے۔ لہٰذا ایسے عمل کی ضرورت ہے کہ جس سے نفس یکبارگی قتل ہو جائے اور روز روز کی لڑائی سے جان چھوٹ جائے۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اے نامرد! کوشش کر کہ تو نامردوں کے زمرے سے نکل کر مردوں کے زمرے میں شامل ہو جائے۔ مرتبہ نامرد کیا ہے اور مرتبہ مرد کیا ہے؟ مرتبہ نامرد یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں نفس و شیطان سے رات دن لڑتا جھگڑتا رہے اور مرتبہ مرد غازی یہ ہے کہ ایک ہی وار میں نفس کا سر کچل دے تا کہ ہر وقت کے محاربے سے جان چھوٹ جائے۔ (عین الفقر)

شیطان، نفس، دنیا کا علاج

حقیقی مسلمان بننے کیلئے ان کا علاج کروانا نہایت ضروری ہے ورنہ لبادہ انسانیت و مسلمانی میں ہم حیوان بلکہ "بل ھم اضل" اور کافر و مشرک ہی رہیں گے ہمارا ظاہر وہاں کچھ کام نہ آئے گا بلکہ "یوم لا ینفع مال ولا بنون ○ الا من اتی اللہ بقلب سلیم" کام آئے گا۔ اور قیامت کے دن "واذا بعثر ما فی القبور ○ وحصل ما فی الصدور ○ اندرونا لاسب کچھ باہر آ جائے گا۔ اور اگر اندر کی دنیا میں انسان کی بجائے حیوان ہوئے اور مسلمان کی بجائے کافر و مشرک و منافق ہوئے تو ہم کس طرح محمدیؐ اور امتی ہونے کے حقدار کہلائیں گے۔ اسی لئے تو اقبالؒ فرما گئے ہیں۔

چوں مے گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

فرماتے ہیں کہ جب کہتا ہوں کہ مسلمان ہوں تو کانپ جاتا ہوں کیونکہ لا الٰہ کرنے کیلئے جو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ جانتا ہوں۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

وہ عمل کہ جس سے نفس کا سر یکبارگی کچلا جا سکتا ہے وہ صرف مرشد کامل کی نگرانی میں "تصور اسم اللہ ذات" کا عمل ہے۔ اس کے علاوہ ایسا کوئی عمل نہیں ہے جو نفس کی سرکوبی کیلئے کافی ہو۔ چنانچہ سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

1) جب اسم اللہ ذات دل میں نقش ہو جاتا ہے اور اسم اللہ ذات کی تجلی دل پر غلبہ پا کر فروزاں ہو جاتی ہے تو نفس مغلوب ہو کر مر جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے۔"

2) بندے اور مولیٰ کے درمیان جو وسیلہ ہے وہ اسم اللہ ذات ہے۔

3) اگر کسی غار میں سانپ داخل ہو جائے اور آپ غار کے منہ ڈنڈے مارنا شروع کر دیں تو خواہ تمام عمر ڈنڈے مارتے رہیں، سانپ کو کچھ نقصان نہیں ہوگا اور اگر پانی یا تیل اُبال کر غار کے اندر ڈالیں تو سانپ مر جائے گا یا غار سے باہر آ جائے گا اور آپ اُسے آسانی سے مار سکیں گے۔ انسان کا جسم غار کی مثل ہے۔ نفس امارہ سانپ کی مثل ہے جو جسم کے غار میں چھپا بیٹھا ہے۔ ذکر جہر غار کے منہ پر ڈنڈے مارنے کی مثل ہے جبکہ تصور اسم اللہ ذات غار میں اُبلتا ہوا تیل ڈالنے کی مثل ہے۔

4) اسم اللہ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و تلاوت قرآن اور ہر قسم کی ظاہری عبادات میں مشغول رہے یا اہل فضیلت عالم بن جائے لیکن اگر وہ تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم محمد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ رہا اور ان دونوں اسماء کے مطالعہ میں مشغول نہ رہا تو اس کی عمر بھر کی عبادت و ریاضت ضائع و برباد ہو گئی اور اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ (عین الفقر)

5) "تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہ انوار دیدار ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہان کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے، عین دیکھتا ہے عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔"

6) مرشد کامل مکمل وہ ہے جو اسم اللہ ذات اور اسم محمد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ جانتا ہے اور طالب صادق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کی طلب کے سوا اور کوئی طلب نہیں رکھتا..... سن مرشد کامل مکمل وہ ہوتا ہے جو اسم اللہ ذات یا اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش لکھ کر طالب کے ہاتھ میں تھما کر اس کا مشاہدہ کراوے اور جو طالب اسم اللہ ذات کے نقش کا مشاہدہ کرتا ہے بے شک وہ صراط مستقیم پا لیتا ہے۔ جو طالب ایسے مرشد سے روگردانی کرتا ہے، بے شک وہ اسم اللہ ذات اور اسم محمد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کرتا ہے اور کلمہ طیب بھی یہی دو اسماء ہیں۔ اسلئے درحقیقت وہ کلمہ طیب سے روگردان و منحرف ہو جاتا ہے۔ جو شخص کلمہ طیب سے روگردانی و انحراف کرتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی نماز و روزہ اور ہر قسم کی عبادت ہرگز قبول نہیں ہوتی۔" حضور سلطان العارفینؒ تحریر فرماتے ہیں۔

جان لے کہ عارف کامل قادری ھاھویت مطلق میں غرق ہو کر ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ مصنف تصنیف فرماتا ہے کہ جب سے لطف ازلی کی بدولت عین عنایت الحق کی سرفرازی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور نبی اکرمؐ سے خلق خدا کو ہدایت کرنے کا حکم ملا ہے تو کیا مسلم، کیا کافر کیا با نصیب کیا بے نصیب کیا زندہ کیا مردہ سب کیلئے ہادی بنایا گیا ہوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان گوہر فشاں سے مجھے مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر الزمانی کا خطاب فرمایا ہے۔

دست بیعت کرد مارا مصطفیؐ
خواندہ است فرزند مارا مجتبیؐ

شد اجازت باھو را از مصطفےؐ
خلق را تلقین بکن بہر خدا
خاک پایم از حسینؓ و از حسنؓ
معرفت گشتہ است بر من انجمن

حضور سلطان العارفین ایک مسلمان کو صحیح طرز پر مسلمان بنانے کیلئے بھیجے گئے ہیں۔

از پیغمبرؐ باھوؒ را تلقین شد
ہر ہدایت راز رحمت دین شد

ترجمہ:- باھوؒ کو پیغمبر صاحب کی بارگاہ سے تلقین ہوئی ہے ان کی بارگاہ کا ہر فرمان دین بن جاتا ہے۔

شد اجازت باھوؒ از مصطفےؐ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ:- باھوؒ کو بارگاہِ مصطفےؐ سے اجازت ہوئی ہے کہ وہ خلق خدا کو قرب خدا کی تلقین کرتا ہے۔

چوں بینم طالبان را در طلب
طالب دنیا بسے ہمچوں کلب

ترجمہ:- جب میں طالبوں کی طلب کا معائنہ کرتا ہوں تو ان میں اکثر کتے کی مانند طالب دنیا ہوتے ہیں۔

ہر کہ از باھو طلب اللہ کند
در مقام غرق جاں فی اللہ دہد

ترجمہ:- جو کوئی باھوؒ سے اللہ طلب کرتا ہے تو وہ اُسے مقام فنا فی اللہ میں غرق کر دیتا ہے۔

آپکی تعلیمات کی رو سے ایک انسان (مسلمان) کو اللہ کا مقرب ہونا چاہئے۔"اللہ بس ماسوی اللہ ہوس" پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ہر وقت حضور اکرمؐ کی بارگاہ سے فیض یافتہ ہو۔ ظاہر و باطن میں ایک ہو۔ ہر وقت تصور اسم اللہ ذات میں غرق شرع محمدیؐ پر کاربند ہو۔ اپنے زندگی کا حقیقی مقصد اللہ کی پہچان حاصل ہو۔

جیہڑے دل مقام ہے کیہڑا سانوں مرشد گل سمجھائی ھو
ایہو ساہ جو آوے جاوے ہورنہ شے کائی ھو
اس نوں اسم الاعظم آکھن ایہو سرّ الٰہی ھو
ایہو موت حیاتی باھوؒ ایہو بھیت الٰہی ھو
اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل حضرت باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

دعوتِ عام

ہر کہ	طالب	حق	بود	من	حاضرم
ز	ابتدا	تا	انتہا	یکدم	برم
طالب	بیا	طالب	بیا	طالب	بیا
تار	سانم	روز	اول	باخدا	

☆☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باہوؒ کے کلام کی عکاسی کلام اقبال میں

افضل عباس خان

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان محمد باہوؒ

حضرت سخی سلطان باہوؒ صاحب ۱۰۳۹ ہجری میں قلعہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں حضرت بازید محمدؒ کے گھر میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق قبیلہ اعوان سے ہے آپؒ کے والد نیک اور صالح حافظ قرآن اور مغلیہ سلطنت کے ایک اعلیٰ عہدیدار تھے آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستیؒ اولیائے کاملین میں سے تھیں بی بی راستیؒ انتہائی نیک اور عبادت گزار تھیں حضرت بی بی راستیؒ کو الہامی طور پر بتایا گیا تھا۔ کہ آپؒ کے بطن پاک سے ایک ولی اکمل پیدا ہوگا اور ان کا نام مبارک باہوؒ رکھنا اسم باہوؒ آپؒ کی ولادت سے پہلے کسی کا نام نہ تھا بالکل اسی طرح جس طرح اسم محمد حضور نبی پاک کی ولادت مبارک سے پہلے کسی کا نام نہیں تھا آپؒ عارفانہ کلام فقر میں انتہائی بلند مرتبہ اور آپؒ کی عظمت کی وجہ سے آپ لقب سلطان سے مشہور ہوئے حضرت سخی سلطان باہوؒ صاحب مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ کا فیض بچپن سے ہی شروع ہو گیا تھا بچپن میں جو غیر مسلم آپؒ کے چہرہ مبارک کی زیارت کر لیتا فوراً کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ حضرت سخی سلطان باہوؒ صاحب نے تیس سال ظاہری مرشد کی تلاش کی لیکن آپؒ کی طلب پوری نہ ہوئی بالآخر ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کو حضور پاک کی بارگاہ میں لے گئے جہاں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو باطنی طور پر بیعت فرمایا۔ جس کا ذکر آپؒ اس طرح فرماتے ہیں۔

دست بیعت کردا مارا مصطفیٰ
خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰ
شد اجازت باھورا از مصطفیٰ
خلق راتلقین بکن بہر خدا

باطنی بیعت فرمانے کے بعد حضرت نبی اکرمؐ نے آپؒ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حوالے کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باھوؒ ہمارا نوری حضوری فرزند ہے اس کو آپ بھی باطنی تعلیم وتلقین ارشاد فرمائیں۔ اس کے بارے میں حضرت سخی سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

شہسوار کرد چوں برمن نگاہ
ازازل تا ابد پوئم براہ

جب فقر کے شہسوار نے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کر لیا۔

روایت ہے اس کے بعد آپؒ نے دہلی میں جا کر حضرت سید پیر عبدالرحمٰنؒ کے ہاتھ پر ظاہری بیعت کی۔ حضرت سخی سلطان نے ظاہری تعلیم حاصل نہیں کی آپ فرماتے ہیں۔

گرچہ نیست مارا علم ظاہر
زعلم باطنی جان گشتہ طاہر

اگرچہ میں ظاہری علم حاصل نہیں کیا تاہم علم باطن حاصل کر کے میں پاک وطاہر ہو گیا۔

آپؒ کے علم لدنی کی تصدیق آپ کی تصنیف نورالھدیٰ سے ملتی ہے۔ "نہ میں نے کسی کی تصنیف سے کچھ چرایا ہے جو کچھ لکھا ہے محض اللہ اور اس کے رسول پاکؐ سے صحیح طور پر پایا ہے یہ فقیر حق سے ہو کر آیا ہے اور وہاں سے حق لایا ہے اس لیے میری سب باتیں حق ہیں اور غیر ماسوئی باطل سے بالکل منزہ ومطلق ہیں"۔

حضرت سخی سلطان باہوؒ کے مرتبہ ومقام کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ آپؒ بانچویں سلطان الفقر ہیں اور فقر کے انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اپنے بارے میں آپؒ پنجابی کلام میں فرماتے ہیں۔

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ھو
زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ھو

اس بیت سے آپؒ کے مرتبہ مقام کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے آپؒ کے پنجابی ابیات پنجابی شاعری میں ایک منفرد اور اعلیٰ مقام رکھتے ہیں آپؒ نے لگ بھگ ۱۴۰ کے قریب کتابیں لکھی ہیں حضرت سخی سلطان باہوؒ کی تعلیمات میں ذکر الٰہی تصور اسم اللہ ذات دیدار الٰہی، توحید، عشق حقیقی، محبت رسول اللہ اور محبت اہل بیت، دنیا سے دوری، مرشد کی شان، فقر، توکل، تزکیہ نفس اپنے اندر غور وفکر اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر عبادت کا درس ملتا ہے حضرت سلطان باہوؒ کا تعلق سلسلہ سروری قادری سے ہے اس سلسلہ میں طالب مولیٰ کو زیادہ چلہ کشی اور ریاضت نہیں کروائی جاتی بلکہ اگر مرشد اکمل چاہے تو بغیر چلہ کشی وریاضت کے پہلے دن اپنے مرید کو واصل باللہ کر دے حضرت سلطان باہوؒ کا اعلان ہے جو کہ دربار شریف پر کندہ ہے۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
زابتدا تا انتہا یک دم برم
طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روز اول با خدا

حضرت سخی سلطان باہوؒ کا وصال مبارک ۱۱۰۲ ہجری میں ہوا۔ آپؒ نے ۶۳ سال کی عمر پائی آپ کا مزار ضلع جھنگ میں گڑھ مہاراجہ کے قریب دربار حضرت سخی سلطان باہوؒ

کے نام سے مشہور ہے آپ کا عرس یکم محرم سے دس تک اور جمادی الثانی کی پہلی جمعرات جمعہ کو دھوم دھوم سے منایا جاتا ہیں۔

حضرت علامہ اقبال صاحبؒ

حضرت علامہ اقبال کا نام محمد اقبال تھا 9 نومبر 1876ء کو پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق کشمیری برہمن کی سپرو شاخ سے تھا۔یہ خاندان سترہویں صدی میں مسلمان ہوا۔بقول اقبالؒ

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
برہمن زادہ ورمز آشنائے روم وتبریز است

میری طرف دیکھو کہ ہندوستان میں میرے سوا کوئی اور شخص نہیں ملے گا جو ہو تو برہمن زادہ لیکن اسے روم وتبریز کے اسرار ورموز سے آگہی ہو۔

حضرت علامہ اقبالؒ کے والد محترم کا نام شیخ نور محمد تھا جو اپنا بیشتر وقت دینی مشاغل اور مقامی صوفیاء کی صحبت میں گزارتے تھے۔اقبال کی پیدائش کے وقت ان کے والد شیخ نور محمد کپڑے بینے کے اوسط درجے کے منافع بخش کاروبار سے وابستہ تھے۔علامہ اقبالؒ نے ابتدائی تعلیم مقامی مشن اسکول سے حاصل کی علامہ اقبال کو بچپن میں مولوی میر حسن جیسے قابل قدر استاد ملے جو علامہ اقبال کو عربی پڑھاتے تھے انہوں نے علامہ اقبال کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔اقبال نے سب سے پہلے جو شعر لکھے وہ اپنے استاد میر حسن کو دکھائے۔جنہوں نے اپنی طرف سے علامہ اقبال کی خوب حوصلہ افزائی کی انٹرمیڈیٹ کا امتحان انہوں نے مشن کالج سے پاس کیا۔اور اس کے بعد ۱۸۹۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔لاہور میں آنے کے بعد علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے سلسلے کو بھی آگے بڑھایا شاعری کی محفلوں میں شرکت کرتے۔اسطرح مشاعرے میں آپ مشہور ہونے لگے۔۱۸۹۹ء میں انجمن کے سالانہ اجلاس میں آپ نے اپنی مشہور نظم نالہ یتیم پڑھی جسے بہت زیادہ سراہا گیا اس سے آپ کی شہرت میں بھی اضافہ ہوا۔گورنمنٹ کالج لاہور سے علامہ اقبال نے گریجویشن نمایاں نمبروں میں کی اور اسکالرشپ کے مستحق پائے۔اسی کالج میں ۱۸۹۹ء میں ایم اے کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ایم اے کے فوراً بعد اورینٹل کالج میں عربی کے ریڈر مقرر ہوئے۔تھوڑے عرصے بعد ان کا تبادلہ گورنمنٹ کالج ہو گیا۔جہاں سے انہوں نے تعلیم حاصل کی تھی لاہور میں علامہ اقبال کو آرنلڈ جیسا استاد ملا جس نے علمی ذرائع سے آپ کی مدد کی ملازمت کے علاوہ آرنلڈ نے ہی علامہ اقبال کو یورپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اپنے استاد ارنلڈ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔۱۹۰۵ء کو علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔جہاں اقبال کیمبرج میں فلسفے کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے ٹرینٹی کالج میں داخل ہوئے۔اقبال کچھ عرصہ کیلئے جرمنی بھی گئے جہاں انہوں نے میونخ یونیورسٹی میں ریسرچ اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے تعلیم حاصل کی۔اقبال کو جس مقالے کی بنیاد ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی اس کا موضوع The Development of Metaphysics in persia یورپ میں قیام کے دروان اقبال نے سماجی اور سیاسی نظریات پر گہرا اثر پڑا۔اور خیالات میں کافی تبدیلی رونما ہوئی۔علامہ اقبال نے کیمرج میں بیرسٹری کی تعلیم بھی مکمل کی جس کی سند ۱۹۰۸ء کو حاصل ہوئی اور اسی سال آپ واپس ہندوستان آ گئے واپسی پر پھر گورنمنٹ کالج میں ۵۰۰ روپے ماہوار پر پروفیسر تعینات ہوئے جو کہ اس دور میں ایک بہت زیادہ تنخواہ سمجھی جاتی تھی لیکن اڑھائی سال بعد ہی اس ملازمت سے الگ ہو گئے کیونکہ اس طرح آپ محسوس کرتے کہ آزادانہ خیالات کا اظہار ممکن نہیں ہے۔اس لیے آپ نے اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔قانون کی پریکٹس کی طرف بھی کوئی خاص توجہ نہ دی بلکہ اپنا سارا دھیان شاعری کی طرف لے گئے۔اور اپنی شاعری کے ذریعے اپنی سوئی ہوئی قوم کو جگانے کی کوشش کی اور اپنی قوم کو آزادی اور ایک الگ اسلامی ملک کا تصور دیا۔سیاست میں بھی حصہ لیا۔لیکن کسی عہدے کو قبول نہ کیا۔خطبہ آلہ آباد میں الگ ملک اور دو قومی نظریے کے تصور کو پیش کیا جس سے مسلمانان ہند کو اپنی آزادی کی جدوجہد کیلئے ایک نئی راہ ملی علامہ اقبال ۱۹۳۷ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے آپ کا مزار لاہور میں بادشاہی مسجد کے سامنے ہے۔

حضرت سلطان باھوؒ سے علامہ اقبال کی وابستگی

علامہ اقبال کی شاعری کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال حضرت سخی سلطان باھوؒ کے خیالات افکار تعلیمات اور آپؒ کے کلام سے بہت زیادہ متاثر تھے اور حضرت سلطان باھوؒ کے افکار کو اپنی شاعری میں بھی بیان کیا جس سے علامہ اقبال کی حضرت سلطان باھوؒ سے گہری وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی کی تحقیق سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے بقول ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب۔علامہ اقبال کے کلام میں جا بجا اس قسم کے خیالات اور ایسی اصطلاحات کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ علامہ اقبالؒ جہاں رومیؒ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے اس کے ساتھ لازماً انہوں نے افغانستان، ایران، پاک و ہند کے صوفیائے کرام کے کلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہو گا۔چنانچہ اسی خیال کی تصدیق کیلئے میں لاہور میں شورش کاشمیری صاحب سے ۱۹۶۲ء میں ان کے دفتر "ہفت وار چٹان" میں ملاقات کی میرے استفسار کرنے پر شورش صاحب نے فرمایا علامہ اقبال نے یقیناً حضرت سلطان باھوؒ کے کلام کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے تاثرات بھی حاصل کیے ہیں اس کے بعد شورش صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک بار علامہ اقبال حضرت سخی سلطان باھوؒ کے پنجابی ابیات پڑھ رہے تھے اور جب یہ مصرعہ پڑھا۔

تاڑی مار اڈاؤ نہ باھوؒ اساں آپے اڈن ہارے ھو

تو علامہ اقبال بے تحاشا رونے لگ گئے۔علامہ اقبال اپنے آخری ایام میں بھی کلام باھو بڑے شوق سے پڑھتے اور سنتے تھے۔علامہ اقبالؒ کے بیٹے جسٹس جاوید اقبال حضرت سخی سلطان باھوؒ کے بارے میں اپنے خیالات کو قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں خود تو حضرت سلطان باھوؒ کے کلام اور تعلیمات سے اتنا زیادہ واقف نہیں ہوں مگر والد محترم اپنے آخری ایام میں ہمارے ملازم دیوان علی سے حار موسم پر کلام باھو اکثر سنتے تھے۔

ان دونوں واقعات سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ اقبال نے کلام باھو کو نہ صرف پڑھا ہے بلکہ اس سے پوری طرح متاثر بھی ہوئے ہیں اور زندگی کے آخری ایام میں جب بھی فرصت ملتی کلام باھو ضرور سنتے ۔علامہ اقبال کی وابستگی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے علامہ صاحب نے حضرت سلطان باھوؒ کے افکار کو اپنے کلام میں جا بجا شامل کیا ہے بلکہ اکثر اوقات علامہ اقبال کے اشعار ابیات باھوؒ کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

وحدت الوجود

حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے پنجابی کلام میں اپنے اندر کے بھید کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اندر ھو تے باہر ھو باھوؒ کتھ لبھیندا ھو

بیت کے اس مصرعہ میں حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ وجود باری تعالیٰ انسان کے اندر موجود ہے یہ دل قدرت کا ٹھکانہ ہے اگر انسان اپنے اندر جھانک کر دیکھے تو اس کو اپنے اندر سے خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ نصیب ہو سکتا ہے اگر انسان کائنات کی دوسری چیزوں میں غور و فکر کرے تو بھی اس کو بھید الٰہی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔ کہ حقیقت میں ذی روح کا اصل اللہ تعالیٰ کی ذات سے جڑا ہوا ہے ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ کے نور سے بنی ہے انسان ذات باری تعالیٰ کا مظہر ہے اس لئے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ میرے اندر بھی ذات باری تعالیٰ جلوہ گر ہے اور اس ساری کائنات میں بھی اس کا راز پوشیدہ ہے تو پھر باھوؒ کو کہاں سے تلاش کیا جائے۔ کیونکہ باھوؒ تو غرق فی فنا اللہ ہو چکا ہے اور اس کو تلاش کرنا اب ممکن نہیں ہے اصل میں حضرت سخی سلطان باھوؒ انسان کے اندر وہ تڑپ پیدا کرنا چاہتے ہیں جس کی بدولت انسان کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدے میں غرق ہو جاتا ہے تو اس کو مرتبہ فنا فی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ بھی وحدت الوجود کو اپنے کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

علم کے حیرت کدہ میں ہے کہاں اس کی نمود
پھول کی پتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود
کثرت میں موجود ہو گیا وحدت کا راز مخفی
جگنو میں چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشی ازل ہو

حضرت علامہ اقبالؒ بھی اپنے کلام میں وجود باری تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم ایک حجاب ہے اور اس کو بنیاد بنا کر انسان وجود باری تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ علم کا تعلق عقل سے ہوتا ہے اور عقل کبھی انسان کو وجود باری تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے میں مدد نہیں کر سکتی بلکہ یہ دل کا معاملہ ہے جسطرح پھول کی پتی میں سے خوشبو آتی ہے اور اس کو دیکھا نہیں جا سکتا بالکل اسی طرح وجود باری تعالیٰ کو بھی اسی جہان میں ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ اس جہان میں جسطرح پھول کی خوشبو کو محسوس کیا جا سکتا ہے اسی طرح وجود باری تعالیٰ کو بھی اس جہان میں محسوس کیا جا سکتا ہے سارے جہان کے اندر وجود باری تعالیٰ اسی طرح پنہاں ہے جسطرح پھول کی پتی میں خوشبو۔ جگنو میں چمک۔ اقبالؒ کے نزدیک ساری کائنات میں وجود باری تعالیٰ پنہاں ہے اقبالؒ فرماتے ہیں مگر آج کا انسان وجود باری تعالیٰ کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا اور نہ ہی اس کو وجود باری تعالیٰ کے مشاہدات نصیب ہیں اور اس کی وجہ سے یہ لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں۔ اگر انسان اپنے آپ کو اور اپنے رب کو پہچان لے تو یہ سب جھگڑے خودبخود ختم ہو جائیں گے۔ ظاہری عالم و آخرت کے حوالے سے حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں۔

ناں میں عالم ناں میں فاضل ناں مفتی ناں قاضی ھو
ناں دل میرا دوزخ منگے ناں شوق بہشتیں راضی ھو

حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ میں نہ تو میں عالم ہوں اور نہ فاضل، نہ ہی میں مفتی اور قاضی ہوں اور نہ میرا دل دوزخ سے ڈرتا ہے اور نہ بہشت میں جانے کا شوق ہے۔ دراصل حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ عالم اور فاضل لوگ اپنے علم پر غرور کرتے ہیں اور بعض اوقات حقیقت کو چھپا کر اپنے علمی نقطہ سے دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ایک دوسرے کی مخالفت میں حقیقت پر پردہ ڈال دیتے ہیں اسلئے میں عالم فاضل نہیں ہوں اور نہ ہی مفتی اور قاضی کی طرح غلط فیصلے اور مسئلے بیان کرتا ہوں کیونکہ یہ سب اپنے علمی غرور کی وجہ سے حقیقت سے بہت دور چلے جاتے ہیں بالکل اسی طرح جسطرح ابلیس اپنے علمی غرور کی وجہ سے لعین بن گیا۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ علم والوں کے علاوہ مجھے نہ شوق جنت میں جانے کا ہے اور نہ میں دوزخ سے ڈرتا ہوں بلکہ میں تو ان تمام چیزوں سے لاتعلق ہو کر صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ کا طلب گار ہوں۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے نزدیک عالم فاضل مفتی قاضی دوزخ جنت یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو اسکے اصل مشن سے دور کر دیتی ہیں اس لیے اگر کوئی انسان یہ چاہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرلے تو ان چیزوں سے محتاط رویہ اپنائے۔ مفتی قاضی عالم اور فاضل لوگوں کا مقصد دوزخ سے بچنا اور جنت میں حور و قصور کے حصول تک ہی محدود ہے یہ لوگ معرفت الٰہی سے دور ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ اس کی تصدیق کچھ اس انداز سے کرتے ہیں۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

علامہ اقبالؒ بھی اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ واعظ یعنی عالم فاضل مفتی اور قاضی ان سے اگر تو دور رہا تو اپنے دل کی مراد یعنی معرفت الٰہی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ واعظ ہمیشہ دنیا میں آخرت کی بات کرتا ہے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی تلقین کرتا رہتا ہے کیونکہ اس کا علم صرف زبانی قیل و قال تک محدود ہوتا ہے اس لیے وہ خود بھی معرفت الٰہی سے محروم ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے سے روکتا ہے اور دوزخ کے ڈر اور جنت کے لالچ میں رکھ کر معرفت الٰہی سے دور کر دیتا ہے وہ خود بھی بھولا ہوا ہوتا ہے اور دوسروں

کو بھی غلط راستے پر گامزن کر دیتا ہے اور عبادات کا مقصد صرف اور صرف جنت کا حصول دکھاتا ہے۔ علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں کہ اگر تو نے اس دنیا سے اپنا تعلق توڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے تو پھر ایک کام اور بھی کر اپنے دل سے جنت اور حور قصور کا خیال بھی نکال دے اپنی عبادت کا محور ذات باری تعالیٰ کے حصول کو بنالے پھر تو اپنے اصل مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ علامہ اقبال بھی حضرت سخی سلطان باھوؒ کی طرح دنیا و آخرت کے حصول کے لالچ کے لئے کی جانے والی عبادت کو ناپسند فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کیلئے ان چیزوں سے دور اور ان کا خیال اپنے دل سے مٹانا پڑے گا اور اپنے دل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب پیدا کرنی پڑے گی تب جا کر مقصد حیات پورا ہو گا اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انوار تجلیات کا مشاہدہ نصیب ہو گا۔ تخلیق کائنات کے حوالے سے حضرت سلطان باھوؒ کائنات کی تخلیق کے واقعہ کے حوالے سے اپنے پنجابی کلام میں کچھ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

کن فیکون جدوں فرمایا اساں وی کولے ہاساں ہو
ہکے ذات صفات ربے دی آہی ہکے جگ وچ ڈھونڈ رہاسے ہو
ہکے لامکان مکان اساڈا ہکے آن بتاں وچ بھاسے ہو
نفس پلید پلید جا کیتا باھوؒ کوئی اصل پلیت تاناسے ہو

حضرت سخی سلطان باھوؒ کن فیکون کے واقعے کو بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس وقت باری تعالیٰ نے لفظ کن فرما کر اس کائنات کی تخلیق فرمائی میں اس وقت وہاں قرب الٰہی میں موجود تھا یعنی فرمانا چاہتے ہیں کہ میرا وجود لفظ کن کی تخلیق سے پہلے کا ہے اور ایک وقت تھا کہ رب کی ذات کے مشاہدات کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا اور نہ میرے اور ذات باری تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ تھا لیکن اب اس ذات پاک کو اس کائنات میں تلاش کرنا پڑتا ہے اور کبھی ہمارا مقام لامکان تھا اور ہم عالم لاہوت میں قرب الٰہی میں تھے لیکن اب اس مٹی کے بت میں قید ہو کر رہ گئے ہیں اس دنیا میں آنے کے بعد ہمارے نفس اور لالچ و طمع کی برائیاں بھی چمٹ گئی ہیں جو کہ انسان کو قرب الٰہی سے دور لے جاتی ہیں یہ انسان کے دل میں دنیا کی خواہشات جنت کا لالچ پیدا کر دیتی ہیں اور انسان اپنے اصل مقصد سے دور ہوتا چلا جاتا ہے جب انسان ان خواہشات کے تحت اپنے اصل راستے سے ہٹ جاتا ہے تو اسکا وجود بھی پلیت ہونا شروع ہو جاتا ہے حالانکہ اصل انسان پلیت نہیں ہے دنیا کی خواہشات اور نفس نے انسان کو پلیت بنا دیا ہے اصل انسان تو مراۃ الرحمٰن ہے انسان کے اندر تو خدا تعالیٰ کی ذات کا جلوہ ہے اللہ تعالیٰ کا ٹھکانہ ہے اصل میں انسان تو ذات باری تعالیٰ کا مظہر ہے انسان اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہے اور اس کی اصل بھی نوری ہے۔ حضرت علامہ اقبال اس واقع کا اظہار اپنے کلام میں یوں کرتے ہیں۔

صبح ازل جو حسن ہوا دلستان عشق
آواز کن ہوئی تپش آموز جان عشق
یہ حکم تھا کہ گلشن کن کی بہار دیکھ
اک آنکھ لے کے خواب پریشاں ہزار دیکھ

حضرت علامہ اقبال اس واقع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ارواح جو مشاہدہ حق باری تعالیٰ میں غرق تھیں اور دیدار الٰہی میں مستغرق تھیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان لفظ کن ہوا تو ان کے اندر عشق کی تپش بڑھ گئی باری تعالیٰ سے یہ حکم ہوا کہ اس دنیا میں تمہیں بھیج رہا ہوں کیا تم دنیا کی رنگینیوں میں جا کر بھی مجھے یاد رکھتے ہو یا مجھے بھول جاتے ہو در اصل انسان کا اس جہان میں آنا اس کا ایک امتحان ہے جسکی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں بھیجا ہے۔ علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں کہ ظاہری آنکھیں دنیا کی آرائشوں کو دیکھنے کیلئے عطا ہوئیں ہیں لیکن ان آنکھوں کی وجہ سے انسان بہت سی آزمائشوں میں پھنس گیا ہے کیونکہ انسان نے جب اس دنیا کے حسین مناظر دیکھے ہیں اور حرص و طمع لالچ نے اس کو اس میں پھنسا کر رکھ دیا ہے اور انسان اپنے اصل مقصد کو بھول کر دنیا کی رنگینیوں میں پھنس گیا ہے علامہ اقبال کے نزدیک تخلیق کائنات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان ہے۔

حقیقت انسان کے حوالے سے حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے پنجابی کلام میں حقیقت انسان اور مقام انسان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ایہہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ھو
ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو

حضرت سخی سلطان باھوؒ صاحب فرماتے ہیں کہ انسان تیرے اندر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی سمائی ہے اسلئے تیرے پاس وہ آب حیات موجود ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد تجھے کسی اور کی منت نہیں کرنا پڑتی تو اپنے اندر پہچان کرنے کی تڑپ پیدا کر اور دنیا اور آخرت کی خواہشات کو ختم کر کے حق باری تعالیٰ کی طرف رجوع کر تا کہ تجھے تیرا اصل مقام نصیب ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سب کچھ تیرے اندر موجود ہے اگر تو اپنے اندر کے راز کو پالیتا ہے تو پھر تجھے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اپنے باطن کو صاف کر لیتا ہے تو پھر تیرا ظاہر خود بخود صاف ہو جائے گا اور تو اپنے اندر اپنے رب کے جلوے دیکھے گا۔ صرف اور صرف اپنے اندر خواہش پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ اقبال صاحب فرماتے ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

میں حسن ہوں کہ عشق سراپا گداز ہوں
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجمان ہو جا

علامہ اقبال بھی اپنے کلام میں اپنے اندر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنے اندر کے بھید کو حاصل کر کے اپنے مقصد حیات کو حاصل کر لے مقصد حیات حاصل کرنے کیلئے تجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو پہچان لے تو اپنے رب کو پہچان لے گا اور جب تجھے اپنی پہچان نصیب ہوگی تو پھر تجھے اپنی اہمیت کا بھی پتہ چل جائے گا اور تجھے اپنے بارے میں معلوم ہوگا تو کس سمندر کا قطرہ ہے اے انسان تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک ایسا راز ہے جسے تو خود بھی ابھی نہیں جانتا اگر تو اس راز کو پا گیا تو پھر تجھے حقیقت انسان کا پتہ چل جائے گا اور پھر تجھے پتہ چلے گا کہ کیوں۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

دل

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج مہانے ھو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگن تانے ھو
جو دل دا محرم ہووے باھوؒ سوئی رب پچھانے ھو

حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے پنجابی کلام میں دل کی اہمیت اور اس کے مقام کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ دل سمندر سے بھی زیادہ ڈونگھا اور وسیع العریض ہے دل کی اہمیت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ خون کا ایک لوتھڑا نہیں ہے بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی سمائی ہے تو اس لیے دل کی کائنات سب سے زیادہ وسیع و عریض ہے پوری کائنات میں صرف دل ہی تو ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کی سمائی ہے اس لئے دل کو عرش اللہ بھی کہا گیا ہے۔ انسانی ظاہری ساخت کے لحاظ سے بھی انسانی جسم میں دل کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور تمام جسم کو خون دل کی وجہ سے ہی پہنچتا ہے۔ دل کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

آہ دنیا دل سمجھتی ہے جسے وہ دل نہیں
پہلوئے انسان میں اک ہنگامہ خاموش ہے

حضرت علامہ اقبال بھی دل کی اہمیت کو اپنے کلام میں بیان کرتے ہیں کہ دل کوہ طور کی شکل ہے دل پر مشاہدہ انوار و تجلیات وارد ہوتی ہیں اور دل ہی اللہ تعالیٰ کی تڑپ رکھتا ہے اور دیدار الٰہی کے لئے انسان کو ترساتا ہے۔ بندۂ مومن کا دل عرش اللہ اور خانہ خدا کی مانند ہے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے جلوے دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اپنے دل کے اندر تڑپ پیدا کرے ذکر الٰہی سے اپنے دل کو پاک و صاف کرے اس کو اللہ تعالیٰ کے جلوے نصیب ہونگے کیونکہ ظاہری آنکھ کے ساتھ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جلوے ممکن نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان کے لئے مرشد کامل اکمل کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اس مقام تک پہنچا جا سکتا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے نظر آتے ہیں۔

عشق

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ھو
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ھوئی ھو
جس منزل نوں عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ھو
میرا عشق سلامت رکھیں باھوؒ ایمان نوں دیاں دھروئی ھو

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھٹی ھو
اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت اٹی ھو
جس دل عشق حضور نہ منگن سو درگاہوں سٹی ھو
ملیا دوست نہ انہاں باھوؒ جنہاں چوڑ نہ کیتی ترٹی ھو

حضرت سلطان باھوؒ عشق اور ایمان کا آپس میں مقابلہ کر کے فرماتے ہیں کہ عشق کا رتبہ ایمان سے بہت آگے کا ہے اس فانی دنیا میں ہر کوئی اپنے ایمان کو بچانے کی فکر میں لگا ہوا ہے عشق حقیقی کی راہ پر چلنے والے عاشقوں کی تعداد بہت کم ہے کیونکہ یہ راستہ بہت زیادہ مشکل ہے اور اس پر چلنے والے کو طرح طرح کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب یہ صورت حال دیکھتا ہو تو میرے دل کو بڑی غیرت آتی ہے کہ خدا کو چھوڑ کر مخلوق خدا کس کے پیچھے اپنی زندگی برباد کر رہی ہے۔ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ انسان اپنے اصل مقصد کو بھول کر دنیا کے پیچھے بھاگنے لگ گیا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ ایمان کی منزل آخرت کی بھلائی تک ہے اسکا مقصود جنت اور حور ہے جبکہ عشق کی منزل اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب و وصال ہے عشق کا مقصود دیدار الٰہی ہے۔ عشق کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اگر ہو عشق تو کفر بھی ہے مسلمانی
اگر نہ ہو تو مسلمان بھی ہے کافر و زندیق
عقل و دل و نگاہ کا مُرشدِ اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدہ تصورات
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب و بام ابھی
صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

حضرت علامہ اقبال اپنے کلام میں عشق کے بارے میں فرماتے ہیں اگر عشق انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو پھر انسان اپنی منزل کو پا جاتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ اگر مسلمان کے دل میں عشق الٰہی کی تڑپ پیدا نہیں ہوتی تو وہ کافر زندیق سے بھی برا ہے علامہ اقبال عشق کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ عقل، دل، نگاہ ان سب کا قبلہ عشق ہے اور اگر عشق کے بغیر یعنی جذبہ عشق کے بغیر دین کی شرح کی جائے تو وہ بھی تصورات بت کا منظر پیش کرتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جذبہ عشق کی وجہ سے ہی اپنے پیارے بیٹے کو خداوند کریم کے حضور قربانی کیلئے پیش کر دیا اور حضرت امام حسینؓ نے اپنے عزیز و اقارب کو کربلا میں اللہ کے حضور پیش کر دیا یہ عشق تھا جس نے ان سے یہ سب کچھ کروایا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سچے عاشق تھے اور اپنے عشق کی تکمیل کیلئے اور عشق الٰہی کی عظمت کو رہتی دنیا تک لوگوں کو سمجھانے کیلئے وہ کر دیا جو ایمان والے عقل والے کبھی نہیں کر سکتے۔ اصحابہ پاکؓ نے عشق کے جذبے کے تحت ہی بدر و حنین میں اپنی جانیں قربان کیں کیونکہ ان کو علم تھا کہ ان کو جہاد کروانے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہی نہیں بلکہ مظہر خداوند کریم ہے اور اگر وہ ان کو خوش اور ان کے احکامات کو پورا کر لیتے ہیں تو وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب ہو جائیں گے غرض یہ کہ جذبہ عشق تکمیل انسانیت کیلئے بہت ضروری ہے جذبہ عشق کے بغیر انسان اپنے اندر چھپے ہوئے راز کو نہیں پا سکتا اور نہ ہی خدا کی معرفت و پہچان کر سکتا ہے۔

مرد کامل کی شان میں

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ھو
زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ھو
افلاطون ارسطو ورگے میرے اگے کس کم دے ھو
حاتم طائی جیتے لکھ کروڑاں در باھوؒ دے منگدے ھو

چڑھ چناں تے کر روشنائی تیرا ذکر کریندے تارے ھو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ھو

حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے کلام میں مردِ کامل کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس (مردِ کامل اکمل) کو اتنی طاقت عطا کر دیتا ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے حضرت سخی سلطان باھوؒ خود بھی فقر کے انتہائی اعلیٰ مقام سلطان الفقر پر فائز ہیں اسی لئے اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں راہِ فقر کا وہ شہباز ہوں جس نے فقر کے تمام مقامات کو طے کر لیا ہے اور اب میرے اور میرے رب کے درمیان دوئی ختم ہو گئی ہے قطرہ سمندر سے مل کر سمندر ہو گیا ہے اور اب میں جو چاہوں کر سکتا ہوں لوحِ محفوظ کے فیصلے بدلنا چاہوں تو بدل سکتا ہوں ارسطو اور افلاطون جیسے داناؤں کی میرے آگے کیا حیثیت ہے میں اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال میں اس حد تک مستغرق ہو گیا ہوں کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے حاتم کی سخاوت تو اس تک ہی محدود تھی میرا فیض روزِ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ آنے والے وقت کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ شام ہو گئی ہے چاند نکل آ تارے تیرا انتظار کر رہے ہیں اس بات کا اشارہ ہے کہ ایک وقت آئے گا طالب مولیٰ بالکل کم ہو جائیں گے اللہ کا نام لینے والے لوگ کم ہو جائیں گے اس دوران چاند (ایک مردِ کامل) آئے گا جس کے آنے سے راہِ حق کے طالب گلیوں میں گھوم پھر کر لوگوں کو معرفتِ الٰہی کا پیغام پہنچائیں گے اور دعوت دیں گے کہ کوئی ہے جو دیدارِ الٰہی کرنا چاہتا ہے وہ آئے اور اس سے مستفید ہو کر اپنے اندر کے لعل کو پہچان لے اور اپنے مقصدِ حیات کو پالے۔
علامہ اقبال بندہ مومن مردِ کامل اکمل کی شان کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
کار آفریں ، کار کشا ، کار ساز

یعنی جب انسان اپنے انتہائی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اس کا کھانا اللہ کا کھانا اس کا بولنا اللہ کا بولنا اس کا چلنا اللہ کا چلنا ہو جاتا ہے اسی لئے اقبال فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اس مقام پر پہنچ کر وہ کامل مظہرِ ذاتِ الٰہی بن جاتا ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برھان

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے پھر خدا اور اس کے درمیان کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اس کے مقام کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اس کا مقام ظاہری دنیا کے بادشاہوں سے بہت بلند ہوتا ہے اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی محبت و عشق کے سوا کوئی کلام نہیں نکلتا۔

راہِ فقر کیا ہے

حضرت سخی سلطان باھوؒ فقر کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

دریا وحدت دا نوش کیتو سے اجے وی جی پیاسا ھو
راہ فقر رت ہنجوں رووَن باھوؒ لوکاں بھاوے ہاسا ھو
راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ دسے ھو
نہ اُتھے پڑھن پڑھاوَن کائی نہ اتھے مسئلے قصے ھو

شریعت دے دروازے اُچے راہ فقر دا موری ھو
عالم فاضل لنگھن نہ دیندے جو لنگھدا سو چوری ھو

حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ راہِ فقر کی انتہا تک پہنچ کر میں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دریا نوش کر لیا ہے لیکن ابھی بھی میری طلب پوری نہیں ہوئی ہے راہِ فقر بہت مشکل ہے اور اس راستے کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں کیونکہ یہ راستہ خاص لوگوں کا راستہ ہے عام لوگ اس کے بارے میں جانتے تک نہیں حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں

کہ فقر کا راستہ عجیب ہے اس کے انداز ہی نرالے ہیں اس میں نہ پڑھنا پڑھتا ہے اور نہ ہی پڑھانا پڑتا ہے یہ راستہ صرف اور صرف مردِ کامل کی نگاہ اور توجہ سے طے ہوتا ہے بعض دفعہ اس راستے میں عقل کے خلاف بھی جانا پڑتا ہے اس لئے عالم لوگ اس راستے کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر نہ خود چلتے ہیں نہ دوسرے لوگوں کو چلنے دیتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
فقر مقامِ نظر علم مقامِ خبر
علم کا مقصود اور فقر کا مقصود اور
اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
خالد جانباز ہے یا حیدرِ کرار

علامہ اقبال فقر کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کھل کر کر رہے ہیں ان کے نزدیک فقر دل و نگاہ کا مقصود ہے اور فقر مقامِ نظر ہے دل اس کا ٹھکانہ ہے۔ اور جس کو فقر کی دولت نصیب ہو جاتی ہے وہ دوسروں سے اعلیٰ اور منفرد مقام پالیتا ہے۔ ان سب پہلوؤں کے علاوہ بھی حضرت سخی سلطان باھوؒ کے کلام اور تعلیمات میں ایسی کئی باتیں موجود ہیں جن کو علامہ اقبالؒ نے بھی اپنی شاعری میں بیان کیا ہے مثال کے طور پر حضرت سلطان باھوؒ اپنے پنجابی کلام میں لفظ شہباز، باز، مردِ کامل فقیر کا ذکر کثرت سے فرماتے ہیں اور ان سب کا ذکر کلامِ اقبال میں بھی جگہ جگہ موجود ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات اور پنجابی کلام کی اچھی خاصی جھلک حضرت علامہ اقبال کے کلام میں نظر آتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو علامہ اقبال نے کافی حد تک افکار اور نظریات باھوؒ کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔

یہاں ایک بات واضح رہے کہ حضرت سخی سلطان باھوؒ فقر کے پانچویں سلطان الفقر ہیں جہاں تک ان کی پہنچ اور پرواز ہے وہاں تک علامہ اقبال کی پہنچ ہرگز نہیں ہو سکتی اسلئے بعض موضاعات پر علامہ اقبال نے اپنی پہنچ کی حد تک ہی ان کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنے اور خدا کے درمیان کسی راز کو راز نہیں رکھا ہے۔ اقبال کے چند اشعار جو افکار باھوؒ کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم
دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی
لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی
لذتِ قربِ حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں
اختلاطِ موج و ساحل سے گھبراتا ہوں میں
اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی
گزر گیا اب وہ دورِ ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں میخانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

☆☆☆

حضرت سلطان باھُوؒ اور مرید ہندیؒ

بشیر خان تنولی

گیارہویں صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ جنہیں دنیا سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے نام سے جانتی ہے۔ جو زمانے کے سلطان بھی ہیں اور امام بھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو الہامی طور پر بتایا گیا تھا کہ عنقریب آپ کے بطن سے ایک ولی کامل پیدا ہوگا۔ جو تمام روئے زمین کو اپنے انوار و فیضان سے بھر دیگا اور اسرار و عرفان سے پُر اور منور کردیگا۔ اس کا نام "باھُوؒ" رکھنا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے آپؒ کا نام "باھُوؒ" ہی رکھا۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت بازید محمد ایک صالح حافظ قرآن اور فقیہ شخص تھے۔ مغلیہ خاندان کے فرمان روا شاہ جہان کے دور میں قلعہ شورکوٹ کے قلعہ دار تھے۔ حضرت سلطان باھُوؒ مادرزاد ولی اللہ تھے اور آپؒ کے ابتدائی بچپن سے ہی آپ کا فیض جاری ہوگیا تھا۔ جو بھی غیر مسلم آپؒ کے چہرۂ انوار پر نظر ڈالتا وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔

آپ کو باطن ہی میں حضرت محمدؐ نے دست بیعت فرمایا اپنی کتاب "امیر کونین" میں آپ فرماتے ہیں کہ عرصہ تیس سال تک میں مرشد کامل کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد کامل نہ مل سکا۔ آخر ایک مرتبہ اس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم باطن میں ہاتھ پکڑ کر رسول اللہؐ کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضورؐ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا "میرا ہاتھ پکڑ لو" چنانچہ آپؐ نے مجھے دست بیعت فرمایا اور حکم فرمایا اے باھُوؒ خلق خدا کی باطن میں امداد کیا کریں۔ لیکن اس بات کا کامل ثبوت ابھی تک نہیں مل سکا روایت ہے کہ آپ نے ظاہری بیعت شیخ پیر عبدالرحمٰن قادری کے دست مبارک پر کی جو کہ غوث الاعظمؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے آپ کو محض ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے جانا جبکہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کا مرتبہ و شان وہم و گمان سے باہر ہے۔ "رسالہ روحی شریف" میں آپ تحریر فرماتے ہیں

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ
خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰ
شد اجازت باھو را از مصطفیٰ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ:۔ مجھے حضرت محمدؐ نے باطن میں دست بیعت فرمایا اور انھوں نے مجھے اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور پاکؐ نے اجازت دی کہ میں خلق خدا کو اللہ کے راستے کی تلقین کروں۔

اور منزل فقر میں بارگاہ کبریا سے حکم ہوا کہ!

"تو ہمارا عاشق ہے" اس فقیر نے عرض کی کہ "عاجز کو حضرت کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے"۔ پھر حکم ہوا کہ "تو ہمارا معشوق ہے" اس پر یہ عاجز خاموش ہو گیا تو حضرت کبریا کے انوار تجلی کے فیض نے بندہ کو ذرے کی طرح استغراق کے سمندروں میں مستغرق کردیا اور فرمایا کہ "تو ہماری ذات کا عین ہے اور ہم تمہاری ذات کے عین ہیں"۔ حقیقت میں تو ہماری ذات کی حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور "ھو" میں "یاھو" کا راز ہے۔

ہمیں مکاشفات اور تجلیات انوار ذاتی کے سبب علم ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی ظاہری ورد و وظائف کی فرصت ملی ہے۔ کیونکہ ازل سے ابد تک ہر وقت اور ہر لمحہ توحید کے دریائے ژرف میں مستغرق رہے ہیں۔ اس قدر استغراق کے باوجود سنت نبویؐ اور شریعت محمدیؐ پر آپ اس طرح ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپؒ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ سبحان اللہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:۔ میں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہر مرتبہ حاصل کیا ہے اور اپنا پیشوا اور رہبر شریعت کو بنایا ہے۔

آپؒ نے ۱۴۰ کے قریب کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں ایک واحد تصنیف "منظوم" پنجابی کلام ہے اور ۱۳۹ کتب فارسی میں ہیں۔ سلطان الفقر کے مقام و مرتبہ اور حقیقت فقر سے متعلق رسالہ روحی شریف میں آپؒ نے اس طرح وضاحت بیان فرمائی ہے۔

جان لے کہ جب نور احدی نے وحدت کے حجلہ تنہائی سے نکل کر مقام کثرت میں ظاہر ہونے کا ارادہ کیا تو اپنے حسن کی جلوہ آرائی سے رونق افروز ہوا۔ اسکی شمع جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جلنے لگے اور اس نے "م" احمدی کا نقاب پہن کر صورت احمدی اختیار کی اور کثرت جذبات و ارادت سے خود پر سات مرتبہ جنبش فرمائی جس سے سات ارواح نکھر اٹھا

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا صورت مغربے پوست تصور ذات میں محو اور مشاہدہ بحرِ جمال میں غرق آدمؑ کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل شجرِ مرآۃ الیقین پر پیدا ہوئیں۔ انھوں نے ازل سے ابد تک ذات حق کے سوا نہ کسی چیز کو دیکھا اور نہ اللہ کے سوا کبھی کچھ سنا۔ حریم کبریا میں وہ ہمیشہ وصال لازوال سے مشرف رہیں اور وصال کی اس حالت میں کبھی وہ نوری اجسام کے ساتھ تقدیس و تنزیہ میں کوشاں رہیں اور " کبھی قطرہ سمندر میں کبھی سمندر قطرہ میں " کا مصداق بن کر اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ کی چادر اوڑھے رہیں۔ انھیں حیات ابدی حاصل ہے اور وہ اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَ اِلٰی غَیْرِهٖ کے تاج عزت سے دائمی طور پر معزز و مکرم ہیں۔ وہ مشاہدہ جمال حق میں اس قدر مستغرق ہیں کہ انھیں پیدائش آدمؑ اور قیام قیامت کی بھی خبر نہیں۔ ان کا قدم جملہ اولیا و غوث و قطب کے سر پر ہے۔ (وہ اس شان سے یکتا بخدا ہیں) کہ اگر انھیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندۂ خدا سمجھا جائے تو روا ہے۔ ان کی اس کیفیت کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے اسکی جانکاری نصیب ہو جاتی ہے۔ ان کا مقام حریم کبریا ہے۔ وہ حق تعالیٰ سے سوائے حق کے کچھ نہیں مانگتے اور حقیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں مثلاً حور و قصور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ ایک تجلی کہ جس سے موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہِ طور پاش پاش ہو گیا۔ جذبات انوار و تجلیات کی ویسی ستر ہزار تجلیات ان فقراء پر ہر لمحہ اور ہر پل میں وارد ہوتی ہیں۔ لیکن وہ نہ تو دم مارتے ہیں اور نہ ہی آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ یہ فقر کے بادشاہ اور دونوں جہانوں کے سردار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو خاتون قیامت (حضرت فاطمۃ الزہرؓ) کی روح مبارک ہے، ایک خواجہ حسن بصریؒ کی روح مبارک ہے ایک ہمارے شیخ، حقیقت الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ ایک سلطان انوار، سر السرمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ ایک حاھویت کی آنکھوں کا چشمہ، سر اسرار ذات یاھو فنا فی ھو فقیر باھو (قدس سرہ العزیز) کی روح مبارک ہے اور وہ دو ارواح دیگر اولیا کی ہیں۔ ان ارواح مقدسہ کی برکت و حرمت ہی سے دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح آشیانہ وحدت سے نکل کر عالم کثرت میں پرواز نہیں کریں گی۔ قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان کی نظر سراسر نور وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس شخص پر انکے مخفائے نظر کا سایہ پڑ گیا اسے نور مطلق بنا دیا۔ انھیں اپنے طالبوں کو ورد اور ظاہری کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔) یہاں میں ایک امر کی

وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ارواح سلطان الفقر ظہوری ترتیب کے لحاظ سے تو ایک دوسرے پر مقدم ہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی نور (نور فقر) ان میں جاری و ساری ہے۔

شرحِ فقر: فقر کیا ہے؟ فقر کسے کہتے ہیں؟ فقر کو کن احوال و کن افعال و کن اعمال و کن اقوال سے پہچانا جا سکتا ہے؟ فقر کیا چیز ہے؟ اور اسکے حصول کیلئے کون سے علم اور کون سی عقل و تمیز کی ضرورت ہے؟ فقر تمام جہانوں کیلئے آفتاب کی طرح فیض بخش روشن نور ہے اور ہر جان کیلئے مثل نور دیدہ اور جاودیاں جان عزیز ہے۔ بن ابہت سے لوگ بظاہر لباس فقر میں نظر آتے ہیں لیکن باطن خوار ہوتے ہیں۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہی صاحب فقر ہو کر اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے گلشن بہار کے مزے لوٹتا ہے۔ فقیر مشکل کشا و معین نما کو کہتے ہیں۔ یہ ہوا و ہوس کے قیدی نفس پرست و خود پسند لوگ فقیر نہیں ہوتے۔ یہ بیچ اور کمینے لوگ ہیں کہ کمینی دنیا کی کمینگی دل سے لگائے ہوئے ہیں۔ آخر فقر کون سا مرتبہ ہے؟ فقر مجمل فہم البدل کا مرتبہ ہے۔ فہم البدل کسے کہتے ہیں؟ فہم البدل وہ صاحب اختیار ہو جو ہر عمل کا عامل ہو، ہر علم میں کامل ہو، صاحب بست و کشاد ہو صاحب فیض و فضل ہو اور احوال ازل کا مشاہدہ کرانے والا ہو۔ آخر مرتبہ فقر ہے کیا چیز؟ دو جہانوں کو توجہ سے طے کر جانے، تصور کے ذریعے کونین کے تصرف کو اپنی مٹھی میں لے لینے کونین کا تماشا پشت ناخن پر دیکھنے نفس کو ایک ہی وار میں قتل کر دینے اور پھر تماشائے کونین کو چھوڑ کر مرتبہ عین پر پہنچنے اور مرتبہ "رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ" پر پہنچنے کا نام ہے۔ آخر مرتبہ فقر ہے کیا چیز اور اسکی انتہا کیا ہے؟ فقر ابتدا سے انتہا تک یگانہ و تنہا ہو کر قرب خدا میں دائمی حضوری سے ہمکنار ہونے کا نام ہے۔ آخر فقر کیا چیز ہے؟ فقر درآمدن و برآمدن کو کہتے ہیں۔ برآمدن کیا ہے اور درآمدن کسے کہتے ہیں۔ برآمدن و درآمدن ناسوت سے نکلنا اور لاھوت میں پہنچنا ہے۔ فنا سے نکلنا اور بقا میں آنا ہے۔ جہل و شرک و کفر و عجب و کبر ہوا اور تمام ناشائستہ خصائل سے پاک ہونا اور معرفت فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرف ہونا ہے۔ بے جمعیتی سے نکلنا اور جمعیت میں آنا ہے۔ جمعیت کسے کہتے ہیں؟ ہر مطلوبہ چیز کو خواہ اس کا تعلق مرتبہ ذات سے ہو یا مرتبہ صفات سے، رنج و ریاضت کے بغیر حاصل کر لینے اور جملہ خزائن الٰہی کو اپنے زیر تصرف لے آنے کا نام جمعیت ہے۔ برآمدن و درآمدن تقلید سے نکلنا اور توحید میں آنا ہے۔ طاعت سے نکلنا اور عنایت میں آنا ہے۔ شکایت و عیب حکایت سے نکلنا اور عنایت میں آنا ہے، عنایت سے نکلنا اور ولایت میں آنا ہے۔ ولایت سے نکلنا اور ہدایت میں آنا ہے۔ جب کوئی ہدایت کے لامحدود مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ تو عالم باللہ ہو جاتا ہے۔ برآمدن و درآمدن عبودیت سے نکلنا ہے اور ربوبیت میں آنا ہے۔ حالت طلب سے نکلنا اور نور قلب میں آنا ہے۔ محنت سے نکلنا اور محبت میں آنا ہے۔ مجاہدہ سے نکلنا اور مشاہدہ میں آنا ہے۔ ذکر فکر سے نکلنا اور الہام و مذکور حضور میں آنا ہے۔ چلہ و دریافت سے نکلنا اور راز میں آنا ہے یعنی چشم دل کھول کر صاحب عیاں و بے نیاز ہوتا ہے مرتبہ محتاج سے نکلنا اور مرتبہ لا یحتاج میں آنا ہے نفس ذائقہ سے نکلنا اور فقر و فاقہ میں آنا ہے وہ فاقہ کہ جس میں ہزار ذائقہ سے بڑھ کر دیدار الٰہی کی لذت پائی جاتی ہے۔ فقر مکب سے نکلنا اور فقر محبت میں آنا ہے۔ کشف و کرامات سے نکلنا اور تصور اسم اللہ ذات میں آنا ہے۔ آخر مرتبہ فقر کیا چیز ہے۔ فقر ایک ذوق ہے۔ جو وسیلہ فضل الحضور ہے۔ فقر ایک شوق ہے کہ جس سے روح فرحت پاتی ہے۔ اور وجود مغفور ہو جاتا ہے۔ فقر اشتیاق انتظار ہے جو وسیلہ معرفت دیدار ہے۔ ذات و صفات کے یہ تمام مراتب طالب مرید فقر فقیر کو تصور اسم اللہ ذات و مشق وجودیہ سے حاصل ہوتے ہیں کہ اس شغل سے تجلی انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دیدار توحید کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات کی حاضرات سے طالب اللہ کو پہلے ہی روز یہ تمام درجات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہے کہ تمام درجات اس میں آجاتے ہیں۔ ایسے مرتبے کے حامل فقیر کو "صاحب دم قدم" کہتے ہیں۔ جو صاحب استقامت ہوتا ہے اور استقامت بالا تر ہے کرامت و مقامات سے۔
(نور الہدیٰ)

حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانیؓ شکم مادر ہی میں مراتب فقر پر سرفراز ہوئے اور اہل فقر و شریعت محمدیؐ کی پاسداری میں مقام محبوبیت پر پہنچے اور بارگاہ الٰہی سے فقیر محی الدین کا خطاب پایا۔ پس فقر کو مالک الملکی مراتب حاصل ہیں۔ فقر کا تعلق غوثیت یا قطبیت یا کشف و کرامات سے نہیں بلکہ عین ذات حق تعالیٰ سے ہے۔ فقر عطائے الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے خواہ کوئی جی بھر کے کھاتا پیتا رہے یا پھر فاقہ کشی کرتا رہے۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ بیعت "میں بڑی آسانی سے مراتب فقر پر پہنچا، اچھی طرح فقر کا مشاہدہ کیا، ہم نشین فقر ہوا اور فقر سے ہمکنار ہوا۔ میں صاحب فقر تھا، صاحب فقر ہوں اور صاحب فقر رہوں گا۔ میری عاقبت بھی فقر ہے"۔ (عین الفقر)

مختصر یہ کہ فقر کے جامع ترین مفہوم کو سمجھنے کیلئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہ " ترجمہ: "جب فقر تمام ہوا تو بس وہی اللہ ہے"۔

تمام انبیاء اکرام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبہ فقر کے حصول اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کی التجا کرتے رہے لیکن انہیں یہ مراتب حاصل نہ ہوسکے جسے بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ حضوری نصیب ہوئی۔ اس نے فقر محمدی ﷺ کو اپنا رفیق بنایا کیونکہ مرتبہ فقر سے بڑھ کر بلند و قابل فخر مرتبہ نہ کوئی ہے اور نہ ہی کوئی ہوگا۔ فقر دائمی زندگی ہے۔ (نور الہدیٰ)

حضرت سلطان باھوؒ کی تصانیف کا ہر ہر حرف مشاہدہ حق کی حضوری بخشتا ہے۔ اور اس کی ہر ہر سطر ان بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ جو نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے مشاہدوں میں پائے جاتے ہیں۔ آپؒ کی تصانیف کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ یہ تالیف سے بالکل پاک ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

ہیچ تالیف نہ در تصنیف ما

ہر سخن تصنیف مارا از خدا

(میری تصانیف ہر طرح کی تالیف سے پاک ہیں۔ میں نے کسی کی نقل نہیں کی۔ میری تصانیف کا ہر ہر جملہ اور ہر ہر سطر بارگاہِ الٰہی کا الہامی کلام ہے۔)

صوفیاء کے نزدیک وہ جذبہ جو کائنات کی تخلیق کا سبب بنا وہ عشق ہی تھا۔ اور عشق ہی کی بدولت انسان اپنے مالکِ حقیقی تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

عشق کے وجود سے نغمۂ تارِ حیات!۔

حضرت سلطان باھوؒ کا عارفانہ پنجابی کلام قلب و روح کیلئے ایک ایسا تازیانہ ہے جو انسان کے اندر عشقِ حقیقی کی نمود کرتا ہے۔

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چپ چپاتے ھو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ پھردے گنگے باتے ھو
اوہ کردے وضو اسم اعظم دا تے دریائے وحدت وچ نہاتے ھو
تدوں قبول نمازاں باھوؒ جد یاراں یار پچھاتے ھو

آپؒ فرماتے ہیں جن عارفوں کے جسم و جاں، رگ و پے اور ہڈیوں میں عشق (ذات) سرایت کرگیا وہ ذکر اللہ میں محو ہو کر فضول اور لغویات سے بچ کر خاموش اور چپ چاپ رہتے ہیں۔ ایسے عشاق، ذات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ ذکر اسم اللہ ذات سے ان کے ایک ایک بال میں لاکھوں زبانوں کی قوت موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ گم سم رہتے ہیں۔ یہ اعزاز و مرتبہ ایسے ہی عاشقانِ ذات کا نصیبہ ہے جو اسم اعظم سے وضو کرکے دریائے وحدت (ذات) میں غوطہ زن ہوگئے۔ اے باھوؒ! نماز تو اس وقت معراج بنتی ہے جب دوست (نمازی) اپنے دوست (محبوبِ حقیقی) کا عرفان حاصل کرے۔

عاشق راچہ جوان چہ پیر کرد
عشق بر ہر دل کہ زد تاثیر کرد

عطارؒ

علامہ اقبالؒ نے جہاں پیر رومیؒ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے وہاں ان کی شاعری میں حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ دونوں ہستیوں کے کلام میں چند اصطلاحیں ایسی ہیں جو بکثرت استعمال ہوئیں۔ اور ایک مرکزی خیال کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر: شہباز۔ عشق۔ فقر۔ مردِ کامل یا مردِ فقیر۔ عارف و مرشد وغیرہ۔ اقبالؒ، سلطان العارفینؒ کی روح مبارک سے اس شرابِ کہن (عشق) کو عام کرنے کی التجا کرتے ہیں۔

پھر وہ بادہ و جام لا اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی!
تین سو سال سے ہیں ہند کے مے خانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی!

اقبالؒ نے فقر کے عریاں ہونے کی تمنا کی تھی۔ آخر کار ان کی یہ آرزو بھی پوری ہوگئی اور فقر پوری آب و تاب سے عریاں ہوا۔ جیسے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب مدظلہ العالی دنیا میں تشریف لائے۔

ایک فقیر، امام الوقت اور مصلح قوم ملت کا نبض شناس ہوتا ہے۔ انداز گو مختلف لیکن بات ایک ہی کرتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کے بڑے فتنے کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ سوئی ہوئی قوم کو جگانے کیلئے اس کا پیغام وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ارمغان فارسی حضرت سلطان باھو (اسماء و محتویات)

ایم رحمت

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی ظاہری زندگی میں دور دراز علاقوں میں سفر فرمائے اور فقر محمدی کا فیض عام کیا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کیلئے کتب تحریر فرمائیں ان کتب میں آپ نے جو معیارِ تحریر پیش کیا اس پہ اظہار خیال آپ خود اس طرح فرماتے ہیں

ہیچ تالیف نہ در تصنیف ما
ہر سخن تصنیف ما را از خدا

کہ میں نے اپنی تصانیف میں کسی کی نقل نہیں ماری بلکہ وہ کچھ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے (الہامی طور پر) حکم ہوا۔ مولانا روم کی زبان سے اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی اس کا کہا اللہ کا کہا ہے گرچہ وہ اللہ کے بندے کے حلق سے برآمد ہوا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کا طرزِ تحریر بعینہٖ ایسا ہے جیسا قرآن حکیم کا ہے قرآن مجید میں بھی کسی واقعہ یا بات کو اللہ تعالیٰ نے یکجا کر کے نہیں فرمایا بلکہ مختلف حصوں میں بانٹ کر فرمایا یا مثال کے طور پہ واقعہ آدم و ابلیس، بنی اسرائیل، حکم نماز، عبادات، جنت و جہنم، سر و جز اور ایسے کئی موضوعات ہیں جنہیں قرآن پاک میں یکجا نہیں فرمایا گیا بلکہ مختلف پاروں میں ارشاد فرمایا۔ حضرت سلطان باھوؒ نے بھی کئی رموز ایسے ہی ایک ساتھ جنہیں منتشر کر کے بیان فرمایا ہے مثلاً فقر محمدیؐ "فنا فی اللہ و بقا باللہ" مرشد اکمل، دیدار، تصور اسم اللہ، کلمہ طیبہ، حضوری، مجلس محمدیؐ، "علم دعوت قبور" شرح نفس، قلب، روح ــــــ اور دیگر کئی موضوعات ہیں جنہیں آپ نے ایک ہی باب یا ایک ہی کتاب میں بیان نہیں کیا بلکہ سنت قرآنی کے عین مطابق بانٹ کر مختلف مقامات پہ بیان فرمایا ہے ایک اندازے کے مطابق حضور سلطان العارفین نے 140 کتب تحریر فرمائی ہیں جن میں اکثریت کتب نایاب ہیں جس طرح پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی لکھتے ہیں "مناقب سلطانی اور دیگر سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق حضرت سلطان باھوؒ کی ایک سو چالیس تصانیف ہمارے لئے بیش بہا یادگار ہیں مگر اس وقت آپ کی صرف اکتیس کتابیں دستیاب ہیں۔ ان میں ابیات باھو "سرائیکی" (علاقائی زبان) میں ہے باقی تیس فارسی میں ہیں ان میں پھر ایک کتاب "دیوان باھو" فارسی غزلیات پہ مشتمل ہے جبکہ باقی انتیس فارسی نثر میں ہیں (باھو نامہ کامل) صفحہ 202) حضور سلطان العارفین نے اپنی متعدد کتب میں اس بات کو واضح فرمایا کہ اگر کسی زمانے میں کسی طالب مولیٰ کو مرشد کامل تک رسائی نصیب نہیں ہوتی تو اس طالب کو چاہیے کہ میری کسی بھی کتاب کو بطور مرشد پکڑ لے یہ اس کی مرشد کامل کی طرح رہنمائی فرمائے گی بلکہ آپ نے اپنے انتہائی معروف و مقبول رسالہ "رسالہ روحی" میں واشگاف الفاظ میں درج فرمایا ہے "اگر کوئی ولی واصل عالم روحانی یا عالم قدس شہود میں رجعت کھا کر اپنے مرتبے سے گر گیا ہو تو اگر وہ اس پاک کتاب کو وسیلہ بنا لے تو یہ کتاب اس کیلئے مرشد کامل ثابت ہوگی اور اگر وہ اسے وسیلہ نہ بنائے تو قسم ہے اگر ہم اسے اس کے عہدے تک نہ پہنچا دیں تو ہمیں قسم ہے اگر سالک سلوک کا طالب اسے مضبوطی سے پکڑ کر تمام لے تو صرف اس کے پکڑنے سے ہی اس میں اسے عدول اور روشن ضمیر عارف بنا دوں گا" آپ کے کلام کی یہ تاثیر ہے کہ وہ پڑھنے والے کو عمل کی طرف آمادہ کر لیتا ہے کیونکہ

"دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"

دل سے بات نکلنے کا مطلب ہے کہ اللہ کی ذات دل میں جلوہ گر ہے جس کا تعلق الہام سے ہو یعنی اللہ کے حکم سے موزوں ہو بات کے وہ تاثیر بھی ہوتی ہے اور عمل پہ بھی اکساتی ہے اور اس میں ارتقا سفر بھی کامیابی و کامرانی سے طے ہوتا ہے۔ حضور سلطان العارفین "کلید التوحید (خورد)" میں اپنی اس تصنیف کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جو شخص شب و روز اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھے گا وہ اسے پڑھتا رہے گا اس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہے گی [illegible] ہو جائے گا ــــــ یہ کتاب مبتدی اور منتہی کیلئے مکمل رہنما ہے اگر کوئی جاہل اسے پڑھے گا تو عالم فاضل صاحب تفسیر ہو جائے گا" آپ کی ہر کتاب کا ایک ایک حرف مشاہدات، انوار الٰہیہ کی واردات اور عمل و اکمل معراجِ انسانیت کی شہادت ہے۔ جس طرح کہ ابتداء میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی اکتیس تصانیف دستیاب ہیں ان تصانیف کے موضوعات اور مباحث کا بالترتیب اور اختصار سے مطالعہ کرتے ہیں یہ تفصیلات پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی صاحب کی کتاب مرآۃ سلطانی (باھو نامہ کامل) سے اخذ کیے گئے ہیں۔

1۔ اسرار قادری

یہ تصنیف لطیف حجاب دور کرنے والی ہے اس میں سادہ، موثر، رواں اور دلپذیری کے ساتھ تحریر ہوئی ہے [illegible] سات اقسام کشف، دعوت، قبور، فقیر کامل، چار اشخاص لائق ارشاد، فقر، علم المعرفہ، سبب، دعوت، مرید، حسن پرستی [illegible] تین اقسام طریق قادری [illegible] تصرف، تحقیقات وغیرہ پہ نہایت مختصر بحث کی گئی ہے۔

2۔ امیر الکونین

یہ معلی الالقاب کتاب ایک تحقیقی تحریر ہے جس میں تصوف، معرفت اور دیدار رب تعالیٰ کا علم بیان ہوا ہے شرح فقیر اور سلک فقر کے چار علامات، شرح اثبات قدم معرفت کی شرح، علم اور عالم کی شرح، عالم اور اہل اللہ میں فرق، دیدار کی شرح، حاضری کی شرح [illegible] کی شرح ان عنوانات کے تحت یہ مطالب سامنے آتے ہیں فقیر یا شیخ کامل اولی الامر ہے وہ ارواح جو "الست بربکم" کے سنتے ہی حال میں آئے قیامت تک اس مستی میں رہیں گے۔ حاجی حرم وہ ہے جو حرم کی دیواروں اور پتھروں کا مشاہدہ کرتا ہے اور حاجی حرم وہ ہے جو انوار الٰہی اور نور مصطفیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

3۔ اورنگ شاہی

یہ نہایت لطیف تلقین و ارشاد پر مبنی رسالہ ہے نہایت سادہ اور سلیس نثر میں تصنیف ہوا ہے۔ اس میں بڑے گراں بہا عارفانہ مطالب موجود ہیں جس میں ایک ہادی برحق کا حکم رکھتا ہے اور عشقِ حقیقی کے گم گشتگان کو منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات' شرحِ دعوت' شرحِ نقش وجودیہ' شریعت کے تحفظ میں نفس کو ختم کر دے' مرشد باحضوری چاہیے' ابلیس سجدے کے انکار سے اور نفس تکبر سے مردود ہوا' اسم اللہ امانتِ الٰہی ہے' وحدت کے سات نقوش کا تصور مقامِ کمال ہے۔

4. توفیق الہدایت

یہ معرفت میں دقیق اور باتوفیق کتاب ہے۔ جو سادہ نثر میں بڑی تحقیق اور دلیل کے ساتھ لکھی گئی ہے' دس علوم کا بیان' حیات و ممات میں ہم آہنگی' وجود آدمی' اندرونی نفس کی شرح' قوت توفیق' چار باطنی پردے' ذکر فکر' فضیلت آدم' دین آدم' طالب اللہ اور اس کے دس اوصاف۔ اسم اللہ جب مومن کے قلب میں جاگزین ہوتا ہے تو سورج کی طرح طلوع ہو جاتا ہے اور اس پر علم لدنی روشن ہو جاتا ہے۔

5. تیغ برہنہ

یہ رسالہ ایک پُر تاثیر نثر میں ہے اس میں باطن کے راز و عرفان کو بصیرت و حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مرشد کامل و مرشد ناقص' طریقہ قادری' علم ظاہر و باطن' شرح ورد' مریدی و طالبی' شرح ذکر' مرتبہ فنا فی اللہ' فقر۔ ان عنوانات کے تحت کہا گیا ہے کہ روح اللہ وہ ہے جو چار تاریکیوں سے باہر نکل آتا ہے اور چار انوار میں داخل ہوتا ہے' اہل تصدیق کو کلمہ طیبہ خدا تک پہنچا دیتا ہے اور مجلس محمدی کی حضوری کو لے جاتا ہے' مرشد کامل طالب کو اسم اللہ کا تصور عطا کرتا ہے اور اس تصور سے اکتالیس جوہر کھلتے ہیں۔

6. جامع الاسرار

اسرار و معارف کے ضمن میں ایک اچھی اور جامع کتاب ہے' ذکر قلب' ذکر نفس' روح' شیطان' ذکر تجلی' مقامات' تعبیر خواب' نقش اسم اللہ' ذکر تعلیم' وجود انسانی ان عنوانات میں فرمایا گیا ہے علم لدنی اسم اعظم کی تاثیر سے حاصل ہوتا ہے۔ عارف ہمیشہ استغراق اللہ میں ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقعہ پر سلطان الفقر کا مقام عطا فرمایا۔ علما کا تعلق ناسوت سے ہے اور فقرا کا تعلق لاہوت سے ہے' ایک اہل ہدایت ہے اور دوسرا اہل ولایت ہے' قلب کی تین اقسام ہیں۔ ذاکر سلطانی وہ ہے جس کے نفس' قلب' روح اور سِر میں ہم آہنگی ہو' سید عبد القادر جیلانی غوث الجن والانس ہیں۔

7. حجت الاسرار

یہ رسالہ نثر میں بڑا دلپذیر اور بلند افکار کا حامل ہے جو راہِ حقیقت میں بیدار کرنے والا اور مقصود بخش ہے بالکل اس طرح جیسے مرشد کامل۔ انسان کامل' بندہ اور خدا' علم راہ اور مرشد' رہبر' اہل علم و اہل تقلید' کامل ناقص' فکر' آیت اللہ' فراست مومن' اثبات شریعت' علم لدنی' حکایت فقیر با رمز' غلاف نفس امارہ' اقسام فقرا ان عنوانات میں بیان فرمایا گیا ہے کہ سرور کائنات انسان کامل ہیں' اہل شریعت کو حضوری خواب میں' اہل طریقت کو حضوری مراقبہ میں' اہل حقیقت کو حضوری کلمہ میں اور اہل معرفت کو حضوری مقام روح اللہ میں حق الیقین کا مرتبہ ہے۔ فقیر مجرد ہے اور ترک ذکر میں ہوتا ہے۔

8-دیدار بخش

یہ رسالہ اسم با مسمیٰ ہے علم دیدار اور حصولِ معرفت پر محیط ہے۔ حضرت سلطان باہو کی تصانیف میں یہ پیارا رسالہ ہے جو سب سے آخر میں دریافت ہوا ہے۔ صفتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' علم تصور' علم تصرف' فقر محمود' فقر وصال' اقرار و تصدیق' بہشت' علم و امر دیدار' خدا تعالیٰ' کرامت' حق' آدم' راہ معرفت' حق کامل ہستی' اہل شریعت' فقر کی اقسام' چار نشان' فقر' احتساب' توحید' مقام اور ان کے اہم موضوعات ہیں۔

9-دیوان باہو

یہ دلپذیر کلام سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو کا شعری مجموعہ ہے جس میں وجدانی و عارفانہ غزلیں مستانہ وار کہی گئی ہیں۔ یہ تصنیف حضرت سلطان باہوؒ کے تمام و مکمل شعری کلام کا مجموعہ نہیں بلکہ اسے اہم غزلیات باہو کا نام دے سکتے ہیں۔ دیوان باہو میں بڑے عارفانہ مقام ہیں توحید اور وحدانیت کو موثر طریقے سے اور ایک منفرد انداز میں بیان کیا گیا ہے جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت سلطان العارفین کا ہی مخصوص انداز ہے

نیستیں دائم دریں عالم کہ معبود الا ہو

ولا موجود فی الکونین و لا مقصود الا ہو

10-رسالہ روحی

یہ مختصر سا رسالہ بھی نثر میں حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ کی اہم ترین تصنیف ہے اس میں معرفت کا بیش قیمت خزینہ سمو دیا گیا ہے صدہا سال کے عرصہ میں کسی بھی عارف نے اس انداز میں روشنی نہیں کیا۔ اطلاعات سِری و عرفانی' وقت ارواح سلطان الفقر' اللہ تعالیٰ کی تمام تر تجلیات کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے' تخلیق کے اسرار اور روزِ الست کا معاہدہ گویا کوزے میں بند کرنے کے مصداق بنا دیا گیا ہے' آٹھ مطالب بیان ہوئے ہیں' اول تخلیق کی ابتدا' دوم تخلیق اور فلسفہ وجود' سوم شہود' چہارم روحی' پنجم ارواح سلطان الفقر' ششم مصنف کا تعارف' ہفتم رسالہ کے ہدف میں علم کو تلقین کرنے کا حکم اور ہشتم مستیِ عشق الٰہی کا مشاہدہ۔

11-سلطان الوہم

فن تصوف اور درس معرفت میں یہ کتاب نایاب موتی ہے سندھ کے شہر جیکب آباد سے سید سلطان شاہ کی لائبریری سے 1977ء کو یہ رسالہ دریافت ہوا۔ راہِ دلی' پیر کامل' ہر لحظہ دید' عشق' وہم' دیدار' عاشق' کبیر انفاس' عشق' تجلی' دو گواہ عشق' وجود موجودات' چہار عالم' دو انسانِ کامل' کرب' اوہام' علم' فلسفہ نزول و تخلیق' کائنات زیر بحث آنے والے موضوعات ہیں (سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ کی کتب کے معروف مترجم سید امیر خان نیازی کی رائے ہے کہ یہ کتاب حضور سلطان العارفین کی اپنی نہیں آپ کی تعلیمات سے متاثر کسی اور عالم کی ہے جس نے آپ کا طرز تحریر اپنا لیا ہے)

12-شمس العارفین

یہ نسخہ عرفان و تصوف کے موضوع پر مسلک قادریہ کی بین اساس پر مبنی ہے یہ حضور سلطان العارفین کی تصنیف ہے۔ بالتحقیق یہ نسخہ دراصل حضور سلطان العارفین کی چند دیگر تصنیفات (1) کلید التوحید (2) قرب دیدار (3) مجموعۃ الفضل (4) عقل بیدار (5) جامع الاسرار (6) نور الہدیٰ (7) محبت الاسرار (8) فضل اللقا کا ایک جامع نسخہ ہے یہ تاریخی یا مجموعہ انتخاب خانقاہ کی چار گی کے اوائل دور میں حضرت سلطان ولی محمد (سجادہ نشین اول) نے کروایا اس رسالہ کو خلیفہ صاحب زادہ نجی اور مولوی عبد الشکور شیخ نے مرتب کر کے مخدوم سید موسیٰ شاہ جیلانی (المعروف موسیٰ شاہ) گوگی سے معرفت نوٹ کو پیش کیا اس کا ترجمہ نظام سے مفہوم و معانی کے علاوہ تمام جملے اور تراکیب بھی حضور سلطان العارفین کے اپنے الفاظ میں ہی ہیں۔ یہ کتاب ابواب میں تقسیم ہے اس کے سات ابواب ہیں۔ باب اول کتاب پڑھنے کی فضیلت پر ہے باب دوم میں ذکر فکر' تصور عشق و وجودیہ اور علاج دل سیاہ کا بیان ہے باب

سوم میں مراقبہ و مکاشفہ کا بیان، باب چہارم میں فنا فی الشیخ کا بیان، باب پنجم میں مجلس محمدی کا بیان، باب ششم میں دعوت اہل قبور کی ترتیب اور باب ہفتم میں متفرق تعلیمات عرفانی ہیں۔

13-عقل بیدار

یہ کتاب مصطفی ثانی، عارف اکمل سلطان الفقر حضرت سلطان باھوؒ کی ایک نایاب کتاب ہے جو حقیقت رشد و ہدایات اور حقیقت آگہی پر مبنی ہے۔ علم و یقین، علم برائے نفس، علم برائے قلب و روح، طالب العلم علما اور طالب المولیٰ فقرا، سگ اصحاب کہف و شیطان، مستاج سرود و مداوی مرض قلوب، شرح مراقبہ، فضیلت و معرفت ذکر، شاہ جیلانی محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، نفس و وجود، معظم توجہ دوام باری تعالیٰ، کشف مقام، علم شرح دم، فقر و قرب حضور، شرح دعوات متفرقہ اس کے علاوہ اہم موضوعات ہیں۔

14-عین العارفین

تصوف و عرفان پر یہ کتاب مجرب بیان ہے۔ اس کا سال تصنیف 1100ھ نسخہ پر درج ہے (حضور سلطان العارفین کی وفات 1102ھ کی ہے) آپ کی عمر مبارک کے آخری دو سال میں یہ کتاب تحریر فرمائی گئی ہے۔ نفس، علم، فقر، دم، مرشد، دنیا، استدراج ان عنوانات کے تحت یہ مباحث ملتے ہیں کہ نفس کو ختم کر دینا چاہیے، مرشد نفس کش ہوتا ہے، فقر مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا ہے، مرشد وہ ہے جو آقا پاک کا دیدار کرا دے۔

15-عین الفقر

یہ کتاب نہایت فصیح نثر میں ہے یہ کتاب دس ابواب میں تقسیم ہے۔ حقیقت قلب، مرشد کامل، سری و جہری اذکار، مقامات فقر، اسم ذات، توحید، فنا فی اللہ، شرح تجلیات، شرح استغراق، تربیت نفس، شرح دم، عالم و فقیر، اہل اللہ اور شرح مراقبہ اس کے خاص مضامین ہیں۔ ان عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ تمام کتب ہادی اور کائنات اسم اللہ کی شرح ہیں، تجلی کی چودہ اقسام ہیں، مشاہدہ کی چودہ اقسام ہیں، شرک کی گیارہ اقسام ہیں، ابلیس، نفس اور دنیا، نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس ملہمہ کی علامات ہیں، فقرا کو سوز عشق نصیب ہوتا ہے اور علما اس سے بے خبر ہیں۔ دنیا کو کوئی مرد پسند نہیں کرتا جبکہ دنیا مرد کی تلاش میں ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضور نبی آخر الزمان کے درمیان پانچ ہزار نو سو اسی سال کی مدت گزری۔ ہمارے آدم علیہ السلام سے پہلے چودہ ہزار ایک آدم تخلیق کیے گئے اور ان کا زمانہ سینکڑوں بلین سال ہمارے آدم سے پہلے کا تھا۔

16-فضل اللقاء

یہ رسالہ سادہ رواں اور فصیح نثر میں ہے جو علم معرفت اور لقا کے ضمن میں بڑا اہتمام رکھتا ہے۔ نفس و وجود، توصیف شاہ عبدالقادر جیلانیؒ، عرفان طالب و مرشد، شوق طریقہ سروری قادری، موتو قبل ان تموتو، تحصیل علم فضیلت، پیچ کلید مطالب اولیاء اللہ، تقلید اور توحید اس کے خاص موضوعات ہیں۔

17-قرب دیدار

یہ کتاب علم لقا اور دیدار الٰہی پر مبنی ہے جیسا کہ اس کے نام سے ہی واضح ہے۔ طالب و مرشد، شرح دعوت، تصور، عامل و کامل، عالم کی تین اقسام ان عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ دیدار الٰہی خواب، مراقبہ اور چشم معرفت سے ممکن ہے بشرطیکہ زندگی میں موت کے مدارج کو طے کیا ہوا ہو۔ طالب کے چار حروف ہیں اور مرشد کے چار حروف میں گہرے اسرار و معانی ملتے ہیں۔ ایک عالم محجوب ہوتا ہے، دوسرا عالم مجذوب ہوتا ہے اور تیسرا عالم محبوب ہوتا ہے۔

18-کشف الاسرار

یہ نثری رسالہ توحید و عرفان پر ہے۔ انسان کامل، دعوت، سرود، عمل، تاثیر، تصور اسم اللہ ذات، تصور شیخ، اور اس کا اثر، مرید کامل و مرشد ناقص، علم ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت۔ ان عنوانات کے تحت بیان ہوا ہے کہ انسان کامل کے کیا اوصاف ہوتے ہیں، فقیر کا تصور اسم اللہ ذات اور محمد، فقر و فنا فی الشیخ مرید کا احتیاج پہنچا دیتے ہیں۔

19-کلید التوحید (خورد)

یہ کتاب منثور فصیح نثر میں محض علمی اور ادبی کارنامہ ہی نہیں بلکہ معرفت اور تاثیر باطنی کے ساتھ روحانی فن و ارشادی حامل ہے نیز ہر خاص و عام کیلئے نمونہ مرشد کامل ہے۔ کتاب کی اہمیت موتیٰ و مغز، خود شناسی، خداشناسی، ذکر و اذکار، تخلیق کائنات، شرح ارواح، صاحب جمعیت، مردہ دل، مرد و مشائخ کی پہچان، لاہوت، تجرید و تفرید پر بحث فرمائی گئی ہے۔

20-کلید التوحید (کلاں)

یہ کتاب عارفانہ رشد و تلقین میں عالم انسانیت کیلئے روشن و مکمل ہے نثر کے حسن اور طرز بیان کے لحاظ سے بھی گراں مایہ کلام ہے۔ عارف ربانی سلطان الفقر حضرت سلطان باھوؒ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے ارشاد ربانی الٰہی سے ہے۔ علم کے اوصاف، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معرفت کے بارے میں تعبیر آیت اللہ نور السموت والارض، عالم بے خودی، دعوت عرفان و عارف، ولادت نبی آخر الزمان، وجود مبارک کے خواص کی شرح، خاص الخاص چھ مرتبے، فلسفہ، معیار قیامت، فقر، راہ کامل اور علمائے عامل، انسانی وجود کل طلسمات، انسان کے ظاہر میں چار چیزیں ہیں ایک روح، دوسری چار طالبوں کی حکایت، عام کا رزق اور خاص کا رزق، یقین کی تین اقسام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کی حکایت، ان عنوانات کے تحت ان مباحث کو بیان کیا گیا ہے کہ وجود مصطفیٰ میں نفس امارہ نہیں ہے اور آپ کے بدن مبارک کی خوشبو عنبر و کافور سے ہے۔ من عرف ربه فقد طال لسانه ظاہر شریعت ہے اور من عرف ربه فقد کل لسانه باطن شریعت ہے۔ دعوت قبور سے سات خزانے ہاتھ آتے ہیں اول گنج نظر کیمیا دوم گنج جمعیت خاطر سوم گنج روح مفرح چہارم گنج تزکیۂ نفس پنجم گنج علم غیبی ششم گنج نفی غفلت اور ہفتم گنج توفیق الٰہی۔

21-کلید جنت

پوری کتاب سات ابواب میں منقسم ہے۔ اول کتاب کی اہمیت، دوم طریق ذکر، سوم تصور، چہارم مراقبہ، پنجم فنا فی محمدؐ، ششم مجلس محمدی، ہفتم دعوت اور ہشتم تجلیات و متفرق ان ابواب میں بیان کیا گیا ہے کہ ذکر کی چار اقسام ہیں ذکر حال، ذکر سلطانی، ذکر قربانی، ذکر قلبی۔ فنا فی اللہ اصل میں فنا فی محمدؐ ہی ہے کیونکہ نور محمدی نور الٰہی جل شانہ سے ہے۔ مجلس محمدی ان سات مقامات پر ہوتی ہے (1) ازل (2) ابد (3) دنیا (4) توحید مطلق (5) آسمان (6) عرش کبریٰ (7) لامکان۔

22-گنج الاسرار

یہ رسالہ نثر میں گوہر فشاں و معرفت میں حکمت و فیض رساں و درس ہے۔ طریق قادری، دنیا، غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، عارف و ولی الامر، توجہ، اعرابی، ذکر خفیہ خاص عنوانات ہیں۔

23-مجالسۃ النبی

یہ رسالہ تاثیر نثر میں بے نظیر وثیقہ ہے عارف علم کی اہمیت شرح نفس قلب و روح فنافی الشیخ و فنافی الرسول تاثیر اسم اللہ ذات وجود انسانی میں اربعہ عناصر شرح پیر و مرید۔ ان عنوانات کے تحت معلوم ہوتا ہے کہ عارف وہ ہے جو نفس امارہ کو مار ڈالے۔ فنافی الشیخ سے مراد شیخ کے وجود کا تصور نہیں بلکہ شیخ کے طریق کی تحقیق سے ہے۔ حضرت آدم نے جب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ کے نام کے ساتھ عرش پر کلمہ طیبہ میں لکھا دیکھا تو غیرت سے ان میں نفس پیدا ہو گیا اور اسی نفس سے گندم کا دانہ کھانے کا فتنہ پیدا ہوا۔ اور ہابیل و قابیل کے درمیان حسد کی بنیاد پیدا ہوئی۔

24-محبت الاسرار

یہ رسالہ حت حقائق اور بلند افکار سے بھرپور ہے۔ انسان کامل معرفت الٰہی قرب حق حدیث فقر اور فقیر رسالے کے اہم موضوعات ہیں ان سے اخذ ہوتا ہے کہ انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہے اور انسانیت کا شرف معرفت کے حصول سے ہے عشق اسرار ربانی ہے۔ ولایت فضیلت سے بہتر ہے۔ صاحب قلب مستغنی ہے اور اسے ذکر دوام حاصل ہوتا ہے۔ فسق و فجور کی بنیاد دنیا ہے۔ ابوجہل اور یزید دنیا ہے۔

25-محکم الفقراً

یہ کتاب مرصع نثر میں علم اکسیر لافانی اور پاک دستاویز ہے۔ جلال و جمال راہ مستقیم فنا فانی اور فنا ترک دنیا حکایت موسیٰ علیہ السلام مشتاق روز حشر شرح اسم اللہ مردود طالب مولیٰ پیروی اقسام فقیر یا مرشد فقیر لایحتاج ان عنوانات کے تحت آتا ہے کہ جلال و جمال ہر دو فقیر کا خاصہ ہیں۔ صراط مستقیم مظہر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ ہر چیز آدمی کیلئے ہے اور آدمی خدائے تعالیٰ کی شناخت کیلئے ہے اخلاق محمدی کا اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا حاصل کرنا معرفت توحید ہے۔

26-محک الفقر (خورد)

یہ کتاب عارفانہ مطالب کیساتھ مسجع نثر میں ہے اس نسخہ میں پانچ ابواب ہیں اول عشق دوم قلب سوم محبت چہارم اسم اللہ و ذکر پنجم حل حدیث ان ابواب میں دیئے گئے عنوانات یہ ہیں طریق قادری عاشق یا عارف نور محمدی شرح دل ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندے فنا فی اللہ کا وجود میں 9 قسم کی آگ وجود میں تین قسم کے چراغ عشق کی قسمیں اعضائے انسانی علم بے عمل فنا فی اللہ کے حجاب میں دل کی تین قسمیں کتا اور گدھا گناہ عالم فقیر اعمال باطن حسد اہل تو حیات اولیاء اللہ تجلیات ذکر اسم اللہ وجود فنافی فقر کی چالیس حدیثیں سامنے آتی ہیں۔

27-محک الفقر (کلاں)

یہ تصنیف لطیف علم و فن عرفان و تصوف میں حقیقت آرا ہے جو مسجع و مرصع نثر میں ہمارے سامنے ہے (حضور سلطان العارفین کی کتب میں انتہائی انقلابی کتاب ہے) مسئلہ روح نفس عقل و علم ترتیب سلوک حقیقت تصوف علماء فقراء دنیا و اہل دنیا اقسام ذوق فقر اکمل اللہ تیمور وزیر ایک وزیر کی حکایت جس نے وزارت ترک کر دی کلمہ طیبہ نور محمدی عشاق ذکر دل مراقبہ شرح ظاہر و باطن صفت قرآن فقر ایک موحد عورت کی حکایت اور مومن کے دل میں دس باغات علم لدنی و عقل کل قلب مومن عرش اعظم شرح حرف الف محبت قرآن الفقر لا یحتاج کفار سے فتح کی دعا ذکر اللہ علم الحروف شرح علم اکسیر اسم اعظم عرفان نفس صفت عشق توصیف غوث الاعظم سماع اہل دل و اہل ہوا تجرد و تفکر سکوت روح محمدی حیوان و انسان شرح معراج مکتب الٰہی تجلیات ذات و صفات ان عنوانات کے مطابق منکشف ہوتا ہے کہ اسلام کے ہر رکن کا ظاہر و باطن ہے حتی کہ اگر کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو ظاہر میں اقرار باللسان کرتا ہے اور ساتھ ہی باطن میں تصدیق بالقلب کرتا ہے۔ معرفت کا حصول تین طریقوں سے ہے اول فضل ربانی دوم عطائے مرشد سوم عطائے باطن سے۔ ذوق کی تین قسمیں ہیں (1) جسمی جیسے آنحضرت کی علماء قیل و قال سے دوستی (2) قلبی جیسے آنحضرت کی اصحاب صفہ اور فقراء سے دوستی (3) روحی جیسے کہ آنحضرت کی اللہ تعالیٰ سے دوستی۔ عاشق شریعت میں بیدار ہوتا ہے وہ دوزخ کے خوف اور جنت کے لالچ سے بلند تر ہوتا ہے اور اپنا مقصود رب تعالیٰ کا دیدار ٹھہراتا ہے حقیقی ذاکر سراپا نور بن جاتا ہے۔ اسم اللہ کو سب سے پہلے نور محمدیؐ نے ظاہر فرمایا۔ دنیا اولیائے کرام کی برکات کی بدولت قائم ہے۔

28-مفتاح العارفین

اس کتاب مستطاب مرصع نثر میں شرب حقیقی اور معرفت پر بے مثال پیرایہ میں بیان ہوا ہے۔ عالم فقیر مجلس سرور کائنات خلاصہ موجودات عملی سلوک سلسلہ روحانی تعلیمات مصنف قدس سرہ ان عنوانات میں جو مطالب بیان ہوئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں اول علم الیقین دوم عین الیقین سوم حق الیقین۔ زندہ دل کے جسم کو کوئی کرم (کیڑا) نہیں کھاتا اور قیامت تک سلامت رہتا ہے۔

29-نور الہدیٰ (خورد)

یہ قیمتی رسالہ شیریں نثر اور بے مثل معنوی پوشیدہ رموز سے بھرپور ہے اس رسالہ میں پانچ ابواب ہیں اول در فقر دوم در ذکر سوم مراقبہ چہارم در تجلی اور پنجم در محبت ان عنوانات کے تحت مطالب کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیر کی دو اقسام ہیں ایک صاحب ریاضت اور دوسرا صاحب اجازت۔ طالب اللہ کو چاہیئے کہ وہ علم قرآن اور علم اخلاق حاصل کرے۔

30-نور الہدایت عین نما المعروف نور الہدیٰ (کلاں)

اسم اللہ اتصال دم شرح مسمیٰ فقر محمدیؐ، رحمت عشق و وجود شرح حضوری علم الحروف شرح نور عشق و شرح دل و انسان ان عنوانات کے تحت جو مطالب سامنے آتے ہیں ان کو اختصار کیساتھ لکھا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی غایت یہ ہے کہ حی قیوم کا قرب کیساتھ پڑھا جائے تا کہ تیغ عشق ہوا و نفس کو فنا کر کے۔ علم کا حصول دنیا کیلئے نہیں بلکہ علم کا مقصود معرفت ہے۔ سلطان الفقر قرب خداوندی سے نور کی صورت میں ہے جو ہوشیار عاشق کے سامنے ظاہر ہوتا ہے یا جلوہ گر ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج قاب قوسین کے مقام پر فقر کی صورت کو خدا تعالیٰ کے حضور میں دیکھا محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کے فقر کی صورت تھی۔ مرشد کامل کے سامنے جاہل اور طالب علم برابر ہیں اہل نصیب اور بے نصیب برابر ہیں۔ آل نبی اور سادات کی خدمت اور تعظیم طالب اور مرشد دونوں پر لازم ہے۔ سید اور آل نبی کی شناخت یہ ہے کہ شرع اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اور خلق محمدی رکھنے والا اور صحابہ کرام یاران رسول کے اوصاف و محبت رکھنے والا ہو۔ یہ حضور سلطان العارفین کی فارسی کتب میں بیان کیے جانے والے عنوانات موضوعات اور مفاہیم مطالب اور مباحث پر مختصر اور سرسری نظر ہے۔ آپ کی کتب کے تفصیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سلطان العارفین صرف فقر و تصوف کو ہی نہیں بلکہ آپ نے جہاں گیری جہانداری جہاں بانی اور جہاں آرائی کے تمام فنون کو بھی بڑی وضاحت اور دلکشی کے ساتھ رقم فرمایا ہے۔ اگر بہ نظر غائر آپ کے کلام کو دیکھا جائے تو حضرت انسان کو جو فلسفہ آپ نے بیان فرمایا ہے ابن عربی اور امام غزالی جیسے بلند پایہ فلسفی بھی آپ کے اس فلسفے کے مباحث و مفاہیم کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

''کوڑے کھوہ ناں مٹھے ہوندے باھُو''

عائشہ مسعود ملک

اک آواز میرے تخیل کو اس دنیا سے دور لے جایا کرتی تھی اور یہ میرے بچپن کا زمانہ تھا مگر میں فطرت اور اس کے اسرار کے قریب ہوتی چلی گئی یہ آواز میری نانی اماں کی تھی۔ لوگ جب نیند کی چادر اوڑھے آرام سے سو رہے ہوتے تھے تب بادِ نسیم کے ایک جھونکے کی طرح یہ آواز میری سماعتوں سے ٹکرایا کرتی تھی۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھو

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ھو

جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

اور پھر یہ ''ھو'' کا کمال ہوتا تھا کہ جو وجہ تسکین اور حالِ صبر و سکون بن جاتا تھا۔ وقت گزرتا رہا زندگی ہجر و فراق کی مستی میں دور دراز کے مقامات پر نکل گئی مگر یہ سچ ہے کہ اب بھی جب رات کی تاریکی میں، میں اپنی پلکیں موند لیتی ہوں تو وہی چنبے کی بوٹی دل میں مشک مچانے لگتی ہے اور ''ھو'' کے لمبی پکار کے اسرار مجھے اپنی طرف کھینچنے لگتے ہیں اور پھر اس ''ھو'' کی آواز نے ہی مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ یہ صوفی کون ہوتا ہے ایک تنہا انسان کہ جس کا لباس سادگی اور نفاست ہے اور جو شجرِ حیات کے سائے میں بیٹھ کر احساسات کے مرغزار میں اپنے دل کا بیج بوتا ہے اور جو اپنی فصل اگاتا ہے کہ جسے پوری انسانیت اپنی غذا بنا سکتی ہے یا پھر ایک شیریں چشم کہ جسم سے پیاسی روحیں پانی پیتی ہیں یا پھر دریائے طلب کے کنارے اک ایسا درخت کہ جس کے پکے ہوئے پھل بھوکے دلوں کی غذا ہیں کہتے ہیں کہ تصوف دراصل نہ تو علم ہے نہ ایجاد نہ دریافت اور نہ کوئی انکشاف بلکہ تصوف نام ہے اک طرزِ زندگی کا اور صوفی کا طرزِ زندگی کیا ہو سکتا ہے اس کی ایک تصویر ابیاتِ باھو کے سرورق پر دیکھتے ہیں۔ ایک چٹائی پر نگدار کچی مٹی کا گھڑا، کچی مٹی کا کٹورہ تسبیح کلائیوں کے دو کڑے اور پھر ایک مور کا پر آج بجلی کے بحران میں مبتلا یہ قوم اور اسکے وڈیرے اور سرمایہ دار کو جنہوں نے پورا نظام اتھل پتھل کر دیا ہوا ہے۔ ایک صوفی کی طرز کی زندگی گزار کر تو دیکھیں مگر ایسا ہونا کہاں ممکن ہے۔ سلطان باھوؒ نے ہی فرمایا ہے۔

''کانواں دے بچے ہنس ناں تھیندے توڑے موتی چوگ چگائیے ھو''

''کوڑے کھوہ ناں مٹھے ہوندے باھو توڑے سے مناں کھنڈ پائیے ھو''

اور پھر غور کریں تو اس ملک کے سارے موتی چگنے کے بعد بھی کووں کے بچے ہنس تو نہیں بن سکتے ہیں نہ ہی کڑوے کوہ میٹھے ہو سکتے ہیں البتہ پوری قوم کڑوے گھونٹ بھرنے پر مجبور ہو چکی ہے۔ اور اسی لئے اب تو شاید ہی کوئی صوفی مل سکتا ہو لیکن صوفیانہ طرزِ زندگی اپنانے والے لوگ ہر دور میں موجود ضرور رہے ہیں۔ لفظ صوفی کی اصطلاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد سننے میں آئی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مومن کے متعلق لفظ صحابی استعمال ہوتا تھا اور اس لفظ کی شنید ان لوگوں کی خوش بختی تھی لیکن جب اسلام پھیل گیا اور طرح طرح کے ثقافتی پس منظر رکھنے والے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو وہ لوگ جو سنتِ رسول کی پیروی کرتے ہوئے، ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور انہیں دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ ایسے لوگوں کے لئے اہلِ تصوف کی اصطلاح استعمال ہونے لگی ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا ''اگر تم لوگ وہ کچھ دیکھ سکتے جو میں دیکھتا ہوں تو تم لوگ ہنستے کم اور روتے زیادہ'' لہٰذا ثابت ہوا کہ ظاہری علوم کے علاوہ بھی ہوئی علم ہے تو وہ صوفیوں کو میسر ہے مگر صوفی ملا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ خدا کی خوشنودی سے زیادہ خدا کے قرب کا متلاشی ہوتا ہے صوفی اپنا اظہار بھی خاموشی میں رہ کر کرتا ہے۔ تنہائی مانگتا ہے عجز اختیار کرتا ہے بصیرت کا سمندر ہے اور پھیلنے کی بجائے اتنا سکڑنا چاہتا ہے کہ بس تو ہی ہو جاتا ہے اور میں کا صیغہ نفی میں بدل دیتا ہے صوفی دین میں پناہ نہیں ڈھونڈتا بلکہ فلاح میں پناہ گزین ہو جاتا ہے۔ ایک صوفی کا منتہائے آرزو یہی ہوتا ہے کہ وہ عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو کر رہے لہٰذا وہ اپنی عارفانہ زندگی میں ہر قدم دھونک پھونک کر رکھتا ہے کہ وہ کہیں اللہ کی راہ میں غلطی کرنے والوں میں شمار نہ ہو جائے۔ سلطان العارفین سلطان باھو کہتے ہیں۔

ہوروانہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ھو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ھو
کلمہ ہیر لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ھو
ایتھے اوتھے دوئیں جہانیں باھو کلمہ دولت ساری ھو

حضرت سلطان باھوؒ کی شاعری کا انداز دوسرے صوفی شعراء سے بالکل مختلف ہے۔ آپ کے اشعار کے ہر مصرعے میں بلبل کی کوک کی طرح کا "ھو" کا لفظ ضرور آتا ہے۔ اور یہ لفظ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اسی لئے ان اشعار کو پڑھ کر انسان پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کیلئے ہر صبح تو مسرتوں کے انبار لاتی تھی مگر انہوں نے درویشی اور فقیری کا راستہ اختیار کیا۔ زندگی کی آسائشوں میں آسودہ ہونے والے کسی بھی شخص سے پوچھیں تو زندگی کا یہ انداز اختیار کرنا اس کے لئے کس قدر دشوار ہے مگر درویشی اختیار کرنے والے ایسے عظیم صوفی شاعر کی زندگی کے حالات اور اشعار تراجم کے ساتھ آج کے نوجوانوں کی پیاسی روح کو سیراب کرنے کیلئے زبان زد عام کرنے کی ضرورت ہے تا کہ آج کل کی ہر ساعت تاریک میں حضرت سلطان باھوؒ کا کلام چاند کی کرنوں کی طرح چاروں طرف روشنی پھیلا سکے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے کہا ہے کہ۔

چڑھ چناں تے کر روشنائی تیرا ذکر کریندے تارے ھو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ھو
شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جناں توں بھارے ھو
تاڑی مار اڈا نا باھو اساں آپے اڈن ہارے ھو

اور پھر ایک دریا ابدی سمندر سے جا ملا مگر آج بھی جب میں پلکیں موند لیتی ہوں تو چنبے کی بوٹی میرے دل میں مشک مچاتی ہے اور ھو کی لمبی پکار کے اسرار مجھے کھینچتے ہیں۔ لیکن دکھ کی ایک بات گھبرا ڈالے رکھتی ہے کہ آج ہمارے سارے کھوہ کڑوے ہو چکے ہیں اور کووں کے بچوں نے ہنسوں پر قبضہ کرنے کی ٹھانی ہوئی ہے حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا ' جے کوئی اس نوں جانے ھو
منہ کالا دل اچھا ہووے تاں دل یار پچھانے ھو

☆☆☆

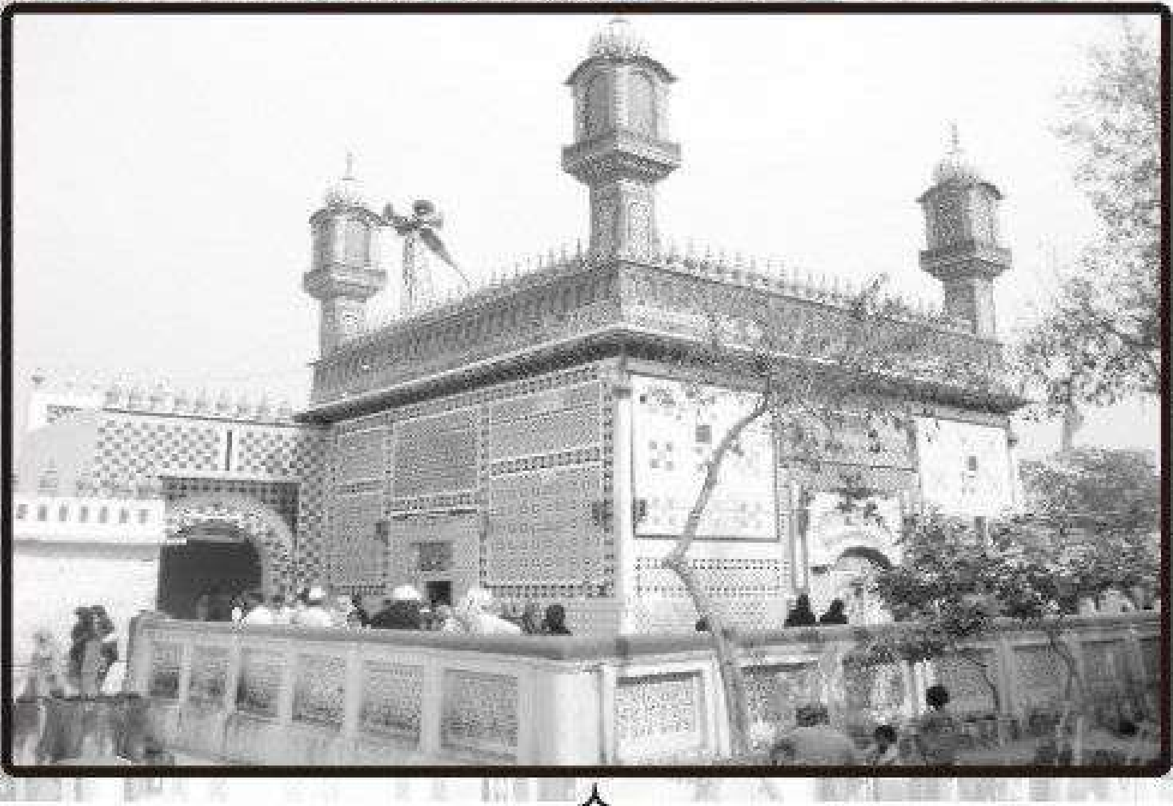

”ھُو“ کا بھیت

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

میں سمجھتا ہوں کے تصوف کا ذوق تو ہر زندہ آدمی کا شوق ہونا چاہیے۔ تو اس کے بعد ہی آدمی اندر سے زندہ ہو سکتا ہے۔ آدمی ایک زندگی میں کئی زندگیاں گزارتا ہے۔ آدمی کو پتہ نہیں ہوتا پھر بھی وہ کئی زندگیاں گزار رہا ہوتا ہے۔ جس آدمی کو پتہ چل جائے تو وہ صرف زندہ نہیں ہوتا، بہت زندہ ہوتا ہے۔ بہت زندہ ہونے کی تشریح میں نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے میرے سامنے سلطان باھوؒ کا یہ مصرعہ ہے۔

نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ھو

زندہ قبریں تو اپنی طرف بلاتی ہیں۔ داتا گنج بخشؒ تو لاہور میں ہیں اور یہ شہر داتا کی نگری کہلاتا ہے۔ یہاں میں نے بڑے بڑے حکمرانوں کو سر جھکائے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے دیکھا ہے۔ میں جھنگ پہلی بار گیا تو پہلے سلطان باھوؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اور پھر مائی باپ ہیر کے مزار پر گیا کہ عشق و مستی کی کیفیتوں کو سمجھنے اور سجھانے کے لمحوں میں گنوانے سے بہتر ہے کہ آدمی اپنے دل کی حالت کو صاف رکھے۔ کسی مزار پر رونق رہتی ہے تو اس کی کوئی وجہ تو ہو گی۔

مجھے صوفی شاعروں میں سے خاص وابستگی سلطان باھوؒ سے محسوس ہوتی ہے ان کی شاعری میری وابستگی کو وارفتگی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ معرفت دل میں گھلتی چلی جاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب قلبی واردات سلطان باھوؒ کی معرفت سے نصیب ہو رہی ہے حقیقت کو اتنی آسانی سے حکایت بننا اور کہیں نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بات سارے صوفی شاعروں میں کامن ہے۔ حضرت وارث شاہؒ نے تہذیبی روایت کو دل کی حکایت بنایا ہے۔ شاہ حسینؒ اور بلھے شاہؒ میں غزل کا اسلوب ایک عجیب طریقے سے کافی میں ڈھل گیا ہے۔ خواجہ فریدؒ کے ہاں اس جمال میں ایسا ملال رچ بس گیا ہے کہ کمال ہو گیا ہے۔ جب میری تنہائیاں سلگنے لگتی ہیں اور بے بسی کی ان دیکھی بے قراری کی طرح میرے وجود میں وجد کرنے لگتی ہے تو میں خواجہ فریدؒ کو پڑھتا ہوں اور جب بے قراریاں سرشاریاں بنتی ہیں اور بے تابیاں کی تب و تاب جاودانہ کیلئے پگھلنے لگتی ہیں تو میں سلطان باھوؒ کو پڑھتا ہوں اور پڑھتا ہی رہتا ہوں، گنگناتا ہوں۔ یہ قلبی کیفیت میری محرومیوں کا علاج ہے۔ سلطان باھوؒ کو سلطان العارفینؒ بجا طور پر کہا گیا ہے۔ عرفان اور دھیان اکٹھے ہوتے ہیں تو بات بنتی ہے وہ ”ھُو“ کا بھیت جانتے تھے ”اللہ ھُو“ کا ورد کرنے والے اس راز کو پا جاتے ہیں اور خود ”ھُو“ کا راز بن جاتے ہیں۔ اس دور کا المیہ ہے کہ ہمارے پاس نہ تو خواب بچے ہیں اور نہ راز باقی رہے ہیں۔ میں نے آغاز میں قبر کی زندگی کی بات کی تھی۔ آغاز کا بھی ایک راز ہوتا ہے۔ کوئی یہ راز پا لے تو انجام سے باخبر ہو۔ سلطان باھوؒ بہت طاقتور صوفی تھے۔ ورنہ تو یہاں یہ حالت ہے کہ جس نے راز پایا وہ خود راز بن گیا۔

آں را کہ، خبر شد، خبرش باز نیامد

جس کو خبر ملی پھر اس کی خبر کسی کو نہ ملی۔ لوگ باخبر ہونے اور خبردار ہونے کی بات الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے کرتے ہیں۔ یہ حیرت انگیز ایجادات پرانے رازوں کو غارت کرتی چلی جا رہی ہیں۔ جب انہیں آشکار بھی کریں گی تو بات بنے گی۔ ایک گلوکار جو سلطان باھوؒ کا کلام پڑھتا تھا تو کبھی خود کلامی اور کبھی ہمکلامی کی منزلوں پر ہوتا تھا۔ وہ مر گیا تو میں اداس ہوا کہ اب کب اس کے ساتھ ملاقات ہو گی۔ رات میں نے ٹیلی وژن لگایا تو وہ سامنے اسی مستی میں گا رہا تھا۔ میں چونک پڑا کہ یہ تو زندہ ہے۔ تو زندگی کی کئی قسمیں ہیں۔ یہ ہے تو کئی اور بھی ہونگی۔ ٹیلی وژن سے لوگ دل بہلاتے ہیں۔ میں تو کسی معرفت کی دنیا میں چلا گیا۔ یہ جو لوگ تھے کہ جن کا قلب زندہ تھا جن کی قبر زندہ ہے۔ جن کی محفل آباد تھی، جن کا مرقد آباد ہے۔ ان لوگوں کی شاعری میں بھی ان کہی کا فرق مٹا دیا۔ سلطان باھوؒ زندہ قبر کی بات کرتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے یہ بھی کہتے ہیں۔

مرن توں پہلے مر گئے باھو جنہاں رمز حیات پچھاتی ھو

یہ مرنے سے پہلے مرنا کیا ہوتا ہے۔ یہ وہ جانتا ہے جو مرنے کے بعد مرتا نہیں۔ مرنا سے پہلے مر جاؤ اور مرنے کے بعد نہ مرو۔ امر ہونے کیلئے مرنا ضروری ہے۔ زندہ لوگ جانتے تھے کہ موت کیا ہے، حیات کیا ہے۔ میں تو سلطان باھوؒ کا کلام مستی میں پڑھنے والوں کی گرد کو نہیں پہنچتا۔ حضرت سلطان باھوؒ کی یاد سے اپنے دل کو آباد رکھنے کی خواہش میں برباد ہونے والا آدمی ہوں۔ ایک زمانے میں مجھے تصوف کی دنیا میں مارا مارا پھرنے کا شوق تھا۔ ان مراجعات میں ایک مقام آتا ہے جسے موتوا قبل ان تموتوا کہتے ہیں مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ میں نے بہت پہلے کہا تھا وہ سلطان باھوؒ کی روح پر فتوح کی خدمت میں پیش ہے۔

پچھلے پہر لہو دے گھلیا نور محبت والا
مرن توں پہلے مرن دی رت وچ اساں منائیاں راتاں

اس زمانے کو سلطان باھوؒ کے زمانے سے ہم آہنگ کرنا چاہئے۔ جدید و قدیم کا کوئی سنگم میسر آئے۔ جہاں پڑھے لوگ کچھ سوچ سکیں۔ اس دور کی مایوسیوں کو دعاؤں کی برکتوں سے آشنا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ صوفی شعرا اور سلطان باھوؒ کی باتوں سے آشنا کیا جائے۔ نئے دلوں کی چکا چوند کر دینے والی روشنیوں اور خشک نرم ملائم سانولی روشنیوں کو ملا کر ہی منزل پائی جا سکتی ہے۔ کچھ نوجوانوں نے یہ ارادہ کیا ہے، ان دیکھی حقیقتوں کو نئے زمانے کی حکایتوں میں نئے سرے سے شامل کرنے کا اعادہ کیا ہے تو سب لوگ اس میں اپنا بھولا ہوا وعدہ بھی ملا دیں۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرے من وچ مرشد لائی ھو

☆☆☆

معرفتِ الٰہی اور سلطان العارفینؒ کا مقام

بشارت کھوکھر

جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کا سارا انتظام وضع فرمایا ہے اس میں زندگی کو دوام اور تسلسل دینے کیلئے ایک ایسا انتظام الاوقات ترتیب دیا ہے۔ جو ایک طے شدہ انجام کیساتھ چل رہا ہے سورج، چاند اور زمین کی گردش اور ستاروں وسیاروں کی اپنے اپنے مقام پر موجودگی کائنات کی بقا کی ضمانت ہے۔ اسی طرح یہ بھی فطرت کا تقاضہ اور منشاءِ الٰہی ہے۔ کہ کوئی بھی زمانہ جس طرح سورج کی حرارت، چاند کی روشنی اور موسموں کی شدت سے محروم نہیں اسی طرح کسی ہادی اور رہبر سے بھی محروم نہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور پہلے انسان کے طور پر ایک نبی اور ہادی پہلے ہی موجود ہو۔ پھر ہر دور اور زمانے میں انبیاء علیہم السلام اور مرسلین علیہم السلام کے واسطے نبی ہیں۔ چونکہ اسلام کی بطور دین تکمیل کے بعد مصلحت کا تقاضہ تھا کہ نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری دنیا سے پردہ فرمائیں۔ اسکے بعد منشاءِ الٰہی کی تکمیل کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اولیاء اکرام کا ایک ایسا طبقہ مخصوص کیا گیا۔ جو زمانے کیلئے رہبر اور ہادی کی ضرورت پوری کرتے رہیں۔ ان خاص بندگان خدا کو اللہ تعالیٰ سے رہنمائی ملتی ہے اور وہ دین اسلام کی تبلیغ وترویج کے لئے زمانے کی ضرورت کے مطابق رہبری فرماتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر تا حال جاری ہے۔ بندگان خدا کی راہنمائی اور تالیف قلبی کے لئے اولیا نے مختلف انداز اپنائے لاکھوں انسانوں کو دین اسلام کے نور سے منور کیا اور کروڑوں مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ ان ہی بندگان خاص اور اولیاء اکرام کے قبیلے کے ایک سلطان، سلطان الفقر حضرت سلطان باہوؒ کی ذات بھی ہے۔ جن کے نور نظر اور تاب فکر سے ہندوستان کے بت کدے میں توحید کی روشنی پھیلی اور لاکھوں انسان فیض یاب ہوئے۔ آپ کا فیض آج بھی جاری ہے ہر کوئی طلب کے مطابق روحانی بالیدگی اور تصوف کی روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ پنجاب کے جنوبی علاقے شورکوٹ میں ۱۰۲۹ھ میں ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں اسلام کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ منور تھا آپؒ کی والدہ ماجدہ جو خود بھی ایک بلند پایہ ولیہ اور صاحب کشف تھیں کو خواب میں ایک ایسے بچے کی خوشخبری سنادی گئی تھی۔ جو "باھو" کے نام سے موسوم ہوگا۔ اور ایک ولی کامل ہوگا۔ اسے ثابت ہوتا ہے کہ آپؒ پیدائشی ولی تھے۔ اور اسم بامسمّی تھے یعنی نام باہو تھا اور حقیقت میں بھی باہو تھے۔ اپنے والدین سے روحانی تربیت اور معرفت الٰہی کی منازل حاصل کرتے رہے اور ساتھ ہی مروجہ علوم بھی تا کہ دین اور شریعت کی راہبری کی ذمہ داریاں بھی پوری کرتے ہوئے تصوف وعرفان کے نور کو پھیلا سکیں آپؒ کی ۱۴۰ سے زاید تصانیف آپؒ کی علمی استعداد کا احاطہ کرتی ہیں ایک کے علاوہ تمام کتابیں فارسی میں لکھی گئی ہیں جو سترہویں صدی عیسوی میں شرعی اور فقہی علوم کا ذریعہ تھی۔ لیکن حضرت سلطان باہوؒ کی پنجابی ابیات کو جو شہرت ملی وہ کسی دوسری کتاب کو نہ مل سکی لیکن اگر حقیقت دیکھی جائے تو آپؒ کی ابیات میں علم وعرفان کے وہ خزانے پنہاں ہیں کہ ہزاروں کتابیں بھی ان کے آگے تشنہ کھڑی ہیں۔ آپؒ کی ابیات کی کتاب "ابیات باہو" ان چند کتابوں میں شامل ہے جو قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو تمام ابیات زبانی یاد ہیں۔ ان کو ہر علم اور شعور کا حامل شخص پڑھ کر فیض حاصل کرتا ہے روحانی سفر کے مسافروں اور تصوف کی منزل کے متلاشیوں کیلئے یہ ابیات راہنمائی کے سنگ میل ہیں تو علمی شعور رکھنے والے مسلمانوں کیلئے توحید ورسالت کا پیغام ہیں آپؒ کی فکری عالمگیریت کا یہ عالم ہے کہ غیر مسلم بھی پڑھتے اور تحقیق کرتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کا پیغام حقیقت میں وہی ہے جو حضور نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ لیکن اس پیغام کو جس قبول عام طریقے سے آپؒ نے پھیلایا ہے وہ آپؒ کے مقام اور مرتبے کا اظہار ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ تک براہ راست قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ خلاف واقعہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو قادر مطلق ہے اور کسی وسیلے یا ذریعے کی محتاج نہیں۔ اگر وہ انسان تک اپنا پیغام پہنچانے کیلئے وسیلے تخلیق کرتا ہے۔ فرشتے، آسمانی کتابیں اور صحیفے اور رسول، تو انسان اپنی تمام تر بے بسی اور مسکینی کے باوجود کیسے براہ راست اللہ تک رسائی پا سکتا ہے اس مقصد کیلئے اللہ کے کسی خاص بندے سے راہنمائی بیعت ضروری ہے کسی اللہ کے بندے کی قربت اور رہبری کے بغیر مقصود حقیقی کی قربت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو حضرت سلطان باہوؒ نے بڑے واضح اور دلنشین انداز میں مسلمانوں تک پہنچایا آپؒ فرماتے ہیں۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلّن پر آئی ہو
جگ جگ جیوے سوہنا مرشد باہوؒ جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

مقصود تو اللہ کی ذات کو دل میں بسانا ہے۔ اس کی معرفت کی جوت جگانی ہے لیکن یہ کام مرشد کے بغیر نہیں حاصل کیا جا سکتا اور جو مرشد اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے قربت الٰہی کی منزل تک پہنچاتا ہے اسکے ساتھ عقیدت اور محبت ایک فطری تقاضہ ہے بلکہ جتنا کوئی اپنے مرشد کے قریب ہوگا اتنا ہی جلد معرفت کی منازل طے کرے گا۔ اپنے مرشد کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ہو

لکاں ڈھیوں میتھوں صبر نہ آوے ہور کدے دل بھجاں ہو
مرشد دا دیدار ہے باہوؒ میتھوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

چونکہ مرشد ہی وہ وسیلہ اور ذریعہ ہے جو مقصود الٰہی تک پہنچا سکتا ہے تو پھر وہ احترام و تقدیس میں ہر چیز سے مقدم ہو جاتا ہے یہ وہ نظریہ ہے جو تصوف و معرفت کو واضح کرتا ہے یہ ایک باقاعدہ راہنمائی اور راہبری کا تقاضی ہے حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کا پیغام تو موجود ہے لیکن ان کے خانوادے نے اس فکر اور ذکر کو عام کرنے کیلئے زندگیاں اور وسائل وقف کر رکھے ہیں جو آج کے پر آشوب دور میں بھی قربت الٰہی کی جوت جگائے ہوئے ہیں حضرت سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علی دامت برکاتہ سے لیکر نور نظر سلطان العارفین حضرت صاحبزادہ سلطان احمد علی تک اپنی تحریر و تقریر اور روحانی تصرف سے یہ فیض عام کر رہے ہیں یقیناً معرفت الٰہی کی راہبر کے بغیر ممکن نہیں اور سلطان العارفینؒ کے سلسلہ معرفت سے یہ مقصود حاصل کیا جا سکتا ہے خدا اپنے ان خاص بندوں کے مزار اپنی مخلوق کیلئے وسیلہ قربت بنائے رکھے۔

☆☆☆☆

حضرت سلطان العارفین کی ابدی تعلیم

ڈاکٹر منور ہاشمی

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ ایسی ہستیوں میں شامل ہیں جن کا تصور ذہن میں آتے ہی دعائیں قبول ہونا شروع ہو جاتی ہیں احساسات و جذبات میں پاکیزگی آ جاتی ہے زندگی میں انقلاب محسوس ہوتا ہے عرفان و آگہی کے در کھلتے دکھائی دیتے ہیں اور انسان خودی اور بے خودی کے مفاہیم سے آشنا ہو جاتا ہے حضرت سلطان باہوؒ نے اللہ اور اس کے رسول کا پیغام اپنے عارفانہ کلام نظم و نثر کے ذریعے پورے برصغیر میں اس طرح پھیلا دیا کہ جس طرح اندھیرے میں نور پھیل جاتا ہے حضرت سلطان باہوؒ ایک ایسی ہستی ہیں جن کا فیض ان کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ جاری و ساری ہے عشق کا وہ مفہوم جو حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنے افکار میں پیش کیا وہ سب سے پہلے حضرت سلطان باہوؒ نے ہی اپنے کلام بلاغت نظام میں پیش فرمایا تھا۔ انہوں نے اس لفظ کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دیا۔ یہ وہی لفظ ہے جسے مختلف کلاسکی شعرا نے انتہائی مبتذل معنوں میں پیش کیا۔ مثال کے طور پر میر تقی میر کہتے ہیں۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی
سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

اس طرح غالب نے یوں کیا۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اسی طرح بہت سے شعرا نے لفظ عشق کو انتہائی کمتر معنوں میں استعمال کرتے ہوئے اس لفظ کو پاکیزہ ماحول کے لئے مردود قرار دے دیا۔ لیکن حضرت سلطان باہوؒ نے اپنے کیف و سرار سوز دروں میں ڈوب کر اسی لفظ کو اپنی تمام تر روحانی کیفیات کی عکاسی کے لئے منتخب کیا۔ حضرت سلطان العارفین نے اپنے منظوم کلام میں پورے انسانی زندگی کو معرفت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے روحانی اسلوب میں پیش کیا۔ ان کی سی حرفی کی مثال ادبی تاریخ میں اس سے پہلے نہ کہیں نظر آتی ہے اس سی حرفی کا ایک ایک شعر ایک ایک لفظ "درس" کی حیثیت رکھتا ہے جو انسان کو روحانی زندگی میں ڈھال دیتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے ہاں فقر کا جو تصور موجود ہے وہ اتنا زندہ، موثر اور جاگتا ہوا ہے کہ انسان اس میں ڈوب کر قرب الٰہی کی منزلیں طے کر سکتا ہے۔ آپؒ اس کے مقامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پس مقامات تین ہیں۔

۱) مقام خوف نفس

جو شخص مقام خوف میں داخل ہو جاتا ہے وہ گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے اور اس آیت کا ورد کرتا ہے۔

"ربنا ظلمنا انفسنا" ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

۲) مقام رجا

جب کوئی مقام رجا میں آ جاتا ہے تو طاعت و بندگی کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور اس کی روح کو حلاوت نصیب ہو جاتی ہے کہ مقام رجا روز اول ہی سے روح کا مقام ہے۔

۳) مقام قلب

یہ مقام نفس روح کے درمیان ہے جب کوئی اس طرف متوجہ ہو کر مقام قلب میں غرق ہو جاتا ہے تو اس کا قالب قلب میں دھل جاتا ہے اس کے ہفت اندام لباس نور میں ملبوس ہو جاتے ہیں۔ مقامات خوف و رجا اس کے مد نظر آ جاتے ہیں اور وہ مراتب اولیا اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ مقامات جو ایک سالک کو مالک کے قریب کرتے ہیں حضرت سلطان العارفین دنیائے کے سرتاج کی حیثیت کے حامل ہیں جنکی تعلیمات کے اثرات قیامت تک قائم و دائم رہیں گے اور خلق خدا ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتی رہے گی۔

☆☆☆☆

عارف کامل ---- حضرت سلطان باھوؒ

حافظ ظفر ڈائریکٹر پوسٹ آفس اسلام آباد

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیوس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھوؒ جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

سلطان العارفین، شہباز عارفاں، امام الوقت، سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھوؒ جمعرات بمطابق ۱۰۳۹ھ کو شور کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی راستی نہایت پرہیز گار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ اُن کو ایک دن خواب میں بشارت ملی کہ ان کا بیٹا امام الوقت اور ولی اللہ ہوگا یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔

حضرت سلطان العارفینؒ کا بچپن نہایت پاکیزہ ماحول میں گزرا وہ زمانے کی لغویات سے بالکل محفوظ رہے۔ یوں بچپن ہی سے آثار ولایت نمایاں تھے۔ چہرہ مبارک سے ایک عجیب سا نور دمکتا تھا۔ جس پر بھی آپ کی نظر پڑتی کلمہ طیبہ بے اختیار اس کی زبان پر طاری ہو جاتا۔ آپ مرشد حقیقی کی تلاش میں ہمیشہ سیر وسفر میں رہے ہر طریقہ کے مشائخ سے ملے اور اُن کے معمولات کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔ جسے بھی دیکھا صاحب مقام و درجات ہی پایا کوئی صاحب ذات مرشد آپ کو نہ مل سکا۔ اس طرح تیس سال کی جستجو اور تحقیق کے بعد آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست گیری نصیب ہوئی اور انہوں نے آپ کو دست بیعت فرما کر حضرت شیخ المشائخ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد فرما دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ اے باھو خلق خدا کی باطن میں امداد کیا کرو آپ فرماتے ہیں۔

دست بیعت کرد مارا مصطفےٰ
خواندہ است فرزند مارا مصطفےٰ
شد اجازت باھوؒ را از مصطفےٰ
خلق را تلقین بکن بہر از خدا

یوں آپ نبی کریم کے حکم پر لوگوں کو معرفت الٰہی کی جانب مدعو کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ ایک مرشد کامل ہیں۔ مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو ازل سے لے کر چلے مراتب بہ مراتب، منزل بہ منزل اور مقام بہ مقام گزارتا ہوا ابد تک لے جائے اور پھر ابد سے لے کر چلے اور مراتب بہ مراتب، مقام بہ مقام گزارتا ہوا واپس ازل تک لے جائے اور نور توحید میں غرق کر کے اسے اپنی منزل تک پہنچا دے۔ حضرت سلطان باھوؒ ایسے ہی صاحب معرفت تھے۔ آپ مرشد میدان ازل تھے۔ نفس وشیطان کو ذبح کر کے معرفت حق میں محو کرنے والے عارف باللہ تھے۔ آپ شاہد حال اور صاحب وصل حق تھے۔ آپ کی ایک نظر بے شمار مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی۔ لاکھوں لوگوں کی قسمتیں بدل جاتیں اور وہ معرفت الٰہی کی جانب راغب ہو جاتے۔ آپ لامکانی کے شہباز اور سلطان الفقر تھے آپ فرماتے ہیں۔

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ھو
زبان تے میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ھو
افلاطون ارسطو ورگے میرے آگے کس کم دے ھو
حاتم طائی جیتے لاکھ ہزاراں در باھوؒ دے منگتے ھو

آپ کا فلسفہ اسم اللہ ذات سب سے نمایاں ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس کے پڑھنے سے طالب ایک دم میں بغیر کسی ریاضت ومجاہدہ کے اپنے نفس سے جدا ہو جائے اور اللہ کے دیدار سے مشرف ہو جائے لیکن اس کیلئے بندہ کا طالب مولیٰ ہونا ضروری ہے۔ اسم اللہ ذات سے وجود باری تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور جب وجود باری تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جائے تو زندگی کا حقیقی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے اپنی پوری زندگی اسم اللہ ذات کا پرچار کرتے ہوئے اور اس دریائے معرفت سے لاکھوں تشنگان حق نے اپنی پیاس بجھائی۔ آپ نے فرمایا کہ "مقام مخلوق سے نکلنے اور خالق سے قرب ووصال کیلئے مرشد کامل کی راہنمائی، نگاہ فضل وکرم اور تصور اسم اللہ ذات ضروری ہے"۔ تصور اسم اللہ ذات ہی وہ محور اور مرکز ہے جس کی بنا پر مراتب و درجات تک رسائی ممکن ہے۔ اسی اسم اللہ ذات کے بارے حضرت بابا بلھے شاہ فرماتے ہیں۔

الف اللہ دل رتا میرا میتوں ب دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں میتوں سمجھ نہ آوے لذت الف دی آئی
ع تے غ نوں سمجھ نہ جاناں، گل الف سمجھائی
بلھیا قول الف دے پورے جیہڑے دل دی کرن صفائی

حضرت سلطان العارفین کے اسی تصور اسم اللہ ذات کے بارے میں حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ۔

تو بس اللہ بہ لوح دل من
کہ ہم خود را بہ ہم اور افاش یکنم

یعنی میرے دل کی تختی پر اسم اللہ ذات لکھ دے اور مجھے پر میرے اندر کے چھپے ہوئے راز ظاہر کر دے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کی اسی فلسفہ اسم اللہ ذات کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ باطن معرفت الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائے اور قربت الٰہی نصیب ہو جائے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے فلسفے کی ترویج و اشاعت کے لئے دور دراز کے علاقوں کا مسئلہ کیا اور لوگوں کو معرفت حق سے منور کیا۔ حضرت سلطان باھوؒ نے تقریباً ۱۴۰ کتابیں تصنیف کیں۔ اُن کی مشہور کتاب "ابیات باھوؒ" ہے۔ جو کہ پنجابی میں ہے۔ ان تصانیف میں آپ نے لوگوں کی باطنی اور روحانی طہارت کا بہت سا ساماں چھوڑا ہے۔ حضرت سلطان بالعارفین ۶۳ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے۔ آپ کا مزار موضع سلطان باھوؒ شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہے۔ جہاں لاکھوں زائرین اپنی روحانی اور باطنی پیاس بجھانے آتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

اندر ھو تے باہر ھو ایہہ دم ھو دے نال جلیندا ھو
ھو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑیندا ھو
جتھے ھو کرے روشنائی اُتھے چھوڑ اندھیرا وندا ھو
میں قربان تنہاں تھیں باھُوؒ جیہڑا ھو نوں صحیح کریندا ھو

☆☆☆☆

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ

نواز رضا

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی پیدائش ۱۰۳۹ھ میں شورکوٹ میں ہوئی شورکوٹ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس سرزمین پر حضرت سخی سلطان باھوؒ جیسی برگزیدہ شخصیات نے جنم لیا ہے۔ اور رہتی دنیا تک حاصل رہے گی یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپؒ کی والدہ محترمہ کو الہامی طور پر اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ان کے بطن سے ایک ولی نے جنم لینا ہے جس کی روحانیت سے پوری دنیا میں لوگ فیض یاب ہوں گے ان کو کہا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کا نام "باھُوؒ" رکھیں جب انکی ولادت ہوئی تو والدہ محترمہ نے ان کا نام باھو ہی رکھا چونکہ آپ پیدائشی ولی اللہ تھے اور بچپن میں ہی آپ کے ولی اللہ ہونے کے شواہد نظر آنے لگے آپ کا دمکتا چہرہ دیکھ کر غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جایا کرتے تھے اس صورت حال سے غیر مسلم حلقہ خاصے پریشان تھے یہی وجہ ہے غیر مسلموں نے آپؒ کے والد محترم سے استدعا کی کہ وہ سخی سلطان باھوؒ کے باہر نکلنے کا اعلان کر دیا کریں تاکہ وہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں بصورت دیگر اگر ان پر نظر پڑے گی تو وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ کے والد محترم حضرت بازیدؒ کا شمار شورکوٹ کی صالح اور نیک شخصیات میں ہوتا تھا آپ حافظ قرآن تھے اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی راستی کا شمار بھی برگزشتہ شخصیات میں ہوتا تھا چونکہ آپ نسباً اعوان ہیں اس لحاظ سے آپ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے مروجہ ظاہری علوم سے استفادہ نہیں کیا لیکن انہیں علم باطن حاصل تھا جس کے باعث ان کے پاس علم کا خزانہ موجود تھا آپ نے ۱۴۰ سے زائد کتب تحریر کی ہیں آپؒ نے ۶۳ سال کی عمر میں یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع ایک گاؤں میں ہے اب اس گاؤں کو آپ کے نام سے ہی شہرت حاصل ہے یہ گاؤں آپ کے نام سے منسوب ہے آپ کا سالانہ عرس جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے حضرت سخی سلطان باھوؒ نے چار شادیاں کی تھیں جن میں سے آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ نے اپنی تصانیف میں طالبان دنیا، طالبان عقبیٰ، طالبان مولیٰ کے معاملات کو زیر بحث لایا ہے اپنی کتب میں جہاں بھی انبیاء کرام کا ذکر آیا انہیں طالب مولیٰ کے طور پر پیش کیا۔ حضرت سلطان باھوؒ کی تصانیف میں متعدد واقعات ملتے ہیں ان تمام واقعات میں انبیاء کرام کے ناموں سے مراد ان کی ذات اور مرتبہ نبوت میں بلکہ اس سے مراد طالب مولیٰ کا وہ مرتبہ طالب مولیٰ ہے جس کا سبق انبیاء کرام عملی طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تصانیف میں قادری طریقے کو دیگر تمام طریقوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے مرشد کی تلاش میں بڑا سفر کیا مشائخ عظام سے ملاقاتیں کرنے اور ان کے روزمرہ کے معمولات کا جائزہ لیا انہیں صاحب راز نام مرشد نہ مل سکا۔ تیس سال کی جدوجہد کے بعد جب نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو دنیا ہی بدل گئی۔ سید امیر خان نیازی سروری قادری نے حضرت سلطان باھوؒ کی تصنیف عین الفقر کا ترجمہ کیا ہے اس کتاب کو حضرت سلطان باھوؒ کی تصانیف میں انتہا کی اہمیت حاصل ہے سید امیر خان نیازی نے حضرت سلطان باھوؒ کی کتاب کلید التوحید خورد کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کو عارفوں کا امام قرار دیا جاتا ہے اس لئے آپ شریعت محمدیؐ سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ ہے کہ۔ میں نے ہر مرتبہ شریعت کی پیروی سے پایا اور زندگی بھر میں نے شریعت کو اپنا پیشوا بنائے رکھا۔

آپ کا یہ فرمودہ راہ سلوک کے مسافروں کیلئے زادِ راہ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ ہر زمانے میں ایسے مسافر موجود رہے ہیں جو تصوف کو شریعت کی پیروی و پاسداری سے الگ قرار دیتے رہے ہیں۔

آپ نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر وضاحت سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے اپنی تصانیف میں صرف قرآن کریم و احادیث مبارکہ سے حوالے لیے ہیں آپ نے آیات قرآن و احادیث کے باطنی مفاہم کھل کر بیان کئے ہیں۔ مرشد کی قابلیت اور استغراق کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ راہ حق رہبر ایسا مرشد ہونا چاہئے جو طالبوں کو وحدت کبریا میں غرق کر دے۔

☆☆☆☆

سلطان باھوؒ ------ عشق کی لے

پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر

حضرت سخی سلطان باھوؒ علاقہ شورکوٹ کے گاؤں "اعوان" میں گیارھویں صدی ہجری سال ۱۰۳۹ء میں تولد ہوئے اور بارھویں صدی ہجری کے چوتھے برس اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آنحضورؐ کی عمر مبارک برابر بنے۔ کیوں نہ ہوتا جب آپؒ ایک متقی اور عالم حافظ قرآن جناب بایزید کے فرزند ارجمند تھے۔ سپہگری میں خدمات الگ تھیں جن کے باعث شاہ وقت شاہجہان نے کافی اراضی انہیں بخشی تھی۔ والدہ ماجدہ کے اپنے روحانی مقامات تھے تعلیم کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؒ صاحب قادری کی بیعت کی۔ تصوف اور روحانی تربیت کے حوالے سے کہا جاتا ہے آپؒ نے کوئی ایک سو چالیس کتب تحریر فرمائی جو بحر دوایام سے اب دستیاب ہیں یہ کتب عربی اور فارسی میں تھیں۔ تاہم آپ کی شہرت کا باعث یہ کتابیں نہ ہیں شہرت عام اور بقائے دوام پنجابی شاعری بنی۔ پنجابی بھی آپ کی سی حرفی وجہ تخصیص و شہرت ہوئی۔

اورنگ زیب نے تعلیم و تربیت کے لئے قادری زبان کے استعمال کا حکم دیا تو پنجابی میں اولین تدریسی و تعلیمی کتب اسی سترھویں صدی عیسوی کے آخری برسوں میں سامنے آ گئیں۔ وارث شاہ اپنی تصنیف "ہیر رانجھا" میں "رازق باری" اور "واحد باری" نامی کتب کا ذکر کرتے ہیں۔ خود ہندو ماہرین نے "ایزد باری" "اللہ باری" اور "تصنیف باری" نامی کتب تحریر کیں۔ تعلیم عامہ کے لئے لکھی گئی یہ کتب پنجابی ادب کی اولین کتب بھی تھیں۔ اردو کے قدیمی نمونوں کے حوالے سے بھی حافظ محمود شیرانی نے ان کتب کے سوا دیگر مثلاً خالق باری کا ذکر اپنی تحقیقی کتاب "پنجاب میں اردو" میں کیا ہے۔ جس طرح حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے اپنی پنجابی نثر سے اس زمانے دینی مسائل کی تعلیم کی غرض سے لکھا اسی طرح اس مقصد کی خاطر مگر روحانی مسائل کو اہمیت دیتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھوؒ نے انچی کے مری کو برتا۔

حضرت سلطان العارفین کی شاعری کا ہر مصرعہ "ھو" پر ختم ہوتا ہے۔ محققین نے اس بارے بڑی بحث کی ہے۔ سلطان الطاف علی نے ابیات باھوؒ مرتب کرتے ہوئے لکھا کہ "لفظ ھو سے تمام کائنات دنیا و حقیقی کا احساس زروپوش ہو جاتا ہے اور ہر سو ذات اللہ کا احاطہ کر لینے کا احساس طاری ہو جاتا ہے۔" فرحت شاہجہان پوری یہاں تک پہنچے کہ "ھو" محض ردیف نہیں بلکہ ایک منزل اور پناہ گاہ ہے۔ "ھو ردیف ہی نہیں ہے یہ ہمارے فکر کی ایک منزل ہمارید روکی ایک پناہ گاہ اور زندگی کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں ایک سایہ دار نخلستان بھی ہے پرسکون اداس اور خاموش اور ایسی فضا میں دل کو جوت جلتی ہے عشق کی لہر اٹھی ہے دنیا کی حقیقت کھلتی ہے اور آنکھیں معرفت کے نور سے چمک اٹھتی ہیں گویا "ھو" کی ردیف فکر و احساس کے لئے ایک تازیانہ ہے یہ تازیانہ...... فکر حقیقی کی طرف لے جاتا ہے"۔

دونوں دانشور دور کی کوڑی لائے مگر مقام فقر جانے تک بھی نہ پہنچے۔ سلطان العارفین تو سالک راہ فقر تھے۔ ان کے شعر کا پیمانہ بھی فقر ہی سے ہے۔ روحانیت و تصوف کی راہ کا سالک اس آیت کریمہ کے زیر اثر کہ مومنین وہ ہیں جن کی خاصیت یہ ہے کہ

"یذکرون اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم" ترجمہ: وہ اللہ کے ذکر کو ہمہ جاری کر لیتے ہیں۔ دنیا کا ہر کام کرتے رہتے ہیں مگر دل ذکر الٰہی میں محو رہتا ہے۔ اس مقام کو دل کا جاری ہونا کہا جاتا ہے۔ دل کو جاری کرنے کیلئے "پاس انفاس" کا طریق اختیار کرتے ہیں یعنی سانس لیتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں اور چھوڑتے وقت "ھو" کی آواز کی ضرب بائیں طرف دل پر لگاتے ہیں۔ یہ عشق جاری ہو جاتی ہے تو صوفی ہر سانس کو "ھو" کی ضرب کے ساتھ ختم کرتا ہے یہاں فقیر اور صوفی کہتا ہے کہ جو دم غافل گذر گیا وہی دم نفس ہلک۔ سو درویش اپنے ہر دم کو زندہ رکھنے کے لئے اسے ھو کی ضرب دیتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کے ہاں "ھو اللہ ھو" والا ہے کوئی ردیف نہیں۔ ایسا انہوں نے پنجابی شاعری میں نہیں کیا اپنی فارسی شاعری میں بھی یہی طریق رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یقین دارم دریں عالم کہ لا معبود اللہ ھو
ولا موجود حق الکونین ولا مقصود الا ھو

پنجابی میں حضرت کی سی حرفی یوں چلتی ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھوؒ جیں اے بوٹی لائی ھو

"ھو" میں انجذاب ذات کی صدا یہ ہوئی کہ اپنا قلمی نام بھی باھو رکھا۔ فارسی میں جس کے "معنی" ھو کے ساتھ (رہنے والا)"۔ یعنی نام کو بھی ھو کی آواز پر مکمل کیا۔

حضرت سلطان باھوؒ کے کلام کے مطالعہ میں ایک اور بات توجہ طلب ہے وہ یہ کہ پنجابی شاعری صوفیاء کی شاعری پر بنیاد رکھی ہے اور صوفیاء نے ذات پاک آنحضورؐ سے شدید محبت کے اظہار کیلئے محبت کے بجائے عشق کا لفظ برتا ہے پنجاب کے صوفیاء اہل عشق سے تھے تو اہل علم بھی تھے فارسی ادب کا رچا ہوا مذاق رکھتے تھے۔ فارسی میں بابا طاہر، سنائی، عطار، عراقی، رومی، حافظ، سعدی سب کے ہاں محبت کی شدت کے اظہار کے لئے عشق کا لفظ استعمال میں آیا۔ پنجابی شاعری کی اٹھان ہی اولیاء اللہ کے ہاتھوں ہوئی۔ بابا فرید اور حضرت سلطان باھوؒ ہی نہیں فقر کی نرالی اور آواز اٹھانے والے بلھے شاہ وحدت الوجود والے خواجہ غلام فرید دردمندوں کے مرشد ہاشم شاہ، مولوی غلام رسول، میاں محمد بخش سب درویشی کے علاقہ دار ہی نہیں خود درویش تھے۔ وارث جن کے قصے کو مرشد نے "سخن کی رتی میں موتی پرونا" کہہ کر خود داد دی تھی کسی سے کم نہیں محبت رکھتے ہیں۔

عشق بولدا دھی دے تھاویں تھائیں

تو محبت کی دیوانگی اور اس کی وحشت کی پوری تصویر کھینچ دیتے ہیں فارسی روایات میں ہے۔

باش اے عشق خوش سودائے ما
خیال قسطنطنیہ شد اندر دمشق
کہ یاران فراموش کردند عشق

سے لے کر اردو میں حالی کے اس اعتراف تک کہ

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا

تک سارا ذخیرہ ادب اقبال کے روبرو تھا جب انہوں نے محبت کی انتہا کے لئے لفظ عشق کو چنا اور اس پر پریشان نہیں ہوئے کہ یہ قرآنی لفظ نہیں ہے۔ پنجابی میں جن شاعروں نے اس لفظ کو رواج دیا ان میں حضرت سلطان باھوؒ کو اولیت نہیں تو فضیلت ضرور حاصل ہے۔ ان کی پیروی میں بعد کے لکھنے والوں کے ہاں بھی یہ لفظ رائج رہا۔

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ جائے ہو

اور

جنہاں عشق نہ حاصل کیتا ، دوہیں جہانیں اُجڑے ہو

اور

عشق جنہاں دے ہڈی رچیا پھردے جپ چپاتے ہو

عشق کی اہمیت کا یہ احساس اور علم و عقل کی نارسائی کا احساس فارسی ادب سے پنجابی میں در آیا تو قرینہ سے کہیں بڑھ کر یہ حضرت سلطان باھوؒ کی شاعری میں نمودار ہوا۔ جو بعد میں پوری پنجابی شاعری میں جگ مگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اقبال کے تصورات میں تصورِ عشق کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ بہت اغلب ہے کہ پنجابی شاعری میں محبت کی شدت کے لئے جو لفظ عشق استعمال ہوا ہے اقبال نے اثر لے کر اپنے ہاں بھی محبت کے بجائے عشق ہی کا تصور باندھا ورنہ دین میں لفظ محبت ہی آیا تھا۔

☆☆☆☆

حضرت سلطان باھو

زاہد علی چوہدری اے جی ایم (فنانس) اتحاد شوگر ملز لمیٹڈ رحیم یار خان

میرے حضور مرشد کریم سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی ذاتِ اقدس کے اوصاف بیان کرنے کیلئے سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جا سکتی ہے تاہم اختصار سے حضور کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ حضور کا نسب اعوان شجرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت بازید محمدؒ اور آپ کی والدہ حضرت بی بی راستی آپ جیسے ولی کامل تھے اور یوں بی بی صاحبہ کے بطن سے جنم لینے والی ذات مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی باھو تھا۔ آپ سے پہلے کسی کا نام باھو نہ تھا۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں لائے گئے اور یوں صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست بیعت ہوئے۔ اور حضور نے آپ کو اپنا نوری حضوری فرزند قرار دیا اور پھر آپ حضور غوث الاعظمؓ کے دست بیعت ہوئے اور باطنی علوم سے فیض یاب ہوئے اور اس طرح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو تلقین کی اجازت فرمائی اور عوام الناس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین اور شریعتِ محمدیؐ سے فیض یاب کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کے ظاہری مرشد حضرت سید عبدالرحمٰن قادریؒ جو کہ حضور غوث پاکؓ کی اولاد میں سے تھے اور آپ کو فیضِ حقیقی باصورت اسم اللہ ذات عطا فرمایا۔ یوں آپ کی ذات اقدس پوری عالم انسانیت کیلئے پیغام حق لے کر دنیا میں ظہور پذیر ہوئی۔ اسی طرح آپ نے مخلوقِ خدا کے دل میں روئی برابر بھی طالبِ مولیٰ کی سچی طلب پائی اسے پل بھر میں واصل باللہ کر دیا اور قیامت تک طالبِ مولیٰ کیلئے یہ صدا بلند فرمائی۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
از ابتدا تا انتہا یکدم برم
طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روز اول با خدا

آپ ظاہری و دنیاوی تعلیم سے بہرہ مند نہ تھے مگر آپ نے اپنی ۱۴۰ کتب کے اندر علم لدنی بیان فرمایا ہے۔ آپ نے مخلوقِ خدا کی راہنمائی کیلئے علم معرفت، علم العرفان، علم حقیقت اور علوم شریعت کھول کر بیان فرما دیئے ہیں آپ کا فرمان ہے۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت یافتم

علم معرفت کے بارے میں آپ کا فرمان ہے کہ میں نے علم دیدار پڑھا ہے اور عوام الناس کو بھی یہی بیان کیا ہے۔ آپ کی تمام تعلیمات کا مرکز و محور اسم اللہ ذات ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ اسم اللہ ذات عین اللہ کی ذات ہے اور یہ مرشد کامل کی ذات ہی عطا کر سکتی ہے۔ آپ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کسی ظاہری دکھاوے کے قائل نہیں اور نہ ہی کسی مخصوص وضع قطع لباس جبہ و دستار اور تسبیح کے قائل ہیں اور آپ کرامات کو ظاہر کرنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ کا فرمان ہے کہ انہیں اس طرح چھپاؤ جیسے عورت اپنے حیض و نفاس چھپاتی ہے ہم اللہ پاک اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے لئے حضور سلطان العارفینؒ کی ذاتِ اقدس کو منتخب فرمایا اور یوں ہم تک فیضِ فقرِ محمدیؐ پہنچا اور ہم دیدارِ الٰہی کی اس نعمت بے بہا سے فیض یاب ہوئے جس کی تمنا پہلے انبیاء کرام کرتے تھے اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ہمیں اپنے محبوب نبیؐ کی امت میں بھیجنا تاکہ ہم بھی فقرِ محمدیؐ اور دیدارِ الٰہی کی نعمت سے فیض یاب ہو سکیں۔ میں اللہ پاک کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ہمیں اپنے محبوب نبیؐ کا امتی بنایا اور باصورت حضرت سخی سلطان باھوؒ وہ ذات عطا کی اور ہمارے قلوب کو روشن و منور فرمایا اور آپ کا فیض بالواسطہ سلطان الفقر حضرت صاحبزادہ سلطان محمد اصغر علی صاحب ہم تک پہنچا اور یوں آج کے اس پُرفتن مادی دور میں نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری عالم انسانیت تک پہنچ رہا ہے۔

☆☆☆

حضرت سخی سلطان باہو وحدت الوجود کا رہنما

ٹکا خان چیف ایڈیٹر روزنامہ سلسان، سیکریٹری جنرل اخبار فیڈریشن، پاکستان

نفس کا بندہ بننے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کامل بننے کی کوشش کرنے میں یہ فرق ہوتا ہے کہ پہلی طرح کے لوگ شیطان لعین کے فریب میں گرفتار ہو کر نہ صرف اپنے لئے دنیا و آخرت کی رسوائیاں مول لیتے ہیں بلکہ اپنے گرد و نواح پر بھی اس طرح کے برے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ذات باری تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اختیار کرنے اور اس راہ میں تگ و دو سے درجات پانے والے نور و رحمت، خیر و حسن، صفت و کمال کے مدارج عبور کرنے والے مثالی انسان بنتے ہیں۔ رب العالمین نے جس طرز کو اپنی ذات و صفات کیلئے اختیار فرمایا اور اس کے نتیجے میں کائنات کی تخلیق فرما کر اپنے محبوب انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا وہ طرز پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راہ حق کی تلاش کرنے والے نفوس محبت و ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی مدارج کو پاتے ہیں جو انہیں مقام بلند و اعلیٰ عطا کر دیتے ہیں۔ ان دوسری صفات والوں کو زمانہ اولیاء اللہ کے نام سے یاد کرتا ہے۔

ولایت کا یہ درجہ ان عارفین کو حاصل ہوتا ہے جو محبت، ذکر اور اطاعت میں کاملیت اختیار کرتے چلے جاتے ہیں ان ہی اولیاء میں ایک ممتاز و منفرد نام حضرت سلطان العارفین سلطان باھو کا ہے۔ حضرت سلطان باھو صوفیائے کرام کے اس مکتب سے تعلق رکھنے والے مقام خاص کے حامل بزرگ ہیں جو نظریہ وحدت الوجود کے راہی اور پرچار نظر آتے ہیں۔ دوسرے صوفیاء اور اولیاء نظریہ وحدت الشھود کے مسافر کہے اور مانے جاتے ہیں حضرت سلطان باھو کے نظریہ کے دوسرے معروف ناموں میں اعلیٰ حضرت گولڑوی حضرت پیر سید مہر علی شاہ، حضرت والا شان محی الدین اور منصور حلاج کے نام شامل ہیں۔ یہ وہی منصور ہیں جنہیں ''انا الحق'' کے نعرہ پر موت کے ذائقہ سے دوچار ہونا پڑا۔ نظریہ وحدت الشھود کے مکتب میں جانی پہچانی شخصیات میں حضرت مجدد پاک قندیل ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ۔ حضرت امام غزالیؒ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلویؒ، علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے نام نامی شامل ہیں۔ حضرت سلطان العارفین شہنشاہ بغداد شیخ الجن والانس محی الدین حسن والحسینی غوث الاعظم دستگیر سیدنا عبد القادر شاہ جیلانیؒ کے نمایاں مداح اور محب نظر آتے ہیں اور ان کے کلام کا وہ حصہ بھی اس محبت کا مظہر ہے جس میں وہ پنجابی الفاظ میں بغداد شہر کے ٹکڑے مانگنے اور میراں میراں کا ذکر کرنے کے ارادے کا اظہار کرتے ہیں۔ سلطان العارفین آدمیت کی محبت کا درس دیتے ہیں اور تنگ نظری، تنقید برائے تنقید، حرص اور لالچ سے پرہیز مذہبی لبادے کو ناپسند کرتے اور فقیروں کے طرز پر اوپر ذکر کی گئی بیماریوں سے پاک دین کی خدمت کے مبلغ ہیں۔ ان کے نزدیک ایک فقیر کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ غریب ہو کر بھی بلند نظر، مخلص، دل کا غنی، غیرت مند، طاقت ور بہادر اور حکمرانوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر صداقت کی ترجمانی کرنے والا ہوتا ہے۔ باباجی حضرت سلطان باھوؒ کے نزدیک فقیری کا منصب علم کے بغیر ہلاکت و نقصان کا باعث ہے اسلئے اس طرز عمل کو وہ ایک درجہ کفر گرداتے ہیں۔ ان کے نزدیک ولایت کے ذریعہ مخلوق کی خدمت کرنے کیلئے باطنی علم کا منصب، عاجزی، طہارت اور انوار کی دولت لازمی ہے۔ جس انسان کو پیر کامل کی تلاش ہو اور اسے اس راستے میں مشکلات پیش آ رہی ہوں اس کیلئے بہترین راستہ ابیات باھو سے استفادہ ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ کے نزدیک نیک نیتی خلوص اور خدمت انسانیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بنیادی اہمیت کے حامل اوصاف ہیں۔ وہ ظاہری پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ ساتھ انسان کی نیت، سوچ اور طرز عمل کے کھرے پن کو خوشنودی خالق کائنات کیلئے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور ان کے چند اشعار کا یہ مفہوم کہ محض نہانے دھونے سے رب ملتا تو مینڈک کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ اسی طرح مجموعی کردار کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے باباجیؒ فرماتے ہیں کہ دامن کی پاکی ہی رب تعالیٰ کو پانے کیلئے معیار نہیں اگر ایسا ہی ہوتا تو وہ بیل اس کا زیادہ حق دار ہوتا جسے مخصوص کر دینے کیلئے مصنوعی طریقہ اپنا لیا جاتا ہے۔ اسی طرز پر اپنے جاری کلام میں سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ

رب انہاں نوں ملدا باھو جنہاں جنہاں دیاں نیتاں ہو

دیگر صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے انداز میں حضرت سلطان العارفین کا کلام ہمارے لئے قرآن حدیث کی تعلیمات کے نور سے منور کر دینے کیلئے ہے۔ جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اوپر ذکر کئے گئے بیت میں جس سچی نیت کو حضرت سلطان باھو نے رب تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب بتایا ہے یہ بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے۔ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' کے عین مطابق ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ آپ چار مصرعوں پر مشتمل بیت ارشاد فرماتے ہیں جن کے پہلے تین پند و نصیحت کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور آخری اور چوتھا مصرعہ حاصل کلام ہوتا ہے جس سے اس صوفیانہ شاعری کو پڑھنے اور سننے والا انتہائی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور اس کی رہنمائی حقیقت حال کی طرف ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ذات کو ہم اپنے پیارے حبیب مصطفیٰ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور وسیلہ سے حضرت سلطان باھوؒ جیسے بزرگوں کی توجہات سے عصر مسائل کے حل اور ہمارے قلوب و اذہان کی تطہیر کا ذریعہ فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

الحاج پیر سیّد محمد کبیر علی شاہ الگیلانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف (اٹک)

سلطان العارفینؒ کی ذات مستورہ کی عظیم المرتبت قافلہ تصوف کے سلطان عاشقان، مصطفوی کی جان، صاحبان تقویٰ کی پہچان، خانوادہ علی مرتضےؓ کی آن، اولیاء اللہ مردانِ خدا کی شان، پاکیزہ اوصاف کے پیکر بندہ رحمن جنکی زندگی کا سانس بھی غفلت کے تصور سے پاک ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر پل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دھیان میں ڈھلا ہوا ہے۔ انکی ذات اقدس پر لکھنا مشکل کام بالخصوص فقیر جیسے کم علم و کم عمل کیلئے لیکن مجھے ارشاد ہے میرے عزیز اور عظیم شہزادہ سلطان احمد علی جنکی ذات اقدس سے فقیر کی نگاہ بصیرت کے حوالہ سے قدرت کریمہ نے کچھ اپنے محبوب کی محبوب اور دین متین، عظمت اسلام، تحفظ پاکستان اور بالخصوص خانقاہ عالیہ قدسیہ سلطان باھوؒ کے لئے کچھ کام لینا ہے۔ اس نوجوان شہزادہ کی ذات بے شمار صلاحیتوں کی مظہر ہے عجز و انکساری گفتگو میں شگفتگی کے ساتھ ساتھ باریک نظری، معاملہ شناسی، حسن اخلاق، ادب، محبت، پیار اور ایثار کی صفات سے نواز رکھا ہے جو کہ قومی قیادت کیلئے انتہائی ضروری ہیں۔ ان کے حکم پہ چند سطور حوالہ قلم کی ہیں تاکہ شہزادہ سلطان العارفین ناراض نہ ہوں خاص دعا ہے اللہ کریم بہ تصدق نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر دراز فرمائے۔

جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ (سابق چیف آف آرمی سٹاف)

آپ کی زیرادارت شائع ہونے والے ماہنامہ "مرآۃ العارفین انٹرنیشنل" کا شمارہ برائے اپریل ۲۰۰۸ء ہمیں مل گیا ہے۔ پرچے میں شامل مضامین معیاری اور فکر انگیز ہیں ایک عمدہ اور دیدہ زیب پرچہ نکالنے پر میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ خالق کائنات نے انسان کی راہنمائی کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے اور یہ سلسلہ نبوت خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر اختتام پذیر ہوا اور ترویج دین کیلئے سلسلۂ اولیاء جاری ہے۔ دنیا میں اسلام پھیلانے میں اولیاء اللہ نے جو کردار ادا کیا ہے اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ برصغیر میں جن بزرگ ہستیوں نے مخلوق خدا کو اسلام سے روشناس کرایا ان میں سلطان الفقراء حضرت سخی سلطان محمد باھو علیہ الرحمۃ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ان کا یہ کہنا برحق ہے۔

نہ میں سنی نہ میں شیعہ میرا دوہاں توں دل سڑیا ہو
مک گئے سبھ خشکی پینڈے جداں دریا وحدت وچ وڑیا ہو
کئی من تارے تر تر ہارے کوئی کنارے چڑھیا ہو
صحیح سلامت چڑھ پار گئے باھوؒ جہاں مرشد دا لڑ پھڑیا ہو

یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کیلئے وقف کر دیں تھیں اور اپنی تعلیمات کے بل بوتے پر زندہ ہیں اور تا ابد زندہ رہیں گی بقول بابا بلھے شاہ "بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور" علم و عرفان کے جو بیش بہا خزانے ان کے کلام میں پنہاں ہیں وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ کا ادارہ ان کی تصنیفات کا عام فہم زبان میں ترجمہ کرائے تاکہ ہر خاص و عام حضرت سلطان العارفینؒ کے کلام و فرامین سے استفادہ کر سکے۔

ملک محمد حاکمین خان
سابق سپیکر و وزیر، رہنما پی پی پی

ماہنامہ مرآۃ العارفین ایک عمدہ اور پختہ رسالہ ہے جو ہر انسان کے لئے ہدایت بخش اور سبق آموز ہے۔ خانقاہی نظام سے ایک انقلابی کاوش ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو رحمت کا اشارہ ہے۔ سلطان الفقر حضرت سلطان باھو پہ خصوصی نمبر کی اشاعت پر میں مرآۃ العارفین کی ٹیم کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور مبارکباد دیتا ہوں یہ یقیناً ٹیم ورک ہے ورنہ اتنی بڑی شخصیت کے افکار پہ کام کرنا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس کے ساتھ میں صاحبزادگان کو بھی مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے نوجوانوں کو ایک فکر دی ہے اور جذبہ دیا ہے اور فرسودہ خانقاہی نظام سے نکال کر حقیقی خانقاہیت کی طرف مائل کیا ہے۔ یہاں کے بزرگوار حضرت سلطان اصغر علی صاحب کا روحانی فیض ہے جو انہیں فقیر محمدی کی بدولت عطا ہوا۔ ایسے لوگوں کی برکت سے ہی اللہ کی رحمتیں دنیا پہ نازل ہوتی رہتی ہیں میں صاحبزادگان کے لئے دعا گو بھی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزم و استقلال دے اور اس عظیم مشن میں کامیاب کرے۔

عکسی مفتی
چیئرمین لوک ورثہ پاکستان

آپ کا خط بمعہ العارفین مجلہ ملا۔ آپ کی زیر ادارت شائع ہونے والا یہ مجلہ تصوف اور علم و عرفان کے حوالہ سے بہت اچھی کاوش ہے۔ میری دعا ہے کہ علم کے فروغ کے سلسلے میں آپ کی کاوشیں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کریں۔ جہاں تک میرا اس موضوع پر کچھ لکھنے کا تعلق ہے وہ میرے لئے ممکن نہیں۔ لکھنے لکھانے کی صلاحیت سے خدا نے میرے والد صاحب کو تو نوازا ہوا تھا میں اس سے محروم ہوں۔ آپ نے خط لکھ کر اور رسالہ بھیج کر جو عزت افزائی فرمائی میں اس کے لئے بے حد مشکور ہوں۔

جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال

السلام وعلیکم!

آپ کا خط مل گیا۔ شکریہ مراۃ العارفین ماہنامہ کے اجراء پر مبارک باد قبول فرمائیے۔ افسوس ہے حضرت سلطان باھوؒ کے کلام کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ البتہ میرے والد محترم حضرت علامہ اقبالؒ اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت سلطان باھوؒ کا کلام اپنے ایک ملازم دیوان علی سے سنا کرتے تھے جو ہار مونیم پر خصوصی طور پر پنجابی زبان میں سلطان العارفینؒ کا کلام انہیں سنایا کرتے تھے۔ آجکل کا انسان محسوس کی دنیا میں رہتا ہے۔ اگرچہ صوفیانہ روحانی تجربہ کا تعلق بھی محسوس کے ساتھ ہے۔ مگر آنکھ، کان اور ذائقہ کا محسوس اور ہے اور روحانی مشاہدہ کا محسوس اور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس محسوس سے آشنا کرے۔

میر تاج محمد جمالی

ایم این اے۔ سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان

آج کے اس مادیت بھرے دور میں روحانی لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ جس طرح ہم مسلمان بکھر گئے ہیں اور نفاق پھیلتا جا رہا ہے۔ قتل و غارت بڑھتی جا رہی ہے حق باھو جیسے انسان کی اشد ضرورت ہے اور اس ملک کو اگر روحانیت میں لے جانا ہے تو ان کے افکار کو سمجھیں۔ اور ان پر عمل کریں۔ پاکستان کو اگر بچانا ہے سلطان حق باھو کی تعلیمات کو پھیلانا پڑے گا۔ ایسے بڑے کم پیدا ہوئے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کی اولاد میں سے بھی ان کی تعلیمات کو مد نظر رکھ کے عوام کی خدمت کریں گے جیسا اپنے کلام کے اندر فرماتے ہیں۔

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ہو
زبان تاں میری کن برابر لکھا جتاں کم قلم دے ہو
افلاطون ارسطو ورگے میرے اگے کس کم دے ہو
حاتم طائی جہے لکھ کروڑاں در باھو دا منگدے ہو

سید اقتدار حسین شاہ

گورنمنٹ ہائی سکول مانسہرہ

حضور سلطان العارفین برھان الواصلین حضرت سخی سلطان باھوؒ کی وہ عظیم بارگاہ ہے جن کے توسل سے پورے برصغیر کو خصوصاً اور پوری دنیا کے لئے عموماً کائنات کا سب سے عظیم خزانہ فقر کا فیض ہر خاص و عام کیلئے جاری و ساری ہے۔ آپؒ کی بارگاہ (مزار مبارک) پر کھلے عام طالب مولیٰ کیلئے ڈنکے کی چوٹ پر دعوت ہے۔

ہر کہ طالب حق بود، من حاضرم
ز ابتداء تا انتہا یکدم برم

اسی حوالہ سے حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں کہ میں صرف دیدار کا علم جانتا ہوں اور دیدار کا علم سکھاتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے دیدار الٰہی کا سوال کرے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کی توحید میں غرق کر کے باخدا کر دوں گا تا کہ وہ فقر کی کمال تک پہنچ جائے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنی معروف تصنیف لطیف "رسالہ روحی شریف" میں جن سات نفوس قدسیہ یعنی سات سلطان الفقراء ہستیوں کا ذکر خیر کیا ہے اس کے مطابق ان میں سے پانچویں سلطان الفقر آپؒ کی ذات مبارک بذات خود منبع فیض وجود رکھتا ہے۔ اسی "رسالہ روحی شریف" کے مطابق آپؒ کی بارگاہ کو یہ بھی اعجاز حاصل ہوا کہ باقی دو سلطان الفقراء ہستیاں بھی آپؒ کی اولاد پاک میں سے ہوں گی۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپؒ کی اولاد پاک میں چھٹے سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ کی صحبت اور رفاقت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے فقر کے خزانے کو کھلے عام پھیلانے کیلئے "اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین" کی تشکیل کا انقلابی فیصلہ کیا۔ آپؒ ہی کے نگاہ فیض سے اب یہ خزانہ نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں پھیلا بلکہ اب دنیا کے باقی تمام ممالک کی طرف بھی امڈ کر بڑھنے لگا ہے۔ اسی فیض کو مزید آگے بڑھانے کیلئے نئے انداز سے کمال سرپرستی کے ساتھ آپؒ کے جانشین حضرت سخی سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس نے مزید پھیلا دیا ہے۔ اب یہ فقر کا عظیم خزانہ طالبان مولیٰ میں نہایت سرعت کیساتھ ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے دنیا کے کئی ملکوں میں پھیل چکا ہے جو ایک عظیم روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔

رائے ریاض حسین

چیئرمین ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ ماہنامہ "مرآۃ العارفین" سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے سالانہ عرس کے موقع پر ایک خصوصی شمارہ شائع کر رہا ہے۔ جس میں حضرت سخی سلطان باھوؒ کی تعلیمات، ارشادات اور شاعری کو اجاگر کیا جائے گا۔ ہمارے بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ ایسی برگزیدہ ہستیاں ہیں جنھوں نے اپنی تعلیمات اور ذاتی صفات و عمل کے ذریعے نہ صرف اسلام کی تعلیمات کو عام کیا بلکہ عوام الناس کو امن محبت اور بھائی چارے کا درس بھی دیا۔ ان خدا رسیدہ بزرگوں نے علم و دانش کے ایسے اسرار و رموز اپنی شاعری میں بیان کیے جن کی وجہ سے بنی نوع انسان نے فلاح اور دانش کا راستہ اپنایا۔ مثلاً حضرت سخی سلطان باھوؒ نے فرمایا ہے۔

دل دریا سمندروں ڈونگے، کون دلاں دیاں جانے ھو

وچے بیڑے، وچے جھیڑے، وچے ونجھ مہانے ھو

یہ ایک ایسی حقیقت بیان کر دی گئی ہے جو کہ کسی زبان کسی شاعری اور کسی دنیاوی فلسفے میں موجود نہیں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے، کل نوں لاج نہ لائیے ھو

تے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑ مکے لے جائیے ھو

کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے، توڑے موتی چوگ چگائیے ھو

کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باھو توڑے سے مناں کھنڈ پائیے ھو

یہ صدیوں پر محیط دانشوروں کے تجربے کا نچوڑ ہے جو کہ انہوں نے نہایت خوبصورت انداز میں بیان کر دیا ہے آج بھی لوگ قدم قدم پر اس حقیقت سے نبرد آزما ہوتے ہیں مگر ایک صوفی شاعر کی زبان سے ادا کردہ اس حقیقت کا حسن ہی اور ہے ان کا انداز بالکل اچھوتا اور یکتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھوؒ نے جس سرزمین پر رشد و ہدایت کا کام کیا وہ ایک طرح سے خوش قسمت ہے۔ ضلع جھنگ نہ صرف سلطان العارفینؒ کے ورثے کی امین ہے بلکہ یہ دنیا کا واحد ضلع ہے جہاں دو نوبل پرائز حاصل کرنے والی شخصیات پیدا ہوئیں اور جعفر طاہر، مجید امجد، شیر افضل جعفری اور ریاض رام جیسے فنکار اور شاعر پیدا ہوئے۔ اس مردم خیز خطہ میں کئی ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جنھوں نے اپنے اپنے شعبہ میں بڑا نام پیدا کیا مگر سلطان العارفینؒ ایسی بزرگ ہستی ہیں جن کی وجہ سے جھنگ کی پہچان ہوئی۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں جناب صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب، اُن کے رفقاءِ کار اور ماہنامہ "مرآۃ العارفین" کی انتظامیہ کو جنھوں نے حضرت سخی سلطان باھوؒ جیسی بزرگ ہستی کی یاد میں ایک خصوصی شمارے کا اہتمام کیا مجھے یقین ہے کہ اُن کی یہ کاوش سلطان العارفینؒ کی تعلیمات کو عام کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر علیم محمود

وفاقی سیکرٹری حکومت پاکستان

حضرت سخی سلطان باھوؒ کا شمار صرف خطہ پنجاب ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کے عظیم صوفیاء میں ہوتا ہے۔ سترھویں صدی عیسوی میں جن بزرگوں نے اپنے نور ہدایت سے تاریک دلوں کو منور فرمایا ان میں قادریہ سلسلہ کی اس جلیل القدر شخصیت کے کارنامے بحیثیت عالم اجل، صوفی، ولی کامل اور شاعر باکمال زریں حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔ آج تین سو سال سے زائد مدت آپؒ کے وصال کے بعد گزر چکی ہے مگر ضلع جھنگ میں آپ کا مزار پرانوار برابر عام و خاص، صغیر و کبیر، غریب و امیر تمام طالبان ہدایت کا مرجع و مرکز چلا آ رہا ہے آپؒ کے دربار گوہر بار سے فیض پانے والوں میں کسی فرقہ، گروہ، طبقہ یا ذات پات کی تفریق کے بغیر سبھی عقیدت مند شامل ہیں۔ حضرت شیخ سلطان باھوؒ کی زندہ کرامت ہے کہ آج فرقہ پرستی، مسلکی تعصب، باہمی منافرت اور حقیر سے دنیوی مفادات پر مبنی بغض و عداوت کے اس دور میں بھی یہ درگاہ عالیہ اسلامی محبت و اخوت و یگانگت اور فقیری و درویشی کا ایک روشن مینار ہے۔ آپؒ کے عقیدت کیش و ارادت مند آپ کی سینکڑوں کرامات کا ذکر کرتے ہیں مگر اس ناچیز کے خیال میں آپ کی سب سے بڑی کرامت یہی محبت و الفت اور درویشی ہے جو سیاسی و معاشرتی اور معاشی و مذہبی لحاظ سے مختلف خیال و احوال کے لوگوں کو کشاں کشاں آپ کے در پر لے آتی ہے اور نفرتوں، عداوتوں، کینوں کی کثافتوں اور آلائشوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ آپؒ کے وسیع اور گہرے علم پر عربی و فارسی کی وہ کثیر التعداد تصانیف شہادت دیتی ہیں جن کی اردو تراجم نے معمولی پڑھے لکھے بھائی بہنوں کے لئے بھی ان سے استفادہ کی راہ ہموار کر دی ہے۔ عربی فارسی میں آپ کی نہایت بلند پایہ کتابیں شریعت و طریقت کے درمیان گہرے ربط کی طرف بھی راہنمائی کرتی ہیں اور قادریہ سلسلہ کے بانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے اس ارشاد کی دلیل اور تائید فراہم کرتی ہیں کہ بے علم زاہد و عابد شیطان کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کی مانند ہوتا ہے۔ مگر ان عالی مرتبت تالیفات کے باوجود شہرت، مقبولیت اور افادہ خاص و عام کے نقطہ نظر سے سرفہرست آپؒ کا وہ عارفانہ پنجابی کلام ہے جو سی حرفی یا ابیات سلطان باھوؒ کے عنوان سے معروف ہے روحانیت و تصوف سے نسبت و عقیدت اور پنجابی زبان کے شعر و ادب سے لگاؤ رکھنے والا کون ایسا شخص ہوگا جو آپؒ کے پنجابی کلام کے ان اولین ابیات سے حظ نہ اٹھاتا ہو اور ایمان تازہ نہ کرتا ہو اور اپنے دل و دماغ کے لیے تازگی و حرارت حاصل نہ کرتا ہو۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی، مرشد من وچ لائی ھو

نفی اثبات دا پانی ملیس، ہر رگے ہر جائی ھو

اندر بوٹی مشک مچایا، جاں پھلاں تے آئی ھو

جیوے مرشد کامل باھو، جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

سینیٹر مشاہد حسین سیّد

چیئرمین، سینیٹ کمیٹی برائے خارجہ امور و امور کشمیر

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو

اس خطے میں غالباً ساتویں صدی میں اسلام عربوں کے حوالے سے پہنچا اور تصوف کے کئی چراغ روشن ہوئے۔ ایشیا میں تصوف کی جن شاخوں نے پرورش پائی، یہ سلاسل سہروردی، نقشبندی، چشتی اور قادری ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ سلسلۂ سروری قادری سے ہیں۔ اسطرح برصغیر میں اسلام پھیلانے کا سہرا بلاشبہ صوفیائے کرام ہی کے سر ہے۔ مختلف ادوار میں اولیاء کرام روحانی ڈیوٹی دیتے رہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ ۱۰۳۹ھ میں قلعہ شورکوٹ (جھنگ) میں پیدا ہوئے۔ یہ دور مغلیہ سلطنت کے فرمانروا شاہجہان کا دور تھا۔ آپ تیس برس تک کامل مرشد کی تلاش میں لگے رہے۔ آخر کار باطنی طور پر حضرت علی حیدر کرارؓ نے آپ کا ہاتھ تھام کر رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں دست بیعت فرمائی۔ بعد ازاں حضور اکرم ﷺ نے آپ کو محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باھوؒ ہمارا نوری حضوری فرزند ہے اس کو آپ بھی باطنی تعلیم و تلقین ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیرؒ نے آپ کو باطنی تعلیم و تلقین ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیرؒ نے آپ کو باطنی فیض سے مالا مال فرمایا۔ اس کے بعد حضرت غوث اعظم شیخ محمد عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم پر آپؒ نے ظاہری بیعت دہلی میں حضرت عبدالرحمٰنؒ کے دست مبارک پر کی۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں مجھے سرورِ کائنات نے حکم دیا ہے کہ خلقِ خدا کی باطن میں امداد کیا کرو۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ کے عارفانہ کلام میں بھی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کا سبق ملتا ہے۔ یعنی سرزمین حجاز کے تمام وسائل آپؐ کے قبضۂ قدرت میں تھے۔ اختیارات لامحدود تھے۔ لیکن آپؐ کے طرز زندگی میں رتی برابر فرق نہ آیا۔ آپ کی معاشی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی نہ آئی۔ ہم یہ دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ کے اپنے اثاثے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی ساری دولت اسلام کی تبلیغ اور خدا کی راہ پر خرچ ہوئے۔ اس کے نتیجے میں فساد سے پاک معاشرہ قائم ہوا۔ آپؐ نے لباس فاخرہ زیب تن کیا نہ اختیارات کا ناجائز استعمال کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کیخلاف عمل پیرا ہونے کی جرات نہ ہو سکی اور معاشرہ استحصال سے کوسوں دور رہا۔ حضرت سلطان باھوؒ ایک ایسے صوفی شاعر ہیں جنہوں نے سچائی کی تلاش میں محنت، ریاضت اور دیانت کا حق اور سنت رسول کی پیروی کرتے۔ تمام عمر خلق خدا کو فیض پہنچانے کے لئے شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھرتے رہے۔ آپؒ نے کبھی بھی دنیاوی دولت کے حصول کی طرف توجہ نہ دی۔ آپؒ کے والد شاہجہان کی فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ آپؒ کے والد حضرت بازید محمد کو شاہجہان کی طرف سے ایک بہت بڑی جاگیر ملی ہوئی تھی۔ جس کا رقبہ پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ تھا۔ اس میں ایک اینٹوں کا قلعہ اور کئی آباد کنویں بھی تھے۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں اس جاگیر میں دلچسپی نہ لی۔ حضرت سلطان العارفینؒ بہت اونچے درجے کے مرشد کامل اکمل تھے۔ صوفیاء کرام میں آپ سلطان العارفین کے لقب سے معروف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ سلطان الفقر کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپؒ نے کلام باھوؒ کو خلق خدا کے لئے محفوظ کر دیا اور آج بھی حضرت سلطان باھوؒ کے کلام سے رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ جاری ساری ہے نفسا نفسی کے موجودہ دور میں ہیومن ازم (انسان دوستی) وقت کا اہم تقاضا بن چکی ہے۔ جس کا پرچار بین الاقوامی سطح پر ہوتا رہا ہے۔ یہ ہیومن ازم درحقیقت صوفی ازم ہے۔ عصر حاضر میں کرۂ ارض فکری تضادات اور ذاتی مفادات کی لپیٹ میں ہے۔ جس کا مداوا صرف اور صرف صوفی ازم یعنی انسان دوستی اور باہمی احترام اور رواداری ہے کیونکہ صوفیاء کرام مسلک، مذہب ملت کی حدود و قیود سے یکسر آزاد ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام نے انسان دوستی کا نعرہ اس وقت بلند کیا جب دنیا کے کسی گوشے میں اس کام کا نام و نشان تک نہ تھا۔

نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ہو

ارشاد احمد عارف

230۔سی مرغزار آفیسرز کالونی ملتان روڈ لاہور

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے ان صوفیا میں سے ایک ہیں، جن کی تبلیغی مساعی اور علمی و عملی کاوشوں سے یہ خطہ اسلام کی روشنی اور تصوف کے نور سے منور ہوا اور آپ کے خلفاء، فیض یافتگان نے پورے برصغیر میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی صوفیانہ شاعری آج بھی انسان کو وجد و کیف میں لاتی اور دل کے تاروں کو چھیڑتی ہے۔ آپؒ کے آستانہ اور جانشینوں سے دنیا آج بھی فیض حاصل کر رہی ہے۔ آپؒ کے سجادہ نشین حضرت سخی سلطان محمد علی مدظلہ الاقدس آپؒ کی تعلیمات اور روحانی تصورات کو آج بھی عوام کے ذہنوں میں راسخ کرنے اور طالبان علم و فقر کو اس سرچشمہ ہدایت سے مستفید کرنے میں مگن ہیں۔ ماہنامہ "مرآۃ العارفین" بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ آج کے دور میں جب لوگ دنیا کو ہی اپنی توجہ کا مرکز بنا کر حرص و ہوس میں مبتلا ہیں، ایسے بزرگوں کا دم غنیمت ہے جو لوگوں کو روحانیت کی طرف متوجہ کرتے اور آخرت کیلئے کچھ نہ کچھ اثاثہ جمع کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں اور ان کے فیض یافتہ حضرات کا سایہ اپنے معتقدین اور متوسلین پر تادیر سلامت رکھے اور اس سرچشمہ فیض سے قوم کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ظفر بختاوری

صوفیاء کرام کا پیغام محبت اور انسانیت کا درس ہے۔ آج انسانیت انسان کے لہو سے زخم زخم ہے۔ اکیسویں صدی میں جس طرح خون بہایا جا رہا ہے اس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایک طرف ریاستی دہشت گردی انسانی حقوق کے تمام ضابطوں کو پامال کر کے طاقت کے زور پر تمام دنیا کو محکوم بنانے کی حکمت عملی پر آگے بڑھ رہی ہے تو دوسری طرف کمزور خودکش حملے کے ہتھیار کو استعمال کر کے بے گناہ انسانوں کی جان لیکر اور اپنی جان دیکر اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے عمل پر تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر بھی فرقے کی بنیاد پر خودکش حملے بڑھ رہے ہیں مساجد اور امام بارگاہیں بھی محفوظ نہیں رہی ہیں۔ شیعہ اور سنی ایک دوسرے کی جان لے رہے ہیں۔ مہاجر اور بلوچی، دوسری لسانی اکائیوں سندھی، پنجابی اور پشتون کی جان لے رہے ہیں۔ ایک عجیب نفسا نفسی کا عالم ہے۔ انسانی قدریں کمزور پڑ رہی ہیں۔ ایسی صورتحال میں صوفیاء کرام کا پیغام محبت، اخوت اور بھائی چارے کا پیغام ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے اس شعر نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

"نہ میں سنی نہ میں شیعہ، میرا دوہاں توں دل سڑیا ھُو"

حضرت سخی سلطان باھُوؒ ۱۱۰۲ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آج ہم شیعہ اور سنی کے جس زہر سے لہولہو ہیں۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کئی صدیاں پہلے اس سے دل شکستہ تھے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ ضلع جھنگ کی تحصیل شورکوٹ میں ۱۰۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ساری عمر انسانیت کا درس دیتے رہے۔ آپؒ نے ایک سو چالیس کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ جس میں محبت عشق کے زمزموں سے انسانی ذہنوں کو سیراب کرتے رہے۔ ان کا پنجابی کلام آج بھی زبان زد عام سے جاری ہیں۔

"دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھُو"

حضرت سخی سلطان باھُوؒ ساری زندگی حق اور سچ کا درس دیتے رہے اور ان کی ساری زندگی حق صداقت سے عبارت ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات میں سچ پر خصوصی زور دیا ہے۔ اور جھوٹ سے روکا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے چہرے پر ایک خصوصی نور اور حق کا عکس ہوتا تھا اور جو کوئی غیر مسلم ان کو ایک نظر دیکھ لیتا فوراً مسلمان ہو جاتا۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے آمد و رفت کے اوقات میں غیر مسلم گھروں سے نکلنا بند کر دیتے تھے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی شاعری میں عشق کی سرشاری اور جذب و مستی کے سرچشمے پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ھو
منگن ایمان شرماون عشقوں، دل نوں غیرت ہوئی ھو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے، ایمان نوں خبر نہ کوئی ھو
میرا عشق سلامت رہوے باھو ایماناں دیاں دھروئی ھو

تمام صوفیاء کرام اور اولیائے عظام کی طرح حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی تعلیمات اور شاعری میں نرم روی درگزر اور محبت کا پیغام ہے۔ انا پرستی اور خود پرستی کے خلاف ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ جذب و مستی کی ایسی منزل پر پہنچ جاتے ہیں جہاں زندگی کی حقیقت اعلیٰ ترین مقاصد کا حصول بن جاتی ہے۔

"جے صاحب سر منگے باھو ہرگز ڈھل نہ کریے ھُو"
"جے سر دتیاں حق حاصل ہووے' موتوں مول نہ ڈرنا ھُو"

گزشتہ سال مجھے دہلی جانے کا اتفاق ہوا ہندوستان پر مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک حکومت کی لیکن مجھے مسلم بادشاہ کے مزار پر زندگی کے آثار نظر نہیں آئے جبکہ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر دن رات انسانوں کا ہجوم نظر آیا۔ رشد و ہدایت، درس و تدریس اور خیر و برکت کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔

"نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ھُو"
"مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو"

سرور منیر راؤ

ڈائریکٹر نیوز پی ٹی وی

ماہنامہ "مراۃ العارفین انٹرنیشنل" کی جانب سے حضرت سلطان باھو کے حوالے سے خصوصی نمبر کی اشاعت انتہائی مسرت کا باعث ہے۔ حضرت سلطان باھو عارفوں کے امام ہیں۔ ان کے حوالے سے تحقیقی مضامین کا انتخاب اور اشاعت دین کیلئے آپؒ کی خدمات پر مبنی یہ خصوصی نمبر یقینی طور پر ایک اہم کاوش ہے۔ اولیائے کرام اور صوفیاء کرام کی کتب کا مطالعہ انسان کے اندر مومنانہ بصیرت اور فراست پیدا کرتا ہے جس سے صاحب مطالعہ میں ایمان کی گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت سلطان باھو کی تعلیمات علم و فرمان نے اس خطے کے لوگوں کی طرز فکر میں جو مثبت تبدیلیاں کیں ان کا اظہار نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

وائس ایڈمرل (ر) جاوید اقبال

سابق سفیر و مرکزی رہنما پاکستان تحریک انصاف

جناب سلطان الفقر محمد اصغر علی صاحب سروری قادری کے فرزندانِ ارجمند احمد علی صاحب اور جناب صاحبزادہ محمد علی صاحب کی دعوت پر مجھے بروز اتوار مورخہ 13 اپریل 2008ء کو حضرت سلطان باھوؒ کے مزار پر حاضری اور محفل میلاد مصطفی ﷺ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مزار پر ہزاروں زائرین کی والہانہ حاضری کا منظر بڑا اثر انگیز تھا۔ اسی طرح جناب حضرت احمد علی صاحب اور حضرت محمد علی کے ہزاروں مریدین کا اجتماع بھی بڑا دلآویز تھا۔ اس پر تمام زائرین اور مریدین کے لئے تمام انتظامات جس خیر و خوبی اور تفصیل سے کیے گئے تھے وہ عالمی اصلاحی تحریک کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ احقر کو مزار کے ساتھ ملحق اصطبل میں موجود گھوڑوں کو دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ ان گھوڑوں کی خوبصورتی اور اٹھان قابلِ دید ہے اور چند گھوڑوں کو دیکھ کر تو خدا کی قدرت کے ظہور پر منہ سے بے ساختہ اللہ اکبر نکل جاتا ہے۔

میلاد مصطفی ﷺ میں شرکت میرے لئے عین سعادت تھی اور ساتھ ساتھ مجھے بین الاقوامی اصلاحی تنظیم کے مقاصد کے بارے میں بھی علم ہوا۔ گو یا احقر اس قابل تو نہیں کہ والیانِ فقر کو کوئی تجویز دے سکے لیکن دل میں جو چند خیالات آتے ہیں وہ بیان کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

عالمِ اسلام اور خصوصاً مسلمانانِ ہند و پاک کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید ہم نے یہ جان لیا ہے کہ فقر کی تعلیم صرف درویشی طرزِ زندگی اپنا لینے کا نام ہے۔ اور عمومی زندگی اور روزانہ کے معاملات میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ چنانچہ خیبر سے لے کر کراچی تک تمام مذہبی گھرانے اور والیانِ فقر کے خانوادوں نے اپنے آپ کو خانقاہوں اور درگاہوں تک محدود کر لیا ہے اور وہ ملک و قوم کے روزمرہ کے مسائل اور ان پر گزرنے والے ظلم و ستم کے خلاف کھڑے ہو کر احتجاج کرنے کو شاید فقر کے بنیادی تقاضوں سے ماورا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ عوام الناس کو ان مزاروں، خانوادوں اور گدی نشینوں سے اپنے اجتماعی مسائل کے حل میں کبھی کوئی مدد نہیں ملی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف خدا کے بندوں کو خدا کا رستہ بتایا جائے بلکہ انہیں اس دور کے فرعونوں اور ہامانوں کے ظلم و ستم سے بھی نجات دلائی جائے۔ مثلاً انسانی حقوق، انصاف کے حصول اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کی جدوجہد میں اگر محراب و منبر اور خانقاہ، سول سوسائٹی اور عوام کا ساتھ دے تو وہ حکام کو عوام کے حقوق دینے اور ان کے مسائل کو حل کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور ایسی مثال ہماری تاریخ میں موجود ہیں۔ خود تحریک پاکستان میں مذہبی گھرانوں اور خانوادوں کی مدد حصول مقصد میں نہ صرف ممد و معاون ثابت ہوئی بلکہ عوام میں جوش، ولولہ اور حوصلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بھی بنی۔ اس کے علاوہ مذہبی، فلاحی تنظیمیں گاؤں، شہروں اور ملکی سطح پر لوگوں کی سوشل مشکلات کو کم کرنے میں مدد کر سکتی ہیں۔ ان میں تعلیم، ٹیکنیکل ٹریننگ، صحت، مکانوں کی تعمیر، پھل، صفائی اور فصل کی کاشت اور کٹائی میں مدد کے منصوبے شامل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اگر محراب و منبر و خانقاہ عوامی ایشوز پر عوام کے ساتھ عملی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیں تو انشاء اللہ پاکستان کے اصل مقصد کا حصول ممکن ہو سکے گا۔

شیخ امتیاز احمد رحمانی

نمائندہ نوائے وقت گڑھ مہاراجہ

آپ کی طرف سے حکم نامہ موصول ہوا اس قابل تو نہ ہوں مگر جناب کی محبت و شفقت کے سامنے سرنگوں ہو کر تعمیل ارشاد کر رہا ہوں۔ "پیغام بسلسلہ اشاعت خاص" بلاشبہ تعلیمات صوفیا کرام کے فروغ و تصوف کی اہمیت و ضرورت کی اشاعت اور خانقاہوں کے نظام سے نکل کر رسم شبیری ادا کرتے ہیں۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین "انٹرنیشنل" جناب صاحبزادہ سلطان احمد علی مدظلہ کی زیر قیادت اپنے فرائض منصبی بحسن و خوبی سرانجام دے رہا ہے۔ بلکہ اس کے آگے بڑھ کر حالات حاضرہ پر تحقیقاتی مضامین نے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے بانی سلطان الفقر حضرت صاحبزادہ سلطان محمد اصغر علی مدظلہ کا لگایا یہ پودا آج صاحبزادہ سلطان محمد علی مدظلہ کی آبیاری سے ایک توانا درخت کے روپ میں اپنے متعین مقاصد کے حصول میں کامیابی و کامرانی سے گامزن ہے اور استحکام و استقامت میں اس کی مساعی قابل تعریف و قابل تحسین ہیں۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین کی جانب سے حضرت سلطان باھوؒ کے حوالہ سے خصوصی اشاعت کے اہتمام پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے سلطان احمد علی صاحب و دیگر معاونین کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے عبداللہ صاحب جوئی کی عاجزانہ دعا کا خواستگار ہوں۔ اس خصوصی اشاعت میں ایک مخصوص طبقہ سے آگے بڑھ کر ارشادات و تحقیقات و ابیات حضرت سلطان باھوؒ سے عامۃ الناس میں روحانی تعلیمات کے فروغ کا باعث بنے گا ماہ جون 2008 میں ماہنامہ مرآۃ العارفین میں حضرت سلطان باھوؒ کی اشاعت خاص میں سلطان الاولیاء کے لازوال خزانوں میں سے صرف ایک شعر اور خوبصورت گلدستہ میں سے ایک پھول چن کر اپنی حقیقی و دنیا کے سنوارنے کیلئے پُر امید ہوں کہ

ہور دوا نہ دل دی کاری کلمہ دل کاری ہو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اُتاری ہو
کلمہ ہیرے ، لعل جواہر کلمہ ہٹ ساری ہو
اتھے اوتھے دو ہیں جہانیں باھو کلمہ دولت ساری ہو

☆☆☆

سخی سلطان باھوؒ

تمہارا آستانہ ، عجب ہے آستانہ — کہ جھکتے ہیں جہاں پہ سلاطین زمانہ
نچھاور فقر پہ ہے شکوہ خسروانہ — تمہیں بخشا خدا نے مذاق عارفانہ
سنو فریاد میری ' سخی سلطان باھو — کرو امداد میری 'سخی سلطان باھو

تمہارے فقر سے ہے شہنشاہی ہویدا — نہ کیوں ہو دو جہاں میں تمہارا بول بالا
تمہی ہو بس تمہی ہو مرے ملجا و ماوا — لیا ہے تھام دامن حبیب آستاں کا
سنو فریاد میری ' سخی سلطان باھو — کرو امداد میری 'سخی سلطان باھو

تمہارے آستاں ہے سخاوت کا سمندر — کہ پاتے ہیں مرادیں یہاں سے لوگ اکثر
تمہارے خوشہ چیں ہیں ' زمانے بھر کے سرور — یہ شان اللہ اکبر ' یہ شان اللہ اکبر
سنو فریاد میری ' سخی سلطان باھو — کرو امداد میری 'سخی سلطان باھو

فقیری میں ملی ہے تمہیں شان وحیدہ — کوئی تم سا نہیں ہے فقیر برگزیدہ
تم آئے اس جہاں میں باوصاف حمیدہ — زبان ہر بشر پہ تمہارا ہے قصیدہ
سنو فریاد میری ' سخی سلطان باھو — کرو امداد میری ' سخی سلطان باھو

عزیز مضمحل کی تمنا ہے برابر — رہوں شام و سحر میں تمہارے آستاں پہ
تمہارے آستاں کا وکروں نظارہ اکثر — رہے میری نظر میں منظر زندگی بھی
سنو فریاد میری ' سخی سلطان باھو — کرو امداد میری 'سخی سلطان باھو

عزیز حاصل پوری

☆☆☆

ھو باھوؒ

تو زمانے میں سرخرو باھو — تیری عشق میں آبرو باھو
تیری آواز شرح راز ازل — گونج ہے جس کی چار سو باھو
تو ولی ' تیرے سر پہ ظل علی — اور ہے کون ' ہے جو تو باھو
حسن تیری نظر سے پاکیزہ — عشق کی تجھ سے آبرو باھو
درس قرآں ہے تیرا درس عمل — کاش سمجھیں تیرے عدو باھو
عرش اور فرش جھوم اٹھتے ہیں — سن کے تیرا کلام ھو باھو
تو نے عرفاں ذات کی خاطر — اپنے دل کو کیا لہو باھو
تجھ سے تیرے سوانہ کچھ مانگوں — کیا کروں ' ہے یہ میری خو باھو
لے کے یہ منقبت ترا رفعت — آج ہے تیرے روبرو باھو

صاحبزادہ رفعت سلطانؒ

حضور باھوؒ

کوئی مثل نہیں زیر آسماں تیرا
میرے خیال سے اونچا ہے آستاں تیرا

خزاں کا فکر نہ برقِ تپاں کا اندازہ
سدا بہار ہے دنیاں میں گلستاں تیرا

جتن کیے ہیں ہزاروں حسد شعاروں نے
مگر مٹا نہ سکے آج تک نشان تیرا

جو احترام و ادب کو بھی شرک کہتے ہیں
انہیں بھی کھینچ کے لاتا ہے آستاں تیرا

دلوں کے درد کے ہیں ترجماں تیرے دوہے
گدا و شاہ پہ ہے فیض بیکراں تیرا

جہاں کو تو نے تصور دیا ہے شاہیں کا
بڑے ادب سے ہے اقبال مدح خواں تیرا

فرازِ عرش بھی جس کو سلام کرتا ہے
وہ جھنگ دیس میں پرچم ہے پرفشاں تیرا

درِ کریم پہ تیری دعا پہنچتی ہے
اثر کے نور سے معمور ہے بیاں تیرا

دیا ہے قوم کو توحید کا سبق تو نے
ہر ایک شخص پہ احساں ہے بے گماں تیرا

رہے گا نام ترا حشر تک زمانے میں
کہ علم و فضل کا ہے معترف جہاں تیرا

مجھے ہے فخر کہ تیرا ہوں اور شاعر ہوں
کرم ہے مجھ پہ بہت اے شہہ شہاں تیرا

ہر ایک لب پہ ہے تیرا کلام ھو باھو
بڑے عروج پہ ہے جشن نغمہ خواں تیرا

غموں کی دھوپ سے محفوظ ہے ترا رفعت
کہ اس کے سر پہ ہے موجود سائباں تیرا

صاحب زادہ رفعت سلطانؒ

☆☆☆

سلطان باھو قادری رحمتہ اللہ علیہ

ہیں دل نشیں و دلربا ' سلطان باھو قادری
ہر درد دل کی ہیں دوا ' سلطان باھو قادری

مرشد ہے تیرا جیتیے ' سلطان باھو قادری
اونچی ہے تیری شان یا سلطان باھو قادری

دل آپ کا پر نور خدا 'نور خدا کے عشق میں
ہیں مظہر نور خدا 'سلطان باھو قادری

ہیں چارہ بے چارگاں ' بے آسروں کا آسرا
ماوےکے ما ' لجائے ما ' سلطان باھو قادری

ہوتی ہے ان کے فیض سے علم وعمل کی معرفت
دیتے ہیں درس حق سدا ' سلطان باھو قادری

ملتی ہے ان کے میکدے سے علم و عرفاں کی شراب
بھر جام دیتے ہیں پلا ' سلطان باھو قادری

تم بیٹھ جاؤ جم کے ' ان کے آستانے پر ظہور
ہیں اصل میں بحر عطا ' سلطان باھو قادری

صاحبزادہ ظہور سلطان قادری

ھورس

حق باہو ، حق باہو مست اذانی گونج
دل والے لے آئے اپنی اپنی پونج
باہو ، باہو ، باہو گاتے سبز پرندے
اور خود سے شرمندہ آدم زاد درندے
اللہ والے ٹولے سبز لباس ملنگ
دل والوں کا مکہ باہو تیرا جھنگ

شوکت ہاشمی

☆☆☆

مرے باہوؒ یاہو

میں ہوں قسمت کا سکندر ر مرے باہوؒ یاہو
میں جھکا ہوں ترے پہ مرے باہوؒ یاہو
تجھ کو پڑھتا ہوں تو احساس میں در آتے ہیں
نت نئی صحبتوں کے منظر مرے باہوؒ یاہو
مرے اشعار میں ندرت تیرے افکار کی ہے
ترا احسان ہے مجھ پہ مرے باہوؒ یاہو
ترے ابیات میں ہیں صدق وصفا کے گوہر
قلزم حق کے شناور مرے باہوؒ یاہو
تو ہے دنیائے معارف کا اک مست فقیر
تذکرہ ہے ترا گھر گھر مرے باہوؒ یاہو
ہر گل ترے لبوں پہ ہے ترانہ تیرا
تو ہے گلشن کا مقدر مرے باہوؒ یاہو
تابش بزم شبستان ہے تمہارے دم سے
کہہ رہے ہیں مہ واختر مرے باہوؒ یاہو

معین تابش

☆☆☆

بارگاہِ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میں

عکسِ وہاب ترا اسمِ احد ھُو باھو
وہب و کسب و نظر و فقر سبھی تُو باھو
الف اللہ نے وہ مشکِ عجب دان کیا
چمنِ دھر میں پھیلی تیری خوشبو باھو
میمِ احمدؐ سے ملا علمِ لدنی کا کمال
لب اُمّی سے اٹھا نعرۂ یاھو ، باھو
عشقِ قادر سے ہوئے عاشقِ عبدالقادر
طالبِ کوزہ گرو کوزۂ خوش رو باھو
تیری سرکار سے لیتے ہیں سبھی فیضِ دوام
جن و انس و شجر و اختر و آھو ، باھو
لبِ ناصر ہی نہیں محوِ مناقب آقا
دل کی قُمری بھی کہے دیتی ہے "حق ھو باھو"

سلطان ناصر

مناجات بدرگاہِ مظہر یا ھُو حضرت سلطان باھُو

سبحان اللہ سلطان صاحب دا محل مقدس وادی
ھُو اللہ تے یا ھُو دی ہے صدا ندا منادی

وجدانی عرفانی دی واہ اس جا کل آبادی
فیض رسانی دا ہے قبلہ روزِ ازل دا عادی

بخشے لکھاں گنج الٰہی خاص جمعیت شاہ دی
اکسیر نظر تے قدم رحمت تعریف اس راہنما دی

سن فریاد دُنمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

کلامِ سلطان سید محمد بہادر علی شاہ

ہن دریا بخشش دا بارش سحاب کرم دا
رُڑے زمین تے فیض حضرت دا اچھلن بحرِ یم دا

نظر اکسیر نوازن جس نوں عارف کرن قدم دا
ہو محروم آئیم در تیرے خواہشمند مرہم دا

بخشن شفا یا ہادی مہدی نام نہ رہے الم دا
ہُن کُن مکشوف ہووے، کر محرم اسمِ اعظم دا

دارو صلا درگاہ دریائیں، حالت خاص عمادی
سن فریاد دُنمانے دی یا اکمل مرشد ہادی

باھو۔ ذاتی نور

کل شے نوں بجن دا ظہور سمجھ
کولھوں دنیا عقبی دے ترک کریں
وچ ھو باھو دے نہ فرق کریں
ھادی باھو شہ سلطان میتھوں
کیتس خفیہ راز عیان میتھوں
کل بود نوں نابود وجاتم
بن عشق دے سب گدود جاتم
ھگے راز نواز نماڳا ہے
نہ میں کفر اسلام پچھاڳا ہے

قلب قلزم اپنا کوہ طور سمجھ
جسم اسم وچ ہر دم غرق کریں
او ھدا ھر طالب منصور سمجھ
کیتس خفیہ راز عیان میتھوں
خود باھو ذاتی نور سمجھ
ھک ذات باھو نوں وددو جاتم
ساڈوں عشق دے وچ مسرور سمجھ
ھو اسم باھو دا ماڳا ہے
ساڈوں باھو دا سنگ تے سور سمجھ

سلطان محمد نواز القادریؒ

(مجموعہ کلام صفحہ ۱۳۸)

☆☆☆

تو رب دا دلدار وے باھوؒ

(سرائیکی منقبت)

جیڑے در تے گھن آیا ہے میکوں جیڑا پیار وے باھوؒ
جیڑیاں رمزیاں نال خدا دے تو رب دا دلدار وے باھوؒ
صوفی جیڑے ڈوہڑے گاون، شاعر جیڑے جشن مناون
جیڑے ناں دے پڑھن قصیدے، چھڑو سارے تھل مارو دے
ماں بولی دی پینگ چڑائی، عرشاں توڑیں جا اپڑائی
ھو جیڑی وچ ھوک بلا دی، ورثائی توحید خدا دی
دانش وردنیاں دے من دے، جیڑے کول خزانے فن دے

اڄن ٹلے تے میں وی چھیڑا دکھاں دے تار وے باھوؒ
نظر کرم دی میں تے تھیوے، میں ہاں گنہ گار وے باھوؒ
جیڑے در تے ٹھوکراں کھاون، وڈے وڈے فنکار وے باھوؒ
تیکوں روز سلامی ڈیوے، پکھواں دی ڈار وے باھوؒ
کجلا پایا، وال سنوارے، کیتا ہار سنگار وے باھوؒ
میکوں وی ہک ھو دا گھٹڑا، میں ہاں بہوں بیمار وے باھوؒ
میں تے ہک فاروق ہاں منگتا، جیڑے لکھ سنوار وے باھوؒ

فاروق روکھڑی (کنڈیاں، میانوالی)

فہرست مطبوعہ تصانیف حضرت سلطان باہو (قدس اللہ سرہ)

مرتب:۔ محمد اسد رضا

نمبر شمار	کتاب	مرتب/مترجم/مؤلف	طابع/ناشر	سن اشاعت
۱۔	عین الفقر	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۲۔	محک الفقر	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۳۔	شمس العارفین	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۴۔	کلید التوحید (کلاں)	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۵۔	کلید التوحید (خورد)	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۶۔	نور الہدیٰ	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۶ء
۷۔	رسالہ روحی شریف	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۸۔	مجالسۃ النبی	سید امیر خان نیازی	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۹۔	ابیات باھُوؒ	ایم اے شاکر	العارفین پبلیکیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۱۰۔	ابیات باہو یعنی دوہڑے ہائے ہندی	نور احمد	مطبع محمدی لاہور	۱۹۰۱ء
۱۱۔	ابیات سلطان باھُوؒ	۔	تاج بکڈپو لاہور	س ن
۱۲۔	انوار سلطانی (ابیات)	فقیر نور محمد کلاچوی، صاحبزادہ عبد الرشید کلاچی	ڈیرہ اسماعیل خان	
۱۳۔	اصلی مکمل مجموعہ ابیات سلطان باھُوؒ	چنن دین	چنن دین فضل دین کشمیری بازار لاہور	۱۹۱۵ء
۱۴۔	انوار سلطانی یعنی اشعار سلطانی	نور محمد کلاچوی	ناشر البلاغ پریس لاہور	۱۹۶۵ء
۱۵۔	ابیات حضرت سلطان باہو مع فرہنگ وشرح	چوہدری محمد افضل خان	ناشر مکتبہ گنج دریا لاہور	س ن
۱۶۔	ابیات باہو	مرتب عبد الغفور اظہر	شیخ محمد بشیر کشمیری بازار لاہور	س ن
۱۷۔	ابیات سلطان باہو مع ترجمہ وشرح	محمد بشیر چوہدری	ناشر ملک نذیر احمد تاج بکڈپو لاہور	۱۹۷۲ء
۱۸۔	ابیات باہو مع ترجمہ وشرح	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	حضرت دستگیر اکادمی دربار حضرت سلطان باہو (بار سوم)	
۱۹۔	ابیات باہو (متن)	تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی	حضرت دستگیر اکادمی دربار حضرت سلطان باہو	۱۹۸۹ء
۲۰۔	ابیات باہو (مع منظوم پشتو ترجمہ)	فقیر عبد الحمید کامل	حضرت دستگیر اکادمی دربار حضرت سلطان باہو	۱۹۸۹ء
۲۱۔	ابیات باہو	مقبول انور داؤدی	فیروز سنز لاہور	۱۹۹۰ء
۲۲۔	امیر الکونین	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۹۷۳ء
۲۳۔	ابیات باہو	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن

۲۴۔	اسرارِ قادری	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۲۵۔	اورنگ شاہی	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۲۶۔	ابیات سلطان باہو	ملک نذیر احمد	تاج بک ڈپو لاہور	س ن
۲۷۔	ابیات حضرت سلطان باہو	مرتبہ حافظ عطا محمد	شیخ بشیر اینڈ سنز لاہور	س ن
۲۸۔	الف اللہ چنبے دی بوٹی	شیخ محمد سعید	نولکھا بازار لاہور	س ن
۲۹۔	الف اللہ چنبے دی بوٹی	۔	جہانگیر بک ڈپو لاہور	س ن
۳۰۔	ابیات باہو	تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی	القادر یہ راوی روڈ لاہور	۱۹۷۶ء
۳۱۔	ابیات باہوؒ معہ ترجمہ و شرح	پروفیسر سلطان الطاف علی	القادر یہ راوی روڈ لاہور	۱۹۷۵ء
۳۲۔	باہوؒ (منظوم اردو ترجمہ ابیات)	سرور مجاز	مطبوعات ۱۴۲ ساگر روڈ لاہور	۱۹۶۵ء
۳۳۔	پیام باہوؒ (نثری ترجمہ ابیات)	ضمیر اظہر	اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد	۱۹۸۷ء
۳۴۔	توفیق الہدایت	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۳۵۔	گنج برہنہ	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار	س ن
۳۶۔	جملہ ابیات باہو	حاجی محمد الدین	عزیز عالم پریس گجرات	۱۸۹۱ء
۳۷۔	جامع الاسرار	۔	اللہ والے کی قومی دکان لاہور	س ن
۳۸۔	چنبے دی بوٹی	۔	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالہ	۱۹۵۷ء
۳۹۔	حجت الاسرار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۴۰۔	دی ابیات آف حضرت سلطان باہو	انگریزی ترجمہ مقبول الٰہی	شیخ محمد اشرف، کشمیری بازار لاہور	۱۹۶۷ء
۴۱۔	دیوان باہو (فارسی)	مرتبہ ڈاکٹر کے بی نسیم	حضرت سلطان باہو اکادمی، لاہور	۱۹۹۰ء
۴۲۔	دیوان باہو	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۴۳۔	دیوان باہو معہ منظوم پنجابی ترجمہ	۔	۔	س ن
۴۴۔	رسالہ روحی معہ ترجمہ و شرح	پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	حضرت غلام دستگیر اکادمی دربار حضرت سلطان باہو (بار دوم)	
۴۵۔	رسالہ روحی مع اردو ترجمہ	بزم باہو	چراغ پارک، شاد باغ۔ لاہور	۱۹۸۲ء
۴۶۔	رسالہ روحی	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۴۷۔	رسالہ روحی	مترجم فقیر الطاف حسین قادری	نوری بک ڈپو لاہور	۱۹۷۹ء
۴۸۔	رسالہ روحی معہ اردو ترجمہ و شرح	فقیر نظام الدین ملتانی	دروازہ موچیدین۔ وزیر آباد	۱۹۳۰ء
۴۹۔	رسالہ روحی معہ اردو ترجمہ و شرح	فقیر نظام الدین ملتانی	ملک فضل دین بجھدی ککے زئی۔ لاہور	۱۹۵۷ء
۵۰۔	رسالہ روحی معہ اردو ترجمہ و شرح	ڈاکٹر کے بی نسیم	شعبہ فارسی پشاور یونیورسٹی	۱۹۸۷ء
۵۱۔	رسالہ روحی معہ اردو ترجمہ و شرح	۔	باہتمام مکتبہ غوثیہ سلطانیہ فیصل آباد	س ن
۵۲۔	سلطان باہوؒ	مرتبہ نور حید رسومرہ	ناشر منظور بکڈپو شکار پور سندھ	۱۹۷۵ء

۵۳۔	سلطان باہو صوفی پوئٹس آف پنجاب (انگریزی ترجمہ ابیات)	ایل آر کرشنا لاجونتی	عبدالرؤف لوتھرا ورینٹل پبلشرز لوہاری گیٹ لاہور	س ن
۵۴۔	سلطان الاذکار فی کشف الاسرار (منتخبات)		نوری بک ڈپو لاہور	س ن
۵۵۔	سلسلہ شریفہ قادریہ مع ابیات ہندی	خلیفہ موج دریا خادم درگاہ حضرت سلطان باہوؒ	مطبوعہ لاہور	۱۹۰۷ء
۵۶۔	سلطان باہوؒ	تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی	باہو پبلشرز لاہور	۱۹۸۹ء
۵۷۔	شمس العارفین	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۵۸۔	شمس العارفین	۔	حافظ محمد رمضان خلیب دربار حضرت سلطان باہوؒ	س ن
۵۹۔	عکس باہوؒ (منظوم اردو ترجمہ ابیات)	مسعود قریشی	لوک ورثہ اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۶۰۔	عین الفقر	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۶۱۔	عقل بیدار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۶۲۔	عقل بیدار	۔	حافظ محمد رمضان خلیب دربار حضرت سلطان باہوؒ	س ن
۶۳۔	فضل اللقاء	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۹۶۶ء
۶۴۔	قرب دیدار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۶۵۔	کلام باہوؒ	شیخ فضل دین محمد اکرم اعوان	سرفراز خان دو بھائیوں کی دکان گجرات	۱۸۹۹ء
۶۶۔	کلام باہوؒ	ڈاکٹر سید نذیر احمد	پیکجز لمیٹڈ لاہور	۱۹۸۱ء
۶۷۔	کلید التوحید (خورد)	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۶۸۔	کلید التوحید (کلاں)	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۳۷۷ھ
۶۹۔	کلید جنت	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۷۰۔	کشف الاسرار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۷۱۔	کلام باہوؒ	پروفیسر الطاف علی	نذیر سنز پبلشرز ۴۰ اردو بازار لاہور	۱۹۸۶ء
۷۲۔	گلزار باہوؒ (شرح ابیات)	ملک فضل دین	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۹۵۶ء
۷۳۔	گنج الاسرار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۷۴۔	مجموعہ ابیات سلطان باہوؒ	۔	ملک فضل دین ککے زئی	۱۹۱۵ء
۷۵۔	مجموعہ ابیات گنج گنج	مولوی عبدالعزیز قلعوی	مولوی محمد حسین سٹیم پریس لاہور	س ن
۷۶۔	مجالسۃ النبی (فارسی)	چوہدری الطاف حسین	شاہدرہ لاہور رسالہ سلطان باہوؒ	اگست ۱۹۹۰ء
۷۷۔	مجالسۃ النبی	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۷۸۔	مفتاح العارفین	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۷۹۔	محک الفقر (کلاں)	ملک فضل دین	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۳۷۳ھ
۸۰۔	محک الفقراء	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن
۸۱۔	محبت الاسرار	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	۱۹۶۶ء

۸۲۔	مجموعہ ابیات سلطان باھوؒ	۔	شوکت بک ڈپو گجرات	س ن
۸۳۔	نقش باھوؒ (منظوم اردو ترجمہ دیوان باھو فارسی)	مسعود قریشی	لوک ورثہ اسلام آباد	س ن
۸۴۔	نوالحد ئی	۔	اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور	س ن

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی سلطان باھوؒ پر لکھی گئی کتابیں

نمبر شمار	کتاب	مرتب / مترجم / مؤلف	طابع / ناشر	سن اشاعت
۱۔	احوال و مقامات حضرت سلطان باھوؒ	پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	مجلس الدعوت الامیر نوشہرہ خوشاب	س۔ن
۲۔	تجلیات سلطانی	مناقب از متعدد شعراء کرام	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالا	۱۹۸۰ء
۳۔	حضرت سلطان باھوؒ حیات و تعلیمات	پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	حضرت سلطان باھوؒ اکادمی لاہور	۱۹۸۷ء
۴۔	دربار باھوؒ	کبیر انور جعفری	کاشانہ ادب احمد پور سیال جھنگ	۱۹۷۱ء
۵۔	سوانح حیات شیخ سلطان باھوؒ گلاں	حافظ محمد حمید اختر	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالا	۱۳۷۹ھ
۶۔	سوانح حیات حضرت سلطان باھوؒ (سندھی)	نور حیدر سومرہ	مولوی محمد عظیم اینڈ سنز شکارپور سندھ	س۔ن
۷۔	سلطان العارفینؒ	بلال زبیری	باھو اکیڈمی جھنگ	س۔ن
۸۔	سوانح حیات حضرت سلطان باھوؒ	حمید اختر	جہانگیر بکڈپو لاہور	س۔ن
۹۔	عشق جہاں دے ہڈیں رچیا	—	بزم باھوؒ لاہور	۱۹۷۳ء
۱۰۔	فیضان باھوؒ	حسن القادری	ادارہ اسلامیہ سلطانیہ لاہور	۱۹۸۰ء
۱۱۔	قبر جہاں دی جیوے ھوؒ	بلال زبیری، عبد الغفور اظہر	باھو اکیڈمی جھنگ	س۔ن
۱۲۔	کرامات سلطانی	حافظ حمید اختر	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالا	۱۹۷۹ء
۱۳۔	مناقب سلطانی	سلطان حامدؒ	اللہ والے کی قومی دکان لاہور	۱۳۳۵ھ

اذکار باھوؒ (مختلف کتب میں)

نمبر شمار	کتاب	مرتب / مترجم / مؤلف	طابع / ناشر	سن اشاعت
۱۔	اسرار ھوؒ	صاحبزادہ سلطان احمد علی	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۵ء
۲۔	قریب خوردہ	صاحبزادہ سلطان احمد علی	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۵ء

۳۔	مرشد اکمل اور جعلی پیر	صاحبزادہ سلطان احمد علی	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۵ء
۴۔	کلیات عارفانہ کلام	ایم اے شاکر	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۵۔	صراط الصالحین (ج۔۱)	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۶۔	صراط الصالحین (ج۔۲)	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۷۔	انسانیت و تکمیل انسانیت	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۸۔	تفہیم الکلام (سلطان باھُوؒ)	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۸ء
۹۔	بے سود عبادت	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۱۰۔	اسلام کامل	سید امیر خان نیازی سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۱۱۔	مرشد ماحق نما	علامہ عنایت اللہ قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۱۲۔	بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو	علامہ عنایت اللہ قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۷ء
۱۳۔	صاحب لولاک	طارق اسماعیل ساگر	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۴ء
۱۴۔	مرشد کامل	ڈاکٹر محمد ایوب سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۴ء
۱۵۔	طریقت کیا ہے	ڈاکٹر محمد ایوب سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۴ء
۱۶۔	ذکر سلطانی (اسم اللہ ذات)	ڈاکٹر محمد ایوب سروری قادری	العارفین پبلی کیشنز لاہور	۲۰۰۵ء
۱۷۔	ایمن	صاحبزادہ رفعت سلطان	نقوش پریس لاہور	۱۹۶۸ء
۱۸۔	اس بستی کے ایک کوچے میں	ابن انشاء	لاہور اکادمی سرکلر روڈ لاہور	۱۹۷۶ء
۱۹۔	آواز	صاحبزادہ رفعت سلطان	القادر پبلشرز راوی روڈ لاہور	۱۹۷۶ء
۲۰۔	آمد	افتخار ساجد	مکتبہ اخطاب ۸۰ نسبت روڈ لاہور	۱۹۸۶ء
۲۱۔	آشوب زاہد و وعظ	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	حضرت غلام دستگیر اکادمی پاکستان	۱۹۸۸ء
۲۲۔	الرسالۃ الغوثیہ مع اردو ترجمہ	حضرت سلطان غلام دستگیر القادری	حضرت غلام دستگیر اکادمی پاکستان	۱۹۸۹ء
۲۳۔	اظہار	صاحبزادہ رفعت سلطان	حضرت غلام دستگیر اکادمی پاکستان	۱۹۸۹ء
۲۴۔	التماس	صاحبزادہ رفعت سلطان	باھُو کا بیج رانا کالونی جھنگ	۱۹۹۰ء
۲۵۔	اعوان مشائخ عظام	محبت حسین اعوان	ادارہ تحقیق الاعوان کراچی	۱۹۸۹ء
۲۶۔	اولیاء کرام کوئز	اعجاز اشرف انجم	مکتبہ اعجاز اشرف پنڈدادن خان جہلم	۱۹۸۶ء
۲۷۔	اثر ریز	محمد عباس اثر	ناشر محمد تنویر عباس اثر کوٹلی سیالکوٹ	۱۹۸۲ء
۲۸۔	اقوام پاکستان (جلد سوم)	عبدالرزاق تجوعہ	۱۷ اردو بازار لاہور	۱۹۷۲ء
۲۹۔	انفس و آفاق	نسیم نیشو فوز	۱۷۔ بہادر آباد کراچی	۱۹۷۲ء
۳۰۔	آفتاب عمران	ایم ایس ناز	آدبی مارکیٹ چوک آنار کلی لاہور	۱۹۷۵ء
۳۱۔	آداب الطالبین	شیخ محمد چشتی گجراتی (مترجم ڈاکٹر محمد بشیر حسین)	پراگریسو بکس اردو بازار لاہور	۱۹۸۳ء

۳۲۔	الفخر فخری	خواجہ فخر الدین سیالوی	ضیاء القرآن لاہور	-
۳۳۔	سلامت روی	کرنل محمد خان	غالب پبلشرز لاہور	۱۹۷۵ء
۳۴۔	باغ اولیائے ہند (منظوم پنجابی)	مولوی محمد الدین شاہ پوری	مولوی محمد معظم محمد اعظم' کشمیری بازار لاہور	-
۳۵۔	پیر مغان	حضرت غلام دستگیر القادری ناشاد	ناشر سلطان حامد نواز آستانہ دستگیر کوئٹہ	۱۹۷۸ء
۳۶۔	پیر پوٹھوہار	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	حضرت غلام دستگیر اکادمی دربار سلطان باہو	۱۹۸۸ء
۳۷۔	پنجاب کے صوفی دانشور	قاضی جاوید	نگارشات لاہور	۱۹۸۶ء
۳۸۔	پنج گنج	ملک چنن دین	اللہ والے کی قومی دکان لاہور	۱۳۷۵ھ
۳۹۔	پنجابی ادب دی مختصر تاریخ	ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ	مطبوعہ گیلانی پریس ۳۶۔ میکلوڈ روڈ لاہور	س ن
۴۰۔	پنجابی ادب دا تاریخ	شمیم چوہدری	ناشر مولا بخش کشتہ اشرف پریس لاہور	س ن
۴۱۔	پنجاب کی شاعری پر فارسی روایات کا اثر	صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	لاہور	س ن
۴۲۔	پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر	ڈاکٹر بنارس داس جین	مجلس شاہ حسین لاہور (بار دوم)	۱۹۶۷ء
۴۳۔	پیر مہر علی شاہ	کرم حیدری	لوک ورثہ اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۴۴۔	پراسپکٹس گورنمنٹ کالج اوستہ محمد	پروفیسر سلطان الطاف علی	پرنسپل گورنمنٹ کالج اوستہ محمد (بلوچستان)	س ن
۴۵۔	پنجابی دے صوفی شاعر	ڈاکٹر لاجونتی رام کرشنا	مجلس شاہ حسین ۹۔ تقی روڈ لاہور	۱۹۶۶ء
۴۶۔	تذکرہ اولیائے جھنگ	بلال زبیری	شیخ محمد حسین اینڈ سنز اخبار ایجنسی جھنگ	۱۹۶۸ء
۴۷۔	تعارف و دعوت جماعت اہل سنت پاکستان	سلطان محمد نواز ارشد القادری	جماعت اہلسنت سی ڈویژن	۱۹۸۵ء
۴۸۔	تصوف کیا ہے؟	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	حضرت غلام دستگیر اکادمی دربار سلطان باہو جھنگ	
۴۹۔	تذکرہ اولیائے پاکستان	علامہ عالم فقری	شبیر برادرز اردو بازار لاہور	۱۹۸۷ء
۵۰۔	تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم مورخ لاہور	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۸۵ء
۵۱۔	تذکرہ اولیاء پاک و ہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	الفیصل اردو بازار لاہور	۱۹۶۵ء
۵۲۔	تذکرہ صوفیائے بلوچستان	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	مرکزی اردو بورڈ لاہور	۱۹۷۶ء
۵۳۔	تاریخ اعوان	ملک شیر محمد خان اعوان	اشاعت منزل مل روڈ لاہور	۱۹۵۶ء
۵۴۔	تذکرہ نور	محمد ارشد پتافی	انجمن خدام اولیاء پتافی	۱۹۸۹ء
۵۵۔	تحفہ سلطانی طب روحانی و جسمانی	حکیم محمد حنیف	مکتبہ سنی مشن فتح گڑھ سیالکوٹ	۱۹۸۳ء
۵۶۔	تذکرہ غوثیہ	شاہ گل حسن قادری	ملک دین محمد' کشمیری بازار لاہور	۱۳۸۹ھ
۵۷۔	تعلیمات غوثیہ	شاہ گل حسن قادری	ایضاً	۱۳۹۱ھ
۵۸۔	تاریخ تصوف	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	علماء اکیڈیمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور	۱۹۷۶ء
۵۹۔	تاریخ جھنگ	بلال زبیری	شیخ محمد حسین اخبار ایجنسی جھنگ	۱۹۷۶ء
۶۰۔	تاریخ پنجاب	کنہیا لال	مجلس ترقی ادب' کلب روڈ لاہور	۱۹۸۱ء

۶۱۔	تجلیات صدیقیہ (مترجم ہیبت خان حلیمی)	خواجہ میاں نصیر الدین شہید	غوثیہ کتب خانہ۔ برما۔ کوئٹہ	۱۹۸۵ء
۶۲۔	تاریخ راجپوت وچوہان	عبدالرزاق جنجوعہ	فیاض پریس لاہور	۱۹۷۴ء
۶۳۔	تاریخ بیہاں پاک داستان	مولوی محمد بخش قریشی	بیت القریش۔ قزلباش روڈ لاہور	۱۹۸۰ء
۶۴۔	تذکرہ شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی	محمد سلیم شامی	۱۷/۲۔ جی گلشن راوی۔ لاہور	۱۹۸۷ء
۶۵۔	چٹھیاں سجناں دیاں	ممتاز بلوچ	ادارہ ادبی جھنگ جھوک	۱۹۸۹ء
۶۶۔	چلتا مدینہ	حضرت بھائی جان غزنوی	(قلمی نسخہ) پشاور	۱۳۸۰ھ
۶۷۔	چپ دی بکل	ممتاز عارف	سرگودھا	۱۹۹۰ء
۶۸۔	حیات سروری	فقیر عبدالحمید کامل سروری	خیبر میڈیکل ہال۔ خزانچی روڈ۔ بنوں	۱۹۶۱ء
۶۹۔	حق باہو کانفرنس	پروفیسر سلطان الطاف علی	بزم باہو بلوچستان کوئٹہ	۱۹۸۶ء
۷۰۔	حقیقت ابدال	پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	مکتبہ نور رسالت نوشہرہ خوشاب	۱۹۸۳ء
۷۱۔	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور	۱۹۶۷ء
۷۲۔	دامنے غیو (پشتو مجموعہ کلام)	طاہر کاچوی	قومی دواخانہ بنوں شہر	۱۹۷۴ء
۷۳۔	دعوت ارواح	محمد ارشد بناحوی	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور	۱۹۸۰ء
۷۴۔	دی پنجابی صوفی پوئٹس (آکسفورڈ)	مس راما کرشنا لاجونتی	مجلس شاہ حسین لاہور	۱۹۷۶ء
۷۵۔	دیوان امیر	محمد امیر سلطان	مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالہ	۱۹۷۸ء
۷۶۔	ڈاکٹر نذیر احمد	راجا رسالو	پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور	۱۹۸۷ء
۷۷۔	ذکر الٰہی	ڈاکٹر کے بی نسیم	شعبہ فارسی۔ پشاور یونیورسٹی	۱۹۸۴ء
۷۸۔	راہنمائی تصوف (جلد اول)	محمد ارشد قادری بناحوی	انجمن خدام الاولیاء بنا کے فیصل آباد	۱۹۸۵ء
۷۹۔	راہنمائی تصوف (جلد اول)	ـــ	ـــــ	۱۹۸۸ء
۸۰۔	روحانی سفر	ریاض احمد گوہر شاہی	انجمن سرفروشان اسلام حیدر آباد	س ان
۸۱۔	روابط فرہنگی پاکستان وایران (فارسی)	پروفیسر سلطان الطاف علی	آستانہ دستگیر کوئٹہ	
۸۲۔	رتھوں وی پتی	نذیر قیصر	کارواں پاکستان، ۸۰ کچہری روڈ انارکلی لاہور	
۸۳۔	سروش حیرت	حکیم محمد معین الحق حیرت	جھنگ ادبی اکیڈیمی جھنگ	۱۹۷۳ء
۸۴۔	سلطان المشائخ	سلطان ارشد القادری	شیخ محمد حسین فوارہ چوک جھنگ	۱۹۸۶ء
۸۵۔	سلطان العصر	سلطان ارشد القادری	حضرت غلام دستگیر اکادمی دربار سلطان باہو	۱۹۸۷ء
۸۶۔	سب رنگ اولیاء	ـ	رابعہ بک ہاؤس انارکلی لاہور	۱۹۸۲ء
۸۷۔	سلوک طریقت	حاجی مولوی محمد دین گجراتی	مکتبہ ہمدانیہ نوشہرہ خوشاب	۱۹۸۳ء
۸۸۔	ساعل یار	احمد غزالی	فیروز سنز لاہور	۱۹۸۸ء
۸۹۔	سدا نہ صحبت یاراں	سرور مجاز	میلان پبلشرز صدر بازار لاہور	۱۹۹۰ء

۹۰۔	سوانح عمری حاجی محمد دین گجراتی	مولف مولوی محمد یاسین	چک لالہ، گجرات	۱۳۴۴ھ
۹۱۔	پچل سرمست	شفقت تنویر مرزا	لوک ورثہ اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۹۲۔	سخن کے وارث	ڈاکٹر لیئق بابری	لوک ورثہ اسلام آباد	۱۹۸۴ء
۹۳۔	سیمینار وحدت اسلامی	۔	خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران۔ کراچی	
۹۴۔	سرائیکی دیوان پچل سرمست	مترجم: صدیق طاہر	پاکستان بک ڈپو لاہور	۱۹۷۸ء
۹۵۔	سیف الملوک	میاں محمد بخش	جہانگیر بک ڈپو لاہور	س ن
۹۶۔	شہاب نامہ	قدرت اللہ شہاب	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۷ء
۹۷۔	شعر فارسی در بلوچستان	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی	
۹۸۔	شرق پور شریف	عبدالرزاق جنجوعہ	فیاض پریس لاہور	۱۹۷۳ء
۹۹۔	صحیفہ عشق	محمد ارشد پناسوی	انجمن خدام اولیاء پناسکے	۱۹۳۹ء
۱۰۰۔	عرفان (جلد اول دوم)	فقیر نور محمد کلاچوی	آستانہ نوریہ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان	۱۹۵۰ء
۱۰۱۔	عرفان و آگہی	ناگی عبدالرزاق خاور	انجمن دبستان بولان کوئٹہ	۱۹۸۶ء
۱۰۲۔	عصر جدید اور مسائل تصوف	پروفیسر سید احمد ہمدانی	مکی بک سنٹر ۲۲ اردو بازار لاہور	۱۹۸۳ء
۱۰۳۔	عقیدہ و منشور اہل سنت	ملا پیر بخش پرنگ آبادی	مدرسہ انوار باہو سوگر مستونگ بلوچستان	
۱۰۴۔	فارسی (جماعت ہشتم)	مولف ڈاکٹر سلطان الطاف علی	محمود پبلشرز، طوغی روڈ کوئٹہ	۱۹۷۵ء
۱۰۵۔	فارسی (جماعت نہم و دہم)	۔	۔	۱۹۷۸ء
۱۰۶۔	قندیل	ناگی عبدالرزاق خاور	انجمن دبستان بولان کوئٹہ	۱۹۸۸ء
۱۰۷۔	کلام الاولیاء فی شان سلطان الاولیاء	مرتبہ حافظ برکت علی قادری	غوثیہ کتب خانہ لاہور	س ن
۱۰۸۔	کلام حضرت بلھے شاہ	۔	ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	س ن
۱۰۹۔	کھوہ پریم دے	نذر بھٹی	پنج اکیڈمی سرگودھا	۱۹۸۴ء
۱۱۰۔	لوک پنجاب	مظہر الاسلام	لوک ورثہ اسلام آباد	۱۹۷۸ء
۱۱۱۔	لعلاں دی پنڈ	اقبال صلاح الدین	عزیز بک ڈپو، لاہور	۱۹۷۳ء
۱۱۲۔	مجموعہ کلام	سلطان محمد نواز	حضرت غلام دستگیر القادری دربار سلطان باہو جھنگ	
۱۱۳۔	مشاہدات و تاثرات	کوثر نیازی	جنگ پبلشرز لاہور	۱۹۹۰ء
۱۱۴۔	مہر منیر	مولانا فیض احمد	گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد	۱۹۶۹ء
۱۱۵۔	مینارہ نور	ریاض احمد گوہر شاہی	انجمن سرفروشان اسلام حیدرآباد	۱۴۰۲ھ
۱۱۶۔	مظہر جمال مصطفائی	صوفی سید نصیر الدین ہاشمی	ناشر صاحبزادہ مسعود لاہور	۱۹۸۵ء
۱۱۷۔	مشاہدات حضوری در مجلس نوری	فقیر حافظ غلام حیدر قادری	جامعہ قرآنیہ لاہور	س ن
۱۱۸۔	من کی دنیا	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	۱۹۶۰ء

۱۱۹۔	مغربی پاکستان کے صوفی شعراء		ادارہ مطبوعات محکمہ اطلاعات پاکستان	س ن
۲۲۰۔	معاشرتی علوم (جماعت سوم)	ضلع نصیر آباد	بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ	۱۹۸۴ء
۲۲۱۔	نفسی طریقہ علاج میں مسلمانوں کا حصہ	ڈاکٹر محمد اجمل مترجم شہزاد احمد	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور	
۲۲۲۔	نبی کریم کا ذکر بلوچستان میں	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	اسلامک پبلی کیشنز شاہ عالم مارکیٹ لاہور	۱۹۸۳ء
۲۲۳۔	وحدت افکار	محکمہ فلم و مطبوعات	وزارت اطلاعات حکومت پاکستان اسلام آباد	
۲۲۴۔	ھادی الثقلین	مرتبہ حاجی محمد اشفاق	القادر پیراوی روڈ لاہور	۱۹۸۹ء
۲۲۵۔	یوسف بغداد	سلطان ارشد القادری	حضرت غلام دستگیر اکادمی دربار سلطان باہو ضلع جھنگ	۱۹۸۷ء
۲۲۶۔	بلوچستان اردو شاعری	ڈاکٹر آغا محمد ناصر	گوشہ پبلیشرز کوئٹہ	۲۰۰۰ء
۲۲۷۔	بلوچستان میں اردو زبان و ادب	ڈاکٹر فاروق احمد	بولان اکیڈمی لاہور	۱۹۹۸ء
۲۲۸۔	بلوچستان میں فارسی شاعری کے پچاس سال	پروفیسر شرافت عباس	براوی ادبی سوسائٹی کوئٹہ	۲۰۰۵ء
۲۲۹۔	پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر ظہور احمد		۱۹۹۷ء

بشکریہ:۔ سلطان ارشد نواز القادری

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اخبارات کا ریکارڈ

روزنامہ نوائے وقت (ملتان)		حضرت سلطان باہو "عظیم معرفی کا پہلا شاعر	۱۹۸۹ء
روزنامہ نوائے وقت		حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۸۹ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: کرنل غلام سرور، ستارہ امتیاز	حضرت سلطان باہو "عظیم مفکر	۱۹۸۹ء
روزنامہ نوائے وقت (ملتان)	تحریر: ریاض ندیم نیازی	حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۰ء
روزنامہ مشرق	تحریر: ریاض ندیم نیازی	سلطان الفقر سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۰ء
روزنامہ نوائے وقت (ملتان)	تحریر: ریاض ندیم نیازی	حق باہو کانفرنس ملتان	۱۹۹۰ء
روزنامہ مشرق	تحریر: ریاض ندیم نیازی	حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۰ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: رانا نور محمد ایڈووکیٹ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۰ء
The Daily Nation		Urs Sultan bahu starts	۱۹۹۱ء
روزنامہ پاکستان تائم	تحریر: شیخ پرویز امین نقشبندی	حضرت سخی سلطان باہوؒ	۱۹۹۲ء
روزنامہ جنگ	تحریر: تنویر ظہور	حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۲ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: کے بی نسیم	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۳ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: کے بی نسیم	حضرت سلطان باہوؒ اور فقر	۱۹۹۳ء

روزنامہ مشرق	تحریر: راجا رسالو	سلطان الفقر حضرت سلطان باہوؒ	۱۹۹۵ء
روزنامہ پاکستان	تحریر: ڈاکٹر سلطان الطاف علی		۱۹۹۵ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: ڈاکٹر کے بی نسیم	سلطان باہو اکیڈمی	۱۹۹۶ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: پروفیسر کے بی نسیم	سلطان العارفین	۱۹۹۹ء
روزنامہ جنگ	تحریر: تنویر ظہور	سلطان العارفین ممتاز صوفی	۱۹۹۹ء
روزنامہ خبریں	تحریر: عمر حیات قادری	تذکرۃ الاولیاء	۱۹۹۹ء
فیملی میگزین	تحریر: عمر حیات قادری	سلطان باہو تصوف اور فقر	۱۹۹۹ء
روزنامہ نوائے وقت		تنظیم العارفین کے اغراض و مقاصد	۲۰۰۰ء
روزنامہ جنگ	تحریر: عمر حیات قادری	سلطان العارفینؒ	۲۰۰۰ء
روزنامہ نوائے وقت	محمد نوید ازہر	حضرت سلطان باہو کی شاعری اور صوفیانہ تعلیمات	۲۰۰۰ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: ڈاکٹر کے بی نسیم	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۲۰۰۱ء
روزنامہ جنگ	تحریر: عمر حیات قادری	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۲۰۰۲ء
فیملی میگزین	تحریر: محمد وحید	سلطان العارفین	۲۰۰۳ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 1	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 2	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 3	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 4	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 5	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 6	۲۰۰۶ء
فیملی میگزین	تحریر: پروفیسر خالد پرویز	حضرت سلطان باہوؒ قسط نمبر 7	۲۰۰۶ء
روزنامہ پاکستان	پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری	سلطان فیاض الحسن کا انٹرویو	۲۰۰۶ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: صاحبزادہ سلطان احمد علی	خانوادہ سلطان باہو کے پیر طریقت	۲۰۰۶ء
روزنامہ نوائے وقت	تحریر: عمرانہ مشتاق مانی	دل دریا سمندروں ڈونگھے	۲۰۰۷ء
روزنامہ پاکستان	ادارہ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	۲۰۰۷ء
دانش (فارسی)	تحریر: ڈاکٹر کلثوم سید	سلطان العارفین سلطان باہوؒ	جون ۱۹۸۵ء
دانش (فارسی)	تحریر: ڈاکٹر سلطان الطاف علی	احوال و آثار سلطان باہوؒ	جون ۱۹۹۳ء
دانش (فارسی)	ادارہ	غزل (دیوان باہوؒ)	دسمبر ۱۹۹۳ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

پنجابی

حضرت سلطان باھوؒ دا تصور عشق

ڈاکٹر نذیر احمد

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے دے بڑے وڈے بزرگ تے عالم سن اتے اپنے کلام راہیں دنیا نوں سمجھاون دی کوشش کیتی اے۔ آپ نوں جو کجھ ملیا اوہ اپنے پیر و مرشد دے ہتھوں ملیا۔ اپنے پیر دی محبت اتے عشق ای اوہناں دی زندگی بن گئے۔ آپ دے ہر بول وچ پیر دا عشق جھلکاں ماردا نظر آؤندا اے۔ آپ نے وحدت الوجود دا نظریہ پیش کر دیاں ہویاں فرمایا میرا پیر ای میرا رب ایہو میری زندگی اتے ایہو میرا دین اتے اے ایمان۔ ہر صوفی بزرگ دا اک نظریہ ہوندا اے۔ اوہ صرف خدا دی ذات دا عشق ہوندا اے کدی اوہ ایس نوں عشق مجازی نال تشبیہ دیندے نیں اتے کدی عشق حقیقی نال اپنا تصور پیش کردے نیں۔ حضرت سلطان باھوؒ ہوری بزرگاں وچوں نیں جنہاں نے عشق دا پرچار اپنے کلام راہیں کیتا۔ عاشق جدوں محبوب دے دیدار دا تصور کردا اے تے اوس ویلے اوس دا اوں لوں محبوب واسطے مشتاق ہو جاندا اے تے حضرت سلطان باھوؒ تے جدوں ایہ کیفیت آئی تے اوہناں ایہ بول آکھے۔

الف ایہ تن میرا چشماں ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اک کجاں ہو
اتنا ڈٹھیاں مینوں صبر نہ آوے فیر ہور کتے ول بھجاں ہو
مرشد دا دیدار ہے باھوؒ مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

فقر دیاں منزلاں اچیاں اوکھیاں ہوندیاں نیں کہ عشق بناں ایہناں وچ اگے ودھنا ممکن نہیں ہوندا۔ عشق نہ ہووے تے فقر دے مطالبے پورے نہیں ہوندے تے نہ ای اللہ تعالیٰ نال تعلق پیدا ہوندا اے۔ عشق دا کمال ایہ وے کہ اوہ ایہدے واسطے اوکھے توں اوکھا کم کرن واسطے وی تیار ہوندا اے۔ محکم الفقراء وچ سلطان باھوؒ لکھدے نیں کہ عشق اک لطیفہ اے جو اتھوں دل وچ پیدا ہوندا اے تے محبوب بناکے ہور شے نال راضی نہیں ہوندا۔ عشق نوں اک آسمانی چڑھیا ہویا سمندر آکھدے نیں۔ جدے وچ بغیر توکل تے بھروسے دے ترنا ممکن نہیں۔ سلطان باھوؒ فرماندے نیں۔

عشق سمندر چڑھ گیا فلکی کت ول جہاز کچیے ہو
عقل فکر دی ڈونڈی نوں جا پہلے پور بوڑیوے ہو
کوکن کپڑ پوون لہراں جد وحدت وچ وڑیوے ہو
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی باھوؒ عاشق مرے تاں جیوے ہو

سمندر دا عارضی حوالہ بہت سارے صوفیاں نے ورتیا اے۔ اندلس دے عظیم صوفی اک دعا کثر منگدے نیں جہڑی شروع ہوندی اے۔

ربا مینوں احدیت دے سمندر دی گہرائی وچ داخل فرما

عشق دی عظمت تے ایہدے فیض دا ذکر باھو دی شاعری دا اک بڑا وڈا موضوع اے۔ تے ایہنوں اوہناں نے ہزاراں رنگاں وچ پیش کیتا اے۔ کدھرے ایمان عشق دا مقابلہ کرکے دسیا اے۔ کدھرے عاشقاں دے اچے مقام دا ذکر کیتا اے۔ کدھرے عاشقاں نوں پہاڑاں ورگے دل رکھن دی تاکید کیتی اے تے کدھرے ایہ دسیا اے کہ مرد حقیقت وچ اوہ دے جہڑے عشق دے تقاضے پورے کردا اے۔ عشق بندے وچ کوئی کھوٹ باقی نہیں رہن دیندا اتے فقر دیاں کالیاں راتاں وچ اکھاں دا کم دیندا اے۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رکھیں باھوؒ ایمان نوں دیاں دھروئی ہو

رات ہنھیری کالی دے وچ عشق چراغ کراندا ہو
جس دی سک کنوں دل نیویں تو ڑے نیں آواز سناندا ہو

عشق دا مقام باہوؒ ہوراں نوں ایہا اچا نظر آندا اے کہ ہور سبھ کجھ ایہدے توں تھلے تھلے تے پرے پرے نظر آندا اے۔ اصل وچ عاشق وحدت دے دریا وچ غرق ہو کے ایہ مقام پاندے نیں۔ اوہ راتاں جاگ جاگ کے اکھاں لال کرلیندے نیں تاں جا کے اوہناں دی خوشنودی حاصل ہوندی اے۔ حضرت سلطان العارفین دے نیڑے چپ عاشقاں دا وطیرا اے فرماندے نیں

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا اوہ پھردے چپ چپاتے ہو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوے کردے گنگی باتے ہو

ایس چپ دی وڈی وجہ ایہ اے پئی عاشق تے محبوب دی انھد دیدے انھد نشے وچ مست ہوندے نیں۔ اوہناں نوں گل کرن دی ویلے کتھے۔
حضرت سلطان باہوؒ دے نیڑے عشق بنیاد اے اوہدے بناں نہ تے بندا شرعی حکماں دی تعمیل کرسکدا اے تے نہ ای اوہ طریقت دے راہے پے سکدا اے۔ اوہ عشق نوں ایمان توں افضل جان دے نیں۔ عشق محبت دی اوہ احد اے جتھے اپڑ کے اک سچا عاشق سوائے معشوق دے ہر چیز توں بے نیاز ہو جاندا اے۔ اوہ سبھ حداں قیداں تے پابندیاں وچوں باہر ہو جاندا اے۔ اوس نوں سوائے اک معشوق توں کوئی چنگا نہیں لگدا۔ معشوق دیاں گلاں توں وکھ عاشق نوں کوئی گل چنگی نہیں لگدی۔ اوہنوں کوئی ذکر نہیں بھاندا۔ اوہنوں کوئی فکر نہیں ڈراندا۔ اوہنوں کسے بنے وی ہور کوئی نظر نہیں آندا۔ اوہدیاں نظراں وچ اکو اپنے معشوق دی تصویر چھپی ہوندی اے۔
اک واری شاہ حسین توں لوکاں پچھیا پئی تسیں کون او؟ تے اوہناں جواب دتا پئی نہ میں مسافر آں نہ مقیم۔ نہ مسلمان آں تے نہ ای کافر۔ سگوں میں اوہو آں جو کجھ سی۔ کجھ ایہو جہی کیفیت حضرت سلطان باہوؒ ہوراں تے جذب تے مستی دی حالت پیدا ہو جاندی اے۔ اوہ عاشق لور وچ آکے ہر مذہب تے مسلک توں بے نیاز ہو جاندا اے۔ اوس نوں ہر بنے ای کعبہ نظر آ جاندا اے۔ جس اوہ سجدہ کیوں نہ بنے دیوے۔ اوہ تے محبوب دے قرب دی بنا تے دیوانہ ہو جاندا اے۔ اوہنوں سبھ عقلاں بھل جاندیاں نیں کیوں جو جہت دی پابندی تے عقل کراندی۔ حضرت سلطان باہوؒ ہوراں ایس مقام دی حالت نوں بڑے پیارے انداز وچ بیان کیتا اے۔ تے سادگی قربان ہو رہی اے۔ مستی چھاری اے۔ فرماندے نیں

نہ اوہ ہندو نہ اوہ مومن نہ سجدہ دین مستی ہو
دم دم دے وچ ویکھن مولا جنہاں قضا نہ کیتی ہو
آپے دانے تے بنے دیوانے جنہاں ذات حق وچ کیتی ہو
میں قربان تنہاں توں باہوؒ جنہاں عشق بازی چن لیتی ہو

ایس بیت توں اندازہ لایا جا سکدا اے پئی باہوؒ ہوری اسلام تے غیر اسلام نوں کوئی اہمیت نہیں دیندے۔ یعنی اوہ مذہب نوں عشق لئی رکاوٹ سمجھدے نیں۔ علامہ اقبال ہوراں دا اک شعر اے۔

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیروبم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز مبدم

حضرت سلطان باہوؒ ہوری وی اک عارف سن۔ اوہ عشق دی ہمہ گیری نوں جاندے سن۔ اوہناں وی عشق دی اہمیت نوں جانیا تے سمجھیا اے پر اوہ ایہ وی جاندے نیں کہ زندگی وچ ساری ہما ہمی صرف عشق نال اے۔ ایس کائنات دی تخلیق وی اک عشق اے۔ پر خالق دے عشق تے مخلوق وچ بڑی وتھ اے۔ مالک تے مخلوق دے کماں وچ فرق ہوندا اے۔ ایس واسطے عاشق دیاں اوکڑاں وی وکھریاں وکھریاں ہوندیاں نیں۔ اللہ دا عشق بڑی قربانی منگدا اے۔ مال دی قربانی، اولاد دی قربانی اپنی جان دی قربانی تیک دینی پیندی اے۔ معشوق دے اشاریاں تے چلنا پیندا اے۔ ایس بارے باہوؒ ہوری سمجھاندے نیں۔

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منے ہو
عشق نہ چھوڑے مکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنے ہو
جت ول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنے ہو
سچا عشق حسینؓ علی دا باہوؒ سر دیوے راز نہ بھنے ہو

حقیقی تے سچے دیاں اوکڑاں نوں سمجھیاں بغیر ایہا اچا خیال پیدا نہیں ہو سکدا۔ حضرت باہوؒ ہوری عاشق صادق دا معیار دسدے نیں پئی اوہ طالب عاشق حقیقی اے جیہڑا محبوب دے اشارے تے قتل وی ہو جاوے تے ہو جاوے کیوں جے عشق دی انتہا وی قتل اے تے ابتدا وی قتل اے۔ ایس قتل نوں شریعت وچ شہادت آکھدے نیں تے شہادت توں بناں کسے مدعی دے سچا ہون دا ثبوت کیہ ہو سکدا اے۔ ایس لئی حضرت سلطان باہوؒ ہوراں آکھیا اے محبوب دی حب دا ثبوت شہادت اے تے اوس توں پھرنا نہیں چاہیدا۔ گل کیہ بھاویں تلواراں

چلن پر فیر وی اپنی گل تے قائم رہنا عاشقاں دا شیوا اے۔ او ہناں دا کم اے پئی جس بے حق ویکھن بس اوس بنے ای کھلو جان۔ اسے طرحاں کھلو جان جس طرحاں حضرت علی کرم اللہ وجہ اسلام دے دشمناں اگے ڈٹ کے کھلو گئے۔ یاں حضرت امام حسینؓ یزیدیاں دے ساہمنے حق دی کندھ بن کے کھلو گئے سن۔ او ہناں اپنا سر تے دے دتا پر حق دی گل نوں نہ چھڈیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ ہوراں کیہ خوب فرمایا اے۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

شاہ حسین ہوراں دی محبوب حقیقی لئی جان قربان کرن بارے اینج کیتی اے تے شہادت دا ویروا کیتا اے۔

شاہ حسین شہادت پائیں جو مرن متراں دے اگے عشق قربانی منگدا اے

او قربانی تے ہر اوس بندے نوں دینی پیندی اے جہڑا وی اس دا دعویٰ کردا اے۔ پئی او عاشق اے تے اوس دا نقشہ ای بدل جاندا اے۔ او ہنوں اپنے ہڈ تیک بالنے پیندے نیں۔ ہور حضرت ذکریاؑ ہوراں وانگوں آرے تھلے چرنا پیندا اے۔ سہوال طرحاں اپنے ای پٹ چیر کے مجھی دی تھاں کھوان واسطے تیار ہو جاندا اے۔ مجنوں وی طرحاں جنگلاں تے ریگستاناں وچ پھرنا پیندا اے تے اپنے ای جگر دا خون پینا پیندا اے۔ ہر گل تے ایویں پئی عاشق تے بتھیرے ہوندے نیں لیکن عشق دی منزل کے نوں نصیب ہوندی اے۔ حضرت سلطان باہوؒ ہوراں اپنے وجدانی انداز وچ اینج فرمایا اے۔

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن عاشق بیہہ سکیندے ہو
گھت کے جان جگر وچ آرہ ویکھ کباب تلیندے ہو
سرگردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ہو
ہوئے ہزاراں عاشق باہوؒ پر عشق نصیب کہیں دے ہو

عشق دیاں اوکڑاں نوں کھول کھول کے ہوئے ای تے علی حیدرؒ ہوراں آکھیا اے پئی عشق ہاری ساری دا کم نہیں اے۔

عشق اصیلاں دے حصے او حیدر کوئی کم نہ اتھاں جلیاں دا

عشق دا ویروا وی ہونا چاہیدا اے کہ ایہہ کیہ چیز اے اجس دے بارے وچ حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہوری اینج فرماندے نیں پئی۔

قسم خدا دی قسم نبی دی
عشق ہے چیز لذیذ عجیب

علامہ اقبال ہوراں نے ایس نوں وی ودھ گل آکھی اے۔ او ہناں نے عشق بناں بندے نوں کافری فرما چھڈیا اے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

اصل وچ صوفیاں دے نزدیک عشق دا محرک صرف حسن اے۔ ایس پاروں بعض ویلے صوفیاں دا عشق توں سدھا سادا مطلب حق تعالیٰ دی ذات اے۔ صوفی آہندے نیں پئی عشق خدا اے تے خدا عشق اے ایس پاروں عشق دی بازی کھیڈن لئی خدائی حوصلہ تے ہمت دی لوڑ اے۔ خدائی صفتاں توں بناں عشق وچ سوائے ناکامی توں ہور کجھ نہیں لبھدا۔ عشق کماں توں مراد خدا دی ذات نوں لبھنا تے خدا دی ذات نوں لبھن توں پہلاں بندے نوں اپنا آپ لبھنا پیندا اے تے اپنے نوں لبھن توں پہلاں اپنی حرص تے ہوا دی ہستی نوں مٹانا پیندا اے۔ کیوں جو اک میان وچ دو تلواراں نہیں رہ سکدیاں۔

حضرت سلطان باہوؒ ہوراں عشق نوں بڑے ویروے دے نال بیان کیتا اے تے مثال کیہ اے مثالاں دا دریا وگا دتا اے۔ اینج جاپدا اے پئی باہو ہوراں دا مطالعہ بڑا وسیع اے۔ او گل کردے نیں پر ہر گل نال اک مثال ضرور ہوندی اے۔ پر بیت دے فن اختصار دے چاد نوں وی جاندے نیں۔ ذرا ایہاں دا زور وی دھیان وچ رکھیا جے۔

عشق دی بازی ہر جا کھیڈی شاہ گدا سلطاناں ہو
عاقل فاضل تے عالم کامل کردا چا حیراناں ہو
تنبو ٹھوک بیٹھا وچ دل دے چا توڑیں خلوت خاناں ہو
عشق امیر فقیر منیندے باہوؒ دوجا کون بیگاناں ہو

عاقل توں مراد اہل مرادنیں۔ فاضل توں مراد علماء نیں۔ عالم توں مراد صوفی لوگ نیں۔ پر ایہہ لوک عشق دے طالب نیں۔ ذات واحدہ لاشریک دے متلاشی نیں۔ پر جکن

غور کرن سارے لوک سوچن تے گل کیڈی نیڑے مک جاندی اے پئی جس نوں لبھن والے لبھدے نیں اوہ تے بندے دل وچ ڈیرا لا کے بہہ گیا اے۔ پر انہاں دی تلاش دل کھوج تے خلوت تھیں ذات نوں صرف فقیر ای لبھا سکدے نیں۔ ایس بیت وچ باہوؒ ہوراں رب کریم نوں ای عشق دے ناں نال پکارا اے۔ اوہ ہوسنا مقصود اے پئی عشق خدا اے تے عشق خدا عشق اے۔ ایہ صوفیاں دا اکھان اے۔

عشق دے وچ قربانی ضروری اے۔ تے قربانی لئی ایمان دی مضبوطی ضروری اے تے ایمان لئی ثابت قدمی ات ضروری اے کیوں جو عشق وچ دنیادار عاشق نوں بڑے طعنے تے مہنے دیندے نیں۔ بڑے بڑے الزام عاشقاں تے لگدے نیں ہور ایہو ای کہ عاشقاں دیاں دھوناں کپیاں جاندیاں نیں۔ ایہناں دے بدناں توں کھلاں وی کھچیاں جاندیاں نیں۔ ایہناں نوں سولیاں تے لٹکایا جاندا اے۔ پتھر مارے جاندے نیں۔ گالھاں کڈھیاں جاندیاں نیں۔ گل کیہ ظلم تے ستم دی کوئی قسم اجہی نہیں جہڑی ایہناں تے روا نہیں رکھی جاندی۔ ایہناں چیزاں نوں دکھ کھیاں ہویاں باہوؒ ہوراں عاشق نوں تلقین کیتی اے پئی ویکھیں تیرا دل نہ ڈول جاوے۔ پیر نہ تھڑک جاوے۔ موہوں اف نہ نکل جاوے۔ سگوں ساریاں تکلیفاں نوں باغ دے پھلاں وانگوں نرم تے نازک سمجھ لیں۔ بہار دی موج تے فرحت سمجھ لیں۔ اوہ عاشق نوں سمجھاندے نیں اتھے بڑیاں بڑیاں نوں جان دی بازی لا دینی پئی اے۔ سادگی فیر باہوؒ ہوراں دی سادگی۔ بیان دی صفائی ذرا دیکھو کہ جوش سادگی تے اصلیت نے رل مل کے بیت وچ کیڈا اثر پیدا کیتا اے۔

عاشق ہوویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو
لکھ لکھ بدیاں ہزار الاہے کر جانیں باغ بہاراں ہو
منصور جہے چک سولی دتے جہڑے واقف کل اسراراں ہو
سجدیوں سر نہ چائیے باہوؒ توڑے کافر کہن ہزاراں ہو

عاشق دی ات عاجزی ایہو اے پئی اوہ سر تسلیم خم کر دیوے۔ اپنے محبوب اگے سر جھکا دیوے۔ اوس دا فیر کم ای نہیں کہ اوہ فیر سر اتانہ چک لوے۔ فیر تے

جان جاوے پر آن نہ جاوے

دی مکمل تصویر بن جاوے۔ چپ لگ جاوے جس طرحاں حضرت علیؓ ہوراں دا فرمان اے کہ

عرفان دی شناخت چپ اے۔ عشق دی نماز چپ اے۔ اتھے حرفاں تے لفظاں دا کم نہیں اتھے نیت وچ سدھر نہیں ہوندی۔ اتھے حالت ای زبان ہوندی اے۔ اوہ حالت کیہ ہوندی اے۔ حضرت سلطان باہوؒ ہوراں انج دی اے۔

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کوئی ہو
جیہا کیہا نیت نہ سکے اوتھے درد منداں دی ڈھوئی ہو
اکھیں نیر تے خون جگر دا اوتھے وضو پاک کریوئی ہو
باہوؒ جیہڑا نہ ہلے تے ہوٹھ نہ پھڑکن خاص نمازی سوئی ہو

ایہناں ساریاں بیتاں دا خلاصا ایہو اے پئی حضرت باہوؒ ہوری عشق حقیقی دی اصل تے حقیقت سمجھاندے نیں کہ اصل گل ایہو اے پئی ایس کائنات دا سارا کاروبار دا مقصد صرف ایہو اے کہ بندا عرفان نفس تے عرفان ذات حاصل کرے۔ ایہ ساری گل دا نچوڑ اک ایس مصرے وچ بندا اے۔

جہاں الف صحیح کر پڑھیا باہو دا نصیب تہا ندے ہو

ایس مصرے نوں سید بلھے شاہ ہوراں دی جاتا اے تے انج فرماندے نیں۔

علموں بس کریں او یار
اک الف تیرے درکار

الف اصل وچ اللہ دا پہلا حرف اے۔ ایس پاروں صوفی الف آکھ کے اللہ تعالیٰ مراد لیندے نیں تے اللہ دی معرفت عشق دے مقصد نوں آکھیا جاندا اے۔

☆☆☆

راهنمودهای سلطان باهو در راه قرب الهی

عبدالرضا عباسی   مسئول خانه فرهنگ جمهوری اسلامی ایران، لاهور

باهوتی شورکوتی، سلطان محمد باهو فرزند بازید / بایزید محمد، گرماراج شورکوت ۱۰۳۹-۱۱۰۲ق، شاعر فارسی گوی شبه قاره۔ سلطان باهو درمیان قبیلهٔ اعوان متولد شد۔ نسب وی به حضرت علی(ع) می رسد۔ اجدادش پس از واقعه کربلا به همدان و خراسان کوچیدند۔ جدش حسین شاه در سدهٔ چهارم در هرات فرمانفرما بود و بازماندگانش نیز تا چهار پشت در نواحی هرات، غور و غزنین فرمانروایی می کردند۔

اعضای این خانواده در حملهٔ تاتارها (سدهٔ هفتم هجری) به سند کوچیدند و تا پنج نسل در سرزمین سون سکیسر زندگی کردند۔ پدر و مادرش یک سال پیش ازتولد باهو، در زمان شاه جهان در شورکوت ساکن شدند۔ وجود مزارهایشان در آن جا در نزدیکی دژی قدیمی به اثبات رسیده است۔ هنگام تولد باهو، رشید خان سیال (۱۰۲۸-۱۰۴۸ق) حاکم جهنگ بود و سراسر شبه قارهٔ هند نیز زیر نفوذ شاه جهان (۱۰۳۷-۱۰۶۸ق) بود۔ وی دوره های کودکی و جوانی اش را در شورکوت که در آن زمان به مولتان و جهنگ ملحق بود، گذراند۔ تحصیلات ابتدایی را نزد مادرش فرا گرفت۔ سپس به گره بغداد رفت و مرید حبیب الله قادری شد۔ در دهلی با عبدالرحمان گیلانی دهلوی بیعت کرد؛ پس از آن، از سند، بغداد، مصر، شام، روم، عربستان و کابل دیدن کردو مریدان بی شماری به دست آورد۔ قدسی مشهدی (-۱۰۵۶ق)، سید مرتضی شاه (-۱۰۷۳ق) و خوشحال خان ختك (-۱۱۰۰ق) نیز از او خلافت یافتند۔ وی تا چهل سالگی مردم را به اسلام دعوت می کرد۔ کراماتش نیز معروف است۔ او دوبار در دژ گرماراج و یک بار در مسجد دهلی با اورنگ زیب عالمگیر دیدار کرد۔ باهوی از اهل سنت و طریقه اش قادریهٔ بود۔

در فقه پیرو ابو حنیفه نعمان کوفی و در کلام طرفدار شریعت و در صحو جنید ی بود۔ در نتیجهٔ ارشادهای او در حدود چهل و سه خانقاه و بیست و پنج مدرسهٔ اسلامی در سراسر پاکستان دایر شد۔ نخست مزارش در ۱۱۰۲ق در دژ قهرگان شورکوت و بار دیگر در ۱۱۹۲ق در محلی معروف به دربار کهنه نزد چاه سمندری کنونی بنا شد و بار سوم در ۱۳۳۶ق به کوشش شیخ محمد امیر سلطان سجاده نشین هشتم در محل دربار نوین کنونی به تکمیل رسید۔ وی علاوه بر اردو، به فارسی و عربی هم شعر سروده است۔ شهرت او به "سی حرفیها" وی است که هر بیت آن با فریاد هو ختم می شود۔ گفته اند که درزمینهٔ سلوك و تصوف صد و چهل رساله و منظومه داشت که از آن میان تنها سی رساله در دست است۔

آشنایی اینجانب با سلطان باهو که از عرفان نامور پاکستان محسوب می شود از طریق مطالعه دیوان اشعار فارسی این عارف و برخی آثار عرفانی ایشان به دست آمد، به واقع کلام ایشان و نوع زندگی او که بطور کامل در خدمت اسلام و هدایت مسلمانان و بندگان خدا به سوی مسیر حقیقت و درستی بوده است الگویی برای رهپویان حقیقت است۔

در تاریخ آمده است که بازید (بایزید) پدر سلطان باهو مردی دانشمند و پرهیزگار، و در دستگاه شاهجهان مورد احترام بود او از اولاد حضرت علی بوده و خانواده اش بعد از واقعه کربلا به هند مهاجرت کردند۔

این شاعر و عارف نامدار پاکستان و شبه قاره هند در ۱۰۳۹ھ۔ق دو سال پس از جلوس بزرگترین پادشاه از سلسله مغول کبیر هند یعنی شاه جهان (۱۳۰۷ھ۔ق) در شهر جنگ از توابع پنجاب لاهور تولد یافت۔ زهد و پارسایی مادر سلطان باهو (بی بی راستی)، از آغاز زندگانی در تربیت او تاثیر تمام داشت و مشوق او در گرایش به تصوف بود۔ وی در اشعارش از مادر خود به نیکی یاد کرده ، و کوششهای فراوان او را در این راه ستوده است۔ این زن پارسا به مناسبت رویایی که دیده بود و آن اینکه فرزندی به دنیا خواهد آورد که نور علم و معرفت او سراسر جهان را خواهد گرفت، پسرش را به اسم باهو (با + هو) یعنی با خدا (با خدا یا او است) نامید، باهو تحصیلات ابتدایی خود را در نزد مادرش به پایان برد، نخستین مرشد او در طریقت، حبیب الله قادری بود که او را پس از اتمام تعلیمات و آموزشهای مقدماتی نزد استاد خود، پیر عبدالرحمان فرستاد، و به گفته بیشتر تذکره نویسان باهو به پیر عبدالرحمان دست ارادت داد، باهو از شاه حبیب الله بغدادی و شاه عبدالرحمن دهلوی کسب فیض روحانی نمود۔ و به سبب کمالات روحانی اش به لقب سلطان العارفین معروف شد۔

می گویند که این عارف بلند مرتبه صد و چهل کتاب به فارسی تالیف کرده است که ۱۴۳ کتاب آن به زبان فارسی و یك جلد آن به زبان محلی سرائیکی است۔

دیوان شعر پنجابی او شهرت فراوانی دارد که به ابیات باهو معروف است۔ او ابیات خود را بصورت سی حرفی گفته است یعنی مصرعه اول هر بند به ترتیب حروف تهجی می آید و در آخر هر مصره کلمه "هو" می آید و در واقع هر بیت آن با فریاد هو ختم می شود۔ سلطان باهو کیفیات و وارداتِ روحانی را به سبك ساده و موثری بیان نموده است۔ از رموز و اصطلاحات عرفانی کمتر استفاده کرده او استعاره و کنایه و تلمیح را هم زیاد نیاورده است۔ باهو هرچه گفته از اعماق قلب گفته است لذا کلامش در مردم تاثیر عمیق دارد۔

سلطان باهو به شیخ عبدالقادر جیلانی اعتقاد خاص داشت و به تحصیل علوم ظاهر چندان توجهی نداشت و خود در این باره گفته است که

"من و محمد(ص) عربی هر دو امّی هستیم" ۔

وی به فارسی نیز شعر می گفت، هر چند که به ناتوانی خود در این زبان اعتراف کرده دیوان فارسی وی شامل ۵۱ غزل است که به گفته خود او، غلبه احساسات و شدت هیجان عاطفی، او را بر آن داشته است که احوال خود را به زبان شعر بیان کند۔ اشعار او غالبا همان مضامین سنتی صوفیانه است که نه تنها در محالس سماع و قوالی

خوانده می شود، بلکه در میان مردم پنجاب نیز بر زبانها جاری است با اینهمه، چنانکه از رساله اسرار الوحی او بر می آید، وی به نوشته های فارسی خود بسیار اهمیت می داده ، و فخر می کرده است۔

باهو از صوفیه قادری، و معتقد به وحدت وجود بود و به ترویج عقاید این سلسله در مناطق جهنگ و جاهای دیگر اهتمام داشت۔ در نظر باهو مکتب قادری بر دو قسم است۔ قادری زاهدی و قادری سروری، قادری زاهدی آن است که سالک بر اثر مجاهدت و ریاضت، و زیر نظر مرشد به درجه کمال برسد، و قادری سروری آن است که سالک بر اثر فیض و لطف الهی به شهود و معرفت ذات حق نائل شود۔

وی به اعمال عبادی تظاهر نمی کرد و برای سلوك و طی طریق، علم را واجب ، و رعایت احکام شرع را شرط لازم می دانست۔ وی به مناسبت اعتقادی که مردم به او یافته بودند، به سلطان العارفین معروف شد۔ باهو اولیای دین را زنده می دانست و به درك فیض ار روحانیت حضرت خاتم الانبیا و دیگر اولیای دین بیش از پرداختن به اعمال مراقبه و ذکر و ۔ ۔ ۔ توجه داشت۔

سلطان باهو در کتاب کلید التوحید می گوید هر که تالیفات اولیاء الله را بخواند حرفهایش پر از حکمت خواهد شد و برکات آثار اولیای خدا شامل حال رهپوی حقیقت می شود۔

ایشان در کتاب نورالهدی می فرماید اگر کسی این اسرار لوح را بخواند به مرتبه کامل خواهد رسید و اگر کامل بخواند عامل می شود، و اگر عامل بخواند اکمل می شود و اگر اکمل بخواند مرشد جامع می شود و مرشد حکمران دو جهان است و این مقام از فهم انسان بالاتر است۔

سلطان باهو در بخش دیگری گفته است تالیفات من فقط قرب الهی و کلام حضوری مجلس محمدی صلی الله علیه و آله و سلم است و مطالعه این کتب بدبخت را خوشبخت می کند، بدرفتار را نیکو کار می کند و اگر کسی با معرفت مطالعه کند حیات دائمی نصیب او خواهد شد۔

او شرط رسیدن به حضور مجلس محمدی(ص) و هدایت کامل، بهره گیری از مرشد کامل می داند و بر آن بسیار تاکید دارد، سلطان باهو کسانی را موفق به درك مرشد کامل شده اند را خوشبخت می داند و مر فرماید" شیخ که بود کیمیای بیکران" و شعر مولانا را نقل می کند که

خاك شو در پیش شیخ با صفا
تا ز خاك تو بروید کیمیا

او می گوید هر کس طالب عارف ولی الله باشد قبل از هر چیز باید از مرشد خود کسب علم کند چون آدم جاهل نمی تواند خدا را بشناسد۔

او در کتاب شمس العارفین می گوید که مرشد کامل، طالب صادق را با یك نگاه و با یك توجه در مجلس پیامبر حاضر می کند و در مشاهده ذات حق با یك توجه ناظر می کند۔ در این طریق رنج و صعوبت، ریاضت و چله کشی ، حبس دم و پراکندگی ذکر و فکر وجود ندارد و از لباس درویشانه پاك است و از عصا و تسبیح و جبه و دستار بیزار است۔

سلطان باهو دشمنان اهل بیت(ع) را خبیث ، بدبخت و جهنمی و دوستداران سادات و اهل بیت(ع) را اهل جنت و سعادتمند می داند۔

دشمن سید بود اهل بلشت
دوستدار سیدان اهل بهشت

گفته اند، که سلطان باهو در زمینه سلوك تصوف ۱٤۰ رساله و منظومه، به فارسی و عربی تالیف کرده که از آن میان تنها ۳۰ اثر در دست است که به قرار زیر می باشند۔

این رسالات بدین قرارند۔ اسرارقادری در معرفت و سلوك ؛ امیر الکونین در تصوف و عرفان ؛ اورنگ شاهی در تلقین معرفت ؛ توفیق الهدایت در شرح عرفان و تزکیهٔ نفس؛ تیغ برهنه در شرح تصور اسم الله ؛ جامع الاسرار درفقر و مقامات تصوف ؛ دیدار بخش در شرح لی مع الله و عرفان و تصوف ؛ دیوان باهو (سیالکوت ۱۸۷۰م) ؛ حجت الاسرار درعرفان انسان کامل و شرح ذکر؛ رسالهٔ روحی در فلسفهٔ تخلیق کاینات و ارواح سلطان الفقر؛ سلطان الوهم در شرح دل و شرح نور اوهام ؛ شمس العارفین در توحید و عرفان و تصوف و مرید و مراد ؛ عقل بیدار در عرفان انسان و توضیحات لطایف ؛ عین العارفین در ذکاوت نفس و مرشد کامل ؛ عین الفقر در فقر و فقیر ، مرشد و نفس ، قلب و سلوك ؛ فضل اللقا در سلوك قادریه، عرفان و اصطلاحات صوفیانه ؛ قرب دیدار درعرفان و رؤیت حق تعالی ؛ کشف الاسرار در مرشد و انسان کامل ؛ کلید التوحید صغیر در نفس ، ارواح و تجرید و تفرید ؛ کلید التوحید کبیر در علم و عرفان، وجود و نفس و انکشافات عارفانه ؛ کلید جنت در ذکر و فکر و تصور و شرح اذکار؛ گنج الاسرار د رسلوك قادریه ، شریعت و نفس ؛ مجالسة النبی در شرح نفس و انکشافات عارفانه ؛ محبت الاسرار درعشق و عرفان و حجاب دنیا ؛ محکم الفقراء درفقر و معرفت حق ؛ محك الفقرا صغیر در شرح طریقهٔ قادری و چهل حدیث ؛ محك الفقرا کبیر در کلمهٔ طیبه ، ارکان اسلام۔

حقیقت محمدی ، فلسفهٔ تصور و تصرف حروف و ذکر سید عبدالقادر گیلانی ؛ مفتاح العارفین در علم و عرفان ، تصوف و اصول تصوف ؛ نورالهدی صغیر در شرح فقر و علم دعوت ؛ نورالهدی کبیر در شرح کلمهٔ طیبه ، علم و طریقهٔ قادری و در تصور و تفکر۔ از دیگر آثار او : تلمیذالرحمان ؛ شمس العارفین ؛ هفت ارواح فقیر ؛ اسرارالوحی ؛ محکم الفقر ؛ مجموعة الفضل۔

سلطان باهو پس از ٦۳ سال عمر با برکت در سال ۱۱۰۲ ه۔ ق در شهر شورکوت در گذشت و مزار شریفش در آن شهر زیارتگاه خاص و عام است۔ در نتیجه ارشادات و هدایتهای او حدود ٤۳ خانقاه و ۲٥ مدرسه اسلامی در نقاط مختلف پاکستان به نام وی تاسیس شده که اکنون نیز فعالیت دارند۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فارسی

حضرت سلطان باہوؒ

سیّد رشید بخاری
رئیس بخش فارسی   دانشکده دولتی اسلامیه، سول لائنز لاہور

بسمه تعالیٰ

بزرگانی که درشبه قاره شمع دین روشن ساختند و قلبهای مردم از نورِ ہدایت منور ساختند بین آنہا سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ جایگاه خاص و مقامِ بلندی دارد. پیام و فیض ایشان برای مردم پس از رحلتِ وی نیز باوسیله های گوناگون ادامه دارد و تاوقتیکه این جهان باقی است، ادامه خواہد داشت.

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ در ۱۰۳۹ ہجری قمری در "شورکت" (شورکوٹ) بدنیا آمد. شورکت درناحیه جهنگ درایالت پنجاب قرار واقع است. اسم پدرِ وی حضرت محمد بازیدؒ واسمِ مادر حضرت بی بی راستی بود. ہر دو آدم متدین و نجیب بودند. پدر وی حافظ قرآن بود و در دولت شاه جہان قلعه دار "قلعه شور" بود. حضرت باہوؒ باخانواده "اعوان" نسبت داشت که از فرزندانِ مولا علی کرم الله وجهه می باشند. به مادر بزرگوارش بشارت شده بود که وی بزودی فرزندی را بدنیا خواہد آورد که ولیِ کامل خواہد بود و او اسمش "باہو" بگذارد.بنابراین وی اسمِ فرزندش "باہو" گذاشت.

حضرت سلطان باہوؒ درباره بیعت شدن خود در کتابِ خویش "امیر الکونین" می نویسد که من مدتِ سی (۳۰) سال در جستجوی مرشد کامل بودم و مرشد کامل نیافتم.تا اینکه درباطن علی کرم الله وجهه دستِ من گرفت و مراپیشِ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم برد. حضرت محمدؐ وقتی مرا دید خوشحال شد و فرمود "دست من بگیر" من دست وی گرفتم واومراآموزش داد و فرمود که ای باہو! خلقِ خدا را در باطن کمکشان کن. در زمینه این بیعت وی در "روحی شریف" می گوید:

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰؐ
خوانده است فرزند مارا مجتبیٰ
شد اجازت باہو را از مصطفیٰؐ
خلق را تلقین بکن بہرِ خدا

البته حضرت باہوؒ علم ظاہری و دنیاوی کسب ننمود. چون وی از کودکی در وارداتِ غیبی و فتوحاتِ لاریبی مستغرق بود فرصتِ کسبِ علمِ دنیاوی بدست نیاورد. در این مورد وی خود می گوید:

گرچه ما را نیست علم ظاہر
زعلم باطنی جان گشته طاہر

درباره آثارِ پرارزشِ وی می توان گفت که از نظر آمار بیش از ۱۴۰ است. اما در حالِ حاضر حدوداً ۳۲ تا در شکل نسخه های خطی و تراجم مانده است. از اینها ۳۵ تا در زبان فارسی است ویک بنام "ابیات باہو" در زبانِ پنجابی است. از آثار حضرت سلطان باہوؒ چند تا را جناب آقای سید امیر خان نیازی به دستور جناب آقای محمد اصغر علی به زبان اردو ترجمه نموده است. اسامی مہم ترین از آنہا کلید التوحید (کلان)، عین الفقر و شمس العارفین می باشد. ارزشِ "عین الفقر" را ازین می توان پی برد که فرزندانِ خانواده سلطان باہوؒ عین الفقر را بعنوان کتاب درسی می خواندند. مطالعه این کتاب در آدم لیاقت فہمیدنِ فقر و تصوف حضرت سلطان باہوؒ پدیدمی آورد و خواندنِ کتابِ دیگر بنام "نور الہدیٰ" باعث می شود که خواننده می تواند سائر کتابہای حضرت سلطان باہوؒ را بخواند و درک کند. درآثارِ غنی و با ارزشِ وی سه موضوع بیشتر موردِ تاکید قرار می گیرد:

۱. گمنامی ۲. ترکِ دنیا ۳. شریعت محمدی (صلی الله علیه وآله وسلم)

حضرت سلطان باہو در سن ۶۳ سالگی اوّل جمادی الثانی ۱۱۰۲ ہجری قمری رحلت یافت. مرقد وی در شور کت لبِ رودِ چناب در گره مہاراجه است.

☆☆☆☆☆

عربی

سلطان باھوؒ سلطان العلماء و الاولیاء

سیّد مظہر معین أستاذ القسم العربی بجامعة پنجاب، لاھور

كان سلطان باھورحمة الله، مرجع العلم والمعرفةوالروحانية والسلوك. فكان عالماً متبحّراً ومؤلفاً كبيراً وشاعراً عظيماً كما أنه كان ولا يزال يعتبر صوفياً بارزاً وإماماً كبيراً يقتدى به ويشار إليه فی العلم والأ دب والتصوف۔

وكان رحمه الله تعالیٰ ینتسب إلیٰ أ سرة شريفة من سلالة أمير المؤ منین علیّ بن أبی طالب رضی الله عنه۔فكان علویّاً من غیر الفاطميين (أعوان)هاشمياً قرشياً عربی الأصل هندی الموطن۔فنال حظّه الوافر من علوم القرآن والحديث والفقه واللغة وغيرهامن العلوم العقلية والنقلية، كماأنّه بلغ قمة المجد فی الأ دب والتصوف والمراتب الروحية۔

وكان شيخنا سلطان باھوؒ يجيد اللغات العربية والفارسية والبنجابية وغيرها۔ فألّف باللغةالفارسية مؤ لفات كثيرة رائعة، ومنها" كتاب التوحيد "المليء باسرار التوحيد، كماأنّه نظم الشعر باللغتين الفاسية والبنجابية بكثرة۔ففتح القلوب والأ ذهان بشعره المليء بأفكار الدين والمعرفة والشريعة والطريقة والإ نسانية،ولله درّالشاعر الصوفی العظيم ۔

وكان من مشائخ السلسلةالقادرية الروحيةالّتی هی إحدیٰ السلاسل الأ ربع الصوفية الكبریٰ مع السلسلة الجشتية والنقشبندية والسهروردية وهی سلسلة واسعةالأنتشار فی مشارق شبه القارة ومغاربها تنتسب إلیٰ العالم الكبير والغوث الأ عظم الشيخ عبدالقادر الجيلانی البغدادیؒ (ت٥٦١ھ)صاحب" غنية الطالبين" و "فتوح الغيب"۔ولسلطاننا سلطان باھوؒ خدمات جليلة متنو عة فی تقوية السلسلة القادرية ونشرها بالهند ۔وله مئات الآ لا ف من المبايعين ومئات الملايين من المعترفين بعظمته العلمية والروحية والشعرية ۔ ولا يزال يعتبرمن أبرز المشائخ المتصوفين الذين بلّغو الدين إلی ملايين الشعب من غير المسلمين ۔ولا يزال تأثير أفكاره وأذكاره واسعاً عميقاً فی المجتمع الباكستانی الهندی، كماأنه لا يزال منهل فيوضه جارياً سارياً،دعوةً وإرشاداً وموعظةً وتربيةً فی مختلف أنحاء باكستان وشبه القارة وخارجهاعبر القرون والعصور۔

ولا يزال تراثه الشعری النثری باقياً خالداً شائعاً بين الشعب والمثقّفين يجذب القلوب وينوّر الأذهان۔وترجم كثير من تراثه الشعری والنثری إلیٰ اللغات العربية والأردية والإنجليزية وغيرها من اللغات۔

رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة وجعل لنا حظّاً وافراًمن أنواره الروحية وأفكاره الساميةوآثاره الباقية الخالدة آمين يارب العلمين والصلوٰة والسلام علیٰ سيّد المرسلين وخاتم النبين،وعلی العشرةالمبشرين وأمهات المؤمنين وأولاد النبی الأ مين وأصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلیٰ يوم الدين۔

☆☆☆

اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سلطان باھُوؒ کے اسمائے صفات

سلطان العارفین باھُو	مجتبیٰ آخر زمان باھُو	فقیر نور مطلق باھُو	باغ بہشت کی کلی باھُو	راحت جان علی باھُو	سرّ اسم مشعل خوائیہ باھُو
فنا فی الرسول باھُو	فنا فی اللہ باھُو	امر اللہ باھُو	نور اللہ باھُو	سیف اللہ باھُو	امان اللہ باھُو
عرفان اللہ باھُو	برہان اللہ باھُو	فضل اللہ باھُو	قطب اللہ باھُو	غوث اللہ باھُو	آیتُ اللہ باھُو
حق الیقین باھُو	روشن ضمیر باھُو	حاجت روا باھُو	من الحق بالحق باھُو	سلطان الفقر باھُو	فنا فی ھو فقیر باھُو
دُرِ دریائے ملکوت باھُو	عین الیقین باھُو	سخی سلطان باھُو	مشکل کشاء باھُو	وحدت مطلق باھُو	فنا فی ھو باھُو
برہان الواصلین باھُو	عبداللہ باھُو	فخر عاشقاں باھُو	قدوۃ السالکین باھُو	مرشد کامل باھُو	عالم قدس شہود باھُو
حقیقت حق باھُو	فنا فی شیخ باھُو	زبدۃ الکاملین باھُو	سرّ باھُو باھُو	عین العین باھُو	عنایت پیر باھُو
پیر کامل باھُو	نورِ الٰہی باھُو	حاجی باھُو	اُمّی باھُو	رہنمائے ہر ولی باھُو	عارف واصل باھُو

اللہ

راہ تلقین باھو	فنافی عین باھو	حق باھو باھو	سچ باھو باھو	مقتدر اکاملین باھو	ذات مطلق باھو
سراسر ذات باھو باھو	قادری سروری باھو	عاشق باھو	معشوق باھو	نظر کیمیا باھو	عین ماھستی باھو
شہنشاہ عارفاں باھو	ولی کاملین باھو	اولیاء اللہ باھو	عارف باھو	عارفین باھو	سلطان باھو
رھنماء باھو	بے شک باھو	شیخ باھو	فقیر باھو	فقر باھو	کاملین باھو
حقیقی باھو	بے نظیر باھو	استغرق باھو	مستغرق باھو	دستگیر باھو	نظر باھو
بادشاہ باھو	درویش باھو	شاھد باھو	باصفا باھو	فرزند باھو	اعوان باھو
یار باھو	منظور باھو	سر یاھو ھستی باھو	خواجہ باھو	عاجز مسکین باھو	پیشوا باھو
معرفت باھو	وسیلہ باھو	اکمل باھو	مکمل باھو	لایحتاج باھو	یارمائی باھو
عین تو ھستم باھو	درحقیقت ماھستی باھو	مصطفی ثانی باھو			

certainly studied the Kalam of Hazrat Sultan Bahoo (RA) and also been impressed by it". After it Mr. Sharish told that once Mr. Allama was reciting that Ibiat of Hazrat Bahoo (RA), when he recited the following verse he started carying havily.

تاڑی مار اڈا نہ باھو اساں آپے اڈن ہارے ھو

(Oh! Bahoo! the people of this world should not make us (eagles of spirtual world) fly with claping. We are on flight to that world all the time).

WASAL

Hazrat Sultan Bahoo (RA) 1291 As passed from this mortal world to that unmortal one and an endless life Faced that moment of apparent death, that joins "Habib" with " "real Habib" (Allah Subantallah).

THE LIVING GRAVE

His, glorious shrine (District Jhang Punjab, Pakistan) is a home for all beings. His predecessors and caliphs are peforming the duty of preaching Islam.His Holdy Shrine and lightening backs is a source of destination of thousands of "Haqq" seeker.(The seekers of "Marfat" are satisifng their thirst.So his Holy Shrine is evident of your following verse

نام فقیر تنہاں دا باھو قبر جنہاں دی جیوے ھو

URAS (Mubarik)

His Holy "urs" is celebrated on 1st Thursay of "Jamatuas Sani" with great respect and Urs is also held during the 1st ten days of "Muharmulharam" in commemoration of Shohdai-Karbalah.

With Thanks!
Sultan Arshad Nawaz Al-Qadri

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

TALBEH HAQ

Sultan ul Arifeen (RA) has guided to seek "Allah" beyond this "Dunya" and "Akhirat" (world after death).

نہ دل میرا دوزخ منگے ،نہ شوق بہشتیں راضی ھو
باجھ وصال اللہ دے باھو ،دنیا کوڑی بازی ھو

I am not interested in hell & paradise. Oh! Bahoo without Allah's nearness, this world is illusion.

مرا ز پیر طریقت نصیحتی یاد است
کہ غیر یاد خدا ہرچہ ہست برباد است

Allama Iqbal writs it as

حور و خیام سے گذر بادہ جام سے گذر
یزداں بکمند آور ای ہمت مردانہ

Sultan ul Arifeen (RA) advises to face the difficulties hinderences manfully in the way "Iashaq".

عشق دریا محبت دے وچ تھی مردانہ تریے ھو

Oh! Darvaish! swim manfully in the river of "Ishaq".
Allama Iqbal diverbs the same message in "Pyam-e-Mashriq" is a

بدریا غلط و با موجش در آویز
حیات جاوداں اندر ستیز است

INCIDENT OF ALAMA IQBAL

A lot of terminalogies, words, metaphors and thoughts forces one to believe that Alama Iqbal (RA) is inspired of Sultan ul Arifeen (RA) very much. An incident that is wirtten on page 49-50 in Ibiati-e-Bahoo with refference to Shorash Kashmiri (late) editor Lahore) is writfully produced that he told when Prof. Dr. Sultan Altaf Ali insisted him,"Alama Iqbal has

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایہ شبیری

Faqir keeps himself in "Nasoot" (this world) but takes the seekers in "Lahoot" (Spirtual World).Allama Iqbal also apposis such "Faqar" that takes one from Welfare to "Rahbaniat".

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

EAGLE SHEHBAZ OR SHAHEEN

Sultan-ul-Arifeen (RA) likes the charactoristics of "Shahbaz" Eagle and uses the same metaphor for himself.

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ھو

(Translation is in best papers)

جائیکہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہباز لا مکانم آں جا کجا مگس را

He also likes same symbole for his "Murshid"

مرشد میرا شہباز الٰہی وچ رلیا سنگ حبیباں ھو

My "Murshid" is the "Shehbaz" of Allah. who is connected with Habib Allah (PBUH)

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

Allama Iqbal also considers eagle as a examplery bird and uses the words of uqab, shaheen, shehbaz (eagle) interchangeably).

ع الٰہی تو ان شاہیں بچوں کو بال و پردے

the great duty of "Deen" for living.

تسبیح دا توں کسبی ہویوں ماریں دم ولیہاں ہو
من دا منکا ہک نہ پھیریں گل پائیں پنج ویہاں ہو

You have made yourself habitual of "Tasbeh" and has started to think yourself "Wali-Allah", you have a 100 beads of "Tasbeh" around your neck, but your hear does't recite even a single bead".
(Reference)

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبر ملاں کرن وڈیائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اتھے پڑھن کلام سوائی ہو

Haffiz & Mules are pompous of their experters where they assess ertable in abundance, they recit with greter vitality).reference
and Allama Iqbal says

ز من بر صوفی و ملا سلامی
که پیغام خدا گفتند مارا
ولی تاویل شان در حیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفیٰ ﷺ را

I soluite to these so called Sufi's who have interpreted the masseges of God but these interpretations have taken Allah Subhan Tallah, Jibraeel (AS) and Prophet Muhammad (PUBH) aback.

FAQR & TARKE-DUNYA

Hazrat Sultan Bahoo (RA) educates about the "Tarke-Dunya" that he should save himself from wordly wishes and filths.Be in this world but never forget Allah.For instance, Nabi-Allah never feels himself out of Allah's protection he conveys equal "Faiz" and guidance to everyone like a Sun.(Refgernece)

اک فقر سکھاتا ہے صیاد و کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

The revir of heart is deeper than the ocean, who can be aware of it.

SULTAN UL ARIFEEN AND SHAIR-E-MASHRIQ"

The great thinker of 20th century, Allama Mohammad Iqbal (RA) 1877-1938, he belonged to silsila Alia Qaderia & a great devote of Prophet Muhammad (PBUH), Allama Iqbal had a gape of 200 years, through, from that of Sultan-ul-Arfieen (RA) but the precedings of him were clearly reflecting from the Kalam of Alama (Late)

THE HOUSE OF ALLAH

Sultan-ul-Arifeen regards heart of the "Momin" hous eof Allama & says:

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ھو
ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو

(Oh! Faqir! your body is the housed Allah if you see inside, you do't need to ask Hazrat Khizar (AS) for "aby-e-Hayat" you have a spring of "aby-e-Hayat" (Isha-e-elahi) inside you") Reference
and Allama Iqbal (Ra) says

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

"FAQAR"

Sultan-ul-Arifeen (RA) apreciates "Faqar" in his writing, for instance."Faqar is a secret of Allah & Allah rests in Faqar"Faqar is human rest are animals
Reference (Ainul Faqar)

ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں سب فقر دیاں جائیں ھو

All the places here and her after are for Fiqir.(Reference)
While Ilama Iqbal states

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈھ وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شان بے نیازی
حکمت دیں دلنوازی ہائے فقر
قوت دیں بے نیازی ہائے فقر

TRIDITIONAL SUF'S & MULA

Hazrat Sakhi Sultan Bahoo (RA) critices the triditional Mula and Pir, who has adopted

He had four wives and 8 sons. Now two sons, Sultan Noor Muhammad and Sultan Wali Muhammad (RA) have their orders and one son Lateq Sultan (RA) could be traced up to half century back and meet before. It has to be researched. His eldest son Hazrat Noor Muhammad (RA) is living in Both Qazi Sahib near Karor while the family of second son resides near the Darbar-e-Alia Hazrat Sultan bahoo (RA) and other parts of the country. Majority of them are working on spreading the *FAIZ* of their great father. ALI-al-Murtaza (RA)

Succession (silsilah) Allegiance (Bait)

Darveshan-en-Haq

SIGNIFICANCE AND BENEFITS OF SCRIPTURE

The study of His writings gives one such an intellectual and informative stroke that takes him to Allah. His famous saying is "My Books could turn into a Kamil Murshid for those who are unable to find one".

Prof. Syed Ahmad Sa-*eed Hamdani in his books "Ahmal o Maqamat-e-Hazrat Sultan Bahoo" writes "He has produced all these books and journals in the capacity of an educator, peer-e-Tareeqat and preacher.

For example "This Book is its study makes Zahir and Batin as "Nus" is to "Hadis" and acquaints one with all the stages of "Fua-Fittah".

Sultan-ul-Arifeen writes about the significance and benefits of His books as he says about journal Ruhi "It is light to considered it a gift of Allah and might it be said reveletions. I ask Allah's protection if you in his scripts, Hazrat Sultan-ul-Arifeen (RA) advised about the identification of self (Zait) & Allah (Zait-i-Elahi). He emphesis on "Zikar", Fiqar, Ishq-e-Elahi, Hub-e-Mustafar, (Devotion and love for Allah and Rasool) envision (see in your mind's eye) of Allaha's name. He gives details of Tasawaf, Ishiq Marifat and Faqar and advises about (Islah-e-Naf), chiseling of self, which man is worthless without. He regards of self, which man is worthless without. He regards "Hazoor" (presence) before prophet Mohammad (PBUH) obligatory for the attainment of Faqar are the format and different subjects of you prechings envision of Allah (see in your mind's eye) and Davatul Qaboor.

THE ONE VERSE, the reader of your "Kalam" can't help himself to be inspired of this verse "Whether Muslim or not blessed or unblessed live or dead". It was about 1974-75 while the author was studing in Lahore, German intelect and researcher lady Prof. N. Marry Shameel came on a visit to Pakistan. She was hosted with great zeal. Many official and unofficial, litrary and culturery functions were arrangede in her honor. Rulers of that time and cirecle of intellectuals mettings with her and gifts were presented. While she was in airport ready to takeoff, she uttered there historical words in answer of question raised by Journalist. I am taking just one verse from Pakistan along.

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ھو

Shah Sahib and said let me go to wash room. Then we (RA) came out and toughed the mud (used for Taharat) to a long distance, that converted all the land covered by the though in the Gold. He (RA) said to Shah Sahib

"Take as much gold as you can"

And then said don't regard me as under privileged

---- of my visible apparent state, I swear to God he approved me with all the riches of the universe. This simplicity (Faqr) is self chosen b/c of the *Sunat* saying of Rasool Allah (SA)

" Alfaqr is my Pride"

Faiz Baksh and Prof. Dr. Inamul Haq reveal the "In Tanzkar Supir Balochistan" (page 121) "Hazrat Sultan Bahoo (RA) consecrated Mai Fatima while she was swinging the Cort (pangura) of Him (RA).

She was the lady who gave Sp. Sanctity *faiz* to the Makhdoom of Meh (District Saur) Many Grade generation getting inherited spiritually in Sindh and Balochistan.

UMEE

There is no proof about the regular institutional education of Hazrat Sultan Bahoo (RA). But he was also untaught like his Murshid Hazrat Muhammad (RA). We was also bestyod with Ilm-i-Ludani by the Allah that is evident from his statement in the book Noor ul Huda.

"I have not taken anything from any book whatever I have written, I have received by my Allah and Rasool-ul-Allah this Faqr has came from Allah and brought the truth from Allah and Rasool Allah (SA) that is why all I say is true and rightful.

VASTNESS OF STUDIES

He (RA) had a vast knowledge. The writing of Hazrat Sultan Bahoo (RA) reveals that in addition to the profound knowledge of Quran and Hadith, he had also studied the writings of many scholars of Islam and Sofia-e-Ras------------ apart from he had also assessed this Hakeem Arifeen and Aristotle with his 3rd eye (Nazre Betin).

BOOKS

Hazrat Saki Sultan Bahoo (RA) has written almost 140 books on religious issues in the form of poetry and prose and one booklet in *Saraiki*. Almost 30 books are available now and rest of them could not be saved. Urdu translation of most of the following book is available.

WIVES AND OFF-SPRING

Hazrat Sakhi Sultan Bahoo (RA) adopted the marital life in compliance of Sunnat-e-Nabvi (SAW).

MEETINGS WITH KING AURANZAIB ALAMGIR

According to the "Tazkara Aulia Jhang" Alamgire ((Mughal King) got the opportunity to see you three time. He met with Sultan Bahoo (RA) two times when he was prince. And the 3rd meeting took place, when Sultan ul Arfieen went to Jamia Masjid Delhi for Jumma prayed the Masjid was crowded with thousands of people. You offered the prayer in the last line. After the Namaz you paid a blessed eye to the hearts of people present. Every one went in a state ecstasy other than three King Aurangzaib Alamgir, Chief Justice of the time and Imam Masjid.

Those three people came out and the king recognized you and submitted "Ya hazrat Sahib! Why we three a deprived of your blessings and why we didn't have the stance as the others, he said.

"B...... you three has Dunyia and pride. You have the pride of having great empire, chief Justice is argument of his knowledge and Imam Masjid feels himself superior having Imam of the king and such large Jamat and where there is egotism of any from blessings don't affect".

Hazrat Sultan Bahoo (RA) is one those true devotee of Allah (Subhan) who are devoted the task of site guarding the baton of Dine. These saints absolute the rust of hearts flow them with the love of illuminate Allah & Hazrat Muhammad (SA) and fills the heart with Faqr the treasures of Faqar, unconcerned with worldly goods, faith of Allah and will of God.

KARAMATIEN

His life is full of *Karmat* that can be coupled in a separate book. But a few of them are presented below. Once a *Karwan* of non Muslim were walking through a strait in a Jungle, they had to go to a village near Karar. They found you involved in reverence and requested the way to karar from you. He responded in *Sahiree*

(Whether I can guide you the way to Karor or the real destination)

They requested to take them do the real destination. He (RA) commanded them to blink their eyes.

When the group opened the eyes, they saw Masjid-i-Nabvi in front (Subhan Allah). He presented all of them before Holy Prophet (PBUH) and all of them embraced Islam. Likewise, a *Barat* (wedding procession) tracked off in jungle (forest) and asked the way of Ahmed Pur Syal. He (RA) piloted them to *Madina Munawara* that he was acquainted with this very Ahmed Pur.

A poor Syed son went to a saint, told me account and his poverty and he requested for Dua. That saint referred Shah Sahib to Sultan-ul-Arifeen (RA). When he reached Shor Cot after a heavy fatigue, he found Hazrat Sultan Bahoo (RA) ploughing the field, wearing untidy cloths. Shah Sahib decided to go back, thinking how such a poor man can be a source of assistance to me.

Sultan ul Arifeen called Shah Sahib when saw him returning disappointed.

"Oh! son of Syed! You have travelled a long way let me know the purpose of your visit.

Shah Sahib reckoned that who already knows me and my family must be a true man (Mard-e-Haq).

So Shah Sahib told his account of life. Sultan ul Arifeen (RA) handed His (RA) plonghing tool to

win's time only O'seeker came, O'seeker came O'seeker came!)

So that I can get you to Allah on the very 1st day.

DEFINITION OF MURSHID KAMIL

You have crown of Sultan ul Faqr and Syed Konannan you have praised your Murshid Hazrat Mohammad (RA)

مرشد میتوں حج مکے دا رحمت دا دروازہ ھو
کراں طواف دوالے قبلے نت ہووے حج تازہ ھو
کن فیکون جدوں دا سنیا ڈٹھا مرشد دا دروازہ ھو
مرشد سدا حیاتی والا باھو اوہو خضر تے خواجہ ھو

A look of Murshid is like swab of *Haj* to me and the door to mercy of Allah.

A circumambulate my real *Kibla* and refresher my *Haj*. Even since (day one) I have heard the order of Kunfaya Kune, I have recognized my real Murshid (SA). O Bahoo! My Murshid (SA) is alive, we is my Lord.

AFFILIATION WITH GHOUS UL AZAM SARKAR

We also have a deep love and dealings of affection with Ghous ul Azam Mehboob-i-Subhani (RA) and his Qaderia order. Booking in his book Aqle Bedar describe the superiority of Qadria order in this way.

Other orders are like "Chirage" and the Qaderia order is like "Sun".

His holiness also conceives Hazrat Ghous (RA) as his *Murshid* as well and says in *Ibiat*-i-*Bahoo*.

سن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ھو
بیڑا اڑیا آوچ کپراں دے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ھو
پیر جنہاندے میراں باھو اوہی کدھی لگدے تر کے ھو

Ya Sayedna Ghous ul Azam pay heed to my request. I am stuck in the way of Allah and this is the place where big crocodiles (Spiritually powerful people) don't live due to fear.

Ya Shah-e-Jillani! Come to help me soon. O Bahoo! Don't get worried whom they have Syedna-eGhous Ul Azam (RA) will swim to their destination safely.

You have written a Magazine Gangul Israr in the praise of Hazrat Ghous-ul-Azam (RA) and Qaderia Order.

In this magazine, he writer Hazrat Ghous Azam (RA) is the (Naib) of Hazoor (SA) and knows about his disciples in every state all the time.

However He (RA) says, whoever has keen blessed is ---- of Hazrat Ghous ul Azam (RA) as Allah has granted the treasure of both worlds to him.

capacity for greed where *Arsh, Kalm, Qursi* and other creatures of the universe have no access there that is not a place for angles even.)

میں شہباز کراں پرواز وچ دریا کرم دے ھو
زبان تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ھو
افلاطون ارسطو جیہے میرے اگے کس کم دے ھو
حاتم طائی جیہے لکھ کروڑاں در باھو دے منگدے ھو

(I am the eagle who flies in the river of *Karm* and Merci. My tongue is no more mines but it is God's now. This is why I can alter the fate. Plato and Aristotle are nothing in front of me. Hundreds and thousands like Hatim Tai are at Bahu's services).

(Dr. Sultan Altaf Ali-Ibiyat-e-Bahu, translation and explanation: Bait 177, 563)

SULTAN-UL FAQR:

Ruhi magazine is a precise and is one of the most prominent writings of his holiness. He mentions about seven Holy spirits that are designated with the posts of Sultan-ul faqr and Sayeed-ul-Konain. Almighty Allah wanted to show him (Jallah Sha Nahu), he enlightened the universe with a blink of his Noor.

As a result, clear *Batin* indulged in *Allah Subhana Ta'llah* as a result clear *Batin* indulged in *Allah Subhana Ta'llah* alive as Allah.

From the day one to date, they didn't see anything except Allah and never heard anything except Allah. These spirits are in the company of Allah for good. All the Wali's *Ghauses* and *Kutabs* are below them.

Either you call them Allah (As Allah reflects in them) or a creature of Him. Allah Almighty rests in them because they wanted only Allah from Allah. They didn't even had a look at *Duniya*, the blessings of *Akhirat, Hoors* and places, Paradise and Hell and the reflection

Not even took a deep breadth and raised the slogan of ----------. These spirits are Imam of *Fuqarah* and both the worlds. One spirits is of the Hazrat Fatima (RA) and the 2nd one Hazrat Khawja Hasan Basri (RA) and the other sprits is of Hazrat Abdul Qadir Jilani (RA) and the one of Hazrat Pir Abdul Razak (RA), the Holy Son of Hazrat Abdul Qadir Jillani (RA). One of them is of Faqir Bahoo (RA), and remaining two spirits are of other Otulia Allah. Day of Judgment will not occur unless these sprits are brought to this world.

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
ز ابتدا تا انتہا یک دم برم
طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روز اول باخدا

So in the same Magazine (on page 8) Hazrat Sultan Bahoo declare:

(One who is a seeker of Allah, I am there for win I will travel him from beginning to the end in a

TARK-E-DUNIYA:

Sultan-ul-Arfeen went back to home and announces the servants of the Shore Kot and Qila Kehrgan as the landlords. He gave all the money that he had in his house as charity. Even he threw out the ring that he saw in the finger of the son (Arshad Sultan) lying in the cart thinking that Shah Sahib was pointing on this.

When Hazrat Bahu (R.A) came back, Shah Habib ullah (R.A) said "There are still some duties left go back and get rid of them as well". He (R.A) went back to his home again. Now he thought that only one responsibility left now and that was the holy wives. Before you could arrive at home, the Walia (Holy mother) hide his holy wives, for she didn't want to divorce them. When he entered home, she said "My daughter in laws will remain with me and will not demand their rights from you. You are free from every responsibility". You listen it and arrived back to Shah (R.A). Shah Sahib (R.A) made you undergoing many extensive exercises and didn't take you in his Bait. However, Shah Sahib referred him to Saeed Abdul Rahman Dehlwi (A predecessor of Hazoor Ghaus-ul Azam Sarkar (R.A). His journey to Delhi started.

As he stated: "This Faqeer Bahu traveled for 30 years in the ambition of a 'Murshid'"

(Qurb-e-Deedar, 138)

ALLEGIANCE (BAIT)

He had not yet entered the dehli when Sheikh Sayeedna Abdur Rehman (R.A) sent his Caliphs, saying "Go and bring Him with great honour". He is not only a seeker (Talib-e-Haq) but to be sort (Matloob) as well.

Thus you reached in the *Khidmat* of Sayeed Abdur Reman (R.A) the writer (Sultan Hamid) of your first holy biography writes that you took pledge there and attained more spiritual *Faiz* and thus you became *Faiz* giver but there is no proof in his own books that are currently available. The great personality of Sultan-ul-Arfeen can't be thought of not providing even a word of thanks in the reward of such kind of high level of blessings that made him Faiz Giver.

ALI MARTABAT:

The one whose spirit becomes beloved of Allah and he has access to the *Bargah-e-Resalat* and taught and took pledge on Holy Hands of Holy Prophet (P.B.U.H), the one who follows the teachings of Prophet Muhammad (P.B.U.H). Both in *Zahir* and *Batin*, how would such a person need a *Murshid in Zahir*. This is not said anyone other but I enjoyed this state myself.

He mentions his spiritual height in his 'Kalam' many times

جائیکہ من رسیدم امکان نہ ہیچ کس را
شہباز لامکانم آں جا کجا مگس را
عرش و قلم و کرسی کونین رہ نیابد
[illegible]

(Where I got access no one seems to reach there I am *Shehbaz-e-La Makani*. Where there is no

شد اجازت باھو را از مصطفیٰ ﷺ
خلق را تلقین بکن بہر خدا

SEARCH OF MURSHID (ZAHRI MURSHID)

So he started the search of a *Murshid-e-Kamil* for *Zahir bait*. He (RA) reached at the *Khankah* of Hazrat Langhar Makhdoom (RA) in the Jhang district near Chinot. After that he went to Darbar Hugra Shah Maqeen (RA) saint in Qadria Order in the periphery of Lahore. Then a series of sitting were performed in the Darbar of Hazrat Musa Pak Shaheed (RA) of the same succession in Multan. Hazrat Sakhi Sultan Bahoo (RA) also performed "*Chilas*" at the Darbar of Hazrat Bahauddin Zakria Multani (RA) he went in the "KHIDMAT" of many other Aulia Allah but none of them took him on pledge by assessing his spiritual state to such height. Then he met with Hazrat Shah Habibullah Qadri (RA) on the Ravi Bank.

Shah Sahib had a setup of *Daigh* with water in it placed on fire and anyone who was demanding *Spiritual Faiz* was asked to put his hands in the *Daigh*. It was your *Karamat* that any one who put his hand in it was blessed.

When Sultan ul Arifeen (RA) was asked to put his holy hand in it he replied "what ever I can get by putting my hands in it, I already had more than it. I have come for the closed relation with my Lord and not for apparent knowledge".

Then Hazarat Habib Shah (RA) disclosed some realities before him. He answered "I was blessed with these realities when I was not Cart (Pangura) I want more of it".

Then Shah Sahib put you in some spiritual testing activities. At first he ordered him to fetch water for his "Madrissa". He (RA) did it for some days but felt afterwards that this exercise reduces his concentration in "Yade-e-Elahi" so he ordered Ravi to come closer to the Madrissa.

Shah Habibullah (RA) saw this happening and decided for three more tests and disappeared to be found by Sultan ul Arifeen (RA). He followed Shah Sahib and found him ploughing in the fields in the form of an old farmer.

He (RA) went close to him and said "Baba, you are too old to do it. I can do it for you" Shah Sahib (RA) appaeared again. Then Sultan ul Arifeen found him in the face of a Hindu Guru giving a *Talik* to Hindu in a Temple.

Hazrat Sakhi Sultan Bahoo (RA) presenting his forehead in front of him for Tilk. Shah Sahib looked at him, smiled and disappeared again. Afterwards Shah Sahib appeared as an Imam Masjid teaching Quran to kids.

Sultan ul Arifeen approached him in a face of little kid with Quran in His hand and he said: "Baba, Please teach me the lesson of 'Alif'

Hazrat Shah Habib-ullah (R.A) said "If you just want the love of Almighty Allah then go and give everything away in the path of Allah (Tark-e-duniya)".

How fortunate was that day of 1039(H) / 1629(A), when a beloved personality and Fifth Sultan-ul-Faqr was born in the house of Hazrat Bazaid Mohammad (RA).

EARLY DAYS OF HIS LIFE

The Holy Wife (Babi Rasti (RA) of Hazrat Bazaid Mohammad (RA) was also a "*Walia Allah*. Her blessed eyes were made able to feel the holy light (Noor) around his holy son whose forehead was enlightened and heart deeply involved in *Zikar* of Allah. When she found her son full of *Noor* of almighty Allah she named his 'Bahoo' (RA).

Bahoo means with *Hoo*

As "Bahoo" himself says

ام اعظم راز ام هو بیاب
ام باهو کیست یعنی گنج وهاب

REFLECTION OF GOD'S LIGHT (ALLAH'S NOOR)

Shor Kot was crowded with Hindus at that time. Whenever the son of the Alvi family went out of his house anyone who had a look at him embraced Islam on the spot. Hundreds of non-Muslims were converted in this way. Hindus requested His father to fix the timing of his outside visit. All the non Muslims used to dump in their houses during that duration.

ALLEGIANCE (BAIT)

An important incident of his life that he (RA) has narrated in his own book that one day you were in a jungle, outside Shot Kot, a Shining face horse rider appeared and took him along when he insisted the Holy rider told him that the rider was Hazrat Ali (RA). After a while he reached in the Holy Court of Hazrat Muhammad (PBUH). Hazrat Sakhi Sultan Bahoo (RA) mentioned the blessings granted by Holy Prophet (PBUH) in the Magazine Rohi

(Holy Prophet *Pledged* (Bait) me on his holy hands and claimed me as Son and said everything is *Zakir Allah* and can be attained. After that all SahabahRasool Allah (RA), Hazrat Abubakar Saddiq (RA), Hazrat Umer-e-Farooq (RA), Hazrat Usman Ghani (RA) and Hazrat Ali (RA) blessed me in their laps and gave me in the charge of Hazrat Ghous ul Azam Sayed-e-Ana Abdul Qadir Jillani (RA). Holy Prophet (PBUH) granted me leave by saying

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ ﷺ
فرزند خود خوانده است مارا مجتبیٰ ﷺ

(Holy Prophet (PBUH) granted the duty to advise the human being and protection of *Batin of Deen*. Then he was returned back to Shor Kot.

He told his mother everything that happened to him. She believed everything he told and submitted as everything was a *Zahir & Batin* likewise you must also take a pledge in apparent form.

PROTECTORS OF DEEN

The grace & blessing of Allah and Hazoor Pak (SW) gave two birth of squads to protect the Deen, one for the protection of *"Zahir of Deen"* like scholars, *Fuqha, Hufaz, Qura, Muhadseen* and *Mutakalameen"*, while the other squad fortunate for having "*Aulia, Sufia & Darwaish*" in it.

BAB-UL-ILAM (The Gate of Knowledge)

As mentioned in the Hadith, the Holy Prophet (PBUH) said "*I am the city of knowledge and Ali (RA) is the gate to it*".

It proves that Hazrat Ali (RA) was blessed with all the knowledge of *Zahar* and *Batin*. This is the reason why almost all the spiritual orders (Silasil) are linked with Hazrat Ali (RA) some orders are linked with other three *Khulfai-Rashideen* but most of orders were linked and blessed by the spirituality of Hazrat Ali (RA).

QADERIA ORDER (Silsilah Qaderia)

Among these orders the most prominent and the largest one is Qaderia succession. This order is named on *Wali-e-Kamil, Mehbub-e-Subhani* (Allah's beloved), *Ghous-e-Samdani, Qutab-e-Rabani, Sultan-ul-Faqr, Ghoas-ul-Azim Syed Abdul Qadir Jillani* (RA) (The Imam of all Aulia Allah)

MIGRATION OF ALVI FAMILY

During & after the era of *Karblah*, *Sadat & Alvi* family (among the predecessors) of the Hazrat Ali (RA) born by Holy wives other than Hazrat Fatima-tu-Zuhra *(RA)* remained the suppression of Muslim rulers. Even *Abbasi* empire was against them for they didn't want them to get in power. When these families found their lives difficult they started to migrate as per the *Sunnah* of Hazrat Muhammad (PBUH). Once these families arrived in *Khurasan* resided in *Harat*, they ruled there for generations and one of the leaders among them was *Aman Shah* (RA).

ARRIVAL IN PUNJAB (Pakistan)

Envision of Chagyz Khan caused one of the son of this family, *Muhammad Paida (RA)* to refresh the ancestors tradition of migration. The value of *"Soon Kasar"*(Punjab) was fortunate enough to host this Wali Allah. Hazrat Bazaid Muhammad (RA) was born at the site *Anga* in this family who afterwards got fame for bravery and honesty in the era of *Shah Jahan*.

He fought with Hindu Rajah *Amrat* at the site of 'Fort Abbass' and murdered him to the hell. Shah Jahan granted estate of Shor Kot in the reward of this victory. So Hazrat Bazaid Muhammad (RA) got residence in Shor Kot.

BIRTH OF SULTAN-UL-ARIFEEN

KING OF FAQR
(LIFE & HERE AFTER)

Sultan Arshad Nawaz Al-Qadri

TASAWAF IN THE LIGHT OF HADITH

In a Hadith of Sahih Bukhari, Hazrat Umar-e-Farooq (RA) reports that one day Hazrat Jibraeel (AS) asked a few questions from Holy Prophet (PBUH)!

(Ya Rasool Allah! What is Iman?

Holy Prophet described the *Aqeeda* "That is to accept the God, His Angels, Holy Books, messengers & the day of judgment."

Then Hazrat Jibraeel (AS) asked the 2nd question," Ya Rasool Allah! What is Islam?"

Hazrat Muhammad (SA) described the acts. "Witness the Toheed & Risalat, maintain the Namaz, Fasting, Haj & Zakat."

Then Jibraeel (AS) asked the last question," (Ya Rasool Allah! What is Ahsan?)"

Hazoor Pak (PBUH) replied, *Ahsan* is to worship Almighty Allah in a state that He is in front of you & if you can't maintain such state then at least think as He is watching you.

It is evident from this Hadith that Islam has three elements.

- One is Iman, which we call *Ilam-ul-Aqaida*
- Then comes acts which is known as *Ilam-ul-Fiqah* and
- 3rd is Ahsan that is *Tasawaf*

Every human being knows that all the objects in the universe have two aspects. One which is apparent and the other one is inner. Deen-e-Islam also has two aspects likewise. One is apparent i.e. *Amal & Aquid* and the inner one that is Ahsan. The knowledge that supports & develops the outer layer of the Deen is called *Ilmul Fiqah* and the one protecting the spirit of it is called *Tasawaf*.

These two lines of knowledge have no conflict and they are inseparable in fact.

Hazrat Muhammad (PBUH) had a perfect and compact personality with a state of knowledge *"Madina-tul-Ilam"* within Him.

He gracefully fulfilled the duty of protecting the both aspects *"Zahar & Batan"* of Deen-e-Islam. But no follower with the same standards of personality traits, as he possessed could come up after Him. So Hazoor Pak (SW) developed two classes of *Sahabah Karam* (RW) one was learnt the *Quran by Heart*, (Hafiz) Qirat, Tajwid & 2nd class of *Sahabah* (RW) was blessed with his Holy company. He used to make them fasting and blessed them for days and nights.

It was the first class (Jamat) of *"Sufia"* and *"Darveshan-en-Haq"* knows as *"Shabah-e-Sufa"*.

concentration to the deer and the heart of dear couldn't sustain it and died on the spot. Than Sultan Sahib turned to The boy and asked him his name he forgotten his own name. Sultan sahib said that your name is Bahu. He asked him what would you like he said the same as the deer. Sultan sahib asked him three times and he answered the same. When the boy received the Ism Allah Almighty's concentration and his hair on his body start chanting the ziker of Allah Almighty. His heart could not sustain the powerful concentration and passed away after a short while. There were couple of pigeons on a branch over looking the incidents they start chanting Haq Bahu. Sultan sahib was burring the deer and young Bahu and the people recognized Sultan sahib.

The saying is that some time prior to Sultan sahib Baba Fareed ud deen Gangshakar passed by that way and there is a huge reservoir and some ladies were getting water from it. Baba sahib asked one of them for some water she replied that the water is bitter at which Baba sahib replied so it will be bitter. When some one wanted to drink the water and it was bitter. They found out what happened they went in search of Baba sahib but without any luck. The people of the area were told by some wiseman the a person of such description will be able to get you the drinking water. The people requested Sultan sahib to turn the bitter water into sweet water. Sultan sahib said that no one is able to make it sweet the person who had turned it into bitter is the one who can turn it back. He further said that I can get you a new source of water. He pointed a spot and asked them to dig and the water start gushing through. The source of water is so big that few yards from it is a water mill. The water is the same ever since. (By Sultan Mohammad Moazam Ali sahib)

The beautiful Mizar of Ahu Bahu at the hill top of Kalar Kahar is visited by people from all over the country. It is not merly just a visit but the seekers of closeness of Allah Almighty get their fulfilment from there.

The Haq Bahu chanting pair of pigeons followed Sultan sahib back to Shoorkote and for few weeks stayed on the trees and then they were housed in a room. The descendants of those birds are still at the Durbar of Sultan sahib, Sultan Sahibs parents Durbar,Sultan Peer Sayeed Bahadur Shah Sahib, Durbar of Sultan Abdul Aziz (Allah bless their souls. There might me other places where they are kept.

At the Durbar of Hazrat Sultan Abdul Aziz (Allah bless his Soul) by the room next to Head office of Islahee jamaat one could hear them all at once in a form of chorus at about 3am but also during the day as well, but not like the early morning experience.

Sheer Shah sahib said to Sultan sahib "I don't know who you are, a magician or some fake, I will report you to the court of Rasool Allah (blessing and salutation be on him). Sultan sahib replied that we will meet there and tomorrow we shell meet again. When Sheer Shah sahib entered the court of Rasool Allah (blessing and salutation be on him) he was observing everyone there but he was unable to visualize Sultan sahib. While he was looking for Sultan sahib he saw a child emerging from sleeve of Rasool Allah's (blessing and salutation on him) sleeve and Rasool Allah's (blessing and salutation on him) kissed the child and passed over to ela a bait and companions (Allah be pleased with them) and further along to all those present in that meeting, eventually the child came to Sheer Shah sahib and start playing with their beard and pulled two hairs from it. Sheer Shah sahib didn't react due to the respect and dignity of Rasool Allah's (blessing and salutation on him). The child went back and disappeared in the sleeve of Rasool Allah's (blessing and salutation on him). Next day Sheer Shah sahib came up to Sultan sahib and said, "I told you that you are some fraudulent impostor I didn't see you at the court of Rasool Allah's (blessing and salutation on him) last night". Sultan sahib replied "Shah sahib how many witnesses are acceptable in the Islamic divine law". Shah sahib said,"two". Sultan sahib presented him with the two hair of Shah sahib's beard and said to them that here are the witnesses. Shah sahib was embarrassed and apologized for his out burst. He further requested Sultan sahib to take him as a disciple and elevate him to further spiritual levels. Sultan sahib granted him his wish and further told him that there are some high level in the court of Rasool Allah's (blessing and salutation on him) that all friends of Allah Almighty could not see them, that was the reason you was unable to see me.(mokhzanal israr)

Ahu Bahu (Bahu and his Deer)

In a journey towards Wadi of Soon Skaser Sultan sahib saw a young shepherd aged about twelve years. Sultan sahib looked at the boy and his heart felt the rhythm and vibrations of ziker that the boy left his flock and start following Sultan sahib. When they reached Kalar Khar in Chakwal and Sultan sahib entered the cave for ziker and the young boy and another dervish stayed out side. The same evening month of Ramadan's moon was sighted and Ramadan started. The young shepherd saw a deer coming towards him with a handkerchief with two chapattis in it hanging on its horn. He took the handkerchief and eat one chapatti then and left the other for sahari. This routine continued through out the month of Ramadan. On the last day of the Ramadan the new moon was sighted and people start beating the drum in the happiness of Eid. Sultan sahib remained in the cave through out the month of Ramadan and with the noise of drum beats he came out and asked about the noise he was told that it is the end of Ramadan. Sultan sahib said, "I have been in the cave and didn't realize and a month of Ramadan has passed. Sultan sahib asked the young shepherd boy about his food. He told him that a deer was coming from the jungle with two chapattis in a cloth hanging on his horn, he explained his routine. Sultan sahib glanced at the jungle and the deer came out and said that I would like to be with Allah Almighty. Sultan sahib Allah Almighty's Ism's

edification. Without accomplishing these two factors, one cannot acquire union or nearness with Allah. To convey these preachings to the pursuer of Truth, a descendant of Hazrat Sultan Bahoo, a saint of highest rank Hazrat Sakhi Sultan Muhammad Asghar (Allah Bless His Soul) founded an organization named "Islahee Jamaat" (Edifying group).

Mi Fatima mastoin (intoxicated)

Once Sultan sahib was travelling through Dera Ghazi Khan with few dervishes and they came to a village near a town called Fatha Khan. The dervishes decided to have something to eat and have a little rest for a while. They went to a house of a di (wetmother) and asked her to cook them some chapatis on the tandoor (oven). She replied that my daughter is suffering from eye infection and she is in great pain as you can see she doesn't stop crying. Sultan sahib told her not to worry and that he will look after her. In the mean time the faqeers went to fetch some woods for fire and the lady was making the dough. The little girl was in the cradle and Sultan sahib was sitting by her and gave her one glance of zakir Ism Allah and she was engaged in such a ziker that her whole body was echoing with it. She was ceased crying . When the mother didn't hear her baby crying she came running to the cradle and said oh old man what have you done to my baby, you haven't strangled her or killed her? Sultan sahib said! I haven't killed her but I have given her such a new life that she will for ever and she wouldn't need her cradle rocked. When she lifted the sheet from the baby's face what she saw was strange. Her baby's face was shining and her whole body was echoing Allahho hoo and she was in state of intoxication. The mother was shocked and felt the effect of the sight her heart too start chanting ziker. She begged Sultan sahib for forgiveness for the remarks she made. The news got around the village and who ever looked at her their heart would be livened with the ziker. She was known as Mi Fatima mastoin (intoxicated). Her shrine is famous as a living grave(term used for the mizars from where one gets instantaneous response and guidance of true path of Allah).(mokhzanal israr)

Encounter with Sheer Shah Sahib

Sultan sahib was on another journey and was engaged in ziker in a forest. There were some disciples of Sheer Shah sahib collecting fire woods. One of them came near Sultan sahib and gave his Asslam, Sultan sahib looked at him and answered him back. That persons heart start performing the ziker (the feeling is so sensational that one has to feel it themselves in order to find out) he fell on the feet of Sultan sahib and started crying with joy of continues internal ziker. The other colleague observed him crying and went over to investigate. He also had a glance from Sultan sahib and his heart start performing zikar and he too started crying at the feet of Sultan sahib. The third desciple observed the state of his companion's, he lift the woods and ran back to report the matter to Sheer Shah sahib. When Shah sahib learned the fate of his two disciples he came to the spot where Sultan sahib was engaged in ziker. In the mean time Sultan sahib disguised his spirituality.

Syeed Abdul Rahman Qadri(Allah bless his soul). This incident accord in the reign of Emperor Orangzeb Alamgeer. When Sultan Sahib visited his Sheikh and the Sheikh passed the trust to its righteous owner. One might get confused with the fact that Sultan Sahib became desciple of Hazrat Sheikh Abdul Qader Jelani(RA) and why there was a need for a living Sheikh. The answer to this is that physical biat is equally important among Sufis and as for as a trust is concerned, if it is placed with a living Sheikh than one has to obtain the from him. That's how Bibi Rasti Allah bless her told Sultan sahib to find a living Sheikh. Hazrat Sultan sahib said in his books that he had been in search for a Sheikh for forty years and now he has been seeking a true seeker to whom he could pass spiritual knowledge in form of Zakat for the wealth of spiritual knowledge he had received. He said that he was unable to get such seeker of Allah in his lifetime.

Hazrat Sultan sahib is well known as Sultan ul Arfeen. He far excelled his contemporary Sufi masters and Sufi poet in Marifat elahi (recognition of Allah). Sultan sahib has been the author of approximately one hundred and forty books. All of them were in Farsi beside one, Abiat a Bahoo which was in Suraki poetry and it has been translated and interpreted by Professor Sultan Altaf Ali sahib. There have been other translations by people who didn't understood the message, Sultan sahib was giving in his poetry. In his poetry one will find essence of Sultan sahibs entire literature, which is unique among all the sufi orders. Sultan sahib further says that, he wrote these books with the permission of Rasool Allah (blessing and salutation be on him) and if one holds any of his book as a guide, then one will find it according to his perception. One will find Sultan sahibs spirituality is shinning from his books.

Hazrat Sultan Muhammad Bahoo (Allah Bless His Soul) lived for 63 years and passed away on 1st Jamade_us_Sani 1102 AH. His shrine is situated in a village, Mozah Sultan Bahoo, named after him, which is located on the western bank of river Chanab, near Garhh Maharaja Town in Tehsil ShorKoat. His annual urs is held on first Thursday of Jamadde_us_Sani. He married four times and had eight sons, one of whom passed way in childhood. Hazrat Sultan Muhammad Bahoo (Allah Bless His Soul) wrote around 140 books to exhort and guide the seeker of Eternal Truth. He primarily focused on three things in his writings, viz.

1. Anonymity and inconspicuousness
2. Denouncement of materialism
3. Strict adherence to Holy Prophet's sharia.

He exhorted the pursuer of Truth four fundamentals and insisted that one should devote oneself to them to attain Truth. These practices involve:

i. Visualization of the image of Allah's personal name (Isme_e_Allah Zaat)
ii. Visualization of the image of the Holy Prophet's name (Isme_e_Muhammad)
iii. Zikar of Kalma Tayyaba
iv. Remembrance of death and grave.

According to him these four practices ensure two exceptional blessings for the follower, viz.

a. Beholding of Allah's light
b. Permanent presence in the Holy Prophet's court.

He laid emphasis not only on physical cleanliness but also on spiritual purification and

Hazrat Sakhi Sultan Muhammad Bahoo (Allah Bless His Soul)

Courtesy By: Sultan Arshad Alqadri

Hazrat Sultan Bahoo (Allah bless his Soul) was born on Thursday February 1628 AD, 1039 AH in Shorkkoat. Hazrat Sultan sahib's mother name was Hazrat Bibi Rasti Allah bless her soul. She was a pious lady. Once she had a dream, in which she was told that she will have a son and that she should name the child as Bahoo. This child will be very pious and will become a great sufi master. He will be a wali Allah (friend of Allah)by birth. In his childhood there was a strange light on his face, if any none Muslims looked at his face he would recite kalima tayyiba. Hazrat Sultan sahib (blessing of Allah be on him) has said in his books that I and Hazrat Mohammad blessing and salutation be on him were umies(not had any formal education). Hazrat sultan sahib stated that Allah Almighty has rewarded him with Ilm aladuni (inspired knowledge) and there for there wasn't any desire for formal education.

Sultan sahibs tomb at the age of thirty years Sultan sahib saw a vision, in which he saw Hazrat Ali (Allah be pleased with him) on a horse, ordering him to the court of Rasool Allah blessing and salutation be on him. Hazrat Sultan sahib accompanied him to the holy court. There he was ordered to take biat(oath of allegiance) on the hand of Rasool Allah blessing and salutation be on him(rasala roohi). Then the Holy prophet blessing and salutation be on him ordered Hazrat Sheikh Abdul Qader Jelani and said"here is my son and you guide him". The Sheikh obeyed the order and accepted Sultan sahib as his Disciple. That is how Hazrat Sultan sahib and his followers are called Sarwari Qadri . Sarwari because he took oath of allegiance on the hand of Rasool Allah blessing and salutation be on him. Rasool Allah blessing and salutation is known as(sarwar_a_konane) the leader of this and the other world and Qadri due to being the Desciple of Hazrat Sheikh Abdul Qader Jelani(RA). If anyone wants to bypass Hadrat Sheikh Abdul Qader Jelani(RA) and he is claiming to be a sufi, he is nothing more then an impostor.picture of the tomb of Sheikh Abdul Qader Jelani(RA)

Hazrat Sultan Sahib States in Rasala Roohi; that Hazrat Muhammad (blessing and salutation be on him) gave me divine guidance and said " Oh Bahoo you are my son, go and persuade all human being for the sake of Allah Almighty whether they are Muslim or non Muslim, lucky or unlucky, dead or alive. How can a dead be persuaded? They could be prayed for and Allah Almighty forgives their sins and blesses them. The other interpretation is that the people who have destroyed or suffocated their spirituality with their sinful life style. The duty of a true Sufi is to help such person who has been a victim of Shaitan and nafs's(inner urges) mischief.

Hazrat Sultan sahib was ordered by Hazrat Bibi Rasti (Allah bless he soul) to go and search for a living Sheikh from whom you could receive your spiritual wealth. Sultan Sahib replied that I do not need a Sheikh because you are my Sheikh. Hazrat Bibi Rasti (Allah bless he soul) said: I cannot be your Sheikh because Hazrat Bibi Fatima (Allah be pleased with her) never took anyone as a disciple, therefor I am unable to carry out this duty.

Hazrat Sultan Sahib visited various Sheikhs but finally took biat (oath) on the hand of

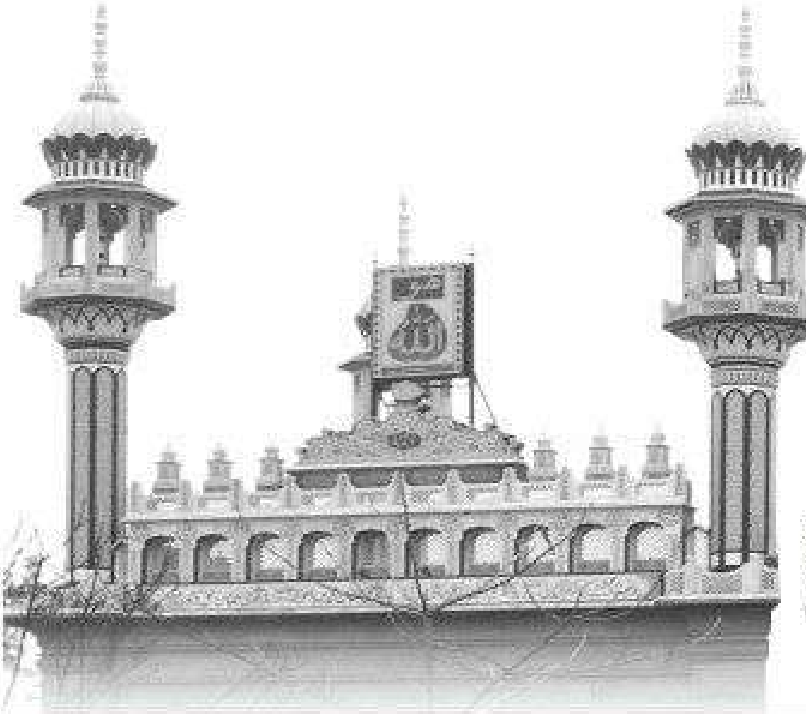

عظیم الشان عرس مبارک

شہبازِ عارفاں حضرت سخی
سلطان محمد عبد العزیز صاحب قدس سرہ العزیز

بفیضانِ نظر سلطان الفقر ششم
حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز
بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

زیرِ صدارت
جانشین سلطان الفقر ششم امام الوقت
حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب سروری قادری دامت برکاتہم العالیہ
سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

16-15
جون 2008ء
اتوار۔پیر

خصوصی خطاب
صاحبزادہ سلطان احمد علی دامت برکاتہم العالیہ
مرکزی جنرل سیکرٹری،
اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

تمام اہلِ ایمان کو شرکت کی پرزور اپیل کی جاتی ہے

بمقام:
دربار عالیہ
حضرت سخی سلطان باہو
ضلع جھنگ

منجانب: اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ
ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان 047-5320694 047-5320594

بسم الله الرحمن الرحیم

چنین دانم در این عالم که لا معبود الا هو — ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا هو

چو تیغ لا به دست آری بیا تنها چه غم داری — بجز ذکر حق باری که لا فتاح الا هو

به لا لا مده لا گفتن بگو الله و بنده تو — فقر خود و وحدت گزین که لا مطلوب الا هو

هو الاول هو الآخر ظهور آمد تجلی او — بذات خود هویدا شد که فی الکونین الا هو

هو الله هو هو الحق هو ذات غیبه الا هو — هو الله هو هو الحق هو کلا غیبه الا هو

الا ای یار خوش لقا گفتم ترا گفتم — هو الواحد هو الصمد لا موجود الا هو

یکی گوید یکی جوید یکی در دل چو گل روید — هو من یک سال یک بار ... غیبه الا هو

یکی عالم چو گردیده هو الحق هو بشنیده — یکی ... یکی دیده ذره غیبه الا هو

مستم خمار خود منم بجز ... — دل و جانم به هو بستم ... غیر الا هو